

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

سَ الْيَوْمِ أَكَلْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ

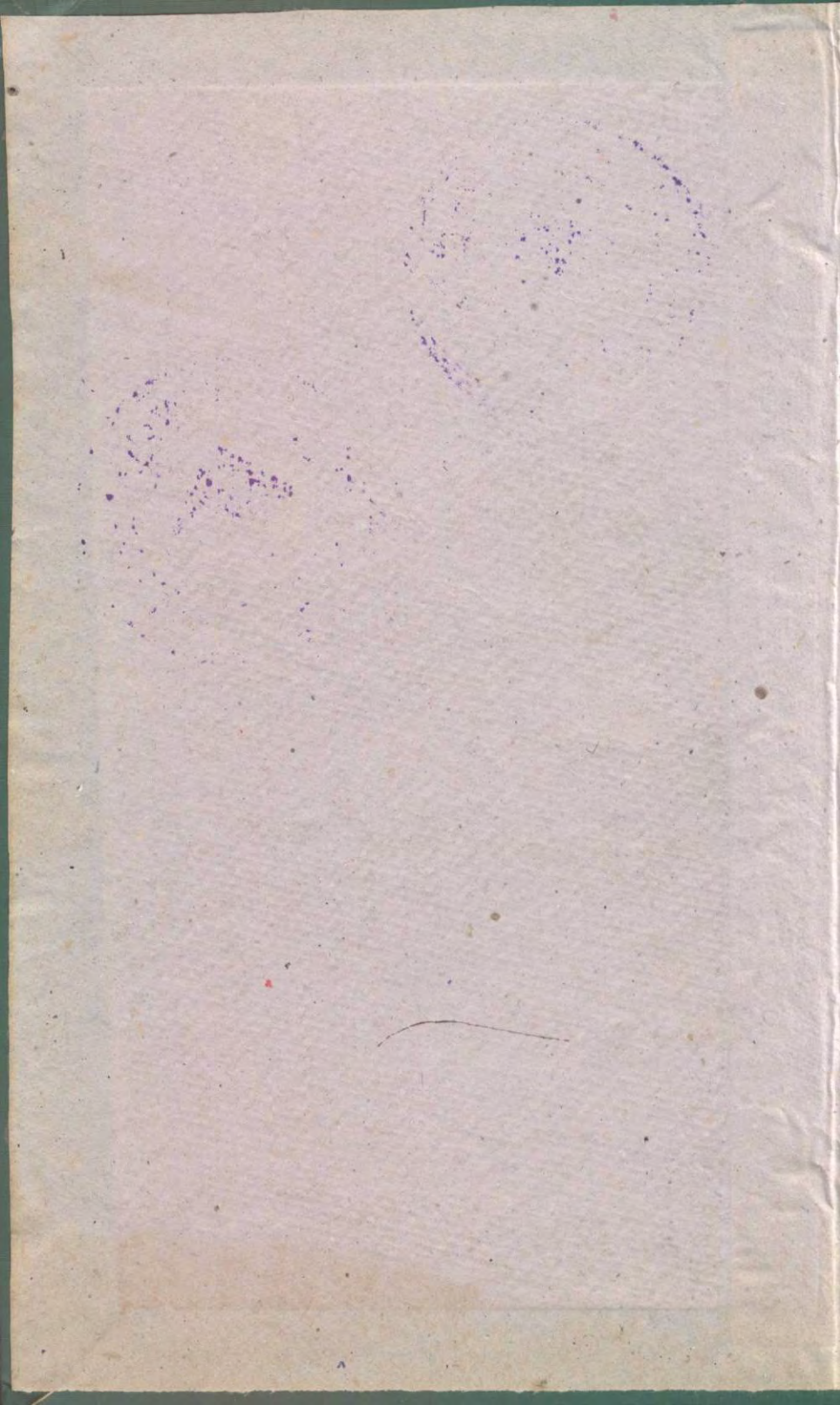
# معارج النبوت

جلد سوم

حضرت مولانا محمد امین اعجازی کاشمی اہلہری مدظلہ



مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور



طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ أَيْمَانِكُمْ أَكْرَمَتْ لَكَ وَتَشَدَّدَتْ



مکتبہ نبویہ کالج نجف اشرف روضہ لاہور

معارج النبوت	نام کتاب
ملا معین واعظ المروری رحمہ اللہ	مصنف
حکیم محمد اصغر فاروقی	مترجمین
علامہ اقبال احمد فاروقی	
سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	موضوع
چہارم اور تتمہ	رکن
سوم: طلوع البدر سے الیوم اکملت لکم دینکم تک	جلد
۱۹۹۵ء	سال طباعت ترجمہ اشاعت دوم
کمان پریس لاہور	طابع
مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ - لاہور	ناشر
۴۶۲ روپے	صفحات
180	قیمت مجلد

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱	ہجرت کے ابتدائی واقعات	۱
۱	حضرت ابو بکر کا خواب	۲
۳	رؤسا قریش کا محاصرہ	۳
۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانشاری	۴
۲	کفار کی مایوسی	۵
۲	حضور حضرت صدیق کے گھر میں	۶
۶	آغاز سفر ہجرت اور حضرت صدیق کی جاں نثاری	۷
۶	رسالت مآب دوش صدیق پر	۸
۷	شیر عالم غار ثور میں	۹
۸	لعاب دہن کی مسیحائی	۱۰
۹	واقعہ ہجرت میں لطیف اشارات	۱۱
۹	مکرمی کی آرزو	۱۲
۱۰	شیطان کی فریب کاری	۱۳
۱۰	سانپ غار ثور میں	۱۴
۱۲	مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۱۵
۱۵	غار ثور سے مدینہ منورہ تک	۱۶
۱۶	ام معقد اور ابو مفضل کا ایمان	۱۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۸	سراوقہ کا تعاقب	۱۸
۲۲	بریل غلامی رسول میں	۱۹
۲۴	آفتاب رسالت کا مدنیہ منورہ میں نزولِ اجلال	۲۰
۲۴	ہجرت کے پہلے سال کے واقعات	۲۱
۲۴	مدنیہ طیبہ میں پہلی مسجد	۲۲
۲۴	حضور نے پہلا خطبہ جمعہ فرمایا	۲۳
۲۴	حضرت ایوب انصاری کے خولہ میں قیام	۲۴
۲۹	تعمیر مسجد نبوی	۲۵
۳۱	مدنیہ میں مزید مسلمانوں کی آمد	۲۶
۳۲	ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت فرض کا حکم	۲۷
۳۲	عبداللہ بن سلام دامن اسلام میں	۲۸
۳۲	مدنیہ پاک میں سرور کائنات کا پہلا خطاب	۲۹
۳۴	حضور کی دعا سے مدنیہ کی آب و ہوا خوشگوار ہو گئی	۳۰
۳۴	معراجات کا دور	۳۱
۳۵	حضور غیب دان عالم	۳۲
۳۶	یہودیوں کے تھے صلح نامہ	۳۳
۳۶	تعیّن اذان	۳۴
۳۸	ولید بن مغیرہ کی نعت	۳۵
۳۹	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے نکاح میں	۳۶
۴۰	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۳۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۰	روزہ یوم عاشورہ	۳۸
۴۱	حضرت سلمان فارسی مجلس رسول میں	۳۹
۴۱	سلمان فارسی آستانہ رسالت پر	۴۰
۴۸	دوسرے سال کے واقعات	۴۱
۴۸	رمضان کے روزے فرض ہوئے	۴۲
۴۸	تحويل کعبہ	۴۳
۴۹	سیدہ فاطمہ الزہرا کا نکاح	۴۴
۵۰	اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد آگیا	۴۵
۴۳	کینت امیر المؤمنین	۴۶
۴۶	واقعات بدر	۴۷
۴۶	جنگ بدر کے ابتدائی حالات	۴۸
۶۰	میدان بدر کے راستے کے واقعات	۴۹
۴۲	ابوسفیان کا مخبر	۵۰
۴۳	ضمضم کا خواب	۵۱
۴۳	امیہ کے قتل کی پیشگوئی	۵۲
۴۴	مشرکین کے فال بد کو دیکھ لیا	۵۳
۴۵	عداس کی تنبیہ	۵۴
۴۵	نواں واقعہ	۵۵
۴۶	دسواں واقعہ	۵۶
۴۶	گیارہواں واقعہ	۵۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷۷	بارہواں واقعہ	۵۸
۹۲	آغاز جنگ بدر	۵۹
۹۴	اہل اسلام کی امداد کے لیے ملائکہ کا نزول	۶۰
۹۸	مقابلہ بدر کے دوسرے واقعات	۶۱
۹۴	واقعہ قتل نوفل بن خویلد	۶۲
۹۹	امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل	۶۳
۱۰۰	آنحضرت کے دو معجزے	۶۴
۱۰۱	بدر کے بعض قیدی	۶۵
۱۰۱	ابو جہل لعین کا قتل اور اس کے قاتل	۶۶
۱۰۵	حضرت عباس مسلمانوں کی قید میں	۶۷
۱۰۷	مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے سلوک	۶۸
۱۰۹	قیدیوں کے بارے میں متحین کا اختلاف	۶۹
۱۱۵	حکم بن خرام کا واقعہ	۷۰
۱۱۶	فتح کی خبر مدینہ میں	۷۱
۱۱۸	آنحضرت کے داماد ابوالعاص کا قصہ	۷۲
۱۲۱	بدر کے مصیبت زدوں کی مکہ میں خبر	۷۳
۱۲۴	عمیر بن واہب کا اسلام قبول کرنا	۷۴
۱۲۷	عظما امیر دیر بنت مروان	۷۵
۱۲۸	غزوہ قینقاع	۷۶
۱۳۰	غزوہ سویق	۷۷



صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۱	غزوہ قرقرۃ الکرد	۷۸
۱۳۲	غزوہ انمار	۷۹
۱۳۳	سریہ فسردیہ	۸۰
۱۳۴	کعب بن اشرف کا قتل	۸۱
۱۳۷	ابورافع حجازی کا قتل	۸۲
۱۴۱	غزوہ احد	۸۳
۱۴۸	دونوں لشکر آمنے سامنے	۸۴
۱۴۹	جنگ احد کے واقعات	۸۵
۱۵۰	واقعہ دوم	۸۶
۱۵۲	واقعہ سوم	۸۷
۱۵۲	واقعہ چہارم	۸۸
۱۵۳	واقعہ پنجم	۸۹
۱۶۷	را معصیب بن عمیر کا واقعہ	۹۰
۱۶۸	عبداللہ بن الجراح	۹۱
۱۶۹	سعد بن ابی وقاص	۹۲
۱۷۰	عبید بن عاجر عامری	۹۳
۱۶۲	شہادت حضرت حمزہ	۹۴
۱۸۳	فضائل شہدائے احد	۹۵
۱۸۵	غزوہ حجرۃ الاسیر	۹۶
۱۸۸	چوتھے سال ہجرت کے واقعات	۹۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۸۹	سفيان بن خالد کا قتل	۹۸
۱۹۲	سریہ ابو مسلمہ بن الاسد	۹۹
۱۹۲	سریہ بیر معونہ	۱۰۰
۱۹۶	غزوہ بنی نضیر	۱۰۱
۲۰۱	ولادت حسین بن علی رضی اللہ عنہ	۱۰۲
۲۰۲	وفات عبداللہ بن عثمان	۱۰۳
۲۰۲	غزوہ بدرِ صغریٰ	۱۰۴
۲۰۴	طمعہ بن ابرین ادسی کی چوری	۱۰۵
۲۰۵	حرمتِ خمر	۱۰۶
۲۰۶	غزوہ ذات الرقاع	۱۰۷
۲۰۸	غزوہ دو مہ الجندل	۱۰۸
۲۰۸	غزوہ مراسیع	۱۰۹
۲۱۶	ایک منافق کی موت	۱۱۰
۲۱۷	واقعہ انک	۱۱۱
۲۲۳	تیمم کا حکم	۱۱۲
۲۲۴	غزوہ خندق	۱۱۳
۲۳۲	آغاز جنگ	۱۱۴
۲۳۷	لقیم بن مسعود کا منصوبہ	۱۱۵
۲۳۹	حضور کی دعا جنگِ خندق میں	۱۱۶
۲۴۳	غزوہ خندق کے واقعات	۱۱۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۲۲	ایک جن سانپ کی شکل میں	۱۱۸
۲۲۲	ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ	۱۱۹
۲۲۵	کھجوروں میں برکت	۱۲۰
۲۲۶	غزوہ بنی قریظہ	۱۲۱
۲۵۷	ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات	۱۲۲
۲۵۹	بلال بن حادث مزنی اسلام لاتے ہیں	۱۲۳
۲۵۹	عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	۱۲۴
۲۶۰	ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات	۱۲۵
۲۶۰	تمامہ دارن اسلام میں	۱۲۶
۲۶۱	غزوہ بنی محیان	۱۲۷
۲۶۲	بنی کلاب کی سرکوبی	۱۲۸
۲۶۲	ذک پر حملہ	۱۲۹
۲۶۳	غزوہ تمامہ	۱۳۰
۲۶۵	سریہ عسکل	۱۳۱
۲۶۵	بارش کے لیے ناتراستسقا	۱۳۲
۲۶۷	صبح کی فرضیت	۱۳۳
۲۶۷	صلح حدیبیہ	۱۳۴
۲۷۰	خشک کنویں میں پانی اُبل پڑا	۱۳۵
۲۷۰	انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہو گئیں	۱۳۶
۲۷۰	حدیبیہ میں بارانِ رحمت	۱۳۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۷۶	بیعت رضوان	۱۳۸
۲۷۸	حدیبیہ کا ایک خوبچکاں واقعہ	۱۳۹
۲۸۰	معاملے تحریر کیا گیا	۱۴۰
۲۸۱	معاہدہ حدیبیہ پر صحابہ کے تاثرات	۱۴۱
۲۸۲	صلح حدیبیہ کے اثرات	۱۴۲
۲۸۴	اَنَا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا قَرِيْبًا	۱۴۳
۲۸۵	ابونصیر کی مدینہ میں آمد	۱۴۴
۲۸۷	شاہان وقت کی طرف خطوط	۱۴۵
۲۸۸	حضور کی انگوٹھی	۱۴۶
۲۸۸	فسرمان نبوی	۱۴۷
۲۸۹	نجاشی کا تاثر	۱۴۸
۲۹۰	تھضرت دحیہ کلبی	۱۴۹
۲۹۱	ہرقل کے دربار میں قاصد نبوی	۱۵۰
۲۹۵	ہرقل کے تاثرات	۱۵۱
۲۹۶	خسرو پرویز نے حضور کے خط کو بچھاڑ دیا	۱۵۲
۲۹۹	مقوقص کے پاس حضور کا فرمان	۱۵۳
۳۰۰	غسانی کے نام فرمان نبوی	۱۵۴
۳۰۱	یمامہ کی طرف مکتوب نبوی	۱۵۵
۳۰۱	دیگر مکاتیب نبوی	۱۵۶
۳۰۲	خولہ بنت ثعلبہ کا اظہار حقیقت	۱۵۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۰۳	اونٹوں اور گھوڑوں میں مسابقت	۱۵۸
۳۰۴	حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ کا انتقال	۱۵۹
۳۰۴	ساتویں سال کے واقعات	۱۶۰
۲۰۴	غزوہ خیبر	۱۶۱
۳۱۸	یہودیوں کی زہر خورانی	۱۶۲
۳۲۱	صلح فدک	۱۶۳
۳۲۲	حبشہ کے مہاجرین کی آمد	۱۶۴
۳۲۳	زنانہ ام صفیہ رضی اللہ عنہا	۱۶۵
۳۲۴	زنانہ صفیہ رضی اللہ عنہا	۱۶۶
۳۲۵	حضرت علی کے لیے سورج پلٹ آیا	۱۶۷
۳۲۵	غزوہ بیرواددی القرای	۱۶۸
۳۲۶	قصہ لیلۃ القریش	۱۶۹
۳۲۷	عمرة القضاء	۱۷۰
۳۳۱	گورنر عمان مسلمان ہو گیا	۱۷۱
۳۳۲	عامر کا قتل	۱۷۲
۳۳۳	سابعیوں کے واقعات	۱۷۳
۳۳۳	خالد بن ولید ایمان لاتے ہیں	۱۷۴
۳۳۵	ذات السلاسل	۱۷۵
۳۳۷	غزوہ موتہ	۱۷۶
۳۴۱	مسجد نبوی سے جنگ موتہ کا منظر	۱۷۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۲۲	حضرت جعفر کی شہادت کی خبر مدینہ پاک میں	۱۷۸
۳۲۳	فتح مکہ	۱۷۹
۳۲۶	فتح مکہ کی تیاریاں	۱۸۰
۳۲۶	قریش کے نام ایک خفیہ خط	۱۸۱
۳۵۰	اسلامی لشکر کی مکہ کو روانگی	۱۸۲
۳۶۷	فتح مکہ کے بعد شعب ابی طالب کی حالت	۱۸۳
۳۶۸	شامان رسول کے متعلق حکم	۱۸۴
۳۷۸	قیام مکہ کے دوران کے واقعات	۱۸۵
۳۷۹	فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید کا معرکہ	۱۸۶
۳۷۹	منات کا بت خانہ تباہ ہو گیا	۱۸۷
۳۸۱	غزوہ حنین	۱۸۸
۳۸۵	حضور کے جانا باز وادی حنین میں	۱۸۹
۳۹۰	مقتولین حنین اور مال غنیمت	۱۹۰
۳۹۰	حضرت ابو عامر کی شہادت	۱۹۱
۳۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ہمیشہ	۱۹۲
۳۹۳	غزوہ طائف	۱۹۳
۳۹۶	جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم	۱۹۴
۴۰۲	حضور کا مکہ میں قیام	۱۹۵
۴۰۲	بنی ثعلبہ کے لوگ	۱۹۶
۴۰۳	حضرت زینب کا انتقال	۱۹۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۰۳	حضرت ابراہیم کی پیدائش	۱۹۸
۲۰۳	منبرِ رسول	۱۹۹
۲۰۴	واقعاتِ سالِ نہم	۲۰۰
۲۰۹	عدی بن حاتم کی گرفتاری	۲۰۱
۲۱۱	واقعہ ایلا	۲۰۲
۲۱۵	دنیا کی نعمتوں کی بجائے محبتِ رسول	۲۰۳
۲۱۶	ایک زانیہ کو سزائے رجم	۲۰۴
۲۱۶	غزوہ تبوک	۲۰۵
۲۱۶	صحابہ کا ایثار	۲۰۶
۲۲۰	غریب صحابہ کا جذبہ قربانی	۲۰۷
۲۲۳	اسلامی لشکرِ تبوک میں	۲۰۸
۲۲۳	بہرِ قتل والی روم دہن اسلام میں	۲۰۹
۲۲۴	خالد بن ولید کا لشکر	۲۱۰
۲۲۵	میدانِ تبوک میں معجزاتِ نبوی	۲۱۱
۲۲۶	سفرِ تبوک میں بیماری	۲۱۲
۲۲۶	پیاسوں پر بادل برسنے لگا	۲۱۳
۲۲۶	منافقوں کی جھٹس	۲۱۴
۲۲۸	چشمہ تبوک میں برکت	۲۱۵
۲۲۸	حضرت ابوذر غفاری میدانِ تبوک میں	۲۱۶
۲۲۹	عبداللہ ذوالجبارین کی جانثاری	۲۱۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۳۱	سانپ سلام کرنے آتا ہے	۲۱۸
۲۳۱	کھانے میں برکت	۲۱۹
۲۳۲	منافقین کی نشاندہی	۲۲۰
۲۳۲	توکے واپسی	۲۲۱
۲۳۲	مسجد ضرار	۲۲۲
۲۳۵	جنگِ تبوک کے پیچھے رہنے والے	۲۲۳
۲۳۵	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۲۴
۲۴۱	امیر المؤمنین حضرت علیؑ پر نوازش	۲۲۵
۲۴۲	اطرافِ دجوانب کے وفود کی آمد	۲۲۶
۲۴۸	عبداللہ بن ابی سلول منافق کی موت	۲۲۷
۲۴۹	نجاشی شاہِ حبشہ کی وفات	۲۲۸
۲۵۰	حضرت صدیق اور حضرت علیؑ حج کرتے ہیں	۲۲۹
۲۵۲	دسویں سال ہجرت کے واقعات	۲۳۰
۲۵۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ کی صلح	۲۳۱
۲۵۵	نصاریٰ سے مباہلہ کا اعلان	۲۳۲
۲۵۶	نصاریٰ سے صلح کا معاہدہ	۲۳۳
۲۵۷	بازاں مینی کی وفات	۲۳۴
۲۵۷	حضرت علیؑ کا مین میں ورود	۲۳۵
۲۵۹	مزید وفود کی آمد	۲۳۶
۲۶۰	بت خانہ ذوالحلیفہ کی تباہی	۲۳۷



صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۶۱	وفد بنی حنیفہ کی آمد	۲۳۸
۴۶۲	حجۃ الوداع	۲۳۹
۴۶۳	فیروز دہلی کا وفد	۲۴۰
۴۶۳	وفد عبد قیس	۲۴۱
۴۶۴	خطبہ حجۃ الوداع	۲۴۲
۴۶۰	موتے مبارک حضور اکرم	۲۴۳
۴۶۰	قرآن اور اہلبیت	۲۴۴
۴۶۱	طائف کے بادشاہ کا مسلمان ہونا	۲۴۵
۴۶۲	حضور کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات	۲۴۶
۴۶۳	حضرت جبرائیل بشری شکل میں	۲۴۷
۴۶۵	سبحان بنت الحارث	۲۴۸
۴۶۶	عبدالہ بن اسود کا دعویٰ نبوت	۲۴۹
۴۶۸	طلحہ بن خوئید	۲۵۰
۴۶۸	مرض الموت کے واقعات	۲۵۱
۴۸۰	ذکر مرض الموت	۲۵۲
۴۸۵	صعوبت مرض	۲۵۳
۴۸۶	دوران مرض کے واقعات	۲۵۴
۴۸۷	ایام مرض اور واقعہ قرطاس	۲۵۵
۴۸۸	حضور کا آخری خطبہ	۲۵۶
۴۹۶	جبرائیل عیادت کرتے ہیں	۲۵۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۹۷	ملک الموت در اقدس پر	۲۵۸
۴۹۸	وصال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۹
۵۰۱	ملک الموت کو اجازت مل گئی	۲۶۰
۵۰۳	امت کی بخشش کی بشارت	۲۶۱
۵۱۰	حضور کی تجیز و تکفین	۲۶۲
۵۱۳	حضور کی قبر مبارک	۲۶۳
۵۱۶	خاکدان زمین کی عظمت	۲۶۴
۵۱۹	تدفین کے بعد چند واقعات	۲۶۵
۵۲۲	ایک یہودی قبر رسول پر	۲۶۶
۵۲۷	حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ	۲۶۷
۵۲۵	ٹائیل تہہ	۲۶۸
۵۳۶	معجزات رسول مختار	۲۶۹
۵۴۱	معجزات عقلیہ	۲۷۰
۵۵۱	معجزات حسیہ	۲۷۱
۵۵۱	سر مبارک	۲۷۲
۵۵۲	چہرہ مبارک	۲۷۳
۵۵۲	حضور کی آنکھوں کے معجزات	۲۷۴
۵۵۵	مقدس ہاتھوں کے معجزات	۲۷۵
۵۵۵	کانوں کے معجزات	۲۷۶
۵۵۶	پشت مبارک کے معجزات	۲۷۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۵۵۶	پاؤں مبارک کے معجزات	۲۷۸
۵۵۸	زبان مبارک کے معجزات	۲۷۹
۵۶۶	معجزات اعضاء جسم اطہر	۲۸۰
۵۶۸	معجزات صفاتیہ	۲۸۱
۵۶۸	خلق عظیم اور خلقِ جسیم	۲۸۲
۵۶۸	صفات کمالِ مصطفوی	۲۸۳
۵۷۰	خلق عظیم آقائے دو عالم	۲۸۴
۵۷۸	شامل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۵
۵۹۱	معجزہ شق القمر	۲۸۶
۵۹۲	معجزہ آسہو	۲۸۷
۵۹۳	معجزہ سوسمار	۲۸۸
۵۹۵	ابوسفیان کا قبولِ اسلام	۲۸۹
۵۹۶	معجزہ تسبیح حصار	۲۹۰
۵۹۶	پہاڑ پر قرآن کا اثر	۲۹۱
۵۹۷	درخت پرودہ کرتے ہیں	۲۹۲
۵۹۷	اونٹ کا عذابِ الہی سے ڈرنا	۲۹۳
۵۹۸	درخت خدمتِ اقدس میں	۲۹۴
۵۹۸	درخت کا شق ہونا	۲۹۵
۵۹۸	کھجوروں میں برکت	۲۹۶
۵۹۹	طعام میں برکت	۲۹۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۰۱	غضبنا کا واقعہ	۲۹۸
۶۰۳	رکانہ چیت گر گیا	۲۹۹
۶۰۴	حضور نے لعابِ دہن سے کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا	۳۰۰
۶۰۶	ابوہبل لرزہ براندام ہو گیا	۳۰۱
۶۰۷	ابوہبل کی محسوسیاں	۳۰۲
۶۰۷	ضما کی گواہی سے تین سو افراد دہن اسلام میں	۳۰۳
۶۰۸	تورات میں تعریفِ مصطفیٰ	۳۰۴
۶۰۹	دستِ حضور سے چہرہ چمک اٹھا	۳۰۵
۶۱۰	پرندے نے موزے سے سانپ گرا دیا	۳۰۶
۶۱۰	شہد میں برکت	۳۰۷
۶۱۱	یعفور کا قصہ	۳۰۸
۶۱۲	ایک فریادی ادنٹ کا قصہ	۳۰۹
۶۱۲	حضور پر تمسخر سے لاقوہ کا حملہ	۳۱۰
۶۱۳	اعرابی پہلوان دہن اسلام میں	۳۱۱
۶۱۳	شیر خوار بچے کی حضور سے ہمکلامی	۳۱۲
۶۱۴	بکریوں کے دودھ میں فراوانی	۳۱۳
۶۱۴	لعابِ دہن سے آنکھوں میں نور	۳۱۴
۶۱۴	نگاہِ رحمت سے کھجوروں میں فراوانی	۳۱۵
۶۱۷	برتنِ تیل سے لبریز ہو گیا	۳۱۶
۶۱۸	کھانا غیب سے آتا رہا	۳۱۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۱۸	دو روٹیاں بہتر افراد زیادہ کی غذا	۳۱۸
۶۱۹	ایک پیالہ دودھ اصحابِ صمغہ کی غذا	۳۱۹
۶۲۰	مشیکرے میں برکت	۳۲۰
۶۲۱	جھوٹ کی سزا	۳۲۱
۶۲۲	شیطان بصورتِ خار پشت	۳۲۲
۶۲۲	شیطان چور کی شکل میں	۳۲۳
۶۲۳	دستِ شفقت سے ہمت کا درد جاتا رہا	۳۲۴
۶۲۴	نیم خوردہ لقمہ کھانے سے بے حیائی سے نفرت	۳۲۵
۶۲۴	زانی کا نفسیاتی علاج	۳۲۶
۶۲۵	دستِ نبوت کا کمال	۳۲۷
۶۲۵	جنونی کیفیت غائب ہو گئی	۳۲۸
۶۲۵	سنگریزوں سے کنویں میں کثرتِ پانی	۳۲۹
۶۲۶	درختوں کا پردہ، آسیب کا اثر، اونٹ کا سجدہ	۳۳۰
۶۲۶	جھوٹ کا انجام	۳۳۱
۶۲۶	عدل رسالت	۳۳۲
۶۲۸	حضور کا چابک	۳۳۳
۶۲۸	گمشدہ اونٹنی	۳۳۴
۶۲۸	کاذب کا انجام	۳۳۵
۶۲۹	ابو ہریرہ کی یادداشت تیز ہو گئی	۳۳۶
۶۲۹	ابو ہریرہ کی والدہ دامنِ اسلام میں	۳۳۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۳۰	حجر، شجر، مدر کو خطاب	۳۳۸
۶۳۰	سوکھا درخت پھل دینے لگا	۳۳۹
۶۳۱	درخت جڑوں سمیت خدمتِ اقدس میں	۳۴۰
۶۳۲	اونٹ کی فریاد	۳۴۱
۶۳۲	حضور کے قتل کی ناکام کوشش	۳۴۲
۶۳۳	دریا برد لڑکی زینب ہو گئی	۳۴۳
۶۳۳	ایک عجیب واقعہ	۳۴۴
۶۳۴	اندھے کو بینائی مل گئی	۳۴۵
۶۳۴	ہبل کی شہادت پر ۱۲ ہزار کفار مسلمان ہو گئے	۳۴۶
۶۳۵	بت کی حضور سے گفتگو	۳۴۷
۶۳۶	بدر وحیں بھاگ گئیں	۳۴۸
۶۳۷	حضور کے چابک کا کمال	۳۴۹
۶۳۷	غیب سے کھانے کا نزول	۳۵۰
۶۳۸	اعرابی دامنِ اسلام میں	۳۵۱
۶۳۹	آبِ دہن کی برکت	۳۵۲
۶۳۹	ایفائے عہد کی ایک مثال	۳۵۳
۶۴۰	گڈریے کا واقعہ	۳۵۴
۶۴۱	عشقِ حبیب کا ایک واقعہ	۳۵۵
۶۴۷	قدمِ الکتابِ مختتم الخطاب	۳۵۶
۶۴۹	مناجات	۳۵۷

## ہجرت کے ابتدائی واقعات

پہلی فصل

بیان کیا گیا ہے کہ قریش نے دارالندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بداندیشی اور بغض و غضب کے ساتھ مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے

انہوں نے آپس میں عہد و پیمانہ باندھا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: **وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيَثْبُتُ تَوَكُّؤُكَ وَإِيْحَارُكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝**

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ نے ان تمام واقعات کو جو اس ناپاک مجلس میں رونما ہوئے تھے، ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گوش گزار کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام ابو بکر صدیق، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے مکہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جائے، آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا، اے ابوبکر! صبر کیجئے۔ امید ہے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی، یعنی تمہارے ساتھ رہوں گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ اس کے امیدوار ہیں، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! صدیق رضی اللہ عنہ نے توقف فرمایا، اور دو اونٹ خرید لیے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر چار سو درہم میں اور واقعہ قدسی کی ایک روایت کے مطابق آٹھ سو درہم میں اور ایک اپنے لیے خرید لیا ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے اور چارہ کھلاتے سب تاکہ خوب موٹے تازے ہر جائیں اور وقت معمول کا منتظر کرتے رہے۔

اسی زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ ”چاند حضرت ابوبکر کا خواب“ آسمان سے اتر کر بچا، مکہ اور شہر مکہ میں وارد ہوا ہے اور مکہ معظمہ کا تمام

صحرا اس ندر سے منور ہو گیا ہے۔ پھر اس چاند نے آسمان کا رخ کیا اور اپنی جگہ پر جا کر ٹھہر گیا اور اپنے نور وضیا سے تمام روتے زمین کو روشن و منور کر دیا۔ بہت سے دوسرے تاروں نے بھی اسی طرح حرکت کی، پھر وہ چاند تاروں کے ہزاروں لاکھ لاکھ کے ساتھ فضا میں آیا اور دوبارہ حرم کعبہ میں اتر آیا۔ حرم اسی طرح روشن مہتاب مگر تین سو ساٹھ گھر اور ایک روایت میں چار سو گھر تاریک رہے، جب وہ چاند حرم میں پہنچا اس کے اطراف جوانب پھر روشن ہو گئے، پھر وہ چاند مدینہ کے اُپر چلا آیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام کیا پھر زمین بھٹ گئی اور اس میں سما گیا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے، آپ نے رونے لگے، چونکہ آپ نے فن تعبیر رویاء میں شہور و ممتاز تھے۔ آپ نے اس خواب کو تعبیر و تاویل کی نظر سے دیکھا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ چاند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتابِ جمال ہے اور تارے آپ کے عزیز و اقارب اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو آپ کی موافقت میں ہجرت اور مسافت اختیار فرمائیں گے اور مدینہ میں ہجرت کریں گے اور اس چاند کا مکہ کی طرف لوٹنا فتح کی دلیل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگی اور اس چاند کا عائشہ کے گھر میں آنے سے یہ مراد ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آپ کی زوجہ مطہرہ بننے کا شرف حاصل ہوگا اور زمین کے پھٹنے اور چاند کے اس میں غائب ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ فوت ہوں گے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہوں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس سے دو غم ہوئے، ایک اپنے ملک و وطن سے ہجرت کا غم اور دوسرا تیرا برابری صلی اللہ علیہ وسلم کی جہلی کی کا غم۔ آپ نے دل میں سوچا جب عزت درپیش ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

دامن یار گرامی نتوان داد ز دست کہ بصد خون جگر یا نستم ام دامن او

القصد جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ہجرت کا یقین ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و آسائش کا انتظام کرنے میں مصروف ہو گئے، اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام ہجرت کی اجازت لے آئے اور اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ **قُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاَجْعَلْنِيْ مِّنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا**

اور کفار کے ایک ایک قصہ کو واضح طور پر بیان فرمایا، عرض کیا: بے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں اور زمین پر بھر دوسہ نہ کریں بلکہ سامانِ سفر تیار کریں اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوں، جبرائیل علیہ السلام یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔



## روسا قریش کا محاصرہ

جب رات ہو گئی روسا قریش میں سے ابو جہل، ابولہب، امیر بن خلف بنیہ، بنسیہ (مردوں جج) کے بیٹے تھے) نصیر بن حارث، عقبہ بن

ابی معیط اور دوسرے بد بختوں کی ایک جماعت طشہ فیصلہ کے مطابق جمع ہو کر آگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر جانے کا انتظار کرنے لگے، تاکہ انہیں قتل کر دیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے کہا کہ رات بھر ہم اس کی نگرانی کرتے ہیں جب صبح ہو تو اسے قتل کر دیں گے تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کام ہم نے اجتماعی طور پر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مگر انہوں کے متعلق خبر ہوئی، آپ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو منہ مایا، لے علی! مجھے مدینہ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل سامان سفر تیار کروں گا۔ جو امانتیں میرے پاس ہیں انہیں میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم انہیں ہاتھوں تک پہنچا دو، مشرکین آج رات مجھے قتل کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جہاد اور میری چادر اڑھ کر میری جگہ پر لیٹ جاؤ۔ مطمئن رہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرتے ہوئے، وہ چادر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اڑھتے تھے، اڑھ کر بڑے اطمینان سے سو گئے اور اپنی ذات اقدس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کا تہیہ کر لیا۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جان نثاری

جس رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر قیام کیا اور اپنی جان نثاری کا مظاہرہ

کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے تمہارے درمیان عقد مواخاتہ باندھا ہے اور ہر ایک کی عمر ایک دوسرے سے زیادہ بتائی، تم اپنے دوست کی زندگی کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہر شخص

صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عقد مواخاتہ باندھا۔ حضرت علیؑ نے اپنی جان شیریں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر قربان کر دیا، اور اسے اپنی زندگی پر ترجیح دی۔ اب تم اس بزم گنبد یعنی آسمان سے محیطہ غبر یعنی زمین پر جاؤ اور دشمنوں کے شر سے ان کی حفاظت کرو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے اس نیلگوں چھت سے پرواز کی اور رب مسکوں پر اترے۔ جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر لے اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا واہ! علی تجھ جیسا کوئی نہیں، ملا اعلیٰ میں ملائکہ کے درمیان خداوند قدوس تجھ پر فخر و مباحث کرتا ہے۔ بیت

ہر آنکہ بہر حشر را راہ نفس بر بند و ملک ز عرش بفرمان او کر بند و

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر میں بیٹ گئے تو آپ مکان سے باہر آئے پہلے سورہ یٰسین فَاغْشَيْنَاهُمْ

کفار کی مایوسی

فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ ہمک پڑھی، ایک شبت خاک ہاتھ میں لے کر اس پر چھونکا اور اس خاک کو ان کے سر پر پھینک دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ ٹی جس شخص کے سر پر پڑی وہ آگے جا کر جنگ بد میں ہلاک ہو کر جہنم رسید ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سلامت اس قوم میں سے نکل گئے اور کسی شخص کو مسلم نہ ہوا کہ آپ کہاں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ایک شخص وہاں آیا اور پوچھا تم یہاں کس لیے آئے ہوئے اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نکل گئے اور تمہارے درمیان سے ایسے نکلے کہ تمہیں خبر تک نہ ہو سکی، اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے اور اپنی جماعت کے پاس چلے گئے جب انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو ان کے نامبارک سروں پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے ایک دراصل میں سے اندر جھانکا تو کسی کو سوتے ہوئے پایا، کہنے لگے وہ رہا محمد! اپنی جگہ پر سویا ہوا ہے، انہیں گرفتار کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس شخص نے ٹھیک کہا، انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا، علی! محمد کہاں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ ان کی نگرانی پر مقرر نہیں کیا گیا تھا، مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ بشرکین حیران و پریشان اور شرمندہ ہو کر رہ گئے۔ کچھ دیر آپ کو قید رکھا آخر کار ابولہب کے کہنے پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور خوب دھوپ نکل آئی تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر دوش مبارک پر رکھی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک روز

حضور حضرت صدیق کے گھر

ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک ڈھانپنے ہوئے تمہارے گھر تشریف لارہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے کبھی ہمارے گھر تشریف نہیں لائے تھے۔ میرے والد ماجد نے کہا میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں، کیا بات ہے کہ آپ تشریف لارہے ہیں۔ اجازت لے کر آپ گھر میں داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر!

گھر میں سے تمام افراد کو باہر نکال دیکئے۔ میرے باپ نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کی بیوی اور اس کی بہن کے سوا گھر میں کوئی اور آدمی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں آپ کی خدمت میں رہوں گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ سنا تو خوشی سے ان کے آنسو نکل آئے، عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے دو اونٹ تیار کئے ہیں، ان میں سے ایک کو قبول فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر آپ اس کی قیمت لیں تو مجھے قبول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے ہی اونٹ پر سوار ہوں گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ اونٹ آپ کی ملکیت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، میں قیمت دے کر ہی لال گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جیسے آپ کی مرضی مبارک ہو کیجئے۔ اس سے پہلے بیان گزر چکا ہے کہ اونٹ کی قیمت چار سو درہم تھی اور واقفی کی روایت کے مطابق آٹھ سو درہم۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میرے والد بڑی تیزی سے سامان سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میری والدہ نے ان کے لیے گوشت اور طعام سے بھرا ہوا توشہ تیار کیا جب تمام سامان تیار ہو گیا تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے توشہ کو مضبوطی سے باندھ سکیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چھوٹی صاحبزادی کے پاس ایک کمر بند تھا، اسے کمر سے کھول کر دو حصے کیا، ایک سے توشہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ نصف حصہ کو ان کے مطہرہ پر باندھ دیا۔ اسی وجہ سے وہ ذات النطاقین کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ پھر عبداللہ اریقطی لشی کو جو راستہ کو اچھی طرح پہچانتا تھا بلا گیا، اسے راہنمائی کے لیے اجرت پر مقرر کیا۔ اونٹ اس کے سپرد کر دیئے اور طے کیا کہ تین روز گزرنے کے بعد وہ اونٹوں کو فارغ طور پر لے آئے، اور علم برین فہرہ کو بکریاں چرانے پر مقرر کیا کہ صبح دشام ان کے پاس بکریاں لایا کرے تاکہ وہ ان کا دودھ پیا کریں، اور عبداللہ بن ابوبکر کو جو تیز رفتار اور پہلوان تھا کفار کی جاسوسی کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ دن کے وقت قریش میں رہے اور حالات معلوم کرے اور ان کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے۔ ان مہمات سے فراغت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ نقدی جس کی سفر میں ضرورت پڑی ہو سکے ساتھ لی۔ اسما کہتی ہیں کہ وہ پانچ ہزار درہم تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دادا ابو القحاذ نے جو نابینا تھے، کہا، تمہارا کبھی تمہیں سختی میں چھوڑ گیا اور تمہارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ میں نے عرض کیا ہمارے والد نے ہمارے لیے بہت کچھ ذخیرہ کیا ہے، میں نے اس جگہ جہاں میرے والد نقدی رکھتے تھے چند سنگریزے چھپا دیئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، ان کے ہاتھ کو دبا لے جا کر کہا، یہ دولت ہے جسے ہمارے والد ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ ابو القحاذ نے کہا، اچھا غم نہ کرو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

بائیس ماہ صفر و شنبہ کی رات کو کھڑکی کے راستہ باہر نکلے  
اور غارِ ثور کی طرف چل دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

## آغاز سفر، ہجرت صدیق کی جان نشاری

ایڑیوں کے بل گئے تاکہ راستہ میں قدموں کے نشانات نہ پڑیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے،  
کبھی وائیں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے چلتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت منسویا،  
اے صدیق! تم کبھی آگے، کبھی پیچھے، کبھی وائیں اور کبھی بائیں کیوں چلتے ہو عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
گھات لگانے والے سے ڈرتا ہوں تو آگے آگے چلتا ہوں، پھر خیال آتا ہے کہ کوئی دشمن ہماری تلاش میں نہ آ رہا ہو  
پیچھے ہو جاتا ہوں، کبھی پہلو میں گھات لگائے ہوئے سے ڈرتا ہوں تو وائیں بائیں یا آگے چلتا ہوں تاکہ اگر کوئی تکلیف  
پہنچے تو مجھے پہنچے۔

جب پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

## رسالت مآب دوش صدیق پر

نعلین مبارک تنگ تھیں، آپ کے پائے مبارک زخمی ہو گئے، ان

سے خون ٹپکنے لگا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مجروح ہو گئے ہیں

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب

غار کے منہ پر لے آئے تو عرض کیا، یا رسول اللہ آپ یہاں تھوڑی دیر آرام فرمائیے، تاکہ میں پہلے غار میں جا کر اس

کی دیکھ بھال کر لوں، اندھیری رات ہے اور غار حشرات الارض سے خالی نہیں ہو سکتا، میں آپ کی قیام گاہ میں آپ سے

سے چھ پرکھاؤ اور پرکوں سے جاروب کشی کر دوں گا۔ یہ کہہ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہو گئے، آپ نے دیکھا

کہ غار بہت ہی خستہ و فراب ہے، عرصہ بعید سے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوا تھا اور زمانہ دراز سے اس نے

کسی جہان کا منہ نہیں دیکھا، نافرانوں کے گناہوں کے دفتر کی طرح سیاہ و تاریک اور غزروہ لوگوں کے کاشانہ کی طرح

بے ساز و سامان ہے، عشاق کے جگر کی مانند انتہائی تنگ و ناہموار، غم فراق و مسلسل حرارتِ اشتیاق سے پائیا پارہ

بلکہ آتشِ ہجر کے دلسوز گنگاں کے دلوں کی مانند ٹکڑے ٹکڑے اور چھپنی، سانپوں اور بچھوؤں سے بھرا ہوا ہے حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کو جو وہ پہنے ہوئے تھے ٹکڑے ٹکڑے کیا، اپنے دست مبارک سے تاریکی میں ایک

ایک سوراخ کو تلاش کر کے ان کپڑے کے ٹکڑوں سے اچھی طرح بند کر دیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

وہ جامہ بردھابری بہت بیش قیمت تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس طرح تمام سوراخوں کو بند کر دیا۔ لیکن

ایک سوراخ کے لیے کوئی کپڑا نہ بچا، اپنے پاؤں کی ایڑی کو اس پر رکھ دیا، جس طرح بھی خدمت گزار ہی ہو سکی بجلائے۔

سید عالم غارِ ثور میں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم رنج فرمائی کی درخواست کی چنانچہ آپ غار

میں تشریف لے گئے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فی الفور غار کے منہ پر جھاڑیاں لگا دیں تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا پیچھا کرنے والوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور پردہ کریں، پھر عکبوت کو حکم دیا گیا اس نے توفیق ربانی کی برکت سے انخلا و اختصاص کے تانے بانے سے اس غار کے دروازہ پر پردہ کر دیا، جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم ہوا، انہوں نے غار کے دروازہ میں اپنا گھونسلا بنالیا اور اسی رات اس میں انڈا دے دیا، یہ تمام پردہ داری کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تھے تاکہ آپ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

نقل ہے کہ وہ رات انہوں نے اس غار میں گزاری، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر جو سوراخ پر رکھی ہوئی تھی سانپ نے ڈس لیا، اس سے استعد

شدید تکلیف ہوئی کہ ضبط نہ کر سکے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، کہتے ہیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات آپ کے رخسار مبارک پر پڑے، آپ خواب سے بیدار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حال دریافت کیا، عرض کیا، لَدَعْتُ، مجھے ڈس لیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، آپ نے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تمام صورت حال بیان کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا کی خیر فرمائی۔

حضرت اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مکہ سے باہر نکل گئے تو چونکہ کفار ابو بکر صدیق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی کو جانتے تھے، دوسرے روز قریش کی ایک جماعت ہمارے گھر آئی اور ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں باہر آئی مشرکین نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا، مجھے معلوم نہیں، ان میں سے ابو جہل نے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے کان سے گوشت مارہ گر پڑا، پھر ابو جہل نے ہر جگہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھاگ گئے ہیں پکڑ لائے گا میں اسے سوا اونٹ انعام دوں گا، اسی طرح جو شخص ہمیں ان کے پاس پہنچائے گا اسے بھی سوا اونٹ دوں گا۔ جو انان قریش نے جب یہ اعلان سنا تو مال و دولت کے لالچ میں آکر صلح ہوئے اور پہاڑوں اور گزرگاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کھوجی کو جو ابو بکر کے

ساتھ منسوب تھا، پاؤں کے نشانات معلوم کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ البوکر ان کے پاؤں کے نشانات کو غارِ ثور تک لے گیا اور کہا کہ تمہارا مطلوب اس جگہ سے آگے نہیں گیا، معلوم اس جگہ سے آسمان کو اٹھ گئے یا زمین کھا گئی۔ اور ایک دوسرا قفل یہ ہے کہ اس نے کہا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے۔ مشرکین نے جب کبوتر کا انڈا اور تارِ عنکبوت غار کے دھانے پر دیکھا تو کھوجی کو کہا تیری عقل جاتی رہی ہے جو صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے عنکبوت نے یہاں جالا بنا ہوگا۔

نقل ہے کہ مشرکین اس قدر نزدیک پہنچ گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان چالیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کھوجی نے کہا مطلوب نے اس جگہ سے تجاوز نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتیں نہیں تو نمکین ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ابو بکر! رونے کا کیا سبب ہے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم، میں آپ کی ذات اقدس کو تکلیف پہنچنے سے ڈرتا ہوں کہ دین اسلام نہ مٹ جائے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے پیارے دوست اور اس پردہ عنکبوتی کے پیچھے میری آنکھوں کے قائم مقام "وَلَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر! ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا تعالیٰ ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنسو پوچھ ڈالے اور اپنے آپ کو قدرتِ کریمہ کے حوالے کر دیا۔ تفسیر کبیر میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رونے کو یاد کیا کرتے تو روتے اور جب خود کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تو یاد کرتے تو آنسو پونچھ ڈالتے۔

جب کھوجی مشرکین کو بتا رہا تھا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے اور اس سلسلہ میں اصرار کرتا تھا۔ اس وقت مشرکین کی ایک جماعت غار کے دہانہ کے پاس سے گزر رہی تھی، کبوتر اپنے گھونسلے سے اڑا۔ جب انہوں نے کڑی کا جالا اور کبوتر کا انڈا دیکھا، کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی شخص داخل ہوتا تو لازماً انڈا اڑا جاتا اور کڑی کا جالا پھٹ جاتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ خدا نے مگر کئی جالے کے ذریعہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بیضہ کبوتر کے ذریعے اپنی حمایت میں لے لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں جس قدر کبوتر ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔

جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا ئے خیر فرمائی تھی، اور اتنا سا عمل کرنے کی بدولت پکڑے جانے، ذبح کیے جانے اور لوگوں کے شکار کرنے سے قیامت تک محفوظ ہو گئے۔

برخاک در حلال مکن خونِ عاشقان صید کبوتران حرمِ چوں حرام شد

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب قریش غارِ ثور پر پہنچے تو وہاں آدمی کی صورت ایک فرشتہ سوار کھڑا تھا اس نے کہا محمدؐ کو اس جگہ تلاش نہ کرو بلکہ ان شرکانوں اور غاروں میں تلاش کرو جو گرد و نواح میں ہیں۔ لوگ اس کے کہنے سے گرد و نواح میں منتشر ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دشمنوں کے شر سے محفوظ و مأمون رہے۔

غارِ ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن رات قیام فرمایا۔ ہر رات عبد اللہ بن ابی بکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک ایک بات اور کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کرتا، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے مکرو فریب سے باخبر رہتے اور عامر بن نبیرہ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، بکریاں چراتا تھا، جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا بکریوں کو غار کے دہانہ پر لے آتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پر رات گزارتے، اسی طرح تین راتیں گزر گئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا عزم فرمایا۔

اے درویش تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر بادشاہ

جسمانی قوت و طاقت اور فوجی قوت سے دشمن پر غلبہ

واقعہ ہجرت میں لطیف اشارات

حاصل کرتا ہے، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے لشکرِ جبار کا ذنوعیت کے ہیں، کبھی مجھ اس کے میدانِ قدرت میں سپہ سالاری کرتا ہے، کبھی چوٹی پہلوانی دکھاتی ہے، کبھی سوسار راہنمائی کرتا کبھی کتا پاسبانی کرتا ہے، کبھی بلی معرفت کا سبب بن جاتی ہے، کبھی کبوتر دروازے پر نگہبانی کرتا اور کمرٹوی پردہ داری کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو جبرائیل

علیہ السلام نے عرض کیا، خدایا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں جا کر اپنے

مکڑی کی آندرو

پُردوں سے غار کو بلکہ اس پہاڑی کو چھپا دوں۔ خطاب ہوا، اے جبرائیل! حقیقی ستارے ہی ہوں، میرا

کمال قدرت اس امر کا متقاضی ہے کہ میں اپنی کمزور ترین مخلوق کے ذریعے دشمن کے مکرو فریب کو دور کروں، کمزور مگرٹی کو مقرر کیا اور اسے حفاظت کے لیے بھیجا۔ جب مگرٹی کو حکم خداوندی پہنچا، اس نے اسی وقت سجدہ شکر ادا کیا، خدا تعالیٰ کا اسے حکم ہوا کہ جا کر پردہ تان دے اور کبھی پر تناعت کر لیکن بہت بلند رکھنا، ہم ایک روز قاف قربت کے سیمرخ کو تیرے جال میں لائیں گے، اس امید پر سات سو سال اس غار کے دروازہ پر بیٹھی انتظار کرتی رہی۔ چنانچہ نذرات کو آرام تھانہ دن کو چین، یہاں تک کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار کے دہانہ پر پہنچے، مگرٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا مجھ کمزور کو آپ کے دیدار کا وعدہ دیا گیا ہے، تشریف لائیے تاکہ آپ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار کے اندر تشریف لے گئے مگرٹی نے جلالا تننا شروع کر دیا اور عجز آمیز لعاب پھیلانا شروع کر دیا۔

عکبوت زار گفت کہ این پردہ چہ بود گفت مہمان عزیز آمد چو گرم در سفید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، ابو بکر! ایک مدت سے میں اس فکر میں تھا کہ میری امت اس باریک پل صراط سے کیسے گزرے گی، اب عالم غیب کے خبر کنندگان نے مجھے یوں اطلاع دی ہے کہ جس طرح اس پردہ دار کو ایک باریک تار پر محفوظ رکھتے ہیں، تیرے دوستوں کو اسی طرح اس صراط سے محفوظ رکھیں گے۔

جب مگرٹی نے اپنا جالاتن دیا اور کبوتری نے انڈا دے

دیا، کفار نے کہا اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا تو تیرا

کٹ جاتیں، انڈا ٹوٹ جاتا اور کبوتر منتشر ہو جاتے، وہ باہر یہ باتیں کر رہے تھے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار کے اندر یہ باتیں سن رہے تھے، شیطان نے

چاہا کہ چغلی کھائے، فرمان خداوندی پہنچا کہ اے جبرائیل! اس سے پہلے کہ دشمن دشمنی کرے میرے حبیب

کی مدد کو پہنچو، جبرائیل علیہ السلام نے رب العزت کے حکم سے اپنا پر اس پر مارا کہ ساتویں زمین

پر جا پہنچا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس روز جب شیطان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



کی چٹھری کرنا چاہی، جب اسے علیہ السلام کے ایک پر مارنے سے باز رہا۔ اگر زندگی کے آخری لمحات میں جب کہ شیطان مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے کوشش کرتا ہے تاکہ اللہ کے بندوں کے سینہ کے خزانہ سے ایمان کی دولت لے جائے اگر خدا تعالیٰ کی ایک نظر عنایت اسے ہم سے دور کر دے بلکہ اسفل سفلین میں پھینک دے اور بندہ کے مرتبہ کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے تو اس کے کرم اور بندہ نوازی سے بعید نہیں۔

اے درویش! میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ یہ وہی مکڑی تھی جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ پر خانہ کعبہ کی حدود متعین کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے رکنِ آدل باب ابراہیم علیہ السلام کی فصل بنیاد کعبہ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اسے خطاب ہوا کہ اے عنکبوت اس راہنمائی کی بدولت جو تو نے ہمارے خلیلؑ کے لیے کی ہے، تجھے اس کے گرد نواح میں کسی گوشہ میں مستکف رہنا چاہیے تاکہ ہم اس شاہباز کو تیرے دام میں لائیں اور اس کی دولت وصال سے تجھے درجہ کمال کو پہنچائیں۔ اے درویش! ایک مکڑی، بندہ کو دہشت کے گھر کا پتہ دیتی ہے تو وہ لقار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت وصال حاصل کر لیتی ہے، بندہ جو لوگوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذریعہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا راستہ دکھاتا ہے اگر جمالِ محمدی اور وصالِ احمدی سے مشرف کریں تو اس کے کرم سے کچھ بعید نہیں۔

**سانپ غارِ ثور میں** تاج القصاص میں مذکور ہے کہ ایک روز ایک سانپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا روح اللہ! مکہ کو کونسا راستہ جاتا ہے؟ آپ نے پوچھا، اے سانپ تجھے مکہ میں کیا کام ہے؟ عرض کیا چھ سو سال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں موجزن ہے، اب اس محبت کا مجھ پر غلبہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میرے اور ان کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ ہے۔ سانپ نے عرض کیا لا تیشوا من روح اللہ، عیسیٰ علیہ السلام نے اسے مکہ کا راستہ بتایا وہ اس یارِ غار کے شوق میں سر کے بل روانہ ہوا اور کہتا تھا:-

چوں مورمی بندم کمرچوں ماری پویم بسر در غار غم دارم مقرای یار غار از عشق تو  
 ملکہ دلم محزون بود در دم زعدا فرزوں بود تا چند فرق خون بود جان دنگار از عشق تو  
 عیلم کن لایعلمم گر قید ہستی بگسلم دیگر نماندند دلم صبر اقرار از عشق تو  
 الفصد، سانپ اگرچہ سو سال تک انتظار کرتا رہا اور ستر سورخ اس غار میں تیار کئے،  
 نہیں نہیں بلکہ غم کدو سے گلشن برائے وصال کی فضا کی طرف اس نے ستر درپچے کھولے، اس سے اس  
 کا مقصد یہ تھا کہ اگر شاہدہ محبوب میں ایک راستہ بند کر دیا جائے گا تو دوسرے راستے سے توجہ کر کے لگا  
 جب صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ تمام سورخ بند کر دیئے، وہی دو سورخ باقی رہ گئے جو دو ایڑیوں سے  
 بند کر دیئے گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ایڑی اور دوسرا کہنی سے محکم کر دیا گیا تھا۔  
 خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے اور آپ کی نگرسی سنکھیں  
 محو خواب تھیں۔ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی مبارک کو دیکھتے اور  
 ردتے تھے اور اپنے تئیں کہتے، اے ابو قحازہ کے بیٹے! تجھے کچھ علم ہے کہ تو نے کتنی عظیم نعمت حاصل  
 کی ہے۔ خدا نخواستہ اگر یہ نعمت زائل ہو جائے تو تو کیا کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خیال آیا  
 ہاتھ لے کر، لے صدیق! خوش ہو جسے ہم کبھی بھی تجھے ان سے جدا نہیں کریں گے۔ تم دنیا میں  
 ان کے ساتھی ہو، غار میں ساتھی، قبر میں ساتھی اور جنت میں بھی ان کے ساتھی رہو گے غرضیکہ  
 سانپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنائے دیدار میں کسی مرتبہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں  
 پر اپنا سر مارا تاکہ وہ پاؤں اٹھالیں اور وہ ایک لمحہ دوست کے دیدار سے آنکھیں روشن کرے  
 صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کا یہ کون سا موقع ہے۔

در خلوت دوست زحمت جاں مرہ نیست در بونی بود گوی گریباں سرہ نیست  
 سانپ کو اس کے بنیر کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا کہ ان کے پاؤں مبارک کو دانت سے کاٹ کر آڑتے  
 کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سانپ سے گفتگو فرمائی اور اس سے اس گستاخی کا  
 سبب دریافت کیا۔ سانپ نے جواب دیا کہ دیوانے اور عاشق پر کوئی سزا نہیں ہو کرتی۔

مقام صدیق اکبر

تراج القصص میں اس کے متعلق عجیب روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راہِ دوست میں سانپ کا زخم، کنج غار اور غم یار پیش آئے، اس درد و بلا اور محنت و غنا میں ہر لمحہ خوش و غم تھے اور ذوق و شوق میں فرادانی تھی، لامحالہ عالم غیب سے ان پر ایسی نوازش ہوئی کہ اسٹھارہ ہزار جہانوں میں کسی پر ایسی نوازش نہیں ہوئی تھی، ہوا یوں کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف سے سلام پہنچائیے اور کہیے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے ہم نے مرادید سفید سے ایک پیالہ تیار کیا ہے جس میں صدیق رضی اللہ عنہ کی شفا کے لیے زہر کا تریاق اور شربت ترتیب دیا ہے۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ فوراً وہ پتھر پھٹ گیا اور اس میں سے وہ پیالہ نمودار ہوا، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا اور کافور سے زیادہ خوشبودار اس میں شربت تھا، صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس شربت کو پیا، اسی وقت صحت یاب ہو گئے اس واقعہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق عجیب مت سمجھو کیونکہ ایک صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ دہن، صدیق رضی اللہ عنہ کے زخم کو ملا گیا جس سے آپ نے شفا پائی۔ تم خود جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ دہن، آپ کے قدم سے لاکھوں گنا تر و بہتر ہے۔

تراج القصص ہی میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پیالہ سے شربت پیا، ان کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ گوشہٴ غار میں شرفان پر لگا ہے، اور اس طرف ایک دریا ظاہر ہوا، اس دریا میں کشتی ہے اور کشتی کے اندر ایک جوان ہے، دریا کی دوسری جانب ایک باغ ہے، وہ جوان آواز دے رہا ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تنگ دل نہ ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس کشتی میں آکر بیٹھ جائیے میں آپ کو دریا سے پار لے جاؤں، اس باغ میں چلتے تاکہ خدا تعالیٰ کے عجایب و معجزات کا مشاہدہ کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، باغ و بوستان کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان۔

بہارِ بوتان ماسر کئی تو بس باشد چرخ مجلس ما پر تو رُوئے تو بس باشد  
 بزیرِ درینت ارگاہی بیاریند جنت را مرا از ہر چہ در جنت نظر سے تو بس باشد

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غیبیت سے حضور میں پہنچے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر رضی اللہ عنہ جو واقعہ تجھے دکھائی دیا ہے، تم کہو گے یا میں بیان کروں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی بیان فرمائیے، مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ دریا حوضِ کوثر تھا اور وہ کشتیِ کشتی تھی اور وہ جوانِ رضوان تھا اور وہ باغِ جنت اور مرغزارِ بہشت تھا، اگر تم چاہتے تو وہ تمہیں اس جگہ سے جنت میں لے جاتے، جیسا کہ اور ایس علیہ السلام کو لے گئے، اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہے کہ اس سوراخ کو غار میں اس لیے کھولا گیا تھا کہ اگر کفار ان کا قصد کریں تو اس دیکر سے باہر نکل جائیں اور کشتی میں سوار ہو کر اس دریا کو عبور کریں اور اس باغ میں داخل ہو جائیں۔

ریاض المذکرین میں مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ غار سے باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین، محزون اور مضحل دیکھا، فرمایا یا ابا بکر مَا لَكَ اَذَاكَ مَتَّخِيًا لَلْوَدِّ، کیا بات ہے مجھے تیرے چہرہ کا رنگ متغیر دکھائی دیتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر میں نہیں سویا، اس خوف سے کہ آپ کی ذاتِ پاک کو کوئی گزند نہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَعْطَاكَ اللهُ يَا اَبَا بَكْرٍ الرَّضْوَانَ الْكَبِيْرَ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے اپنی خوشنودی عطا کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضوانِ اکبر کیا چیز ہے۔ قَالَ اللهُ يُجْبَى لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَةً وَيُجْبَى لَكَ خَاصَةً، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر تمام مومنین کو خدا تعالیٰ ایک تجلی دکھائے گا اور تیرے لیے ایک خاص تجلی فرمائے گا۔ وَارْضَاةٌ وَعَنْ جَمِيْعِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۝

## غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک

جمہور مورخین اور مشاہیر اہل سیر نے اپنی تصانیف میں اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ دونوں مہربان ساتھی تین دن رات غار کی چار دیواری میں پانچ وقت نماز اس معبود کی عبادت میں بسر کی جس نے چھ دنوں میں سات زمین، آٹھ بہشت اور نو آسمان پیدا کیے۔ ماہ ربیع الاول کی پچھنسیب کی رات یا اس مہینہ کی پانچویں تاریخ دو شنبہ کی رات کو عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ رقط آئے اور مقررہ اونٹ لائے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جد عاتقہ پر سوار ہوئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور عبد اللہ اور عامر دوسرے اونٹ پر بیٹھے، اور سائل کا راستہ اختیار کیا، اور رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلا وہ کسی حد تک دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو چکے تھے۔ چونکہ دشمن کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوراہم اختیار کیا تھا۔ جب سیدھے راستہ پر آئے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ یاد آیا، اور وطن کی محبت اور اپنے آباء اجداد کے مولد کو یاد کیا۔ آپ کے دل مبارک میں اس کی یاد غالب آئی، فی الفور جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے شہر اور جاتے پیدائش کا اشتیاق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ، اِنَّ الَّذِيْ فَرَعْنَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَسَاوِكَ اِلٰی مَعَاد۔ یہ فتح مکہ کی خوشخبری سنائی گئی تھی جس سے آپ کا قلب اظہر غوش ہو گیا اور وہ نکلے جاتا رہا۔

آپ اس صحرا میں ایک پتھر کے سایہ میں آئے اور وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے لیے جگہ درست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں گرد و نواح میں سیر کرنے لگے۔ اتفاقاً ایک چرواہے

کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا، کوشش اور تلاش کے بعد بکریوں کے مالک کو پہچان لیا اور مقررہ قانون کے مطابق کہ اوصد یقہم، اس چرواہے سے کچھ دودھ طلب کیا، چرواہے نے اس اجڑے سے ایک بکری پکڑ لی اور اس کا دودھ دودھ کر دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ پانی ملا کر اسے ٹھنڈا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جب آپ خواب سے بیدار ہوئے، اس دودھ کو پینے کے بعد وہاں سے کوچ کیا، راستہ میں چند واقعات رونما ہوئے جن کو ترتیب وار انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔

دوسرے روز مرحلہ قدیر میں ام معبد عاتکہ بنت خزاعہ کے گھر گزر رہا وہاں ام معبد کا گھر قیام کیا، وہ بڑھیا سخاوت اور مہمان نوازی میں مشہور تھی، بوڑھی ہو چکی تھی، بڑی عقل مند اور ذہین تھی، اکثر اوقات اپنے خیمہ کے دروازہ میں بیٹھ جاتی اور آنے جانے والوں کی چہنر سے تواضع کرتی۔ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے عسرت اور تنگی میں مبتلا تھی۔ جب مہمان وہاں پہنچے تو قیامتاً اس سے گوشت اور کھجوریں طلب کیں۔ ام معبد نے کہا کاش میرے گھر میں گوشت اور کھجوریں ہوتیں تو میں یقیناً تمہاری مہاندازی کرتی، خریدنے کی ضرورت نہیں تھی، اس نے معذرت کی اور خشک سالی اور سامان کی کمی کی شکایت کی اور کہا کہ اس سال ہمارا وقت بہت خراب گزر رہا ہے کیونکہ بادلوں کے اڑٹول کی قطار بارش کے قطرات کو ہم سے دُور رکھے ہوئے ہے اور قہر و غضب کے باد صر نے اس علاقے کے باشندوں کی کھیتی اور نسل میں کوئی بھلائی نہیں چھوڑی۔ لامحالہ مہمانانِ عزیز کی آمد پر ہمارے چہرے شرمندگی سے گرد آلود ہیں اور ہماری آرزوں کے زخار کا رنگ تھوٹ سالی کی بیماری سے اڑچکا ہے، اچانک خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی نظر مکان کے پیچھے پڑی، وہاں آپ نے ایک بکری چشم محبوباں کی طرح بیمار یا جسم مہماں کی طرح زار و زار خیمہ کی چوب سے بندھی ہوئی پائی، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ کیسی بکری ہے جو دکھائی دیتی ہے۔ ممکن ہے اس کے پتانوں سے دودھ مل جائے۔ ام معبد نے کہا یہ ایک ایسی بکری ہے جو کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے گلہ کے ساتھ نہیں جاسکی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کچھ دودھ دیتی ہے،

امّ معبد نے کہا کہ وہ اس قدر کمزور ہے کہ دودھ نہیں دے سکتی، آپ نے فرمایا کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ میں اس کا دودھ دوھ لوں، اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان اس میں کیا امر مانع ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو اپنے پاس منگوا لیا اور خدا تعالیٰ کا نام لیا اور برکت کی دُعا فرمائی، اور دست مبارک بکری کے پستانوں پر پھیرے، فی الفور اس کے پستان دودھ سے بھاری ہو گئے۔ اور اس نے اپنے پاؤں کھول دیئے۔ پستانوں کے بادلوں سے بارش کے دودھ کی مانند ڈلے اشارہ پر اس کے پستانوں سے دودھ کی بارش شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ سے برتن مانگا اور بکری کو دوہا، پہلے امّ معبد کو دیا تاکہ وہ پی لے، پھر اپنے ساتھیوں کو دیا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے، پھر خود پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ دوہا اور گھر میں جو سب سے بڑا برتن تھا دودھ سے بھر کر گھر والوں کو دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو دودھ انہوں نے پیا اس کی قیمت ادا کی۔ پھر وہاں سے خیر و عافیت سے روانہ ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد امّ معبد کا خاوند، ابو معبد اکثم بن ابی الحون صحرا سے گھر پہنچا، دودھ سے بھرا ہوا برتن گھر میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا، امّ معبد نے جواب دیا کہ ایک بلند ہمت نے ہمارے گھر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، اس کے ہاتھ کی برکت سے یہ سب فراخی اور آسائش میسر ہوئی، ابو معبد نے کہا کہ اس صاحب کمال کے حسن و جمال میں سے کچھ بیان کر سکتی ہو؟ امّ معبد نے نہایت فصاحت و بلاغت اور عمدگی سے کچھ شکل و صورت کی تعریف اور قدرے اعلیٰ سیرت و اخلاق کے متعلق بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اگر مجھے ان کی خدمت میں پہنچنے کا موقع مل جاتا تو اپنے ساتھ رہنے کی درخواست کرتا، مجھے اُمید ہے کہ میں ان کی صحبت سے مشرف ہوں گا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم آگستہ تہائے مبارک کی مسلسل حمایت اور آپ کے دست مبارک کی برکت سے اس کے بعد اٹھارہ سال تک وہ بکری زندہ رہی اور صبح و شام دودھ دیتی رہی، حضرت امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عام امارہ میں اس کی زندگی ختم ہوئی۔

امام معبد اور ابو معبد کا ایمان لانا اسلام زیب تن کیا، اور ساتی روح روال یعنی سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ایمان کا پیار پیار، اور ایک روایت میں وارد ہے کہ ام معبد اپنے خاوند کے ساتھ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور وہ بھی دولت ایمان سے مشرف ہوئی، والحمد لله على ذلك۔ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے باہر نکلے اس روز سے ام معبد کے گھر پہنچنے کے روز تک ہاتھ کو باواز بلند یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنتے رہے۔

خیر الله رب الناس خیر جزائه رفیقین خلاخیمتی ام معبدا  
ہمانزک بالبر وادرت جلا نقد فاذ من امسی رفیق محمد ا  
سئلوا عنکم عن شاتھا واناتھا فانکم ان تسألوا الشاء تشهدا  
کچھ اور اشعار بھی ان کے ساتھ تھے۔

نقل ہے کہ جب حسان بن ثابت نے ہاتھ کی زبان سے یہ اشعار سنے، اسی ذرین اور قافیہ میں فی البدیہہ شعر کہے جن میں سے بعض اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

لقد خاب قوم زال عنهم نبیہم وقدس من یسوی الیہ ویعتدی  
نبی یدی ما لایری الناس حولہ ویتلوا کتاب اللہ فی کل مشہدا  
لیمن ابابکر سعادۃ جده بصحۃ من یسعد اللہ یسعدا

صحیح بخاری میں عبدالرحمن مالک ہذیلی سے جو سراقہ بن مالک جعشم کا بھتیجا تھا، روایت ہے کہ اسے اس کے باپ نے بتایا، وہ سراقہ سے روایت کرتا ہے، کہ قریش کی طرف سے ہمارے پاس قاصد آئے اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس کے ساتھی کو قتل کرے یا قید کرے ہر ایک کے بدلے پوری دیت سواونٹ اسے دیں گے اور اس کے تمام



اخراجات کی کفالت کریں گے بہر طرف انہوں نے قاصد روانہ کیے ہیں اور ہر جگہ یہ خبر پھیلا دی ہے، سراقہ کہتا ہے کہ میں ایک روز قریش کے درمیان یعنی بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا جو دور ساحل کے راستہ چلے جا رہے ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سراقہ یہ بات سن کر خوش ہوا، اسے معلوم ہو گیا کہ یہ آپ ہی ہیں مگر قائل کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کہا کہ یہ فلاں فلاں شخص تھے جو میرے سامنے سے گزرے، میں نے ان کے حالات معلوم کیے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی نہیں تھے اس گفتگو سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اسے شک میں ڈال دے اور پھر اپنے کام کی تدبیر کرے، پھر مجلس عام سے اپنی مجلس خاص میں گیا اور لونڈی سے کہا کہ اس کے گھوڑے کو فلاں ٹیلہ کے پیچھے تیار رکھے، پھر پوشیدہ طور پر نیزہ پکڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور بلا توقف گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ چھوڑ دیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر سے آگے بڑھ چکے تھے اور خدا کے بھروسے اور اطمینان سے مدینہ کا راستہ طے کر رہے تھے۔

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرمائے جا رہے تھے، اچانک سراقہ دُور سے آتا ہوا دکھائی دیا، جو بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا، یہاں تک کہ جب نزدیک پہنچا اس کا گھوڑا سر کے بل گرا اور وہ زمین پر گر پڑا، وہ پھراٹھا اور سوا ڈٹوں کے لالچ نے سے اس بات پر ابھارا کہ وہ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے چل پڑا کہتے ہیں کہ کنانہ سے تیر قمار نکال چکا تھا اور اس کے مقصد کے خلاف فال نکلی تھی مگر اس کے باوجود وہ نہ رکا اور اس کا لالچ فال پر غالب آیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب میں گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ کلام پاک کی تلاوت کی آواز اسے سنائی دینے لگی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پکڑے جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی، اور رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر رضی اللہ عنہ روتے کیوں ہو؟ عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اپنی ذات کے لیے نہیں روتا، میں آپ کی ذات گرامی اور گمشدگی پر روتا ہوں، آنسو وری صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دشمن کا غم مت کیجئے کیونکہ دوست ہمارے ساتھ ہے۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا، اسی وقت نیاز کی کمان سے دُعا کا تیر پھینکا، اور ان کلمات کو اپنی زبان معجز بیان سے ادا فرمایا کہ اللَّهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شَقَّتْ، اے اللہ اس دشمن کے شر کو جس طرح تو چاہتا ہے دُور فرما۔ حقیقت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سراقہ کے درمیان ایک نیزہ یا دونیزہ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ فی الفور سراقہ کے گھوڑے چاروں دست و پا زانوؤں تک طویلہ کی میخ کی مانند زمین میں گر گئے، سراقہ چلا اٹھا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں کہ یہ قید بلا آپ کی دُعا کا اثر ہے۔ اب دُعا فرمائیے کہ میرا گھوڑا آزاد ہو جائے، مجھے آپ سے کوئی سر و کار نہیں ہوگا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس چلا جاؤں گا۔ اور جو شخص پیچھے آ رہا ہوگا اسے بھی واپس لے جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ صَادِقًا فَاطْلِقْ فَرَسَهُ۔ فی الفور گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے، پھر سراقہ نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے نور بصیرت سے دیکھتا ہوں کہ تیری شمع نبوت کی شعاعیں تمام دُنیا کو منور کریں گی۔ مجھے عہد نامہ عطا فرمائیے کہ جب آپ کی عزت و جلال کا جھنڈا تریا کو چھونے لگے تو میں اس کے وسیلہ سے آپ کی بارگاہ جلال میں راہ پاسکوں۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عامر! کیا تیرے پاس قلم و دوات ہے؟ عرض کیا ہاں، عامر بن نبیرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا اور اسے دے دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ سراقہ کے پاس جو زاد راہ اور سامان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ سراقہ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور عرض کیا کہ اس نشانی کو لے لیجئے راستہ میں میرے بہت سے مواشی اور ہیں جس چیز کی ضرورت ہو اس نشانی کے ذریعہ لے کر استعمال فرمائیں تو مجھ پر احسانِ عظیم ہوگا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں، میں تجھ سے یہی توقع رکھتا

ہوں کہ میرے معاملہ کو پوشیدہ رکھے گا۔ سراقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو قبول کیا اور امان نامہ کو اپنی جیب میں ڈال کر واپس ہوا، فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوة حنین سے لوٹے تو مقام جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نامہ امان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج نیکی اور وفا کا دن ہے، اسی جگہ دولت اسلام سے بھی بہرہ مند ہوا رضی اللہ عنہ۔

جب سراقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا، بہت سے متلاشی اس راستہ پر اس کے پیچھے آ رہے تھے، سراقہ جس کے پاس پہنچتا اسے کہتا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں اس راستہ میں آیا تھا، مجھے ان کا کوئی نشان نہیں ملا، لوگوں کو واپس لے جا تا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان و سکون سے منزل مقصود پر پہنچ گئے اور راستہ میں کسی تکلیف سے دوچار نہ ہوئے۔

جب ابو جہل کو سراقہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے اسے ملامت کی اور اس کی سرزنش پر مثل نظم و نثر میں پیغام اس کی طرف بھیجا، ان ناپاک و نجس اشعار میں سے یہ دو شعر تھے۔

بنی مد لج انی اخاف سفیہکم سراقۃ لیسونی بنصر محمد

علیکم بہ ان لایفرق جمعکم فصیح شتی بعد عود سودو

سراقہ نے جب ابو جہل کے اشعار پڑھے، اسے یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

ایا بال حکم باللات ان کنت شاہداً لامرجوادى ان لنسبح قوائمه

محبت وان لم تشکک بان محمد نبی بہ برهان فمن ذالکائمه

علیکم بکف الناس عنہ فانتی اری امرۃ یوما ستبد و امعالمه

یعنی اے ابو الحکم! مجھے لات کی قسم اگر تو میرے گھوڑے کا اس وقت حال دیکھتا جب کہ اس کے دست و پا زمین میں مضبوطی سے اس طرح دھسنے ہوتے تھے کہ حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا،

تو حیران رہ جاتا اور یقیناً تو کہہ اٹھتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ ان چند روشن دلائل سے جن کا چھپانا ممکن نہیں، تجھے چاہیے کہ اس کے ساتھ رشتہ مودت و معاونت استوار کرے، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائے، کیونکہ میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس کے ایران رسالت کی بلندی آسمانوں سے ہمسری کرے گی۔

باش تا صبح دولتش بدد کیں ہنوز از نتاج سحر است

بریدہ بن الخضیب نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل گئے ہیں اور قریش نے ان میں سے

ہر ایک کے قتل یا تید کرنے پر سواونٹ دینے کا اعلان کیا ہے۔ طبع میں آکر اس نے بھی اپنے قبیلہ کے ستر سوار ساتھ لیے اور ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، بھاگ بھاگ چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ آنسور

صلی اللہ علیہ وسلم کو جالیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ تغاول فرماتے مگر قطیر نہیں فرماتے تھے۔ جب بریدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا

تم کون ہو؟ اس نے کہا، میں بریدہ بن الخضیب ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابو بکر! ہمارا کام خراب ہوا۔ پھر پوچھا، تم کون سے قبیلہ سے ہو اس

نے کہا قبیلہ اسلم سے ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلمنا، پھر پوچھا کون سی قوم سے ہو، اس نے کہا بنی سہم سے، فرمایا خراج سہمک، تیرا تیر نکل گیا۔ بریدہ نے جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی شیریں گفتار سنی، حیران رہ گیا، اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد بن عبد اللہ، خدا تعالیٰ کا سچا رسول ہوں، بریدہ نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ

واشھدان محمداً رسول اللہ اور خلوص دل سے مسلمان ہو گیا، اور وہ ستر سوار بھی جو اس کے ساتھ تھے مشرف باسلام ہو گئے۔ وہ رات بریدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزار سی۔

علی الصبح عرض کیا، جھنڈے کے بغیر مدینہ میں نہ جاتیے، پھر اس نے اپنی گپڑی کھولی اور نیزہ کے اوپر باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے روانہ ہوا، طبل اور بگل اس کے ہمراہ تھا، عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریب خانہ میں قیام فرمائیے اور اس سے اس کی مراد وہ گھر تھا، جو اس نے مدینہ میں کرایہ پر لے رکھا تھا، چاہتا تھا کہ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے گھر میں ٹھہر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے جس جگہ بیٹھ جائے گا اسی جگہ قیام کر دیا گیا۔ اور کتاب مستقص میں ابو العلاء ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ باب بلدان میں بریدہ بن الخضیب کی حدیث کے سوا کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کو نہیں پہنچتی۔ بریدہ بن الخضیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تو خراسان کے ایک شہر میں جلے گا جسے میرے بھائی ذوالقرنین نے تمیر کیا ہے، جس کا نام مروہ ہے، جن پر اہل مشرق کا نور چمکتا ہے۔ قیامت تک تو ان کے ساتھ رہے گا۔ ابو العلاء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اہل غزوات کے ساتھ مروہ میں آئے اور اسی جگہ عالم آخرت کو سدھارے، انہیں نور گراں کے محلہ میں حکم بن عمر وغفاری کے جوار میں جو اس شہر کا امیر اور قاضی تھا، سپرد خاک کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ ان دنوں زبیر بن العوام، مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ شام کے ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ کو جا رہے تھے، راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ زبیر بن العوام سابقین اہل اسلام میں سے تھے۔ امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گہری دوستی تھی، جب راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے سفید لباس پہنایا اور امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک دوسری چادر دی اور ایک دوسرے کو الوداع کہا، زبیر مکہ چلے گئے وہاں کے ضروری کام نٹائے پھر مدینہ کو ہجرت کی اور بعض روایات میں ہے کہ زبیر کی بجائے طلحہ بن عبد اللہ تھے۔ واللہ اعلم،

# آفتابِ سالت کا مدینہ منورہ میں نزول اجلال

اصحابِ تیسرا اور باہرین بنِ حدیث دروایت رحمہم اللہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق باشندگانِ طیبہ نے سنا کہ مکہ سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں وہاں کے تمام مسلمان قبلہ جمال اور کعبہ اقبال کے استقبال کے لیے صرہ کی طرف باہر جاتے اور حضرت جلال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے، جب ہوا شدید گرم ہو جاتی گھروں کو ٹوٹتے جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزول اجلال فرمایا، حسب سابق مدینہ کے لوگ مراسمِ خدمت بجالا کر اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ اتفاقاً مدینہ کا ایک یہودی قلعہ کی چھت پر کسی کام کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سید کا ثنات اور سند مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم خیر و برکات اور فوز و نجات کی میت میں دور سے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ کے چاند سے رخساروں کی شعاع خورشید تاباں کی مانند اس بیاباں میں چمک رہی ہے اور آپ کا سرو قد سفید طبوس میں جنت جاوید کی فضا میں طوبی کی مانند خراماں خراماں چلا آ رہا ہے تو یہودی ضبط نہ کر سکا، بے اختیار پکار اٹھا، یا معشر العرب هذا احدکم الذی تنتظرونہ، یہ رہا وہ بخت و اقبال جس کے تم منتظر تھے، اپنے اقبال و اجلال کا سایہ اس سرزمین کے خوش قسمت باشندوں کے سروں پر ڈالتے ہوئے اور اس ہدایت کے قابل میدان میں مہربانی و عنایت کے جھنڈے کو سر بلند کئے ہوئے ہے۔ یہ مبارک اثر خیر آنا نا تمام شہر میں پھیل گئی۔ تمام لوگوں، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں نے خود کو بہترین لباس و اسلحہ سے آراستہ کیا، فرحت و انبساط کے گھوڑوں پر سوار میدانِ جمعیت میں پہنچے، چنانچہ صرہ کے اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اور مشرطاً آدابِ بجا لائے۔ کہتے ہیں کہ وہ سرورِ راحت اور عیش و آرام جو اس روز مدینہ اور اہل مدینہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے حاصل ہوا تھا، ایسا ہرگز کبھی میسر نہیں ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے تو دف بجا کر ڈان اشعار کو پڑھا۔

طلع البدن علینا من ثنیة الوداع  
 وجبت شکر الینا ما دعنا لله داع  
 جب عمر بن عوف بخاری کے قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے بنی نجار کی عورتوں اور لڑکیوں نے یہ  
 اشعار گائے۔

نحن جوار من بنی نجار فجدد الله محمد من جار  
 حضور کی آمد پر جلشی اپنی نیزہ بازی کے کرتب دکھاتے تھے، مدینہ نے اس سے پہلے کبھی بھی ایسی روشنی  
 اور خوبصورتی کو نہیں دیکھا تھا اس روز لوگ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے کہتے تھے، جاء رسول الله جاء!  
 قصہ مختصر یہ کہ اس روز ہر چھوٹے بڑے پر اس قدر فرحت و انبساط اور خوشی اور شادمانی کا غلبہ تھا جسے  
 قلم کفے سے قاصر اور زبان بیان سے عاجز آگئی۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حالات  
 کو اس طرح مشاہدہ فرمایا، خوش ہو کر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ میں تمہیں دلی دوست رکھتا ہوں، تم میں  
 سے عام لوگوں کو میں گروہ خواص میں سمجھتا ہوں۔ اُمّہ دین کہتے ہیں کہ یہ روز، روزِ دو شنبہ بھت اور  
 ریح الاول کا مہینہ تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کی کون سی تاریخ تھی، بعض اول، بعض  
 دوم اور بعض کہتے ہیں کہ بارہ تاریخ تھی لیکن متاخرین کا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ روزِ دو شنبہ  
 بارہ ریح الاول تھی، اور فارسیوں کی مہینوں میں سے چوتھی ماہ تیرا، اور رومیوں کے سن کے حساب  
 سے ایول مہینہ کی بارہ تاریخ، سکندر رومی کی تاریخ سے سات سو تیس تیس اور بوخت سے  
 پچود ہواں سال تھا، واللہ اعلم۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے لیکن  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ہم بنی نجار میں رہیں گے، کیونکہ یہ لوگ عبدالمطلب کی  
 والدہ کے بھائی ہیں۔ کیونکہ ہاشم بن عبدمناف نے اس قبیلہ کی سلمی نامی عورت سے شادی کی تھی،  
 عبدالمطلب اسی سے متولد ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ  
 متوجہ ہوئے اور عزم و ارادہ کی باگ بنی عمر بن عوف کے قبیلہ کی طرف پھیر دی۔ اور کلثوم بن الہدیم  
 جو عرب اور اہل اسلام میں سے ایک رئیس تھا، کے گھر نزول اجلال فرمایا اور ایک روایت کے  
 مطابق سعید بن خثیمہ کے چونکہ اہل عیال نہیں تھے کے ہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

کے محلہ شیخ قبیلہ بنی الحارث میں قیام پذیر ہوئے، ایک روایت کے مطابق صحب بن سیاف اور ایک قول کے مطابق خارجر بن زید کے ہاں ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبائلی تشریف لے جانے کے بعد باقی انصار بھی آپ کی قیام گاہ قبائلیں جمع ہونے لگے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مندر پر خاموش تشریف فرما تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی خیر نصیحت معلوم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک جماعت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی اس مجلس میں فنادم مذہوم میں تمیز نہ کر سکے۔ چنانچہ تحفہ و سلام دعا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں پہنچاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے، یہاں تک کہ سورج کی شعاعیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ اقبال پر پڑنے لگیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آفتاب رسالت کے لیے سایہ کا انتظام کیا، اس سبب سے حاضرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، اس کے بعد وہاں کے تمام باشندے مسلسل اور متواتر سیدالسادات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور انواع و اقسام کی تعریف و نعت کہتے رہے، ان میں سے حسان بن ثابت نے اپنے بہترین قصیدہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں آپ کو چند اشعار سنائے۔ یہ دو اشعار اس قصیدہ سے ہیں۔

منت من اللہ یوم حلت فینا	ووجهل اذہب ظلم الیالی
فکنت کرامة نزلت علینا	بایمن طائر جسن حنالی
منت خدایا کہ بما آمدی و برو	نور ہدایت تو ظلام ضلال را
بودی کرامتے و گر قیام از رخت	برخوشتن نجستہ و فرخندہ فال را

باب دوم

## ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

علمائے سیر و تاریخ رحمہم اللہ نے لکھا ہے، کہ راجح قول کے مطابق حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات علیہ السلام نے پہلی مسجد چار دن رات قبیلہ بنی بکر بن عوف کے پاس ٹھہرے، وہاں محلہ قبائلیں مسجد کی بنیاد رکھی،



حق سبحانہ و تعالیٰ کی گواہی کے مطابق جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے مسجد  
اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ، اور پہلی مسجد جس میں رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نماز ادا کی مسجد قبا تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے  
 مدینہ کا عزم فرمایا اس روز سے تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کو ہجرت کی  
 تیاری کی۔ ان کا مکہ میں ٹھہرنے کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سپرد وہ  
 امانتیں کی تھیں جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھیں، تاکہ وہ ان کے  
 مالکوں تک پہنچا دیں۔ جب انہوں نے یہ کام صحیح طور پر پورا کر دیا، پیدل مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے  
 آنسور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی قبا ہی میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں آ پہنچے، کہتے ہیں کہ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپے رہتے، یہاں تک  
 کہ ستر ہویں یا اٹھارہویں ماہ ربیع الاول ولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ سفر کے رنج و ملال  
 برداشت کرتے ہوئے آبلہ پا پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست حق پرست کو ان  
 زخموں پر پھیرا اور شفا کی دعا فرمائی فی الفور صحت مند ہو گئے، پھر زندگی بھر کوئی زخم اور تکلیف  
 اس مشکل کشا رسدِ فقر و ادیاس کے پاؤں کو نہیں پہنچی، رضی اللہ عنہ

حضور نے پہلا خطبہ جمعہ دیا کہ نفس مدینہ میں نزول کی نیت سے قبیلہ بنی عمرو سے  
 روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے ہاں گئے اور بطن بتولی میں نماز جمعہ ادا کی اور وہ جماعت  
 جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی ان کی تعداد ایک سو تھی۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح و بلیغ خطبہ پڑھا یہ سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اس  
 جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی جو ابھی تک موجود ہے۔

حضرت ابو الیوب انصاری کے محلہ میں قیام  
 اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 خاص شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔  
 چھوٹے بڑے اکثر اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے اٹھ آئے۔ مدینہ  
 کے رہنے والے دل و جان سے چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ اپنے

قبضہ قدرت میں لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں ٹھہرا کر انہیں منور و محترم کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی سے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ یہ مامور ہے جہاں اسے حکم ہوا ہے اسی جگہ پر ٹھہرے گی۔ نقل ہے کہ جب اونٹنی اس میدان میں آئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بالمقابل ہے تو اونٹنی بیٹھ گئی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا دیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ تھوڑی دُور جا کر واپسی اسی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتر آئے اور فرمایا کہ انصار اللہ ہماری یہی منزل ہے۔ چونکہ ابوالیوب انصاریؓ کا گھر وہاں سے نزدیک تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان وہ اپنے گھر لے گئے۔ اسی اثنا میں بعض انصار نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا سامان تو ابوالیوب انصاریؓ لے گئے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے چلیں تو بندہ پروری سے بعید نہیں ہوگا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرء مع راحلہ، مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی ابوالیوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا اے محمدؐ اس جگہ پر اتریں۔ کیونکہ ابوالیوبؓ نے حق تعالیٰ کے لیے تواضح کی، جس وقت آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے لوگوں نے اپنے گھروں کو آراستہ کیا تاکہ آپؐ وہاں قیام فرمائیں۔ ابوالیوبؓ نے کہا میں کمزور، فقیر اور غریب جو لاہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میرے گھر میں قیام فرمانا باعث عار تو نہ ہوگا؟ آپؐ میرے گھر میں کیسے ٹھہریں گے؟ چونکہ اس نے انکساری و تواضع اختیار کی اور خود کو اس قابل نہ سمجھا، آپؐ اسی کے ہاں ٹھہریے۔ جس طرح جو دی پہاڑ کے تواضع کرنے کی وجہ سے کشتی نوح علیہ السلام اس پر آکر ٹھہری۔ اور کوہ سینا پر اس کے تواضع کرنے کی وجہ سے تجلی وارد ہوئی۔

ابوالیوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرظی قرابت رکھتے ہیں اور وہ خط جو تبع نے شامول یہودی کے سپرد کیا تھا کہ یہ خط اس کے بیٹوں کے ذریعے نسلًا بعد نسل رسول آفرزاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، وہ ابوالیوب کے پاس تھا کیونکہ یہ شامول کے اکیسویں فرزند تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، ان امور کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوالیوبؓ کے گھر ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات ماہ تک اس مکان کی پختی منزل میں رہائش پذیر

رہے اور ابو ایوبؓ اپنے اہل و عیال سمیت بالائی منزل میں رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اور میرے اہل و عیال رات بھر سو نہیں سکے۔ آپ نے پوچھا کہ کیوں؟ انہوں نے عرض کیا، اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بالائی منزل میں کوئی شخص حرکت کرے یا چھت پر چلے اور خاک یا غبار نیچے آئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ بالاخانہ میں تشریف رکھیں تاکہ ہم نچلے حصہ میں ٹھہریں اور اس فکر و تردد سے نجات پائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ایوب! مجھے نچلے حصہ میں رہنے میں سہولت ہے اور مناسب بھی ہے کیونکہ میرے پاس لوگ آتے جلتے رہتے ہیں اور اوپر آنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ابو ایوبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ درست ہے لیکن یہ ادب کے خلاف ہے کہ آپ نچلے حصہ میں ہوں اور ہم بالاخانہ میں۔ القصہ اس نے بہت اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا، ایک ماہ بالاخانہ میں قیام فرمایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حکم لائے کہ اب اپنے لیے گھر اور مسجد تعمیر کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ماہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد مسجد اور اپنے حجرہ کی تعمیر شروع فرمائی۔

وہ جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی رافع بن عمر کے تعمیر مسجد نبویؐ دو تین بیٹوں سہیل اور سہیل کی تھی، وہ دونوں اسعد بن زرارہ کے زیر کفالت تھے، اس جگہ کھجوریں فروخت کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وہاں مسلمان نماز پڑھتے تھے اور اسعد بن زرارہ ان کی امامت کرتے تھے، آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سہیل اور سہیل کی ملکیت ہے۔ اسعد اور اس کے دونوں ساتھیوں سہیل اور سہیل نے دل و جان سے سید انس و جان کے سپرد کر دی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا بلکہ دس مثقال سونے کے عوض اسے فریاد اور امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا انہوں نے وہ قیمت ان کے سپرد کر دی۔ اس جگہ کے نزدیک ہی کفار کی قبریں تھیں، کھجور کے درخت بھی تھے اور غیر آباد جگہ بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبروں کو برابر کر دیا گیا اور

کچھ روزوں کے درختوں کو اکھاڑ دیا اور ناہموار جگہ کو برابر کر دیا گیا، جب زمین ہموار ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھی گئی، مسجد کی تعمیر کے دوران مہاجر اور انصاری صحابہ سنگ و خشت لاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ اینٹیں اٹھانے میں صحابہ کرام کے ساتھ موافقت کرتے تھے، دوستوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمارت میں اہتمام کو دیکھا کہ بنفس نفیس اینٹیں اٹھاتے ہیں تو تمام بڑی گرم جوشی اور زور شور سے امداد و اعانت میں مصروف ہو گئے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اینٹیں اٹھاتے وقت یہ رجز پڑھتے۔

لا یستوی من یعمد المساجد بداب منها فاشما و قاعدا

ومن یرا من التواب حامدا

عمار یاسرؓ نے یہ رجز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یاد کر لیا تھا اور پڑھتے تھے ایک صحابی فارغ بیٹھے ہوتے تھے۔ انہوں نے سمجھا یہ مجھ پر تعریف کر رہا ہے، اسے کہا، چپ رہو ورنہ میں اس لاشی سے جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے ماروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار یاسر میری آنکھیں ہیں، کوئی شخص اسے نہیں مار سکتا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس دن تمام صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتے تھے اور عمار یاسر دو دو اینٹیں اٹھا رہا تھا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اٹھاتا تھا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر اور منہ سے مٹی جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے دیج عمار نقتله الباغیہ ید عوہم الی الجنة دید عوہم الی النار اور عمار کہتے اعوذ بآلکھ من الفتق

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں جو امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوتی شہید ہوئے۔ القصد جب عمارت چھت پر پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کچھور کی شاخیں چھت پر ڈال دیں اور کچھور کے تنوں کے ستون بنائے گئے۔ ان میں سے بعض محراب میں استعمال کیے گئے اور بیت المقدس کی طرف قبلہ مقرر ہوا، مسجد میں تین دروازے رکھے گئے۔ ایک وہ جسے باب الرحمتہ کہتے ہیں اور دوسرا وہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے، اور تیسرا مسجد کے پیچھے جہاں سے عوام مسجد

میں آتے۔ ان دنوں مسجد کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی جس جگہ نماز کا وقت ہو جاتا، اسی جگہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ یہ مسجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی حالت پر تھی۔ چونکہ لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے، خلیفہ نے اسے کشادہ کیا، لیکن عمارت مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ مسجد کو کئی مرتبہ کشادہ کیا گیا۔ اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمارت مسجد میں تبدیلی کر کے اسے وسعت دی، اس کی دیواروں کو پتھر اور چونے سے منقش کیا۔ اس کے ستونوں کو بھی منقوش پتھروں سے ترتیب دیا گیا اور اس کے چھت کو ساج کی لکڑی سے بنایا گیا، پھر ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے اور زیادہ وسیع کیا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے مکانات کو جو مسجد سے متصل تھے مسجد میں داخل کر لیا گیا۔ اس کے بعد مہدی عباسی نے اسے تعمیر کیا، اس کے بعد ماموں رشید نے اس کی تجدید کی اور اسے وسیع کیا اور اسے پورا استحکام بخشا، اب تک خلیفہ ماموں رشید کی تیار کردہ مسجد موجود ہے۔

مدینہ میں مزید مسلمانوں کی آمد  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث اور  
البراق کو یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
خاص غلام تھے۔ انہیں دو اونٹ اور پانچ سو درم خرچہ دے کر مقرر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت سوہبہ بنت ربیعہ  
رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں اور ام ایمن جو زید کی بیوی تھی اور  
اس کے لڑکے اسامہؓ کو مدینہ لائے۔ عبداللہ پسر امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اریقظ  
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے والد محترم کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا حال  
سن رکھا تھا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر عبدالرحمن، عائشہ اور اپنی والد ام رومان کو جو ابو بکرؓ  
کی بیوی تھیں کو ساتھ لیا۔ طلحہ بن عبد اللہ نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی۔ چنانچہ اہلبیت کی  
رفاقت میں یہ تمام حضرات مدینہ آ گئے اور اس طرح یہ ٹہنیاں اپنے اصل کے ساتھ مل گئیں اور  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اپنی رہائش کے لیے مسجد کی دیوار کے متصل حجرہ تعمیر کیا۔ اس  
کی تکمیل کے بعد ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے اہل وعیال کے ساتھ اپنے حجرہ مبارک میں  
منقل ہو گئے۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 ظہر و عصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کا حکم کے مدینہ میں تشریف لانے کے  
 ایک ماہ یا زیادہ مدت کے بعد تین نمازوں ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا جسے فرض  
 کر دیا۔ ان تین نمازوں میں سے ہر ایک دو رکعت کی بجائے چار رکعت ہو گئی اور صبح و شام کی نمازیں  
 اپنی حالت پر رہیں۔

عبداللہ خود کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 عبداللہ بن سلام دامن اسلام میں مدینہ تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق آپ کی  
 خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی لوگوں کی موافقت میں آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔ جب میری نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پڑی تو مجھے معلوم ہو گیا  
 کہ یہ چہرہ جھوٹے لوگوں کا سا نہیں ہے۔ میں نے غور سے آپ کی باتیں سنیں، فرماتے تھے:-  
 ایھا الناس آمنوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس  
 ینام فدخلو جنت السلام۔ ۱

عبداللہ سلام نے جب اس خطبے کے  
 مندرجہ بالا الفاظ سنے تو گھبرا یا دوسری  
 مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے تین سوال پوچھے اور دل میں کہا یہ تین سوالات ہیں جنہیں پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں اس  
 سے زیادہ نہیں پوچھوں گا کیونکہ میں فضول سمع خراشی سے ڈرتا ہوں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا وجہ  
 ہے کہ کبھی بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے، دوسرا یہ کہ جنت میں جنتیوں کو سب سے  
 پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی، تیسرا یہ کہ قیامت کی متعینہ علامت بتائیے جب عبداللہ سلام نے  
 اپنے سوالات پورے طور پر بیان کر دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور ان کا جواب  
 ارشاد فرمایا، فرمایا مجھے پہلے ان کا علم نہیں تھا، ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف  
 سے آئے اور پیغام لائے، عبداللہ سلام نے کہا ذاک عدو و الیہود جبرائیل علیہ السلام تو  
 یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ نے اس غلط فہمی کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی۔ قل من

كان عدو الجبريل فانه نزله على قلبك — عدو للكافرين تک پڑھی، پھر اس کے سوالات کے جوابات دیئے۔ فرمایا، والدین میں سے ایک کے ساتھ مشابہت، نطفہ منی کے اثر کی وجہ سے ہے جس کا نطفہ منی زیادہ ہوتا ہے اس کے ساتھ مولود کی مشابہت ہوتی ہے۔ پہلا طعام جو اہل بہشت کو دیا جائے گا اس پھلی کا جگر ہے جس پر زمین قائم ہے۔ لوگوں کے حشر کی ابتداءیں ہوں گی کہ مشرق کی طرف سے آگ نمودار ہوگی۔ چرواہے کی مانند جو بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہے لوگوں کو میدان حشر میں ہانک کر لے جائے گی۔

عبداللہ بن سلام نے جب اپنے سوالات کے جوابات سُننے پکار اٹھا اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ اور سچے دل سے مسلمان ہو گیا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہودی اور میری قوم باوجودیکہ میرے علم و دانش اور ریادت و ریاست کو تسلیم کرتے ہیں مجھ پر بہتان باندھیں گے اگر انہیں علم ہو گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو مجھ پر بہت زیادہ بہتان تراستی کریں گے۔ میری درخواست ہے کہ میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے آپ انہیں بلائیں اور میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سلام کو ایک کونڈ میں چھپا دیا اور یہود کو طلب کیا، انہیں خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ میں سچا رسول ہوں، اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ رسول برحق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا وہ ہمارا پیشوا، ہم میں سے سب سے زیادہ دانشمند اور ہمارے پیشوا کا لڑکھ ہے۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا حاشاکہ وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا اور انہوں نے یہی جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے ابن سلام باہر آؤ۔ ابن سلام کلمہ پڑھتا ہوا مکان سے باہر نکلا اور کہا ہے یہود خدا سے ڈرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تم یقیناً جانتے ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں، کہنے لگے تم جھوٹ کہتے ہو اور ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا ہواشترناوا اجهلنا و ابن اجهلنا عبداللہ بن سلام نے کہا مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجلس

سے نکال دیا۔

حضور کی دعا سے مدینہ کی آب ہوا خوشگوار ہو گئی  
روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ  
میں آئے اس جگہ کی ہوا میں عفونت

تھی انہیں موافق نہ آئی۔ اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے، ان میں سے صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام بلال  
بھی تھا۔ بخار نے ان کو پریشان کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ان کی عیادت کے لیے  
تشریف لے جاتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بخار کی شدت میں یہ رجز پڑھتے تھے۔  
کل امر صبح فی اہلہ والموت علی من شراک نعلہ

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بخار سے آرام پاتے عقبہ، شیبہ، امیر بن خلف اور ان کے ناخلف  
ساتھیوں پر لعنت کرتے، کیونکہ ان لوگوں کی وجہ سے وہ مکہ کی عمدہ ہوا سے محروم ہوتے تھے اور مدینہ کی  
متنغن ہوا میں گرفتار ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خستہ حالوں پر رحم فرماتے ہوئے یہ  
دعا فرمائی اللهم جب الینا المدینة کحبنا مکة اذا اشد اللهم بارک لنا فی صاعها  
ومدها وصحها لنا وامل حمایا الی الحجفة۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے غریب بیماریوں کو  
تندرستی عنایت فرمائی اور مدینہ کی ہوا سا نیک اور صحیح ہو گئی، وہاں کی عفونت اور وبا حجفة کی طرف  
منتقل ہو گئی۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان  
مواخات کا دور بھائی چارہ قائم کیا، کہتے ہیں کہ پتالیس افراد انصار مدینہ سے اور ایک  
روایت کے مطابق ہر گروہ سے پچاس مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور تقرر سے مہاجرین  
انصار میں سے ایک دوسرے کے ساتھ عقد مواخاة باندھا، ان میں سے سیرت کی کتابوں میں  
جو دیکھا گیا یہ ہے کہ امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارے کا عقد خارجی بن زید انصاری  
اور عمر فاروق اور حسان بن مالک انصاری کے ساتھ، ذی النورین، اوس بن ثابت کے ساتھ،  
ابو عبیدہ صراح، سعد بن معاذ کے ساتھ، زبیر بن العوام، سلمہ بن سلامہ انصاری کے ساتھ،  
طلحہ بن عبد اللہ، کعب بن مالک انصاری کے ساتھ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ریح انصاری



کے ساتھ، سلمان فارسی، الوالاروار کے ساتھ، مصعب بن عمیر، الوالیوب انصاری کے ساتھ،  
ابو ذریفہ بن علقمہ، عبادہ بن بشیر انصاری کے ساتھ، عمار بن یاسر، ثابت بن قیس خزرجی کے ساتھ،  
 اور عبداللہ جحش کا عاصم بن ثابت انصاری کے ساتھ عقد مواخاۃ باندھا گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
 اسی طرح پنتالیس افراد مہاجرین نے پنتالیس انصار سے عقد مواخاۃ باندھا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ  
 میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے متعلق تحریر لکھی گئی اور ایک دوسرے سے وراثت حاصل کریں  
 گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس عقد کے ذریعہ ایک دوسرے سے میراث حاصل کرتے  
 تھے، یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد آیت والوالارحام بعضہم ادلی ببعضہ فی کتاب اللہ  
 نازل ہوئی اور عقد مواخاۃ کے ذریعہ وراثت حاصل کرنا منسوخ ہو گیا۔ شیخ ابن حجر نے شرح بخاری  
 میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عبدالبر اور حاتم ابو عبداللہ نیشاپوری سے نقل ہے کہ ابن عمر  
رضی اللہ عنہما سے اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے درمیان اور طلحہ اور زبیر اور عثمان  
 اور عبدالرحمن کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ  
 نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دوستوں کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا، لیکن میرا  
 کوئی بھائی متعین نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اخوک، میں تیرا بھائی ہوں،  
 اور ایک روایت میں ہے کہ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ، تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے  
 القصة یہ جن کا ذکر ہوا تمام مہاجرین ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ معلوم ہوا کہ عقد مواخاۃ دو مرتبہ ہوا۔  
 واللہ اعلم۔

یہی پہلا سال تھا کہ ایک جنگل کے درندے بھیڑیے نے  
**حضور غیب ان عالم ہیں** گفتگو کی۔ ہوا یوں کہ ایک بھیڑیے نے ایک چرواہے  
 سے بھیڑ پھین لی، چرواہے نے چالاک سے بکری اس سے واپس لے لی۔ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر آیا،  
 اور اپنی دم اپنے درمیان سے نکال کر چوڑوں کے بل بیٹھ کر فصیح زبان میں گویا ہوا، اور راہی  
 سے کہا کہ وہ رزق جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا تھا تو نے مجھ سے لے لیا۔ چرواہا کہنے لگا، خدا کی قسم،  
 ایسا عجیب واقعہ میں نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ بھیڑیے گفتگو کریں۔ بھیڑیے نے کہا اس۔

بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک شخص اس نخلستان میں دو پہاڑوں کے درمیان گزشتہ اور آئندہ واقعات کی تمہیں خبر دیتا ہے اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یہ کفار اس کی مخالفت کرتے ہیں اور دشمنی کے جنج کو اعتقاد کی کمر سے نہیں اتارتے۔ اسی روز وہ چرواہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا، اور بھڑیے سے باتیں کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلد ہی آخری زمانہ میں ایسا ہو گا کہ ایک شخص اپنے گھر سے باہر نکلے گا، ابھی وہ گھر واپس نہیں آئے گا کہ اس کا چابک اور تعلقین اس کے اہل و عیال کے حالات اس سے بیان کریں گے۔

یہودیوں کے ساتھ صلح نامہ  
 اسی پہلے سال نبی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے محمد آپ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں۔ میں وہ موعود پیغمبر ہوں جس کی تعریف تو صیغہ تم نے توریت میں دیکھی اور پڑھی ہوئی ہے۔ میں وہی پیغمبر ہوں جس کی خبر تمہارے علمائے تمہیں دی ہے کہ مکہ میں پیدا ہو گا اور میری ہجرت گاہ یہ جگہ ہوگی۔ اور سب پیغمبروں سے آخری اور سب سے زیادہ بزرگ پیغمبر میں ہوں گا، علیہ وعلیہم السلام۔ اور میری دوسری صفات ایک ایک کر کے انہوں نے بیان کی ہیں۔ یہود نے کہا جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سنا، لیکن ہم کسی دوسرے گم کے لیے آتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم ہو جائیں جس کا مضمون یہ ہو کہ ہم سے کوئی نفع و ضرر آپ کو نہ پہنچے لیکن ہم سے احسان کی امید نہ کیجئے اور ہمارے ضرر سے بھی مطمئن رہیے۔ ہم کسی طرح بھی آپ کی دشمنی میں مدد نہیں کریں گے اور کسی حیثیت سے بھی آپ کے دوستوں سے متعرض نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک جب تک آپ اور آپ کی قوم کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا بشرطیکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و متبعین کے ساتھ عداوت نہ کریں اور نہ ہی ان کے دشمنوں کی امداد کریں۔ آپ کے اصحاب کے ساتھ کسی بھی طرح تعرض نہ کریں، اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر اس عہد کی خلاف ورزی کریں اور اس کو توڑ دیں تو ان کا خون ضائع، مال حلال اور ان کی اولاد و ازواج کا غلام بنانا

مباح ہوگا۔ ہر قبیلہ کے لیے ایک صلح نامہ مرتب کیا گیا اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ مقرر کیا گیا کہتے ہیں کہ بنی النضیر کی طرف سے صلح نامہ کی بات پحیت جی بن اخطب نے کی، اور یہ ظالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اچھی طرح جانتا تھا اور ان کی صداقت پر یقین رکھتا تھا اس کے باوجود زبان انکار کرتا تھا کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم میں لوٹا اس کے بھائی بندوں اور رشتہ داروں نے اس سے آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے، اس نے کہا یہ وہی محمد ہے جس کی تعریف تو صیغہ تورات میں ہے اور ہمارے بزرگوں نے جن کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے لیکن ہم ہمیشہ اس کے ساتھ دشمنی کریں گے۔ کیونکہ ان کی نبوت سے پیغمبری اسحاق کے خاندان سے اولاد اسماعیل علیہما السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ ہمارے مسک کے خلاف ہے۔

**تعیین اذان** مسلمانوں کو جمعہ اور جمعہ کی اقامت کے لیے کسی ایسی نشانی کی ضرورت تھی جس سے نماز کے اوقات معلوم ہو جائیں اور وہ اس وقت مسجد میں جمع ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ناقوس کی آواز سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ بعض نے کہا بجل بجا دیا کریں۔ چونکہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آیا، اور چونکہ عیسائی اس میں شریک تھے آپ نے قبول نہ فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم آگ جلا دیا کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نجوس کی عادت ہے۔ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم ایک آدمی کو کیوں نہ متعین کر دیں جو نماز کے وقت پکار کر کہہ دیا کرے کہ نماز کا وقت ہے، جلدی آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو بلند آواز تھے نماز کے وقت ندا کرتے تھے، حکم دیا کہ وہ الصلوٰۃ جامعۃ کہا کریں۔ اس کے بعد عبداللہ زید انصاری نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مرد کے ہاتھ میں ناقوس ہے، عبداللہ اس ناقوس کو خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ آدمی ان سے پوچھتا ہے کہ تم اسے کیا کرو گے، آپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نماز کے وقت آگاہ کر دوں، اس شخص نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں، اس نے اذان کے تمام کلمات عبداللہ انصاری کو بتائے اور ایک روایت میں ہے کہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر جس طرح آج کل منون ہے، اس طریق پر اذان کہی جب عبداللہ بیدار ہوئے، تمام کلمات انہیں یاد تھے۔ علی الصبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر اس خواب کی کیفیت بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب سچا اور حق ہے۔ نماز کے لیے اور کسی چیز سے پکارنا مناسب نہیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس طریقہ سے اذان دیا کرے۔ اور کہتے ہیں کہ اس خواب کے مطابق جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دی اور مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان دی، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنا، انہوں نے بھی یہ خواب دیکھا تھا، گھر سے باہر بھاگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا عمو قد سبعلک بذالک الوحی، تمہارے آنے سے پہلے جبرائیل علیہ السلام نے آکر ان کلمات کو سکھا دیا۔ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سات افراد نے یہ خواب دیکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معراج کی رات، فرشتہ حجاب سے جس کی توصیف معراج کے باب میں گزر چکی ہے یہ کلمات سنے تھے کہ اس طریق پر نماز کے لیے اذان کہہ رہا تھا۔ جب صحابہ کرام کے خواب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ اس کے موافق ہو گیا تو یہ مستحکم ہی رہے گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کہا گیا آپ سورہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکار اٹھے الصلوٰۃ خیر من النور، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ پسند آیا فرمایا اجعلہ فی اذانک، صبح کی اذان میں یہ کلمہ سنت قرار پایا۔

ولید بن مغیرہ پنجوقتہ نمازوں پر استہزا کرنے والوں میں سے ایک تھا، چنانچہ ہر ایک کا ذکر گزر چکا ہے، اسی سال جہنم رسید ہوا۔ یہ سرداران قریش اور دوسار عرب میں سے تھا، اسے اعدل قریش کہتے تھے یعنی تمام قریش کے مساوی۔ کہتے ہیں کہ اس لفظ کا اس پر اطلاق اس وجہ سے تھا کہ خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ تمام قریش مل کر غلاف چڑھاتے تھے اور ایک مرتبہ یہ تنہا پہناتا تھا۔ جان کنی کے وقت یہ بہت جزع فرزع کرتا تھا۔ ابوہریرہ نے پوچھا، چچا جان! اس قدر گریہ و زاری کس لیے؟ کہنے لگا، خدا کی قسم میں موت کے خوف سے گریہ و زاری نہیں کرتا، بلکہ مجھے ڈر ہے کہ ابن کبشہ کا دین مکہ میں غالب اور عام ہو جائے گا۔ ابرسفیان اسے تسلی دیتے کہ میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کی ملت یہاں غالب نہیں ہوگی۔

یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اعانت و امداد سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سبب  
بلکہ چہار دانگ عالم میں گاڑ دیئے گئے اور ابو سفیان اپنی ضمانت کو نہ نبھاسکا۔ اسی سال عمرو کے باپ  
عاص بن وائل سہمی نے جو شدید ترین کنہار میں سے تھا، اہ و ذرخ اختیار کیا اور ولید کے ساتھ ذرخ  
میں داخل ہوا۔

مشہور روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ  
عنها کی رخصتی ماہ شوال ۱۱ھ میں ہوئی چار شنبہ

کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ انصار کے  
مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت وہاں اکٹھی ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس دن نو سال  
تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان دنوں ہم محلہ شیخ میں بنی الحارث میں رہتے تھے،  
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی میری والدہ نے  
آکر میرے بالوں میں کنگھی کی، منہ دھویا اور مجھے کھینچتے ہوئے اس مکان کے دروازہ تک لے گئی جہاں  
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، چونکہ میں نے والدہ کے ہاتھ میں بے چینی کا اظہار کیا تھا میرا  
سانس پھول گیا۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اس تخت پر جو ہمارے گھر تھا بادشاہ کی مانند تشریف فرما دیکھا، مجھے لے  
جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی  
بیوی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے لیے اس پر اور اس کے لیے آپ پر برکت نازل فرمائے، ہمارے  
پاس دعوت ولیمہ کے لیے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی اونٹ یا بھیڑ بکری ذبح کی، ہماری عروسی کا طعام،  
دودھ کا ایک پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے بھیجا گیا تھا، عورتوں کی ایک جماعت  
کے ساتھ جو موجود تھیں اس دودھ میں سے ہم نے پیا، پھر حاضرین نے مبارک دی اور باہر چلے گئے  
اور مبارک وقت میں قرآن السعدین ہوا یعنی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
سے زفاف ہوا، اس خاص حجرہ میں جو مسجد کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا قیام کیا یہاں تک کہ اسی جگہ آپ  
کا وصال ہوا۔

فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح سے پہلے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ نے انسانی

شکل میں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر خواب میں دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ خواب تقدیر ربانی کے موافق ہوگا تو صورتِ لطیفہ پیدا ہوگی جو وقت کے مناسب ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ ہے کہ ان کے سوا کوئی کنواری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی، دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری ازواجِ مطہرات سے ان کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کے بستر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی نازل ہوتی، دوسری ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔ سورہ نور میں سترہ آیات ان کی برأت میں نازل ہوئیں چنانچہ اس کی تفصیل انشاء اللہ، ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں آئے گی۔ ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے گھر میں اور آپ ہی کی گود میں قبض ہوئی، اس کی تفصیل بھی مجلسِ وفات کا حصہ ہے اور یہ کہ علم میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھیں کہ اکابر صحابہ مشکل مسائل کے حل کی خاطر ان کی طرف رجوع فرماتے، اور اسمائے روادۃ میں اسے اصحابِ سوف میں شمار کیا گیا ہے، کیونکہ ان کی روایات دو ہزار بارہ تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوبہتر متفق علیہ ہیں، چون افرادِ بخاری اور السننہ افرادِ مسلم میں ہیں چنانچہ وہ احادیث صحیحین میں ہیں۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی اور وفات کے وقت ستر سٹھ سالہ تھیں۔ پانچ، سات یا آٹھ تاریخِ کربلا میں وفات پائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

ہجرت کے اسی سال یومِ عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ یومِ عاشورہ کو بھی روزہ رکھنے کے لیے فرمایا گیا۔ روزہ رکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس روز یہودی روزہ رکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس روز فرعون کے ظلم سے نجات پائی اور قبلی دریا نے نیل میں غرق ہو گئے تھے۔ اس نعمت کے شکرانہ میں موسیٰ علیہ السلام زندگی بھر اس روز روزہ رکھتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو فرمایا کہ وہ اعلان کر

دے کر تمام مسلمان یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کریں۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے وہ اہتمام اور مبالغہ جو عاشورہ کے روزہ کے متعلق ہوتا تھا کم ہو گیا۔

اسی سال برابر ابن عمرو اور اسعد بن زرارہ جو انصاری کے نقیب تھے اور کلثوم بن الہدم، انصار مدینہ میں سے اور عثمان بن مظعون مہاجرین میں سے عالم بقا کو کوچ کیا۔ اسی سال سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں **سلمان فارسی کی آستانہ رسالت پر حاضری** کہ مجھے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اصفہان کی ایک بستی جسے جی کہا جاتا ہے کا دیہقان زادہ تھا، میرا باپ مالدار تھا اور آتش پرست تھا، جس کا نام نور خشاں تھا، مجھے انتہائی محبت کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا دن رات گھر میں آگ جلاتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، میرے باپ کی زرعی زمین تھی، جہاں وہ روزانہ کھیتی باڑی کے لیے جاتا۔ ایک روز کسی ضروری کام میں مصروفیت کی وجہ سے وہاں نہ جا سکا، اپنی جگہ مجھے وہاں بھیجا اور تاکید کی کہ میں وہاں سے جلد لوٹ آؤں۔ میں گھر سے نکلا اور باپ کے کام پر روانہ ہو گیا۔ راستہ میں میں عیسائیوں کے ایک گرجے میں پہنچا۔ گرجے سے راہبوں کی آواز آرہی تھی۔ جب میں وہاں آیا تو ایک جماعت کو دیکھا جو انجیل پڑھ رہے تھے اور کچھ نماز میں مشغول تھے۔ ان لوگوں کے اطوار مجھے پسند آئے۔ باغ اور کھیتی باڑی کے کام کو چھوڑ دیا اور اس جگہ جا ٹھہرا۔ میں نے عیسائیوں سے پوچھا یہ کیسا دین ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہے۔ مجھے اس دین کی طرف پوری رغبت ہو گئی اور عیسائیت کی محبت میرے دل میں غالب آئی اور آتش پرستی کی محبت جاتی رہی، وہ دن صبح سے شام تک میں نے ان لوگوں کے ساتھ گزارا۔ انہیں اپنی حالت بتائی۔ اس دین کے متعلق جو محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی ان پر ظاہر کی، میں نے کہا کہ مشکل یہ ہے کہ میں اس سرزمین میں اس دین سے پورے طور پر استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس کی کیا تدبیر ہے۔ انہوں نے کہا اس سعادت کی صبح افق شام سے طلوع ہوگی۔ اگر کوئی فائدہ اس طرف گیا تو ہم تجھے اس کی اطلاع دیں گے اور تمہیں اپنی مراد تک

پہنچائیں گے۔ اس کے بعد جب میں گھر پہنچا، میں نے دیکھا کہ میرا باپ بہت غمگین ہے اور تیز رفتار لوگوں کو میری طلب میں اطراف و جوانب دوڑا رکھا ہے، تاکہ میری کوئی خبر لائیں، انہیں میرا کوئی سراغ نہیں ملا تھا، اور وہ بے نیل مرام واپس آگئے تھے، جب میرے باپ نے مجھے دیکھا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ اب تک کہاں تھا؟ اور میری وصیت پر اس نے کیوں عمل نہیں کیا۔ میں نے کلیسا اور عیسائیوں کے ساتھ بات چیت اسے بتائی اور اس دین کی طرف اپنی رغبت کو بیان کیا اس بات سے وہ بہت پریشان ہوا اور اپنے دین کی خوبیوں اور ان کے دین کی برائیوں کے متعلق کچھ باتیں میرے ساتھ کہیں۔ اس نے محسوس کیا کہ میرے دل میں اس دین کی محبت اس حد تک متمکن ہو چکی ہے کہ ان باتوں سے اس آگ کو بجھانا ممکن نہیں، اور یہ آتش محبت اس طرح بھڑک رہی ہے جیسا کہ اسے پھونکوں سے بھڑکایا جا رہا ہو۔ جب میرے باپ نے میری محبت اس دین کے ساتھ اس حد تک مشاہدہ کی، اس خوف سے کہ میں راہ فرار نہ اختیار کر جاؤں۔ میرے پاؤں کو باندھ دیا اور مجھے قید کر دیا۔ میں نے پوشیدہ طور پر کسی شخص کو نصاریٰ کے پاس بھیجا کہ جب قافلہ شام کی طرف جائے مجھے اطلاع دیجئے۔ اتفاقاً ان ہی دنوں میں ایک قافلہ شام سے آیا ہوا تھا اور وہ واپس جا رہا تھا۔ عیسائیوں نے مجھے اس کی اطلاع دی، میں نے جس طرح بھی ہوسکا خود کو قید سے چھڑایا اور قافلہ کے ساتھ جا ملا اور ان کی معیت میں شام پہنچ گیا۔ میں نے ایک فاضل ترین شخص سے پوچھا۔ اس نے مجھے ایک اسقف کا پتہ بتایا جو دہلاں کنیسہ میں رہتا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنا حال بیان کیا اور دین نصاریٰ کے ساتھ رغبت اور عیسیٰ علیہ السلام کی ملت کے ساتھ محبت اس کے سامنے بیان کی۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے اپنی خدمت میں رکھے اور شریعت عیسوی کی تعلیم دے۔ اس نے میری درخواست کو قبول کر لیا اور مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ یہ وہ شخص تھا جو لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دلاتا لیکن مہتمول اور ارباب ثروت اسے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیے جو کچھ دیتے، اس میں سے ایک دمڑی بھی غریبوں اور مستحقین کو نہیں دیتا تھا، تمام دولت خود رکھ لیتا، یہاں تک کہ درہم و دینار کے سات مثکے بھر لیے تھے، اسی وجہ سے اس کے خلاف میرے دل میں نفرت پیدا ہو گئی۔ اسقف فوت ہو گیا، لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کرنا چاہی۔ میں نے ان کے سامنے اس کی معاشی حالت بیان



کی، انہوں نے پوچھا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا، میں عیسائیوں کو اس کے خزانہ پر لے گیا، اور وہ سونے کے سات ٹنگے انہیں دکھائے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ ہم اس شخص کو دفن نہیں کریں گے۔ اسقف کو انہوں نے پھانسی پر چڑھایا اور سنگسار کیا۔ ایک شخص کو اس کی سزا پر بٹھایا جو کہ بہت عابد و زاہد، نیک اور عبادت گزار تھا، اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی، کچھ عرصہ میں اس کی خدمت میں رہا۔ اس فانی دنیا سے رحلت کے وقت میں نے اسے کہا، اتنا عرصہ میں آپ کی خدمت میں رہا، اب آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں، کہنے لگا، ایک شخص کے سوا جو موصل میں رہتا ہے۔ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو راہِ مستقیم پر قائم دنیا سے دور اور آخرت کی طرف مائل ہو۔ مجھے اس نے اس کا نام و نشان بتایا پھر وہ فوت ہو گیا۔ جب ہم اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو میں موصل کو روانہ ہو گیا۔ وہاں میں نے اس زاہد کو تلاش کر لیا۔ اس سے میں نے کہا کہ فلاں زاہد نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ اس نیک بخت نے میری درخواست کو بسر و چشم قبول کیا اور مجھے اپنی مصاحبت سے سرفراز کیا، وہ بھی بہت ہی نیک و پارسا شخص تھا۔ کچھ عرصہ اس کی خدمت میں گزارا، اس نے بھی داعی اجل کو بلایک کہا، آخری وقت میں میں نے اس سے عرض کیا کہ مجھے اس شخص کے سپرد کیجئے جس کی پرہیزگاری ستمہ اور زیور درع و تقویٰ سے آراستہ ہوتا کہ میں اس کی خدمت پر کمر بستہ رہوں۔ زاہد موصلی نے کہا، قسم بخدا! مجھے فلاں شخص کے سوا جو نصیبین میں رہتا ہے، کوئی شخص ایسا معلوم نہیں جو اس طرح زندگی گزارتا ہو۔ اس کے کفن و دفن کے بعد میں نصیبین کی طرف چل دیا۔ اور اس مرد صالح کو تلاش کر لیا۔ اس سے بھی میں نے اپنی مجلس میں رکھنے کی درخواست کی، اس نے بھی مجھے اپنی ملازمت میں رکھنا قبول کر لیا۔ جب اسے بھی موت کے بے رحم ہاتھوں نے آدوچا۔ حسب دستور سابق شیخ نصیبین سے بھی وہی درخواست کی، مجھے اس نے ولایت روم کے ایک شہر عموریہ میں ایک اسقف کا پتہ بتایا۔ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد میں عمورہ پہنچا اور اس ملک کے اسقف کی خدمت میں صورتِ واقعہ پیش کی۔ اس نے بھی مجھے اپنی مجلس میں رکھنا قبول کر لیا، ایک مدت تک اس کی صحبت میں رہا۔ تزع کے وقت میں نے اس سے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں۔ اس نے کہا مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی زندگی میری مرضی کے مطابق گزرتی ہو۔ لیکن پیغمبرِ آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ وہ ملتِ ابراہیم کے احیاء

کی خاطر مبعوث ہوں گے، عرب کے ملک میں پیدا ہوں گے اور اپنے وطن سے نخلستان کی طرف ہجرت کریں گے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ ان کی علامات میں سے یہ ہے کہ صدقہ نہیں کھائیں گے لیکن ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ ایک اور نشانی یہ ہے کہ ان کے دو کندھوں کے درمیان نہر نہوت ہوگی۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عموریہ میں میں ایک کام کرتا تھا جس سے میں نے چند گائیں اور بکریاں حاصل کر لی تھیں، استغف کی وفات کے بعد میں نے بنی کلب کے ایک قافلہ سے ملاقات کی، ان سے درخواست کی کہ وہ میری گائیں اور بکریاں لے لیں اور مجھے سرزمین عرب میں پہنچادیں۔ انہوں نے میری درخواست قبول کر لی۔ میں اس قافلہ کے ساتھ چل دیا جب ہم دادی ام القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھے عثمان اشہلی یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ وہاں کھجوروں کا باغ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ پیغمبر موعود کی ہجرت گاہ ہی جگہ ہوگی، لیکن میں مطمئن نہیں تھا۔ میں خدمت میں مصروف رہتا۔ اسی اثنا میں اس کا چچرا بھائی مدینہ سے آیا اور مجھے خرید کر مدینہ میں لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو خدا کی قسم مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں نے اس ملک کو پہلے دیکھا ہوا ہے۔ انہیں دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اتفاقاً ایک روز میں ایک درخت پر کام کر رہا تھا، میرا مالک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چچرے بھائی نے آکر کہا خدا اوس و خنزرج کو ہلاک کرے۔ قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب تھا کہ فرط مسرت سے درخت سے نیچے گر پڑتا، میں درخت سے اترا، میں نے پوچھا تم نے کیا کہا ہے

سُخِنَ تَنْقِي وَبُرُوي دِل وَهَشَّ اَز سَلْمَانَ چہ شود بار دگر گوئی و جاں ہم ببری  
میرے مالک نے غضبناک ہو کر میرے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا تجھے ان فضول کاموں سے کیا سرکار د تو اپنا کام کر۔

القصہ جب رات ہوئی اور اس نے صومعہ نشینان زادیہ خاک پر تاریکی کے پرے ڈال دیئے۔ میں نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور قبا میں گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

میں حاضر ہو کر آپ سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا، آپ اصلاح کی خاطر تشریف لے جا رہے ہیں اور ضرورت مند غریبوں کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ ہے۔ یہ کھجوریں بطور صدقہ لایا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں کو فرمایا، کرم کھاؤ، لیکن خود کچھ بھی تناول نہ فرمایا میں نے اپنے دل میں کہا، اسقف کی بتلائی ہوئی نشانیوں میں سے ایک ہے، پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی مجلس ہمایوں سے اپنے گھر واپس آ گیا، جب دوسری رات نے تاریکی کا پردہ دن کی سفیدی پر ڈال دیا، میں نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر

ہوا اور عرض کیا کہ یہ بھریہ ہے جو میں نے آپ کے لیے ترتیب دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ میں نے دل میں کہا، یہ نشانی بھی

درست نکلی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیس افراد تھے اور ایک روایت میں ہے کہ پچیس افراد تھے اور جو کھجوریں میں لے کر گیا تھا

انہیں میں نے گنا ہوا تھا وہ پچیس تھیں، جب وہ تناول فرما چکے تو میں نے چپکے سے ان کی گٹھلیاں جمع کیں، انہیں شمار کیا تو وہ ہزار تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مکرر، سہ کر رہی اس

مجلس میں امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیض اتار کر میرے سر کو بوسہ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر وہ لباس انہوں نے مجھے پہنا دیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری

مرتبہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قبرستان جنت البقیع میں ایک صحابی کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے رخِ انور کے سامنے آیا اور سلام کیا پھر آپ کی پشت مبارک کی طرف آیا تاکہ مہرِ نبوت کو دیکھوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرست سے معلوم کر لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں، فی الحال

آپ نے چادر مبارک اٹھادی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دو شمعے تھے دونوں کو درست مبارک سے اٹھا دیا، جب میری نگاہ مہرِ نبوت پر پڑی، میں نے بڑھ کر اسے بوسہ دیا اور رو پڑا

اور کہا اشھدان کا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوٹ جاؤ، میں لوٹ گیا اور آپ کے چہرہ انور کے سامنے آیا اور اپنی سرگذشت بیان کی آپ نے حیرت و تعجب کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوئی کہ اصحاب رضی اللہ عنہم

میرے حالات کوششیں، میں اپنے حالات بیان کرتا رہا اور صحابہ کرام سنتے رہے۔ ارباب سیر اور مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں چونکہ غلامی کی رسی تھی، خداوندِ حقیقی کی عبودیت کے باوجود اپنے مجازی آقا کی خدمت میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے آباؤ اجداد سے دور رہے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سلمان! اپنے آپ کو اس آقا سے آزاد کروادو، میں نے اپنے مالک سے درخواست کی کہ مجھے مکاتب کر دے، بڑے اصرار کے بعد وہ اس بات پر راضی ہوا کہ میں اس کے لیے تین سو کھجوروں کے پودے لگا کر اس وقت تک ان کی پرورش کروں جب کہ وہ بار آور ہو جائیں یا چالیس اوقیہ سونا ادا کروں، تو اس کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال کا علم ہوا، اپنے صحابہ سے آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میری مدد کرنے میں مصروف ہوئے۔ انہوں نے تین سو پودے مجھے دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مکمل ہو جائیں مجھے اطلاع دو، میں بتایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کوئی بھی خطا نہ گیا، ایک کے سوا جسے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا، تمام پورے پھل لے آئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پودوں کے گرد پھرے تمام کو کھجوروں سے لدا ہوا دیکھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پودے کو دیکھا اور فرمایا ما بال هذا النخلۃ، اس درخت کو کیا ہوا، اس پر پھل نہیں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسے میں نے لگایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمت کا عمل پیغمبر کے عمل کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پودے کو اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ دوسرا پودا لگایا، اسی وقت اس پر کھجوروں کے خوشے لٹکنے لگے اور اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا راز شاخ و برگ سے ظاہر ہو گیا۔

القصد اس نخلستان کو اپنے آقا کے سپرد کیا، چالیس اوقیہ سونا باقی رہ گیا تھا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے میں کہاں سے ادا کروں گا، اسی اثنا میں بیضہ مرغ کے برابر زرخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت سے لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ مکاتب فارسی کے کام کا کیا بنا، مجھے اپنے پاس طلب فرمایا اور فرمایا یہ لے لو اور جو مال تم نے

ادا کرنا ہے اس میں سے ادا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے چالیس اوقیہ سونے کی ضرورت ہے اور یہ مقدار اس کام کے لیے کافی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے انڈے کو پکڑا اور مجز نشاں زباں مبارک کو اس پر پھیرا اور اس پر برکت کی دعا کر کے پایا، اسے لے لو جو کچھ تم پر واجب ہے خدا تعالیٰ اسی سے اسے ادا کر دے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب میں نے سونے کے انڈے کو ٹولا تو وہ پورے چالیس اوقیہ تھا کم نہ زیادہ۔ میں نے اپنے آقا کو دیا اور غلامی کی قید سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد غزوہ خندق اور باقی غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور خلوص نیت سے آنحضرت صلی اللہ کی خدمت کرتا رہا، یہاں تک کہ ولو كان بالمدائن معلقاً بالبر بالباله رجل من هؤلاء وانشادہ الی المسلمان کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ان کو بڑا مقام و مرتبہ حاصل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب و عجم میں جو لڑائیاں ہوئیں اکثر و بیشتر ان میں شریک رہے۔ جب لشکر اسلام نے یزدجرد کو شکست دے دی اور اسے سلطنت سے نکال باہر کیا اور مدائن کو قبضہ تصرف میں لائے تو مدائن اور گردنواح کی حکومت سلمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی۔ شاہِ عجم کی حکومت انہیں حاصل ہوئی۔ بقیہ زندگی اسی جگہ حکومت کرتے رہے آخر کار ۳۳ھ مدائن ہی میں جنت الفردوس کو سدھارے اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا سے مشرف ہوئے۔

سیرت کی کتابوں میں سلمان فارسی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات اور غلامی کی قید سے رہائی کے متعلق دوسری روایات بھی آئی ہیں۔ اس کتاب میں ان سے تعرض چونکہ طوالت کا باعث تھا، اس سے ہم نے زبان قلم کو روک لیا، ان سے واقفیت بہم پہنچانا بمسوط کتب کے سپرد کر دیا۔

سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں غلام کی حیثیت سے سترہ لوگوں تک پہنچا، ان کی عمر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض علماء نے چار سو سال لکھی ہے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ انصار و مہاجرین میں سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ بہرگروہ اسے اپنی طرف منسوب کرتا، کہتا کہ یہ ہم میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا، السلامان منا اهل البیت، سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

باب سوم

## دوسرے سال کے واقعات

اس سال کے ماہ شعبان میں رمضان المبارک  
رمضان کے روزے فرض ہوئے

عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحرا میں تشریف لے گئے اور نماز باجماعت ادا کی۔

علمائے حدیث اور ماہرین فن سیرت رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ  
تحویل قبلہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سولہ یا سترہ مرتبہ یہودیوں کی

تالیف قلوب کی خاطر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرا، اسی  
دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں یہودیوں کی یہ بات پہنچی کہ "عجیب بات

ہے کہ محمد ہماری ملت میں ہمارا مخالف اور قبلہ میں موافق ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ  
بات ناگوار معلوم ہوئی۔ کیونکہ ان کی یہ بات ان کے عناد اور نفاذ پر اصرار پر دلالت کرتی تھی۔

لا محالہ بیت المقدس سے قبلہ کو تبدیل کروانے کی کوشش کرنے لگے۔ آپ کو اُمید تھی کہ اس  
سلسلہ میں وحی نازل ہوگی۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی سلمہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم

کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ دوسری رکعت میں جبرائیل علیہ السلام نے آیت کریم  
قَدْ نَرَى نُقُوبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَارِدِي۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں ہی اپنا رخ کعبہ کی

طرف موڑ لیا۔ مقتدیوں نے بھی موافقت کی اور نماز کو اسی طرح پورا کیا۔ وہ مسجد ذوالقبلیتین  
سے طقب ہوئی۔ جب طویل قبلہ اپنوں اور بیگانوں نے سنی ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق

باتیں کرنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ بعض

دوسرے یہودی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن کی یاد آگئی۔ مشرکین کہتے کہ محمد اپنی دین و ملت میں حیران و متحربے نہیں جانتا کہ کیا کہے اور کیا کرے، متبعین کہتے اپنے قبیلہ سے روگردانی کا کیا سبب تھا؟ یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے پہلے گروہ کے متعلق آیت نازل فرمائی،

سَيَقُولُ الْمَسْهُمَانِ النَّاسِ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَا قَالُوا عَلَيْهِمْ أَقْبَلُ اللَّهُ الْمَشْرُقِ وَالْمَغْرِبِ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ الْإِلَهَ صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ۔ اور کہتے ہیں کہ حجی بن اخطب یہودی اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے کہتے کہ جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کیں درست تھیں یا گمراہی کے قبیل سے تھیں؟ اگر ہدایت تھی تو تم ہدایت سے پھر گئے اور اگر گمراہی تھی تو تم گمراہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے ہاں تقرب کے متلاشی ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں جواب دیا کہ ہدایت خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں ہے، اور گمراہی اس کے حکم کی مخالفت میں ہے، یہودیوں کی ایک اور جماعت نے کہا ان لوگوں کے متعلق تم کیا کہتے ہو جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے جیسے اسعد بن زرارہ، مرار ابن مغرور اور کلثوم بن الہدم، ان کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ان دوستوں اور رشتہ داروں کی نماز کے متعلق استفسار کیا جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آیت بھیجی مَا كَانَ اللَّهُ لِيَضِيعَ بَقِيَّةُ صَلَواتِكُمْ اِلَىٰ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔

ابوسعید خزری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور مسجد کی دیواروں میں تبدیلی کی۔ موجودہ دیوار کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی اور اس کے قبلہ کو کعبہ کی طرف درست کیا۔ شنبہ کے روز اکثر مسجد قبا میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے، فرمایا کرتے جو شخص کامل وضو کرے اور مسجد قبا میں آکر نماز ادا کرے اسے عمرہ کا ثواب حاصل ہوگا۔

ہجرت کے دوسرے سال ماہ رجب یا سفر میں ان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح دوپاک مہینوں کے درمیان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح عمل میں آیا اور اسی ماہ زحاف بھی ہوا۔ اہل سیر نے اپنی کتابوں میں اس واقعہ کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں جن میں سے بعض محل ہیں اور بعض مفصل، مؤلف کتاب نے

شیخ ابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی کی کتاب صقوة الصفاہ سے اخذ کی ہے، کیونکہ یہ سب روایات سے زیادہ جامع تھی، لامحالہ اسے ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ام سلمہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عہد طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش نکاح کا پیغام دینے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا اظہار فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے بھی یہی جواب سنا۔ ایک روز امیر المؤمنین ابوبکر، عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش نے حضرت بتول کے لیے نکاح کا پیغام دیا لیکن قبول نہیں ہوا، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک پیغام نہیں دیا اور اس امر کا اظہار بھی نہیں کیا۔ امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکاوٹ صرف مال کی کمی ہے، یعنی فقیر ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ خدا اور اس کا رسول اس کے نکاح پر رضامند ہیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعید اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میرے ساتھ موافقت کرتے ہو کہ ہم علی رضی اللہ عنہ سے ملیں اور اسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں۔ اگر تنگ دستی اور فقر کی وجہ سے معذرت کرے تو اس کی امداد کریں۔ سعید نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو امور خیر کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے، اے ابوبکرؓ چلیے، ہم تینوں آپ کے ساتھ ہیں تینوں بزرگوار، مہاجرین و انصار کے سردار، حضرت سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے حیدر گڑار کی تلاش میں نکلے۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو ایک انصاری کے نخلستان میں لے گئے تھے اور پانی پلا رہے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تینوں بزرگوں کو دیکھا ان کے استقبال کو آگے بڑھے اور خیر خیریت دریافت کی۔ امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! نیکی کی کوئی ایسی نخلت نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور



آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ کوئی شخص اس میں شریک و  
 ذلیل نہیں۔ اکابرین و اشراف قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دیا لیکن شرف قبولیت  
 حاصل نہ کر سکے اور میرا گمان ہے کہ اسے آپ کے لئے روک رکھا ہے، آپ پیغام کیوں نہیں دیتے۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو رو پڑے۔ فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آگ کو  
 نہ بھڑکائیے جسے میں نے بڑے تکلف سے تسکین دی ہے۔ آپ مجھے اس رغبت کی یاد دلاتے ہیں  
 تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی شخص کو ایسی رغبت نہیں ہے جیسی مجھے ہے لیکن میرے لئے  
 تنگدستی مانع ہے۔ میں یہ بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن ایسا مت  
 کہیے، خدا اور رسول کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں، تنگدستی اور قلت مال کسی حیثیت سے بھی  
 اس گنگو کے لئے رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اذن پر کہ  
 کھولا اور اس کی مہار کو پکڑ کر گھر لے گئے اور باندھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے  
 لئے گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے گھر تشریف لائے ہوئے تھے، جب شاہ  
 مردان نے دروازہ کھٹکھٹایا، ام سلمہ نے پوچھا کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے  
 ام سلمہ اٹھو اور دروازہ کھول دو، فہذا رجل یحب اللہ ورسولہ دیجاہ، یہ وہ مرد ہے  
 جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہ نے  
 عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ گواہی دیتے ہیں۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ  
 رضی اللہ عنہ ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اچھل پڑی اور ایسی بھاگی کہ قریب تھا کہ منہ  
 کے بل گر پڑوں۔ میں نے دروازہ کھول دیا، خدا کی قسم وہ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب  
 تک میں اپنے حرم خانہ میں نہ چلی گئی، پھر وہ آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام یا ابا الحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور انہیں اپنے  
 پاس بٹھالیا۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے جس طرح کہ کوئی شخص  
 ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 اے علی! میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کے آرزو مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کرتے ہو،

جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو، تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ حضرت امیرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو علم ہے کہ بچپن سے ہی آپ نے مجھے اپنے والد ابوطالب اور ان کی بیوی بنت اسد سے اپنی ملازمت کے لیے مخصوص فرمایا مجھے ظاہری و باطنی تربیت سے سعادت بخشی اور یہ احسان و شفقت جو اپنے متعلق میں نے آپ سے مشاہدہ کی اپنے والدین سے اس کا عشر عشریہ بھی ملاحظہ نہیں کیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنجناب کی برکت سے مجھے اپنے آباؤ اجداد کے باطل پن سے نجات دی اور دین تویم اور صراط مستقیم تک پہنچایا۔ میری عمر و زندگانی کا ذخیرہ اور عیش و کلامانی کا سرمایہ آپ ہی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جبکہ خدمت و سعادت کی دولت کی امداد سے میری عزت و تمکین کے بازو قوی ہو گئے ہیں اور دو عالم کی فوز و فلاح اور خیر و بھلائی مجھے حاصل ہے۔ میرے دل میں یہ تمنا منقش ہو گئی ہے کہ میرا کوئی گھر بار نہیں اور نہ ہی کوئی بیوی ہے جو محرم راز اور نمونہ جاں فگار ہو اور عرصہ سے میری خواہش تھی کہ فاطمہؓ کے لیے پیغامِ دوں لیکن گستاخی کے خیال سے بچکچکا رہا تھا، یا رسول اللہ! کیا ایسا ممکن ہے، ام سلمہؓ کہتی ہیں، میں دُور سے دیکھ رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین میں دمک اٹھی، مسکرا کر فرمایا، اے علی! بگھر لیو ضروریات کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ۔ حضرت امیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے دوست اجاب میں سے کوئی شخص میرے حالات سے اس قدر واقف نہیں جیسا کہ آپ واقف ہیں اور آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میرے پاس ایک تلوار، زہہ اور ایک اونٹ ہے، آپ جیسا حکم فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کے لیے مستعد رہتے ہو، اور اونٹ تمہاری سواری اور راستہ طے کرنے کا ذریعہ ہے، وہ بھی ضروری ہے۔ میں تیری طرف سے زہہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے ابوالحسن تجھے بھی بشارت ہو کہ یقیناً حق تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا عقد آسمان میں باندھ دیا ہے تیرے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے میرے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس کے بہت سے چہرے اور بال و پرتھے سلام کہا اور کہا ابشر بجمع و طہارت النسل، میں نے اس سے سوال کیا، اے ملک اس بشارت اور طہارت نسل سے کیا مراد ہے۔ اس نے کہا میں سطاہیل فرشتہ ہوں، تو ائم عرش میں سے ایک پر موکل ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے آپ تک نحو شنبغری پہنچانے کی اجازت فرمائی اور

یہ جبرائیل علیہ السلام میرے عقب میں آرہے ہیں۔ واقعہ کی تفصیل وہ بیان کریں گے۔ سپٹائیل یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ انہوں نے سلام کیا اور جنت کے ریشم سے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جس پر نور سے دو سطریں کھئی ہوئی تھیں، میں نے پوچھا، اے بھائی جبرائیل علیہ السلام یہ خط ہے، اس مکتوب کا مضمون کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، اے محمد! حق تعالیٰ نے آپ کو مخلوقات سے منتخب فرمایا اور آپ کے لیے ایک بھائی اور ساتھی چنا، فاطمہ کو اسے دیدے اور اسے اپنی دامادی کا شرف بخشے، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کے جسم پر میری اخوت کی ضلعت چست و درست بیٹھی ہے۔ فرمایا آپ کا دینی بھائی اور نسب کے اعتبار سے آپ کے چچا کا بیٹا، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ ہیں، جس کا نکاح حق تعالیٰ نے آسمان پر اس طرح باندھا کہ تمام بہشتوں کو حکم دیا کہ وہ آراستہ و پیراستہ ہو جائیں اور حورین کو وحی بھیجی کہ وہ زیورات سے مزین ہو جائیں، شجرہ طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ پتوں کی بجائے ضلعت فاخرہ پہنے، پھر حکم فرمایا کہ آسمانوں کے فرشتے چوتھے آسمان میں بیت العمور کے نزدیک جمع ہو جائیں اور وہ منبر جو منبر کرامت سے موسوم ہے اور آدم علیہ السلام نے اس پر خطبہ پڑھا ہے، وہ نور سے ترتیب دیا ہوا منبر ہے بیت المعمور کے سامنے رکھا، پھر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو جس کا نام اجیل ہے وحی بھیجی، اس نے منبر پر آکر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، فرشتوں میں فصاحت و بلاغت، لطائف لفظی اور حسن صوت میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں، اس کی خوش گفتاری اور حسن صوت سے آسمان جھومنے لگے۔ پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ جبرائیل کی طرف وحی بھیجی کہ اے جبرائیل میں نے اپنی کینز فاطمہ بنت محمدؑ کا عقد اپنے بندے علی بن ابی طالب سے باندھ دیا ہے تو بھی ملائکہ کے درمیان اس انعقاد کو مستحکم کر۔ میں نے بھی خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کی تائید میں ان کا نکاح باندھا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا۔ اور تمام صورت واقعہ کو اس ریشم کے ٹکڑے پر لکھ کر فرشتوں کی گواہی سے اسے مضبوط کیا اور آپ کی خدمت میں لایا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی خدمت میں اسے پیش کر دوں۔ پھر مشک سے اس پر مہر لگا کر جنت کے خازن رضوان کے سپرد کر دوں۔ جب یہ عقد مبارک منعقد ہو گیا، حق تبارک و تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے زیورات اور لباس سہائے فاخرہ کو بچھا کر لے اور فرشتے، حوریں، غلمان و ولدان ان کو لوٹ لے جائیں اور ایک دوسرے کو ہلایا اور تحائف دیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو ایک جھنڈا بنا کر علیؑ کو مرحمت فرمایا اور مدینہ میں زید بن حارث کو بطور خلیفہ متعین فرمایا اور خود اپنے اصحاب کے ساتھ نکل پڑے۔ حتیٰ کہ بدر کے نواح میں وادی صفورن تک جا پہنچے۔ اس وجہ سے اسے غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ جب اس موضع میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کزروہاں سے گزر چکے ہیں لہذا وہاں سے مراجعت فرمائے مدینہ روانہ ہوئے۔

گیارہواں واقعہ :- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبداللہ حبش اسدی (۸۰) آدمیوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مثل سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن حصین اسدی، عقبہ بن غزووان، ابو خلیفہ عقبہ بن ربیعہ، سہل بن بیضا، عامر بن ربیعہ، داؤد بن عبداللہ اور خالد بن بکر کی ہمراہی میں چل پڑے۔ ان کے پاس ہر دو آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور اسی سریرہ میں عبداللہ حبش امیر المؤمنین کے لقب سے موسوم ہوا۔ حضور نے ان کو ایک کاغذ لکھ کر دیا اور ایک جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس مکتوب کو نہ پڑھا جائے اور نہ اسے دیکھا جائے جب تک کہ دو روز نہ گزر جائیں۔ جب دو روز گزر جائیں تو رقعہ کو کھول اور اپنے دوستوں کو پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس پر عمل کر۔ عبداللہ نے دو روز کے بعد کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ عبارت درج تھی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد ! تو چلتا جاؤ لے تعالیٰ کے نام اور برکت سے اور جب تو اپنے دوستوں کے ساتھ نخلہ کے وسط میں اتر پڑے تو اس جگہ تو قریش کے قافلہ کا منظر رہے، شاید کہ اس قافلہ سے تجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ جو جانا چاہے جائے اور جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے۔“ جب عبداللہ اس رقعہ کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس رقعہ کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ میں بطن نخلہ جا رہا ہوں اور تم میں سے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جو شہادت کا خواستگار ہو وہ آئے اور جو لوٹ جانا چاہے وہ لوٹ جائے۔ میں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کے مطیع فرمان ہیں تو ہمیں جہاں لے جانا چاہیے لے جا، ہم تیری مخالفت نہیں کرتے۔ اس راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن غزووان نے اس اونٹ کو جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے، گم کر دیا اور عبداللہ بن حبش کی اجازت

علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ڈھال مقرر ہوا ہے۔ میں اس پر راضی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیجئے اور اس پر گواہ رہیئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس طرح نکاح فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، بعد ازاں اطراف و جوانب سے باریک اللہ فی جمع شہما، کی آواز آئی، خدا تعالیٰ تمہارے میان اتفاق اور برکت پیدا فرمائے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی یہ ڈھال لے جا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی، اور ایک روایت میں ہے کہ چار سو اسی درہم میں فروخت کی۔ وہ بہت عمدہ ڈھال تھی، تلوار اس پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی تھی، جب ڈھال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور قیمت وصول کر لی تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا ابالحسن! آپ اس ڈھال کے زیادہ مستحق ہیں میں یہ ڈھال آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں، شاہ مردان چونکہ خود بھی سخی تھے جب انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کو دیکھا، شکر یہ ادا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے، ڈھال بھی اور درہم بھی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کے متعلق فرمایا۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ان درہم میں سے مٹھی بھر درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کے لیے دیئے۔ اور سلمان اور بلال رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ اگر زیادہ بوجھ بن جائے تو اٹھالائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے، میں نے گنا تو تین سو ساٹھ درہم تھے۔ ان تمام سے میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان خریدیا، ایک مصری گدیلہ جو پشم سے بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدیلہ جس میں کھجور کے پتے تھے، عبا، خیرب، چند مٹی کے برتن اور ریشم کا ایک پردہ تھا، یہ تمام سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا آپ کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں اور یہ دعا فرمائی اللھم باریک علی القوم الخائف، اے اللہ اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

ابن جوزی کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دراہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیے تاکہ بعض دوسری ضروری اشیاء کے خریدنے پر خرچ کرے اور ایک روایت کی مطابق خوشبو کے لیے دیئے۔ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک مہینہ گزر گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اس کا تذکرہ نہیں ہوا، میں شرم کی وجہ سے ایسی بات نہیں کر سکتا تھا، لیکن اگر تنہائی میں ملاقات کا موقع ملتا تو فرماتے، نعم الزوجة زوجتك البشرا من سيدة نساء العالمین، تیری بیوی بہترین بیوی ہے تجھے خوشخبری ہو کہ یہ دنیا کی عورتوں کی سردار ہے، جب ایک مہینہ گزر گیا، عقیل جو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس عقد ازدواج کے ذریعہ ہم فرقہ الحال اور خوشحال ہو گئے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ جلد یہ کوکب اقبال برج دصال میں مقرون ہوتا کہ تمہارے دصال سے ہماری آنکھیں روشن ہوں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا بھی یہی مقصد ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، عقیل نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر لے گئے، پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاونڈی ام ایمن سے ملے، اس سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اس نے کہا، آپ کی اتنی بات ہی کافی ہے زیادہ تردد کی ضرورت نہیں، اس مہم کو میں ازدواج مطہرات کے اتفاق و تعاون سے میں پورا کر دوں گی۔ اس مہم میں عورتوں کی باتیں مردوں کے دل میں زیادہ وقع اور زنی ہوتی ہیں۔ ام ایمن نے یہ باتیں ام سلمہؓ سے کہیں اور پھر دوسری ازدواج مطہرات کے ساتھ بات کی۔ وہ تمام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ چاند کے گرد کوکب و سیارہ کی مانند جمع ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر باتیں شروع کر دیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ، ان کی امور خانہ داری میں مہارت اور مہمت مکیہ و جزیرہ کو سرانجام دینے کو یاد کیا، کہنے لگیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو فاطمہؓ کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا، خدیجہ جیسا کوئی بھی نہیں اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی، اپنے تمام مال کو مجھ پر خرچ کر دیا، خدا تعالیٰ کے دین کو قبول کیا۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی میں ہی میں نے اسے جنت کی بشارت دی جسے چاندی اور زرد سے تیار کیا گیا ہے۔ پھر ام سلمہؓ نے گفتگو کا آغاز کیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو اوصاف کمال اہل بیت کے ارشاد فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اور اسے جنت میں جمع فرمائے۔ اب آپ کا یہ چچرا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا، چاہتا ہے کہ اس کی اہلیہ جلیلہ کو اس کے پاس بھیجیں اور گہر نبوت و ولایت کو رشتہٴ اتصال میں منسک فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علیؑ نے خود مجھ سے یہ بات نہیں کی، ام سلمہ نے عرض کیا، علیؑ شرمیلا شخص ہے اس لیے اس نے اظہار نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام ایمن، جاؤ اور علیؑ کو آواز دو، ام ایمن حضرت علیؑ کی طلب میں باہر آئی، امیرؓ سر راہ منتظر تھے، پوچھا اے ام ایمن، کیا بات ہے؟ اس نے کہا، آئیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں۔ حضرت امیرؓ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور شرم سے سر جھکا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؑ اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہو، عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش و غرم مجلس سے باہر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فراش دارانی کی تزئین و تحسین کر دی اور اس کے بعد وہ دس درہم جو ام سلمہؓ کو دیئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے تاکہ ان سے کھجوریں، روغن اور پنیر خریدیں۔ حضرت امیرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے پانچ درہم کا روغن خریدا، چار درہم کی کھجوریں اور ایک درہم کا پنیر خریدا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسٹین سے دست مبارک نکالا اور چڑے کا دسترخوان طلب کیا، تمام چیزوں کو ملا کر حلیس ترتیب دیا، جس ایک طعام ہے جو تین چیزوں سے بنتا ہے۔ پھر آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؑ، باہر جاؤ جو بھی تجھے ملے اسے ساتھ لے آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے دیکھا کہ بہت سے دوست جمع ہیں تمام کو بلا لائے، پھر اندر داخل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی زیادہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دس دس آدمی آئیں اور کھانا کھائیں، اسی طرح کیا، جب حساب کیا تو سات سو مردوں اور عورتوں نے اس طعام سے کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے سب سیر ہو گئے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دعوت و لیمہ ختم ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور ان کے گھر لے گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا

کا سر اپنے سینہ مبارک پر رکھا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور فرمایا یا علیؑ نعم زوجتک، تیری بیوی بہترین بیوی ہے، اور حضرت امیرؓ کو بھی فاطمہؑ کے سپرد کیا اور فرمایا تیرا خاوند علیؑ بہترین خاوند ہے۔ پھر ان کو ان کے گھر بھیج دیا، ان کے دروازہ کے دونوں پٹ دست مبارک میں پکڑ کر خسیہ و برکت کی دعا فرمائی اور انہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کیا اور لوٹ آئے، اسماء بنت عمیس کو وہاں دیکھا کہ بلازمت کے لیے ٹھہری ہوئی ہے، پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کو زفاف کی قوت ضرور ہوتی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمات پوری کرنے کے لیے میں یہاں ٹھہری ہوئی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء خدا تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی ضروریات پوری فرمائے۔

نقل ہے کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے اور ایک روایت میں ہے کہ زفاف کا جو تھا دن بھتا، میرے اور فاطمہ کے پاس تکبیر تھا اور عبا اڑھے ہوئے تھے، جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہم نے چادر پھینک دینا چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دلائی کہ اسی طرح اپنی حالت پر رہو، تشریف لا کر ہمارے سر ہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پائے مبارک ہم دونوں کے درمیان کر دیئے۔ چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھا اور بائیں پاؤں کو فاطمہ نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بتائیں کرنے میں مصروف ہوئے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

پھر فرمایا اے علیؑ: اٹھو اور کچھ پانی لے آؤ، میں پانی لے آیا۔ آپ نے اس پر چند قرآنی آیات پڑھیں پھر فرمایا اسے پی لو اور تھوڑا سا باقی رہنے دو۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد عمل کیا، جو پانی میں نے بچا یا وہ میرے سر اور چہرے پر چھڑکا اور منہ فرمایا اذہب عنک الرجس یا ابا الحسن وطهرک تطہیراً، پھر فرمایا اے علیؑ، فاطمہ کے لیے تازہ پانی لاؤ۔ حسب سابق ان کے ساتھ بھی یہ عمل کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر بھیج دیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حالات دریافت کیے اور اس کے خاوند کے متعلق پوچھا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفات کمال سے موصوف ہے، لیکن بعض تشریحی



عورتیں ملامت کرتی ہیں کہ تیرا خاوند تو فقیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے میری پیاری بیٹی، تیرا باپ فقیر نہیں ہے اور نہ تیرا خاوند فقیر ہے۔ روئے زمین کے سونے چاندی کے تمام خزانے میرے سامنے پیش کیے گئے لیکن میں نے انہیں قبول نہ کیا اور جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاس اجر و ثواب ہے اسے قبول کیا۔ اے میری پیاری بیٹی اگر تو وہ کچھ جانتی جس کا مجھے علم ہے تو تمام دنیا تیری نظریں ذلیل و خوار ہو جاتی۔ خدا کی قسم، سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر بلحاظ اسلام تمام صحابیوں میں اول ہے، بحیثیت علم ان سب میں اعلیٰ ہے اور بلحاظ حلم ان سب سے ارفع ہے۔ اللہ نے اہل بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا، ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔ ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کر بلکہ فرمانبرداری بجالا۔ زنا بعد آپ نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو طلب فرمایا، اور انہیں بھی حضرت فاطمہؑ کے پاس خاطر کی رعایت ملحوظ رکھنے کی نصیحت فرمائی اور نرمی اور لطافت کے سلوک کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ فاطمہؑ میری محنت جگہ ہے، اس کو خوش رکھنا مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے اور پھر ان کو خدا کے سپرد کیا۔ اس کے بعد حضور صلعم اٹھنے ہی لگے تھے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میرے ذمے ہیں اور باہر کے کام حضرت علیؑ کے ذمے، کوئی کینز میری خدمت کے لیے عطا فرمائی جائے (کہ آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں) تاکہ گھر کے اہم کاموں میں میری معاون ثابت ہو، حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے خادم عطا کروں یا خادم سے بہتر کوئی شے؟ حضرت فاطمہؑ نے دریافت کیا خادم سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہر روز ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھا کر، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۳ دفعہ اللہ اکبر اس کے بعد ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ یہ سب سوکلمات ہو جائیں گے اس کے بدلے میں قیامت کے روز ہزار نیکیاں اپنے نامہ اعمال میں لکھی ہوئی پاؤگی اور اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کروگی۔ اس کے بعد آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے خدائے پاک کی کہ اس کے بعد رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی نے تادم مرگ میرے کسی حکم سے سرتابی کی اور نہ مجھے ناراضگی کا موقع دیا اور میں نے بھی کبھی ان کو ازردہ خاطر نہ کیا۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو واقعہ بیان کیا گیا وہ ابن ہشام کی کتاب صفوة الصفادہ سے ماخوذ ہے اس واقعہ کو دوسری سیرت کی کتابوں

میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے حقیقت نفس الامر کا علم خدا کا علم خدا ہی کو ہے کہتے ہیں کہ شب زفاف کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک بکری بھیجی اور انصار میں سے کسی نے چند سیر چاول پیش کئے حضرت فاطمہؓ کی شادی کا بس یہ کھانا تھا۔ اس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس مختصر عبارت میں ذکر ہوا حضرت تولیٰؓ کے چند بچے حضرت علیؓ سے اللہ نے عطا فرمائے۔ حسن، حسین، زینب، ام کلثوم، رقیہ اور محسن، اس کے بعد یہ بیمار ہو گئیں اور اسی مرض میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ حضور صلعم کے کم و بیش چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مبارک کا صحیح طور پر علم نہیں کہ کہاں واقع ہے۔ اہل تذکیر کی کتابوں میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کی زہرہ کی قیمت کا پتہ چلا کہ چار سو درہم کی ہے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تمام لوگوں کی لڑکیوں کے مہر درہم و دینار میں ہو کر رہتے ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی درہم و دینار میں ہو تو ان میں اور مجھ میں کیا فرق ہوا۔ آپ خدا تعالیٰ سے درخواست فرمائیے کہ میرا مہر آپ کی امت کی شفاعت قرار پائے۔ روایت ہے کہ حضور صلعم نے اسی طرح حضور رب میں درخواست کی اور وہ درخواست فوراً قبول ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور شیم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لائے جس پر یہ مضمون لکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تیرے والد بزرگوار کی امت کی شفاعت کو تیرا مہر مقرر فرمایا۔ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ نے اس رقعہ کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔ آخر عمر میں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ یہ رقعہ مجھ سے جدا نہ کیا جائے اور میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کیا جائے کہ جب قیامت کے روز مجھے اٹھایا جائے تو میں اس رقعہ کو حجت بنا کر اپنے باپ کی گنہگار امت کی شفاعت کروں گی

## پو تھا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد آیا

جب اصحاب باؤنفا کی معاونت اور مہاجرین اور انصار کی بھائی چارگی متحقق ہو گئی اور حضرت سید ابراہیم صلعم کی بنا۔ اہل محبت کے اتفاق سے مستحکم ہو گئی اور کافروں کے ظلم کی تیرگی حد سے بڑھ گئی تو جہاد کا حکم دیا گیا اور کلمہ دینکم و لی دین، کا حکم منسوخ ہوا اور اذن للذین یقاتلونہ بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقلیہ کا حکم اور

قاتلوہم حتی لا تکتونہ فتنہ کافرمان واجب العمل نافذ ہوا۔

واللہ یعصمک من الناس کے زہ پوش نے "انا النبى السیف" کی بنیاد رکھی اور اسی سال سے وفود اور عساکر بھیجے شروع کیے گئے۔

ارباب سیرت کی اصطلاح میں جس جنگ میں حضور خود بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ شامل نہیں ہوئے اس کو بعثت اور سریہ کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوں کی تعداد بعض کے نزدیک اسیل اور بعض کے قول کے مطابق چوبیس<sup>۲</sup> اور بعض روایتوں کے مطابق ستائیس<sup>۲</sup> ہے۔ روایتوں کی گہرائی میں نہ جائیے اور بعض دو تین غزوات کو ایک غزوہ شمار کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا مثلاً طائف، حنین، احزاب اور بنو قریظہ کے نو غزوات ہوئے اور اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے اور کفار بدر و احد، احزاب بنی قریظہ، بنی مصطلق، خیبر و فتح مکہ، حنین اور طائف کی جنگ کے لیے کم و بیش چھپن سریے بھیجے گئے۔ غزوات کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ لیکن ہم نے اس کتاب میں درج فرمایا کارو کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلا سریہ امیر حمزہ کی سرکردگی میں روانہ ہوا، جو تیسس مہاجرین پر مشتمل تھا۔ یہ قریظہ کے اس قافلہ کے لیے بھیجا گیا جو شام سے لوٹتے ہوئے مکہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کے لیے ایک سفید جھنڈا مقرر کیا گیا اور ابو مرثد غنومی اس لشکر کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے اور ارباب سیرت کی روایت کے مطابق سب سے پہلا جو جھنڈا بنا حضرت حمزہ کا جھنڈا تھا اور مسلمان سیف البحر کی جانب جو سرزمین جہنیم میں واقع ہے ساحل دریا کے قریب کفار کے سر پر جھانپے۔ وہ تین سو آدمی تھے۔ ابو جہل اپنے اہل سمیت اس میں موجود تھا۔ جب دونوں لشکروں کی مدد بھیجی ہوئی فریقین نے جنگ کا ارادہ کیا لیکن مجد بن عمر جینی نے جو دونوں گروہوں میں ذین اور ہمدیدہ شخص تھا درمیان میں پڑ گیا۔ اس نے آتش جنگ کو بجھکنے نہ دیا اور جھانکت کی راہ اختیار کی۔ ابو جہل اپنی جماعت کے ساتھ مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے گروہ کے ساتھ مدینہ واپس آگئے اور حضور صلعم کو مجد بن عمر و جینی کی صلح آفرینی کی کوششوں کی خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا اور مجد کے پاس ہدیہ بھیجا۔

چھٹا واقعہ آنسور صلعم کے چچا زاد بھائی عبیدہ بن الحارث کے زیر اثر لشکر بھیجنے کا تھا کہ جسے شیخ المہاجرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ساٹھ مہاجرین کے ساتھ اور ایک روایت کے مطابق اسی آدمیوں پر مشتمل تھا قریش کی ایک جماعت کا راستہ روکنے کے لیے بھیجا جو مکہ سے ایک مہم کی خاطر نکلے تھے، ان کے لیے سفید جھنڈا ترتیب دیا گیا اور سطح بن اثاثہ علمبردار مقرر ہوئے تھے اور بعض دوسرے اہل سیرت کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو جھنڈا اہل اسلام میں مرتب ہوا وہ یہی جھنڈا تھا۔ مسلمان کئی منزلیں مار کر اور کافی مرحلوں کے طے کرنے کے بعد مشرکوں تک پہنچے تھے۔ یہ دو سو آدمی تھے۔ ایک روایت کے مطابق مخالفین اور دشمنوں کی قیادت ابوسفیان اور ایک روایت کے مطابق علمبردار بن ابوجہل اور ایک روایت کے مطابق بکر بن حفص بن الاحنف کے سپرد تھی۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے کی جانب تیر پھینکے۔ لشکر اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے کافروں پر تیر چلایا وہ سعد بن ابی وقاص تھے۔ بتوں کے پرستار غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں کی ایک دوسری جماعت سے اپنے یار دوستوں کی اعانت کے امیدوار تھے اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کے پاس اس روز میں تیر تھے۔ اس نے اپنے تمام تیر چلائے ان میں سے ایک بھی خطا نہیں ہوا۔ یقیناً یا تو کسی شخص کے لگا یا گھوڑے خچر کو اس نے نشانہ بنایا۔ سعد کہتے ہیں کہ جب مشرکوں نے راہ فرار اختیار کی تو عبید بن الحارث سے میں نے کہا کہ مشرکوں کا تعاقب کرنا چاہیے کیونکہ وہ ڈر گئے ہیں۔ عبیدہ نے واپس ہونا مناسب سمجھا چنانچہ مدینہ لوٹ گئے۔ مسلمانوں میں سے مقباد بن الاسود اور عقبہ بن غروان تجارت کے بہانہ سے مشرکوں کی معیت میں مکہ سے چلے۔ جب دونوں فریق باہم صف آرا ہوئے تو وہ مسلمانوں سے جا ملے۔

ساتواں واقعہ: ہجرت کے اسی دوسرے سال حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زاہدوں کے مترجم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور اہل مکہ اور بنی ضمیر کے قبیلہ سے مقابلہ کے لیے مہاجرین کی ایک جماعت کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے اور مقام ودان تک آئے لیکن وہاں اہل مکہ میں سے کسی کو نہ پایا اور قبیلہ کے پیشوا ضمیر بن عمرو الضمیری کے ساتھ انہوں نے مصالحت کر لی اور پندرہ روز کے بعد اپنے وطن مالوف کو لوٹے۔ یہ پہلا غزوہ تھا جو اسلام میں واقع ہوا اور بعض روایات کے تحت غزوہ ابوار کو ان دوسریوں سے مقدم

گردانا گیا ہے کہتے ہیں یہ ہجرت کے سال دوم کے شروع یا سال اول کے آخر میں واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔

آٹھواں واقعہ: اسی ہجرت کے دوسرے سال سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے سعد بن ابی وقاص کو دیا اور دوسو مہاجرین کے ساتھ ایک دوسرے قافلے کے قصد سے چل کھڑے ہوئے جس میں اُمیہ بن خلف صحیحی بھی تھا۔ تقریباً ایک سو قریش کے سہمی اس کے ساتھ تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ ان کے ہمراہ تھے۔ واطر تک گئے مگر دشمنوں تک پہنچے بغیر واپس آ گئے۔

نواں واقعہ: اسی سال غزوہ ذوالعشیرہ واقع ہوا، اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کی صبح مبارک تک یہ بات پہنچی کہ البرسفیان قریش کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ تجارت کی غرض سے تمام جا رہا ہے۔ اس وقت حضرت حمزہؓ کو آپؐ نے ایک جھنڈا دیا اور سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو آدمیوں کے ہمراہ اور بقول بعض دو سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے چلے اور اس قافلے کے قصد سے ذوالعشیرہ پہنچے اور چند روز وہاں توقف فرمایا اور جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ قافلہ گزر چکا ہے تو بنی مدلج اور ان کے خلفاء کے ساتھ کہ جو عشیرہ کی نواح پڑاؤ ڈالے پڑے تھے صلح اور معاہدہ کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔

**کنیت امیر المؤمنین علیؑ**  
روایت ہے کہ اسی سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ابتراب کی کنیت عطا فرمائی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں غزوہ عشیرہ میں ایک کھجور کے پائیں مخوخاب تھا، اس ریگستانی سرزمین میں میرا ہتھم گرد آلود ہو گیا تھا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر ہانے تشریف لائے اور مجھے جگایا اور مجھ سے فرمایا کہ اے ابتراب اٹھ کھڑا ہو اور اس کے بعد کہا کہ اے علیؑ میں تجھے بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون ہے، فرمایا دو شخص، ایک وہ شخص جس نے صالح پیغمبر کی اونٹنی کی کوچنیں کاٹیں۔ دوسرے وہ جو تیرے چہرہ اور داڑھی کے بالوں کو تیرے خون میں ڈبو دے۔ آپ یہ کہتے جاتے تھے اور اپنا دست مبارک ان کے سر اور چہرہ پر پھیرتے جاتے تھے۔

دسواں واقعہ: اسی سال گزربن جابر زہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ ہنکا لیا گیا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو ایک جھنڈا بنا کر علیؑ کو مرحمت فرمایا اور مدینہ میں زید بن حارثہ کو بطور خلیفہ متعین فرمایا اور خود اپنے اصحاب کے ساتھ نکل پڑے۔ سچی کہ بدر کے نواح میں وادی صفورن تک جا پہنچے۔ اس وجہ سے اسے غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ جب اس موضع میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ گزرواں سے گزر چکے ہیں لہذا وہاں سے مراجعت فرمائے مدینہ روانہ ہوئے۔

گیارہواں واقعہ :- اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبداللہ حبش اسدی (۸۰) آدمیوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مثل سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن حصین اسدی، عتبہ بن غزوآن، ابو خدیفہ عتبہ بن ربیعہ، سہل بن بیضا، عامر بن ربیعہ، داقد بن عبداللہ اور خالد بن بکر کی ہمراہی میں چل پڑے۔ ان کے پاس ہر دو آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور اسی سریرہ میں عبداللہ حبش امیر المؤمنین کے لقب سے موسوم ہوا۔ حضور نے ان کو ایک کاغذ لکھ کر دیا اور ایک جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس مکتوب کو نہ پڑھا جائے اور نہ اسے دیکھا جائے جب تک کہ دو روز نہ گزر جائیں۔ جب دو روز گزر جائیں تو رقعہ کو کھول اور اپنے دوستوں کو پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس پر عمل کہہ۔ عبداللہ نے دو روز کے بعد کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ عبارت درج تھی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد ! تو چلتا جا خدائے تعالیٰ کے نام اور برکت سے اور جب تو اپنے دوستوں کے ساتھ نخلہ کے وسط میں اتر پڑے تو اس جگہ تو قریش کے قافلہ کا منظر رہ، شاید کہ اس قافلہ سے تجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ جو جانا چاہے جائے اور جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے۔“ جب عبداللہ اس رقعہ کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس رقعہ کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ میں بطن نخلہ جا رہا ہوں اور تم میں سے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جو شہادت کا خواستگار ہو وہ آئے اور جو لوٹ جانا چاہے وہ لوٹ جائے۔ میں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کے مطیع فرمان ہیں تو ہمیں جہاں لے جانا چاہیے لے جا، ہم تیری مخالفت نہیں کرتے۔ اس راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوآن نے اس اونٹ کو (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) گم کر دیا اور عبداللہ بن حبش کی اجازت

سے اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے نکلے اور باقی اصحاب طے مسافت کر کے بطن نخلہ میں جا پہنچے۔ اس اثنا میں قریش کا قافلہ جس میں عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ مخزومی اور اسکا بھائی نوفل بن عبداللہ تھے، طائف کی سواریوں پر بطن نخلہ پہنچے اور اہل اسلام سے ملاقاتی ہوئے مشرک دہم میں پڑا چاہتے تھے کہ وہاں سے بسرت کوچ کر جائیں۔ ادھر عبداللہ نے کہہ رکھا تھا کہ جب قافلہ تم تک پہنچے تو تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا سر منڈوائے تاکہ یہ لوگ خیال کریں ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اور یہ جان کر بے فکر ہو جائیں۔ عامر بن ربیعہ نے عکاشہ کا سر منڈھ دیا۔ عکاشہ نے اپنا منڈھا ہوا سر مشرکوں کو دکھایا۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ عمرہ کرنے والے ہیں لہذا اس طرف سے مطمئن ہو کر اپنے اونٹوں کو جھکھل میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور اطمینان سے کھانے پکانے میں مشغول ہو گئے تھے اور اس دن اگرچہ رجب کی پہلی تھی مسلمانوں کو شک ہو گیا کہ جمادی الآخر کے مہینہ کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی پہلی تاریخ، اور اس قافلہ سے تعرض کرنے میں بھی تردد ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار اس گمراہ قافلہ کے تریخ کرنے سے اتفاق کر کے اچانک کافروں پر حملہ کر دیا اور اہل اسلام میں سے واقد بن عبداللہ کا ایک تیر عمرو بن الحضرمی کو لگا اور اس نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قید ہوئے اور نوفل بھاگ گیا اور کافروں کا تمام مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا کافر جو مجاہدوں کے ہاتھوں مارا گیا وہ عمرو تھا اور سب سے پہلے قیدی حکم بن کیسان اور عثمان تھے جب عبداللہ حبش بطن نخلہ سے منظر منصور لوٹا اور مدینہ کے قریب پہنچا تو اپنے اموال کا پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الگ کر دیا اور باقی دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اس وقت تک نخص کے فرض ہونے کے سلسلہ میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق مال اور اسیروں کو بحفاظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے آیا۔ جب قریش مشرک صورت حال سے آگاہ ہوئے تو کہنے لگے محمد کا کام مشکل ہی چل سکے گا کیونکہ انہوں نے ماہ حرام کو حلال بنا لیا اور خونریزی اور جنگ کا حکم فرمایا۔ یوں کافروں نے مکہ کے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے طعنہ زنی شروع کر دی اور یہودیوں نے اس واقعہ سے اسلام کے لیے نال بد لیا۔ کہا گیا کہ واقد نے عمرو کو قتل کیا تو حقیقتاً یہ آگ جلانا ہے پس قریش اور محمد کے درمیان آتش جنگ

بھڑک اٹھے گی۔

جب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ تم سے میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ماہِ حرام میں لڑائی کرو۔ چنانچہ آپ نے مالِ غنیمت اور اسیروں کی تقسیم کو موقوف کر دیا اور مسلمانوں کو سرزنش کی اور اس جماعت کو نہایت پشیمانی اور سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ ان کا خیال ہوا کہ عیاذ باللہ اللہ کی پکڑ اور عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ كَبُرُوا عن سبيل الله وكفروا به والمسجد الحرام واخراج اهلہ اکبر عنہ اللہ والفتنة اکبر من القتل یعنی مشرکین مکہ کا فتنہ اور ان کا اہل ایمان کو عذاب دینا تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں، ابنِ الحنفی کے قتل سے بہت بڑھ کر ہے۔ پس اس آیت کے نزول سے عبد اللہ جش اور اس کے دوستوں نے غم سے نجات پائی اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غم سے نجات قبول فرمایا۔ بقیہ کی تقسیم جو عبد اللہ نے کی تھی اسی طرح برقرار رکھی گئی اور ایک روایت یہ ہے کہ کہتے ہیں وہ مال اسی طرح موقوف رہا یہاں تک کہ بدر کے غنائم تقسیم ہوئے۔ اہل مکہ نے ان دو قیدیوں حکم اور عثمان بن عبد اللہ کے لیے دغابہ کو مدینہ بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دو صحابی سعد بن وقاص اور عقبہ بن غزوہ ان اپنے گندہ اونٹ کی تلاش میں نکلے ہیں اگر وہ سلامتی کے ساتھ مدینہ لوٹ آئیں تو ہم تمہارے قیدیوں کو واپس کر دیں گے ورنہ ہم ان کے معاوضہ میں ان کو قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد جب یہ دونوں صحیح سالم مدینہ آ پہنچے تو رسول صلعم نے حکم بن کیسان کو اسلام کی دعوت کی۔ وہ مسلمان ہو گیا اور بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوا لیکن عثمان بن عبد اللہ اسی طرح کفر کی حالت میں مکہ لوٹ گیا اور وہاں حالت کفر میں اس کی موت واقعہ ہوئی۔

بارہواں واقعہ: یہ واقعہ بدرِ کبریٰ کے غزوے سے تعلق رکھتا ہے کہ جو ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوا۔ چونکہ یہ واقعہ واقعاتِ کلیہ سے متعلق ہے لہذا ارباب سیر نے اس واقعہ پر تفصیل سے بات چیت کی ہے پس لامحالہ ایک باب غزوہ بدرِ کبریٰ پر ترتیب دیا گیا جو کئی فصلوں اور واقعات پر مشتمل ہے۔



## واقعاتِ بدر

### جنگِ بدر کے ابتدائی حالات

**فصل اول** بدر ایک ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں ایک شخص بدر نامی نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گڑھا کھود کر اپنی رہائش اختیار کر لی تھی۔ اس غزوہ کا حال یوں ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے چاہا کہ اعلیٰ کلمۃ الحق ہو اور کفر و ظلمت کا خاتمہ فرمائے تو اس وقت مشرکین مکہ کی ایک جماعت کافی مال و متاع کے ساتھ ملک شام کو روانہ ہوئی۔ مشرکین اور گمراہوں کا امیر کاروان البرسیان تھا اور عمرو بن العاص بھی ان کے ہمراہ تھا۔ کاروان کے شام کی طرف روانہ ہونے کی خبر حضرت رسالت پناہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ذوالعسیرہ کے قافلہ کے قصد فرمائے تھے اتفاق سے وہ قافلہ وہاں سے گزر چکا تھا اور آپ لوٹ آئے جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔ اس اثناء میں حضور کے خاطر مبارک میں یہ خیال آیا کہ ان ذلیل کافروں کی آتشِ جرات کافروں کو ناہتمشیر بُراں کو جنبش میں لائے بغیر ممکن نہیں اور اس مقصد کا حصول لشکر و حشم کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس ضرورتاً ظالموں کے مال سے تعرض کیا جا سکتا ہے جو مجاہدوں کے لیے حلال اور جائز ہے۔ لہذا فتح و نصرت کا دروازہ ان کی فتوحات کی چابیوں سے کھولا جانا چاہیے۔ بنا بریں طلحہ بن عبداللہؓ اور سعد بن زیدؓ کو اس تیرہ باطن قافلہ کی ملک شام میں مصروفیات کی تحقیق و تفحص کے لیے مقرر فرمایا تاکہ وہ دوبارہ اس گروہ کی طرف توجہ کی جائے اور فتح حاصل ہو۔ حضرات طلحہ و سعید نے اس جماعت کا تعاقب کیا اور منزلیں طے کر رہے ہوئے دیکر کشتہ جبینی نامی شخص کی اراضی کے پڑوس میں اتر پڑے۔ کشتہ شراط ضیافت بجالایا اور مہنائوں کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ آ پہنچا اور کشتہ سے ملاقات کی اور اس کا حال احوال دریافت کیا اور اس سے پوچھنے لگے کہ اس موقع پر تونے کسی جاسوس کو نہیں دیکھا کشتہ نے ان دو دوستوں کا حال ان سے چھپائے اور ان کو ان کی نظروں سے بہت اوجھل کر دیا چونکہ یہ قافلہ اہل اسلام کی طرف سے بہت خوفزدہ تھا۔ لہذا جلدی سے اس مرحلہ

سے کوچ کر گیا اور ان کے کوچ کرنے کے موقع پر طلحہ و سعید نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر قافلہ کے مال و منال اور سامان و اسباب کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد کشدان کے ہمراہ ذوالحجہ تک آیا اور انہیں ایک خطرناک مقام سے گزار دیا۔ پس طلحہ و سعید دن رات بھاگ بھاگ اڑے چلے جا رہے تھے تاکہ ان کی خبر رسول حضرت ذوالجلال کو پہنچائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو آنسو و صلعم بدر کو تشریف لے جا چکے تھے جب دونوں دوستوں نے مرکز نبوت کو وجود حضرت رسالت صلعم سے خالی پایا تو فوراً نور لقین کا مشاہدہ کرنے والے مجاہدین کے تعاقب میں چل پڑے۔ لیکن اہل کفر و ضلالت کو میلا میٹ کرنے کے بعد رسول صلعم نذرہ بدر سے لوٹے ہوئے منزل لوانی میں آ پہنچے تھے کہ یہ لوگ لشکر اسلام سے آئے اور اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ طلحہ و سعیدؓ کے آنے سے پہلے آفتاب آسمان رسالت کے روشن ضمیر میں یہ بات گزری کہ قضیہ اغنتم الغرض فان فی فوتھا القصص کے مطابق تمام معاملہ کی ماہریت ادنیٰ تامل سے سمجھ میں آ سکتی ہے تو اس کے لیے توقف کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر آپ بہت تیزی سے مہاجر شرفا اور انصار کی جماعت کے ساتھ اہل یمن کی گوشمالی اور ان کے قافلہ کی سرکوبی کے لیے رمضان شریف کی چھٹی، بارہویں یا تیسری تاریخ کو مدینہ سے چل پڑے۔ عمر بن کلتوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور طلحہ و سعیدؓ کی روانگی کے دس شبانہ روز بعد تین سو پانچ آدمیوں کے ساتھ کہ جن میں ۸۰ مہاجر اور باقی انصار تھے آپ نے کوچ فرمایا تھا اور آٹھ دو آدمی کہ جو کسی عذر کی بنا پر پیچھے رہ گئے اور آنحضرت نے بدر و احد کی غنیمت میں سے ان کا حصہ نکالا اور اہل یمن نے ان آٹھ آدمیوں کو اہل بدر میں داخل کیا ہے تین آدمی مہاجرین میں سے تھے اور انصار میں سے پانچ، اس طرح ان کی مجموعی تعداد ۳۱۳ تھی۔ یہ تعداد شکر طارات کی طرح جو جالوت سے جنگ کے لیے نکلا تھا جنگ بدر میں کسی عذر کی وجہ سے شامل نہ ہونے والوں میں حضرت عثمان بن عفان اپنی بیوی کی علالت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اور طلحہ و سعیدؓ خبری کے لیے شامل گئے ہوئے تھے۔ انصار میں ایک شخص ابوالبابہ غلام تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا تھا اور جسے بجائے ام کلتوم مسند خلافت پر بٹھایا گیا۔ دوسرے عاصم بن عدی العجلان جسے اہل و عیال کی خدمت کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا۔ تیسرے حاطب بن حاطب کہ انہیں روحا کی منزل سے ایک اہم کام کے سلسلہ میں بنی عمرو عوف کے پاس بھیجا گیا،

چوتھے اور پانچویں حارث بن القیمہ و حواسب بن خبیر کہ دونوں اونٹ سے گر پڑے تھے اور انکی ہڈیاں  
 ٹوٹ گئی تھیں، راستہ سے انہیں لوٹا دیا گیا۔ چھٹے، ساتویں، آٹھویں جیسا کہ بیان کیا گیا عثمان، طلحہ و  
 سعید میں یہ پہلا غزوہ تھا جس میں انصار نے آنسو و صلعم کی معیت کا شرف پہلی بار حاصل کیا تھا اور  
 پہلے غزوات اور سرایا میں ان کی عدم شمولیت یوں ہوئی کہ حضور ان کو جہاد کا حکم فرماتے تھے، اس  
 لیے آپ کا خیال ہوا کہ یہ اس معاملے میں ہماری مدد نہیں کریں گے مگر جب دشمن دین مدینہ کی طرف  
 رُخ کرنے لگے اور صاحبان قدر و منزلت کی ایک جہتی دیگانگت متحقق ہو گئی تو اس وقت آپ نے  
 ان کو بھی حکم شمولیت دیا۔ شکر اسلام میں ۱۸۰ اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے ان میں سے اونٹ  
 مقدار کے اور گھوڑے مرشد بن مرشد کے تھے۔ مزید براں چھ زرہیں، سات تلواریں اور دو باتین  
 آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ آتا تھا جس پر بیکے بعد دیگرے منزل بمنزل سوار ہوتے پھر دوسرے  
 پیادہ چلتے جب پیادوں کی باری آتی تو سوار پیدل چلتے حضرت رسالت صلعم کے ساتھ امیر المؤمنین  
 علیؑ ہوتے اور ابتداء میں ہمیشہ ابوالبابہ امیر المؤمنین علیؑ کے شریک ہوا کرتے تھے اور آخر میں زید بن  
 حارثہ اور یوں ہوا کہ جب ابوالبابہ کو حضرت رسالت پناہ نے بغرض خلافت مدینہ منورہ بھیج دیا تو زید  
 بن حارثہ ان کی بجائے شریک مقرر ہوئے اور ایسے ہمیشہ آنحضرت کے ساتھ تین آدمی شریک ہوا  
 کرتے تھے۔ جب آنسو و صلعم کو پیدل چلنے کی باری ہوتی تو امیر المؤمنین علیؑ اور ابوالبابہ کہا کرتے۔ کہ  
 یا رسول اللہ صلعم ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں آپ سواری سے نہ آئیں۔ آنسو و صلعم ان کے  
 جواب میں فرماتے ما انتما اقوی منی وما انا باعنی من الاجر منکمما اور کہا جاتا کہ اس خیال  
 سے کہ اس عزیمت سے محض مال غنیمت مقصود ہے نہ کہ جہاد و قتال۔ اکثر صحابہ کرام اس سفر سے  
 پیچھے رہ گئے اور مدینہ میں ٹھہرے رہے اس بنا پر بدر کی جنگ میں کسی پیچھے رہ جانے والے کے  
 جوش پر تیر ہلاکت نہیں پڑی۔ جب ابوجلبہ کے کنوئیں سے جو مدینہ سے ایک میل کی راہ پر واقع ہے  
 داخل شہر ہوئے اور ظفر پیکر خیمے گاڑے گئے تو غرض اس سے یہی کہ اس گروہ کو جو جنگ کی صلاحیت  
 نہیں رکھتا لوٹ جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے بعد اس جماعت کو جس میں مثل عبداللہ بن  
 عمر، زید بن ثابت و بشر بن عازب تھے حق کی نشرو نما کی ابھی ابتدا ہو رہی تھی۔ ان کی صغر سنی کے  
 باعث واپس کر دیا گیا اور وہ جو جناب کی رکاب بجا یونی کے ہمراہ تھے صحیح روایت کے مطابق تین سو پانچ

آدمی تھے اور وہ آٹھ آدمی ملا کر جن کا پہلے ذکر کیا گیا کل ۳۱۳ شرکار بدر تھے اور ایک دوسری روایت میں تین سو پندرہ اور تین سو سترہ کا بھی ذکر ہے واللہ اعلم۔ اس کے بعد عمر بن جبرام انصاری نے کہا، یا رسول اللہ صلعم جب آپ کا نزول اجلال اس منزل میں ہوا ہم بے انتہا خوش ہوئے اور ہمیں فتح و نصرت کا یقین ہو گیا کہ یہ ضرور ہمارے قدم چومے گی۔ کیونکہ جب ہم جاہلیت کے زمانہ میں یہودیوں سے جنگ کرنے کے لیے جا رہے تھے تو اسی منزل میں ہمارا قیام ہوا تھا جب سپاہ کو ہمارے سامنے پیش کیا گیا تو اس جماعت کو جو ابھی گہوارہ طفل سے میدان شباب میں نہ پہنچی تھی اسٹے پیروں لوٹ جانے کی ہدایت کی گئی۔ اس کے بعد بہادری کی تلوار کھینچ کر علم ہندگی بلند کئے ہم دشمن پر حملہ آور ہوئے اور اس قوم کو ہم نے اپنے حسب دلخواہ مکمل طور پر لپ لپا کر دیا اور ان کا سارا مال منال غنیمت کے طور پر ہمیں ملا اور ہم مظفر و منصور ہوئے۔ اب بھی ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی جیسے ہی قریش سے مڈ بھیر ہوئی، ان کے پاؤں اللہ کی تائید سے اکھڑ جائیں گے اور مسقر نو و کرامت مدینہ کو آپ معاودت فرمائیں گے۔ جب حضرت رسالت پناہ نے اس مقام سے اپنی فوج پر نگاہ ڈالی اور اپنے لشکر کی قلت اور ان کے شکوہ اور کثرت تعداد کو ملاحظہ فرمایا تو دعا کی یا رب انہم حفاة حملہم رجیاع فاستبعمہم وعراة خاکہم وفالت فاعینہم من فضلك۔ پس آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت سے کوئی شخص بچھے نہ بٹا خواہ اس کے پاس ایک اونٹ یا دو اونٹ ہی کیوں نہ ہو اور بہت سارے مال غنیمت مثل کپڑے کھانا وغیرہ پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آگے بیان ہوگا انشاء اللہ،

## دوسری فصل

### میدان بدر کے راستہ کے واقعات

اصحاب سیر اور ارباب خبر نے یوں بیان کیا ہے کہ لشکر ظفر پیکر نے جب اپنے مقام سے کوچ کیا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو جس میں ایک عدی ابی الرعنا جہنی اور دوسرے سلیل بن عمرو جہنی کو قافلہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے پہلے ہی روانہ کر دیا۔ ان لوگوں نے بدر کی

جانب رخ کیا جب موضع بدر پہنچے تو ایک کینز سے سنا کہ سید البشر کی آمد کی خبر ایک دوسری کینز نے پہنچائی ہے۔ ان کے لوٹنے کے بعد ابوسفیان اس موضع میں پہنچا اور اس جگہ کے ایک فرد محمدی بن عمر سے پوچھا کہ جاسوسوں کے بارے میں تجھے کوئی خبر ہے اس نے کہا کہ مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر اس لڑکی سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے دو شتر سوار دیکھے ہیں جو فلال موضع میں پہنچے اور دو لحظہ توقف کر کے واپس ہو گئے۔ ابوسفیان وہاں گیا اور سیل اور عدی کی اونٹنیوں کی میگنیاں توڑ کر رکھیں تو کھجور کے ریزے نکلے تو کہا کہ واللہ انہوں نے مدینہ کا چارہ کھایا ہے اور گمان غالب ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس ہوں گے۔ ابوسفیان کے دل میں بڑے خدشات نے غلبہ پایا اور سیدھے راستے سے ہٹ کر بدر کو اپنے بائیں طرف چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے مکہ کو روانہ ہوا۔

ایک رات عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک ہولناک خواب دیکھا جب دن چڑھا تو اپنے بھائی عباس کو بتایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش ایک بھاری مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ خواب میں تجھ سے بیان کر دوں گی بشرطیکہ تو اس کو کسی سے ظاہر نہ کرے۔ جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو عاتکہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ایک پتھر ملی زمین کی ندی میں کھڑا ہوا گیا اور تین مرتبہ با آواز بلند کہا کہ اے قریش تم اپنے قتل گاہ میں پہنچ جاؤ، دوڑو جلدی کرو اس کے بعد وہ مسجد حرام میں آیا لوگ اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اس کے بعد وہ ابوقیس کے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور پہلے کی طرح سب کو عجلت سے جمع ہونے کے لیے کہا۔ اس کے بعد ایک پہاڑ سے ایک بھاری پتھر کی سل نیچے لڑھکا دی۔ جب وہ سل نیچے گری تو مکہ میں کوئی گھر باقی نہ رہا جو بچ گیا ہو، سوائے بنی ہاشم کے۔ صرف وہ پتھر کی سل وہاں پڑی رہی۔ جو اس نے عاتکہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور صورت واقعہ کا ذکر اپنے دوست ولید بن عقبہ بن ربیعہ سے کر دیا اور اس خواب کے پھیلانے کے بارے میں بڑا اصرار کیا۔ ولید نے اس راز کے افشا میں قطعاً تامل نہ کیا اور بے کم و کاست اپنے باپ کو جاننا۔

پدر کہ جان عزیزش بلب سیدہ چرگفت  
یکے نصیحت من گوش کن تو جان پدر  
بدوست گر چہ عزیز است تو راز دل کشائے  
کہ دوست نیز بگوید بدوستان دگر

یہ بات اسی روز ابو جہل کی سماعت سے آشنا ہوئی دوسرے دن جب عباس خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا، ابو جہل نے محفل قریش میں جہاں عائکہ کا خواب موضوع بحث بنا ہوا تھا عباس سے کہا کہ یا ابا الفضل یہ خاتون کب سے مرتبہ نبوت پر فائز ہوئی ہے؟ عباس نے کہا مجھے اس واقعہ کا علم نہیں۔ ابو جہل نے پھر کینہ پن شروع کر دیا کہ تم اپنے مردوں کی نبوت پر قانع نہیں ہو کہ تمہاری عورتیں بھی دعویٰ پیغمبری کرنے لگیں۔ میں تین روز تک توقف کر دوں گا، اگر عائکہ کے خواب کا کوئی اثر ظاہر ہوا تو نبہادرنہ قبائل عرب کے درمیان قبیلہ بنی ہاشم ہے لہذا اس کے اطراف و اکناف کے علاقہ میں پرچے لکھ بھجوں گا تاکہ ہر ایک تمہارے جھوٹ سے واقف ہو جائے۔ عباس نے کہا تو ہم سے زیادہ جھوٹ اور ملامت کا سزا دار ہے۔ عباس نے کہا کہ جب میں گھر پہنچا تو عبدالمطلب کے گھر کی تمام عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے مجھ پر زبان ملامت کھولی کہ اس خبیث اور فاسق ابو جہل نے تمہارے مردوں پر زبان طعن کھولی اب نواتین پر طنز کرنے لگا ہے اور کوئی بھی شخص اس کی ملامت کرنے کے لیے میدان میں نہیں آتا سب نے مل کر کہا اے عباس تیری غیرت کہاں گئی جب تو نے اس لعین سے یہ بات سنی تو اس کی سرزنش کے لیے تیرا دست غیرت آستین انتقام سے کبھی باہر نہ آیا۔ عباس نے کہا اگر اس کے بعد کوئی بات میں اس سے سنوں تو اس کے درپے ہو جاؤں گا۔ حاصل کلام یہ کہ میں رات بھر اس لعین کی نجاست سے مکدر رہا اور علی الصبح غصہ میں گھر سے باہر نکلا اور مسجد حرام جانے کا ارادہ کیا۔ جب میں نے ابو جہل کو دیکھا تو اسکی طرف چل پڑا وہ مجھے دیکھتے ہی مسجد سے دوڑ پڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا غالباً اس نے میرے اندر غصہ مشاہدہ کر لیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

ابھی ابوسفیان کا قافلہ شام ہی میں تھا کہ شام کی حدود میں وہاں کے ابوسفیان کا مخبر مشرکوں میں سے ایک شخص نے ابوسفیان اور اہل قافلہ سے کہا کہ تمہارے یہاں آنے کے بعد محمد اپنے دوستوں کے ساتھ تمہارے قافلہ کے تعاقب میں مدینہ سے چل کر بدر تک پہنچ گئے تھے مگر جب تم کو نہ پایا تو وہاں سے لوٹ گئے ہیں، اب تمہاری واپسی کے انتظار میں ہیں اور دن گن رہے ہیں تم کو چاہیے کہ تم بہت محتاط رہو اور لا پرواہی نہ کرو۔ اس بات سے مخالفوں کے دل میں زبردست خوف چھا گیا اور ضمضم غفاری کو بیس شہقال سونا اجرت

کے طور پر دیا تاکہ وہ تیزی سے مکہ جائے اور قریش کو یہ خبر پہنچائے۔ ضمضم بسرعت مکہ پہنچا اور اپنے کپڑوں کو ادھر ادھر سے پھاڑ لیا اور اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی اور پالان رسم معروف کے خلاف تتر کی پیٹھ پر رکھا اور اس جلیہ سے ندی میں کھڑا ہو گیا اور چٹخنے لگا کہ اے گروہ قریش محمدؐ نے تمہارے قافلہ کے لوٹنے کا ارادہ کر لیا ہے اگر تم نے امداد میں ذرا بھی تاخیر کی تو اسکا احتمال ہے کہ تم قافلے کو نہ پاؤ گے۔

**ضمضم کا خواب** ضمضم نے کہا کہ قافلہ سے جُدا ہونے کے بعد میں نے مکہ میں یہ خواب دیکھا کہ میں ایک اونٹ پر سوار ہوں اور ایک ایسی دادی میں جو خون سے

بھری ہوئی ہے چلا جا رہا ہوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے تعبیر دی کہ قریش کو کسی عظیم مصیبت کا سامنا ہے۔ عبدالمطلب کا خاندانہ ضمضم کے آنے سے بہت خوش و خرم ہوا کیونکہ یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کے صادق ہونے پر شاہد عادل کی حیثیت رکھتا تھا۔

مخضر یہ کہ قریش گھروں سے نکلنے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ سہیل بن عمرو اور ربیعہ بن الاسعد لوگوں کو گھروں سے نکلنے کی ترغیب اور تحریک کر رہے تھے اور یہ طے ہوا کہ کچھ لوگ تو قافلہ کی امداد و تعاون کی طرف متوجہ ہوں اور مالدار غریبوں کو ہتھیار اور ساز و سامان فراہم کریں! ام واقدہ ہی کہتے ہیں کہ تمام قریش اس معاملہ میں متفق تھے مگر ابوہبہ کو ان سے اتفاق نہ تھا اس سے کہا گیا کہ تو قوم کے سرداروں میں سے ہے اگر تو ہمارا ساتھ نہ دے گا تو دوسرے بھی گریز کریں گے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ اس سفر میں تو ہمارے ہمراہ چل یا کسی شخص کو اپنے معادضہ میں بھیج۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس نے قسم کھائی کہ نہ وہ خود جائے گا اور نہ کسی شخص کو اپنے عوض بھیجے گا۔ ایک اور روایت ہے کہ عاص بن ہشام بن مغیرہ اس کے چارہزار کا مقروض تھا، وہ اس نے چھوڑ دیا اور اپنے بجائے بدلہ میں کسی شخص کو بھیج دیا اپنی قوم سے متفق ہونے اور مکہ سے خروج میں خواب عاتکہ کے سوا کوئی امر مانع نہیں تھا۔

**امیہ کے قتل کی پیش گوئی** نقل کرتے ہیں کہ جنگ بدر سے پہلے سعد بن معاذؓ ہجرت کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آئے تھے اور امیہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ جب ابوہبہ کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے امیہ سے کہا کہ یہ

شخص جس نے محمدؐ کی اطاعت کر لی ہے اور اس کی حفاظت میں ہم سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور اس کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ و جدال کا عہد کر رکھا ہے تو اسے کچھ نہیں کہتا اور کیا تو اس کو اجازت دے دیگا کہ ہمارے پنجے سے پنج کر صحیح سلامت چلا جائے۔ سعد ابو جہل کے جواب میں پیچ اٹھے کہ تم جو جی چاہے کرو تمہارے قافلوں کی گزرگاہ مدینہ ہے۔ اُمیہ نے سعد سے کہا کہ یہ ابو المحکم ہے ہمارا سردار اس کے ساتھ سختی سے کلام مت کر، سعد نے اُمیہ کی طرف رخ کر کے کہا کہ تو یہ بات کر رہا ہے خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ یقیناً اُمیہ بن خلف کو میرے صحابہ قتل کریں گے، اُمیہ نے سعد سے پوچھا کہ تو نے یہ بات براہ راست محمدؐ سے سنی ہے، سعد نے کہا بیشک، سو یہ بات اُمیہ کے دل میں بیٹھ گئی۔ جب قریش حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا ساز و سامان کر رہے تھے اور بدر کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے تھے، اُمیہ نے طے کیا کہ ان سے گریز کرے اور ہلاکت سے بچ جائے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں بوڑھا اور بو جھل جسم کا مالک ہوں، مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو دونوں اُمیہ کے پاس آئے۔ عقبہ ایک انگلیٹھی جس میں آگ تھی اور خوشبو اپنے دامن میں چھپائے ساتھ لے گیا تھا، اس نے کہا کہ اگر تو گھر سے نہیں نکلتا تو اپنے آپ کو اس خوشبو سے بہلا، مطلب یہ کہ پھر تو عورتوں کی طرح خانہ نشین رہ۔ اس نے کہا کہ بھیک اللہ و قبیح ما بخت بہ“ اور ابو جہل نے بھی ایک سرمہ دانی اس کو پکڑا دی اور اس طرح کی باتیں کرنے لگا۔ ان باتوں سے اُمیہ کی رگ جھیت جوش میں آئی اور ان کے ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ جب ضمضم کا خواب مشہور ہوا ہو گیا، اہل رملے کی ایک جماعت شل حارث بن عامر، عقبہ و شعبہ، امیہ بن خلف، حکیم بن خرام ابو الخیر سی اور عاص بن اُمیہ مکہ سے خروج اور قوم کے ساتھ ہم آہنگی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان سے گریز کرتے تھے۔ ابو جہل، عقبہ، نصر بن الحارث اس جماعت کو بزورِ دل اور نامردی سے منسوب کرتے تھے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے تھے جتنی کہ ان لوگوں نے ہاں مجبوری قوم کا ساتھ دیا اور چل پڑے۔

واقدی کہتا تھا کہ قریش بت بہل کے پاس جمع ہو  
مشرکین نے فال بد کو دیکھ لیا  
گئے اور تیروں سے فال لینے لگے۔ اس میں نکلا



کہ یہ نابود کر دیتے جائیں گے۔ ابو جہل نے کہا کہ ہم اس فال پر عمل نہیں کرتے اور اپنے قافلہ کی اعانت سے باز نہیں آئیں گے۔ نیز واقدی کہتا ہے کہ زعمتہ بن الاسود نے بھی قریش کے خروج کے سلسلہ میں بمقام مکہ فال لیا، اس کو بھی وہی تیر ماہی نکلا، اس نے دوبارہ فال لیا، اس مرتبہ بھی تیر ماہی نکلا۔ اس نے تیر توڑ کر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ واللہ آج سے زیادہ غلط تیر میں نے نہیں دیکھا۔ اسی وقت سہیل بن عمر اس کے پاس آ پہنچا۔ اس نے پوچھا اے زعمہ کیا وجہ ہے میں تجھے غضبناک دیکھتا ہوں۔ زعمہ نے ساری صورت حال اس کے سامنے رکھ دی۔ سہیل نے کہا کہ اس خیال سے باز رہ، عمر و بن وہب نے بھی مجھے اسی طرح کی ایک حکایت بیان کی تھی، میں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔

**عداس کی تنبیہ**  
 قریش کے بدر کی طرف توجہ کرنے کے موقع پر عقبہ اور شیبہ اپنی اپنی زریں گھوڑے نکال لائے اور صلاح کرنے لگے اور عداس نے جو ان کا فلام بھتا طائف کے ایک باغ میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا، ان کا حال دیکھ رہا تھا کہنے لگے، اے عداس اس روز طائف کے باغ میں ہم نے جس شخص کے لیے تیرے ہاتھ انگوڑ کا تحفہ بھیجا تھا تو اس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا قصہ ہوا۔ کہنے لگے آج ہم اس سے جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ عداس رونے لگا اور کہا واللہ محمد خدا کے رسول ہیں اور تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تم ان کے ساتھ جنگ کرو۔ ان لوگوں نے اس بات کی طرف دھیان نہ دیا اور اپنی قوم کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

**نوال واقعہ**  
 اس کے ناقل حکیم بن حزام ہیں، کہ جب ضمضم غفاری مکہ میں آیا اور اس نے قافلہ کی اعانت کے ضمن میں بے چینی کا اظہار کیا اور شور مچایا تو قریش خردج پر پکے ہو گئے مجھے بھی مجبوراً ان سے متفق ہونا پڑا۔ کوئی سفر اس قدر مذموم نظر نہیں آیا کہ اس میں جانے کے لیے میں نے فال لی ہو، جو کچھ میرا خیال تھا فال اس کے خلاف نکلا۔ جب طے مسافت کے بعد ہم مرا نظر الہاں پہنچے، ابن نضطلہ یعنی ابو جہل نے ایک اونٹ ذبح کیا، لیکن اونٹ کینز کے پھرے سے نیم بریدہ حالت میں پھلانگ لگا کر نکل کھڑا ہوا اور لشکر کا کوئی نیمہ ایسا نہیں تھا کہ اس کے خون سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ ابو جہل مانع ہوگا تو اس ارادہ سے درگزر اور اپنے ساتھیوں

کے ساتھ چل پڑا۔ حتیٰ کہ ہم بیضا کے صحرا تک پہنچے، وہاں عداس کو بیٹھا ہوا دیکھا اور اہل لشکر اس کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اس اتناڑ میں عقبہ اور شیبہ بھی وہاں سے گزرے، عداس اپنے مالکوں کو دیکھ کر اچھل پڑا اور ان کی رکاب تھام کر کہنے لگا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان تھے کہ قسم ہے خدا کی کہ محمدؐ، رسول خدا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کو ذبح کرنے کے لیے لے جایا جا رہا ہے۔ یہ کہتا جاتا تھا اور رونا جاتا تھا۔ میں نے یہ بات سن کر بار دیگر لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن توفیق نہ ہوئی اور سعادت نے میرا ساتھ نہ دیا۔ اس اتناڑ میں عاص بن مہیہ بن حجاج عداس کے پاس پہنچا اور اس نے اس سے پوچھا کہ تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس لیے رونا ہوں کہ یہ دونوں میرے سردار اور وادھی مکہ کی بزرگ ترین شخصیتیں ہیں۔ رسول خدا سے جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں، یہ اپنی نقل گاہ میں خود چل کر جا رہے ہیں۔ عاص نے اس سے پوچھا کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اس بات سے عداس کے جسم پر کپکپی پڑ گئی۔ دوبارہ رو پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور تمام مخلوق کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

**دسواں واقعہ** قریش ہے کہ قریش جنگ بدر میں شریک ہونے پر متفق ہونے کے بعد اس دشمنی کے سبب کہ انکے اور بنی کنانہ کے درمیان تھی اس بات سے خائف تھے کہ ہمارے پیچھے آکر ہمارے اہل و عیال کو نقصان نہ پہنچائیں اور عقبہ دوسروں سے زیادہ ہر سال تھا، شیطان سراق بن مالک بن خنیسم کی شکل میں کہ قبیلہ کنانہ کے اشراف میں سے تھا اگر یقین دھانی کی کہ تم اہل عرب میں مجھ سے زیادہ ہیبت زدہ اور مرعوب ہو، سو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری پناہ تم کو حاصل ہوگی اور بنی کنانہ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اس بات سے عقبہ نہیں ماسے قریش کے دل مسرور اور خوش ہو گئے اور بسرعت وہاں سے روانہ ہو گئے۔

**گیارہواں واقعہ** بیان کرتے ہیں نوسو سپاس جنگجو ایک سو گھوڑے اور ستر اونٹ گانے بجلنے والی عورتیں مع آلات ساز کافروں کے ہمراہ تھے اور گھڑسوار، پیادے اور زرہ پوش لوگ الگ تھے اور جب کسی نہریا دریا کے کنارے پہنچتے تو اتر پڑتے اور خوش الحان کنیزیں دف بجاتیں اور مرد گائیگ اہل اسلام کی، جو میں زبان چلاتے اور اس روز سرداران قریش کی طرف سے کھانا ہوتا۔ بعض اہل میر کہ بدر کے کھانا کھلانے والے نو آدمی

تھے، بعض تیرہ بتاتے ہیں۔ ان میں راویوں کا اتفاق ہے کہ عباس بن عبدالمطلب، زمر بن ربیعہ، امیہ بن خلف، حکم بن خرم، نصر بن الحارث، ابوہل بن ہشام، منیہ حجاج کے بیٹے کھانا کھلانے کے انتظام پر مامور تھے۔

منقول ہے کہ اس سفر میں ایک روز عقبہ اور شیبہ باہم عاتکہ کے خواب کا بارہواں واقعہ تذکرہ کر رہے تھے اور اسی وحشت کے بارے میں جو ان کے دل پڑا رہی تھی گفتگو کر رہے تھے، ابوہل بھی وہاں پہنچ گیا اور کھٹے لگا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ دونوں بھائیوں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابوہل نے کہا مجھے تعجب ہے بنی عبدالمطلب پر کہ انہوں نے اپنے مردوں کو جوہم پر نبی بنا کر مسلط کر دیا ہے کیا وہ اس بات پر بس نہیں کرتے کہ ان کی عورتیں یہ کہیں کہ اللہ نے ہم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم جب ہم مکہ جائیں گے تو ان کو اس اس طرح ذلیل و خوار کریں گے اور ایذا دیں گے عقبہ نے کہا قریشی عزیزداری اور رشتہ درمیان میں ہے۔ اس کے بعد ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو مکہ لوٹ چلو۔ ابوہل نے کہا کہ اپنی قوم کے ساتھ اتفاق کا دم بھر کر مخالفت پر اتر آئے ہو اور ہماری رسوائی کے درپے ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی ہم سے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں، حاشا و کلا ڈیڑھ سو شمشیر زن میرے ہمراہ ہیں۔ اگر کسی منزل پر میں اتر پڑوں تو وہ بھی اتر پڑیں، اگر کسی مرحلے سے کوچ کر جاؤں تو وہ بھی کوچ کر جائیں اگر تم لوٹنا چاہو تو لوٹ جاؤ، عقبہ اور شیبہ نے کہا بخدا تو ہلاک ہو گیا اور اپنی قوم کو بھی معرض ہلاکت میں ڈال دیا۔ بعد ازاں عقبہ نے شیبہ سے کہا کہ ابوہل بڑا بدبخت ہے اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قرابت قریبہ ہے جو اسے حاصل نہیں اور حال یہ ہے کہ میرا لڑکا خدیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے ہم لوٹ چلیں۔ شیبہ نے بھائی سے کہا کہ اگر اس وقت ہم لوٹ چلیں تو ہمیں ملامت کی جلے گی اور ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔ یہ کہہ کر جبراً و قہراً قتل گاہ میں جا پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ جب مشرک ححفہ میں پہنچے جہیم بن صلت بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھڑسوار کے ساتھ اونٹ تھا وہ شکر قریش کی طرف آنے لگا۔ جب ان کے پاس آپ پہنچا تو کہا کہ عقبہ اور شیبہ، زمر بن الاسود، ابی بن خلف ابوالبحتر، ابوالحکم بن ہشام اور

نوفل بن عویلہ اور دوسری جماعت کے نام لیے کہ ان کے بارے میں فیصلہ شدت صادر ہو چکا ہے  
 سہیل بن عمرو قید ہو جائے گا اور عمارت اپنے بھائی سے نکل بھاگے گا۔ اس کے بعد اپنے اذن کے  
 گلے پر چھری چلا کر اسے قریش کے لشکر گاہ کی طرف دوڑا دیا۔ مخالفوں کے خیوں میں سے کوئی خیمہ  
 ایسا نہیں رہا کہ خون کے چھینٹے اس تک نہ پہنچے ہوں۔ یہ خواب شدہ شدہ ابوجہل تک پہنچا تو کہا،  
 اے لویہ عبد مناف کے خاندان میں ایک اور پیغمبر پیدا ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد اور اس  
 کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں ہم زرہ مقتولان میں ہوں گے۔ قریش جہیم سے کہنے لگے کہ تیرے  
 خواب میں شیطان آیا تھا جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے کل بزور جنگ اس کے خلاف (اُٹھ)  
 مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ کل ہم محمد اور ان کے اصحاب کو قتل اور قید کریں گے۔ عقبہ نے صورت حال  
 شبہ سے کہہ سنائی اور کہا کہ یہ خواب عاتکہ کے خواب اور عداس کے قول سے ملتا جلتا ہے۔ اور  
 عداس سے ہم نے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔ ہم اس لشکر سے علیحدہ ہو جائیں اور محمد سے جنگ  
 کرنے سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو عرب میں ایسے لوگ موجود  
 ہیں کہ ہمارے بغیر بھی اس ہم کو سرانجام دے سکتے ہیں، اگر وہ سچے ہیں تو پھر ہم ان تمام لوگوں  
 میں سعید ہوں گے۔ شبہ کو یہ بات پسند آئی اور لوٹ چلنے میں اپنے بھائی عقبہ کا ہم نوا ہو  
 گیا۔ اسی اتنا میں ابوجہل ان سے آٹا اور پوچھنے لگا کہ کیا سوچ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم  
 چاہتے ہیں کہ واپس ہو جائیں تو خواب عاتکہ اور جہیم بن صلت اور عداس کی بات کی جانب مطلق  
 دھیان نہیں دیتا۔ ابوجہل نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس قدر ان کو زغلیا کہہ  
 دونوں گئے بھائی راہِ راست سے سہڑ گئے اور انہوں نے دوبارہ صحراے گمراہی میں قدم رکھا اور  
 حضور صلعم سے جنگ میں قریش سے متفق ہو کر بلذروانہ ہو گئے۔

واقعی کہتا ہے کہ جب ابوسفیان نے اپنے قافلہ کو محلِ خطر سے نکال لیا تو قیس بن امر القیس  
 کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ قوم کے خروج کا مطلب یہ تھا کہ ان کے مال پر کوئی  
 مصیبت اور آفت نہ آئے۔ اب کہ قافلہ کو خدا نے نجات دی ہے تو ہمیں واپس لوٹ جانا  
 چاہیے اور اہلِ مدینہ اور محسدا سے تعرض نہیں کرنا چاہیے کہ اب اس کی ضرورت نہیں  
 رہی۔ قیس کسی منزلیں طے کر کے بد قسمت قریش کے پاس پہنچا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچا یا

تو ابو جہل نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم جب تک ہم بدر نہیں جائیں گے، تین دن رات وہاں قیام نہ کریں گے، وہاں کھانے نہ کھائیں گے، شرابیں نہ اڑائیں گے اور مغینوں کا گانا نہ سن لیں گے، ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک ہم یہ کام نہیں کریں گے ہماری شہرت دیگر قبائل میں نہیں پھیلے گی۔ اور ہمارا رعب و داب ان کے دل میں نہیں بیٹھے گا اور پھر کسی شخص کی مجال نہیں ہوگی کہ ہمارے درپے ہو اور یہ بدر کا وہ موسم تھا کہ عرب اس میں ہر سال ایک بار وہاں جمع ہوتے میلہ لگتا دکانیں کھلتیں اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے۔ جب قیس نے ابو جہل کی یہ بات سنی تو فوراً واپس ہو گیا اور ابوسفیان کو اس کی خبر دی۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابو جہل نے قوم کے سردار کی حیثیت سے اس قدر اگے بڑھ کر واپسی کو مذموم جانا ہے مگر قسم ہے خدا کی اگر محمد اپنے اصحاب کے ساتھ ان سے طلاق ہو گئے تو ان کو قتل کر دیں گے، اس عقیدہ کے باوجود قافلہ کو مکہ پہنچا کر فی الفور واپس لوٹا اور لشکر قریش کے ساتھ جا ملا اور معرکہ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے اس سے زیادہ ناپسندیدہ بات کوئی نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم ابو جہل ایک نہایت بد بخت شخص ہے۔ جب احنس بن شریح کو جو بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ قافلہ کی صحیح مسلتا پہنچنے کی اطلاع ملی تو کہا خدائے تعالیٰ نے تمہارے قافلہ کو نجات دی اور تمہارے اموال کو محفوظ و مامون رکھا، نوافل کو جو تمہارا آقا تھا خلاصی بخشی تو اب محمد سے جنگ کرنے باز آؤ کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے اگر وہ واقعی پیغمبر ہے تو تم اسعد ترین لوگوں میں سے ہو گے اور اگر وہ پیغمبر نہیں ہے تو دوسرے گروہوں سے اس کی لڑائی ہوگی۔ لہذا لوٹ جاؤ اور اس آدمی کی بات پر کہ ابو جہل سے عبارت ہے عملت کر دو کہ یہ اپنی قوم کی ہلاکت میں کوشاں ہے اور ان کو ملیا میٹ کر دینے میں عجلت کر رہا ہے بنو زہرہ نے اس کی نصیحت سمجھ کر رضائے سُن کر پوچھا کہ اب بھلا ہم کس بہانہ سے واپس جائیں۔ احنس نے کہا جب رات ہو جائے میں اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دوں گا۔ تم چیمنا چلا نا شروع کر دو کہ اس کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ ہر چند تمہیں قریش چلنے کی ترغیب دیں تم کہو کہ ہم اس سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک اس کی زندگی اور موت کا ہم کو یقین نہ آجائے۔ بنو زہرہ اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر مکہ لوٹ گئے۔ جب حضرت مقدس نبویؐ مقامِ روحا پر پہنچے تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ عرب کی دادیوں میں سے ایک مقدس دادی ہے، لہذا وہاں توقف فرمایا۔

اور عشاء کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد کہ وتر کے سجدہ سے سر اٹھایا تو کفار پر لعنت بھیجی اور تمام مشرکوں میں سے ابو جہل، زمعہ و سہیل اور قریش کی دوسری جماعت کے لیے بددعا فرمائی اور اس قوم کی لعنت سے فارغ ہو کر ان مسلمانوں کے لیے (جو مکہ میں قید تھے) نجات کی دعا کی ان میں سلمہ بن ہشام عباس بن ابی ربیعہ وغیرہ تھے۔

نقل ہے کہ یثرب کے بہادروں اور شجاعوں میں سے ایک شخص حبیب بن یساف نام کا تھا اور دوسرا قیس بن محرت باوجودیکہ دونوں مشرک تھے لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ سے چل پڑے اور عقیق میں مسلمانوں سے آئے۔ راستہ میں حضرت رسالت صلعم نے حبیب سے کہا جو ہریر کا منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، اس کو خود کے نیچے سے دیکھ کر آپ نے پہچانا اور سعد بن معاذ کی طرف کہ پہلوئے آنسوؤں میں چلا جا رہا تھا متوجہ استفسار کیا کہ یہ حبیب یساف نہیں؟ سعد نے کہا ہاں یا رسول اللہ اس کے بعد حبیب سامنے آیا اور آنحضرت نے اس سے اور قیس ابن محرت سے پوچھا کہ کیا خبر تمہیں لے آئی، کہا کہ آپ ہمارے ہمانے کے بھانجے ہیں، اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اپنی قوم کے حصول مال غنیمت کے لیے آئے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا "لا یذائق مختار حلا لیس علی دیننا" حبیب نے کہا کہ میری جرات و جبارت کا حال قوم کو معلوم ہے اور میں آپ کے ہمراہ رہ کر دشمنوں سے مال غنیمت کے لیے جنگ کروں گا۔ حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا پہلے اسلام لے آ، اس کے بعد جنگ کر۔ جب رو چا پہنچے تو جلدی سے خدمت میں پہنچا اور کہا کہ یا رسول اللہ کہ آپ کے اور ساری دنیا کے پروردگار پر میں ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر اور اللہ جل و علا کے فرستادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب کے ایمان لانے سے خوش ہوئے اور قیس بجاالت کفر لوٹ گیا اور اہل اسلام کے مدینہ میں لوٹنے کے بعد وہ بھی ایمان لے آیا اور غزوہ احد میں شہید ہوا۔ جب حضرت صلعم وادی صفا میں پہنچے تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ قریش اپنے تافلہ کی حمایت میں حرم سے نکل کر ہماری طرف رخ کر رہے ہیں۔ پس "و شاورہم فی الامر" کے مصداق خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ قریش مکہ سے نکل آئے ہیں اور ممکن ہے کہ ہماری ان کی لڑائی کی نوبت آئے پس تمہاری کیا رائے ہے۔ صحابہ میں سے صدیق اکبرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور نیک مشورہ دیا۔

حضرت ابو بکر کے بعد عمر فاروق اٹھے اور حضرت ابو بکر کی رائے سے اتفاق کیا۔ پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ خدا کی قسم وہ قریش کے معززین کی جماعت ہے۔ جب سے وہ معززین کی صف میں داخل ہوئے ہیں انہیں ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے اور وہ شروع سے کافر رہے ہیں اور ایمان نہیں لائے اور اب بھی وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، لہذا ان سے لڑنے کے لیے تیار رہنا چاہیے حضرت صلعم نے شیخین کے بارے میں دُعا لے خیر فرمائی۔ ان دو جلیل القدر صحابہ کے بعد مقداد بن اسعد کندی اُٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ آپ خداوند بزرگ و برتر کے حکم پر عمل کر رہے ہیں تو ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ فاذهب انت و دیک فقاتلا اناھنا قاعدون“ بلکہ ہم کہیں گے اذهب انت دیک انا معکما فقاتلون۔ اور قسم ہے اس خدا کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں ملک حبشہ بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چل پڑیں گے۔ یوں مقداد بھی حضرت رسالت کی دُعا سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اے انبیاء و اعلیٰ کے گروہ! اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ انصار سے مشورہ کریں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اس بنا پر کہ ان لوگوں نے عقبہ ثانیہ کی بیعت کے موقع پر کہا تھا کہ جب آپ ہمارے علاقہ میں تشریف لائیں گے تو ہم آپ کی حفاظت اور حمایت کریں گے۔ اس وقت آپ کے خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا کہ یہ مدینہ کے باہر شاید ہماری امداد نہ کریں۔ جب حضرت نے یہ بات کہی تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض پر دراز ہوئے کہ میں انصار کی طرف سے جواب دے رہوں کہ جناب کے اس ارشاد کے مخاطب ہم ہی ہیں حضور صلعم نے فرمایا، ہاں میرے مخاطب تم ہی ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لا کر آپ کی تصدیق کر چکے اور گواہی دے چکے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور سچ ہے اور آپ سے ہم نے عہد و پیمانہ باندھ رکھا ہے۔ اور اب تک ہم اس پر قائم ہیں۔ آپ ہمیں جہاں لے جانا چاہیں لے جائیں۔ یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مخلوق کی جانب بھیجا ہے اگر آپ دریا میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے تو ہم دریا میں چھلانگ لگا دیں گے اور ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہیں رہے گا۔ جس کے ساتھ آپ تعلق رکھنا چاہیں تعلق رکھیں اور جس کے ساتھ منقطع کرنا چاہیں منقطع فرمائیں اور جس قدر بھی آپ چاہیں ہمارے اموال میں سے تصرف فرمائیں ہمارے لیے خوشی کا باعث ہوگا۔

اور جو چاہیں چھوڑ دیں اور اس خُدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے۔ ہمیں کوئی ناگوار نہیں ہوگا کہ ہم دشمن تک پہنچیں اور اس سے جنگ کا موقع آئے، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی ایسی بات آپ کو دکھائے کہ جس سے آپ کی چشماں مبارک روشن ہوں پس آپ چل پڑیں حضور صلعم نے سعد کی بات کو انتہائی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور شادمان دسرور ہوئے اور اپنی منزل مقصد کی سمت روانہ ہو گئے اور فرمایا چلو خُدا کی عنایت و برکت کی تم کو بشارت ہو کہ خُدا نے تعالیٰ خاص ان دو جماعتوں ابرسفیان اور قوم قریش کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، بخدا میں ان کے بچھڑنے کی جگہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب بدر کے قریب نزول اجلال فرمایا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر قتادہ بن سمان اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے ساتھ سیر کر رہے تھے کہ مخالفوں کے بارے میں معلومات حاصل فرمائیں کہ اثنار راہ میں ایک بوڑھا آدمی ملا، اسے سفیان الصمہ کہا جاتا تھا۔ اس بوڑھے سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے، اس نے پوچھا کہ تم بتاؤ تم کون لوگ ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تو اپنے بارے میں ہمیں نہ بتائے گا تو ہم بھی تجھے کچھ نہیں بتائیں گے۔ سفیان نے کہا کہ آپ کا کیا مقصد ہے بتائیں، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے قریش کی کوئی خبر ہے، اس نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ لوگ فلاں روز مکہ سے چل پڑے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کو آج فلاں مقام پر ہونا چاہیے۔ پھر اس نے اس منزل کا نام لیا کہ فی الواقع قریش نے اس روز وہاں قیام کیا تھا۔ بعد ازاں آنسور صلعم نے کہا کہ محمدؐ اور ان کے صحابہ کا بھی تجھے کچھ پتہ ہے اس نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ فلاں دن مدینہ سے نکل چکے ہیں اگر یہ امر واقع ہے تو آج ان کو فلاں موضع میں ہونا چاہیے۔ پھر اس نے جہاں مسلمان پڑے ہوئے تھے اس جگہ کا نام لیا۔ اس کے بعد سفیان نے کہا کہ آپ اب اپنا پتہ بتائیں کہ کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ آنسور صلعم نے جواب دیا نخون من ما چونکہ اس زمانے میں عراق کے لوگ اپنے علاقہ کو کثرت آب کی وجہ سے اہل مار کا نام دیتے تھے، اس لیے سفیان نے گمان کیا کہ یہ عراقی ہیں لیکن آنسور صلعم کا مقصد نطفہ سے تھا اس کے بعد آنحضرتؐ اپنی منزل کو لوٹے۔

نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ستر صویح رمضان کے دن علی بن ابی طالبؓ، زبیر بن العوامؓ، اور سعد بن وقاصؓ کو دوسرے صحابہ کے ساتھ بھیجا تاکہ قریش کے بارے میں تحقیق کر کے آئیں، فرمایا



کہ اس کنویں سے جو فلاں موضع میں واقع ہے امید ہے کوئی خبر مل سکے گی۔ علیؑ اور ان کے رفقا ر دوڑے دوڑے ان کے ہشتیوں اور پانی لے جانے والے اونٹوں تک پہنچے۔ ان میں سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ دو غلام کہ ایک کا نام اسلم تھا جو بنی الحجاج کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، دوسرا عریض کہ بنی العاص سعید سے وابستہ تھا ان کے ہاتھ لگے، چنانچہ یہ ان غلاموں کو گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس وقت حضور نماز میں مشغول تھے۔ صحابہ نے اسیروں سے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ہم قریش کے ستم ہیں چونکہ یہ بات صحابہ کے مطلب کی نہ تھی اور ان کو صحیح نہ معلوم ہوئی بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ابوسفیان سے وابستہ ہیں۔ پس انہوں نے غلاموں کو سزا دینا اور ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ تم ابوسفیان کے غلام ہو اور جھوٹ موٹ قریش سے وابستگی ظاہر کر رہے ہو اور غلام اس واسطے کہ جوتے کھانے کی ان میں طاقت نہیں تھی اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں کا مدعا کیا ہے؟ سو اپنی غلامی اور ابوسفیان کی آقائی کا ویسے ہی اقرار کر لیا تاکہ جو تیاں کھانے سے بچ جائیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کی جانب رخ کر کے فرمایا کہ پہلے انہوں نے پج کہا تھا تو تم نے ان کی گوشمالی کی، جب انہوں نے جھوٹ کہا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریض سے پوچھا کہ قریش کہاں ہیں؟ کہا اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے جو آپ کی نظر کے سامنے ہے اور وہ کشت عقیقل کے ہم سے مشہور ہے۔ پھر آپ نے ان سے قریش کی تعداد پوچھی تو اس نے بتایا کہ بہت ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ ان کی تعداد کتنی ہے تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ آپ نے پوچھا کہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں! اس نے کہا کسی دن دس اور کسی دن نو۔ آپ نے فرمایا ہزار سے کم ہیں اور نو سو سے زیادہ۔

دوبارہ آپ نے سوال کیا کہ شرفا اور سرداروں میں سے کون کون سا تمہیں۔ جواب دیا گیا، عقبہ، شیبہ، حارث بن عامر، ابو حکم بن خرام، طلحہ بن عدی، نضون الحارث، زمرعہ بن الاسود، ابی الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل، اُمیہ بن خلف، حجاج اور سہیل بن عدود کے بیٹے۔ حضورؐ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مکہ نے اپنے منکر گوشوں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی شخص ان میں سے واپس بھی چلا گیا ہے، کہا گیا ہاں ابن شریق یعنی اخنس یا بنی زہرہ واپس ہو چکے ہیں۔ ارشاد ہوا "ارشاد ہم ما کان" یعنی اپنی قوم کو راہ راست دکھا گیا لیکن خود

راہِ راست پر نہیں۔ پھر سوال کیا کیا ان کے سوا کوئی اور بھی واپس گیا ہے؟ کہا گیا بنو عدی بن کعب بھی واپس چلے گئے۔ بعد ازاں حضرت صلعم نے اپنے خواص سے خطاب فرمایا کہ "اصبر و علم فی المنزل" جناب المنذر نے کہا کہ اگر اس منزل میں وحی کے مطابق ہمارا قیام ہے تو ہم ایک قدم نہ آگے بڑھا سکتے ہیں اور نہ ایک قدم پیچھے ہٹا سکتے ہیں۔ اگر یہ آپ کی ذاتی رائے کی بنا پر ہے (اور وہ بدر کے پہلے کنوئیں کے پاس تھے) تو یہ منزل مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں اس بارے میں کوئی وحی نہیں آئی، یہ میری ذاتی رائے تھی۔ انہوں نے کہا کہ پھر یہاں سے ہمیں کوچ کر جانا چاہیے اور آخری کنوئیں پر قیام کرنا چاہیے کہ مجھے اس کنوئیں کے پانی کی مٹھاس اور بہتات کا پتہ ہے۔ جب ہم وہاں پہنچیں تو ایک حوض بنا لیں اور کنوئیں کو پاٹ دیں تاکہ ہمارے لیے پانی ہو دشمنوں کے لیے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی اثنار میں جبرائیل علیہ السلام آئے اور وحی لائے کہ جناب کی رائے مناسب ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ وہاں سے کوچ کیا جائے اور جناب کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ نقل ہے کہ غلاموں کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ لوگ ان کے گرفتار ہوتے ہی قریش کے پاس بھاگے بھاگے گئے۔ ان بھاگے ہوؤں میں سے ایک شخص جس کا نام بجز تھا سب سے پہلے شکر قریش میں پہنچا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ اے ابو کثبنہ کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے غلاموں کو گرفتار کر لیا ہے اس بات کے سنتے ہی قریش میں بڑی بے چینی اور کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ حکم بن خرام کہتا ہے کہ ایک جماعت کے ساتھ ہم خمیمہ میں بیٹھے کباب بنا رہے تھے۔ اس واقعہ کی دہشت کی وجہ سے ہم کھانا نہ کھا سکے۔ میں خمیمہ سے باہر نکلا تاکہ دوستوں سے ملاقات کر کے دل بد جو اس کو تسلی دوں تو ناگاہ رستے سے عقبہ ربیعہ آ نکلا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے ابان خالد میں نے اس سے زیادہ عجیب بات نہیں دیکھی۔ ہمارا قافلہ صحیح سالم بچ نکلا لہذا ہمیں اپنے گھروں کی طرف رخ کرنا چاہیے تھا کہ ان کے ساتھ تیغ کشی۔ میں نے کہا لا داعی لمن لا یطاع یہ ہگڑا ابن خنظلہ یعنی ابو جہل کی شامت سے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد عقبہ نے کہا کہ اے ابان خالد کیا تجھے خدشہ نہیں کہ محمد اور ان کے اصحاب کہیں ہم پر شب خون نہ ماریں۔ میں نے کہا مت ڈرا اور تو اس سے محفوظ ہے۔ پھر عقبہ نے کہا کہ آفر کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ میں نے کہا ہم کو صبح تک پہرہ دار کے طور پر مقرر

کیا جائے گا۔ عقبہ نے کہا اس سے بہتر تدبیر نہیں ہو سکتی۔ ابو جہل نے کسی طرح یہ بات سن لی۔ سو اس نے کہا کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑائی عقبہ کو ناگوار ہے۔ اس کے بعد اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا تعجب ہے کیا تمہارا خیال ہے کہ محمدؐ اور ان کے دستِ تم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور تمہاری جماعت سے تعرض کر سکتے ہیں اور تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ میری قوم کے اطراف سے گزرنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتے۔ بنا بریں کسی شخص کی حفاظت اور پہرہ داری کی ضرورت نہیں۔ نقل ہے کہ اسی رات لشکرِ اہل اسلام بدر کے قریب جا پہنچا اور ایک ایسے رگستان میں اترا جہاں گھٹنوں گھٹنوں ریت میں دھنس جاتے تھے۔ پیاس نے ان پر غلبہ کیا، بعض کو غسل کی اور بعض کو وضو کی حاجت تھی اور پانی نہ تھا۔ چونکہ اسلامی لشکر اور پانی کے درمیان خاصا فاصلہ تھا پس شیطان نے ان کے دل میں دوسو سو ڈالا کہ باوجود اس کے کہ تم پیغمبر کے ساتھی ہو اور فتح و نصرت کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اور تم حدیثِ اصغر اور حدیثِ اکبر میں مبتلا ہو اور نماز سے محروم۔ اس بنا پر تمام اہل اسلام رنجیدہ خاطر سے تھے کہ اچانک ابر رحمت سے بارش شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے غسل اور وضو کیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ ریت دب گئی اور زمین سخت اور سٹاپ ہو گئی چنانچہ اس پر سے گزرنا آسان ہو گیا اور کافروں کی منزل گاہ کیچڑ سے بھر گئی اور آیت کریمہ

اہل اسلام کے حالات کے بیان میں نازل ہوئی۔ نقل ہے کہ اسی رات جب غلاموں کو گرفتار کیا گیا عمار یا سرد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو تجسس کے طور پر مشروں کے لشکر کی جانب بھیجا گیا وہ کفار کے لشکر کے ارد گرد گھوم پھر کر واپس آئے اور حضرت نبوت پناہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم نے کفار کو نہایت خائف اور ہراساں پایا ہے۔ جب کبھی ان کے گھوڑے منہ نہانے لگتے یہ اپنا منہ پیٹتے جب تک کہ وہ خاموش نہیں ہو جاتے۔ جب صبح ہوئی حجاج کا بیٹا جو پیروں کے نشان پہچاننے میں مہارت رکھتا تھا، ان دو بزرگوں کے پیروں کے نشانات کو دیکھ کر کہا واللہ یہ ابنِ سمیہ یعنی عمار بن یاسر کے اور یہ دوسرے ابنِ مسعود کے نشانِ پائیں اور محمدؐ یثرب اور قریش کے نادانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے چلے ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا سہ

## لا یترک الجوع لنا اوتیا لایبدان نفوت اونیما

اس کے بعد اُس نے اپنی قوم سے خطاب کیا کہ اے گروہ قریش! جب تم محمدؐ اور اصحاب محمدؐ سے ملاقات کرو تو اہل یشرب کو تلواروں پر رکھ لو اور ان کے جوانوں کو قتل کر دو، ہم ان کے بڑھوں کو ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنا کر مکہ لے جائیں گے تاکہ لوگ ان کا حال دیکھ کر عبرت کھڑیں اور کوئی دوسرا اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو ترک کرنے کی جرأت نہ کرے چونکہ حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے آخری کمزئیں پر کہ جہاں جنگ واقع ہوئی تھی نزول فرمایا تھا اور اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اس جنگل میں گھوم پھر کر (انگشت مبارک سے زمین پر نشان لگا کر ان مشرکوں میں سے ہر ایک کی قتل کی جگہ کہ جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے) اپنے ساتھیوں کو دکھائی چنانچہ اس میں کوئی فرق نہ نکلا۔ جس کا نام لیا گیا، جس مقام کا تعین کیا گیا تھا اسی جگہ وہ قتل ہوا۔

بیان کرتے ہیں کہ دونوں گروہوں کے آمنے سامنے اور صف آرا رہونے سے پہلے سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے لیے ایک عوشہ (اُدبخی جگہ) بناتے ہیں اور آپ کی سواری آپ کے پاس تیار کھڑی ہوگی اور ہم لڑائی میں مشغول ہوں گے۔ اگر ہم دشمن پر غالب آئیں تو نبھا ورنہ پناہ بخدا اگر اس کے خلاف ہوا تو آپ سواری مبارک پر تشریف رکھیں، اور اپنے دوستوں کی اس جماعت میں اپنے آپ کو پہنچائیں جو مدینہ میں باقی رہ گئی ہے۔ وہ جماعت وفاداری میں ہم سے کم نہیں۔ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ ہم لڑائی اور مقابلہ ہی سے انجام پذیر ہوگی تو رکاب ہمالیوں سے ہرگز پیچھے نہیں رہیں گے۔ جس طرح سے کہ آج تک وہ خدمت اور معاونت کی شرائط بجالا رہے ہیں۔ حضرت رسالت صلعم نے سعد کی رائے کو مستحسن قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں دعائے خیر کہی۔ اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے لیے ایک اُدبخی جگہ بنانے میں مشغول ہو گئے اسی اشارہ میں مخالفان دین ظاہر ہونے لگے۔ سب سے آگے زمعتہ بن اسود گھوڑے پر چولانیاں کرتا ہوا آیا اس کا بیٹا اس کے پیچھے پیچھے۔ امام واقدیؒ کہتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صلعم کی نگاہ اس پر پڑی تو کہا اے لائق پرستش خداوند بزرگ و برتر تحقیق کہ تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی اور مجھے جہاد کا حکم عطا فرمایا اور دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا اور تو اپنا

اپنا وعدہ خلاف نہیں فرماتا اور پھر فرمایا کہ بار الہی یہ دیکھ قریش اپنے خیال میں تجھ سے جنگ کے لیے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ الہی میں اس نصرت کا منتظر ہوں کہ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ جب آنحضرت صلعم نے عقبہ ربیع کو دیکھا تو فرمایا (جو کہ ایک سرخ بالوں والے اونٹ پر سوار چلا آ رہا تھا) کہ اس قوم میں اگر کوئی نیک ہے تو یہ صاحبِ شتر سرخ ہیں اگر قوم اس کی اطاعت کرے تو ہدایت پائے۔ یہ بات بظاہر آپ نے اس لیے فرمائی کہ یہ ابتداء خروجِ مکہ سے انتہا تک قریش کو جنگ سے منع کرتا رہا تھا اور کسی طرح بھی اس جنگ کے لیے راضی نہیں تھا۔ جس قدر وہ زیادہ مبالغہ کرتا تھا اسی قدر ملعون ابو جہل اس کی مخالفت میں اہتمام کرتا تھا۔ محمد بن جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مصلحت اس میں ہے کہ سلامتی سے لوٹ جاؤ اور جو جنگ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث ہو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس بات سے کہ میں تم سے لڑوں۔ جب حکم بن خرام نے پیغام حضرت رسالت مآبؐ سنا تو کہا کہ محمدؐ نے انصاف کی بات کہی ہے، اسے قبول کرو اور اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ ابو جہل نے اس نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ بخدا ہم نہیں ٹوئیں گے اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قدرت انعام اور قوت دی ہے تو ہم اپنا کینہ اس قوم سے نکالیں گے تاکہ اس کے بعد کوئی شخص کسی قافلہ سے معترض نہ ہو اس طرح اس لعین نے اس مہم کو صلح پذیر نہ ہونے دیا۔

نقل ہے کہ مشرکوں کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے حوض سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا جو جناب بن المنذر کی رائے سے قائم کیا گیا تھا تاکہ وہاں سے پانی پیا جاسکے۔ اور اکثر اہل اسلام نے انہیں منع کرنا چاہا مگر حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا کہ ان کو منع نہ کرو، انہیں پانی لے جانے دو۔ راوی کہتا ہے کہ جس جس نے وہاں سے پانی پیا اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا یا قید ہوا۔ حکم بن خرام اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہو گیا اور معرضِ ہلاکت سے جان سلامت لے گیا اور شبِ ہجرت میں جب کہ خواجہ عالم گھر سے نکلے سورۃ یسین پڑھتے ہوئے مشرکوں کے سر پر خاک پھینکی اور جس جس کے سر پر اس کا غبار پڑا وہ غزوہ بدر میں مارا گیا

مگر ابن خرام اس سے بھی محفوظ رہا پس ہزیمت اور روز بدر سے نجات کے بعد جب کبھی وہ قسم کھاتا تو کہتا کہ اس خدا کی قسم جس نے مجھے بدر کے روز نجات دی۔ نقل ہے کہ اسود بن عبدالاسد خزومی نے مشرکوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں مسلمانوں کے حوض سے پانی نہیں پیوں گا بلکہ اس کو تباہ کر دوں گا۔ جب اسود لشکر کفار سے نکلا اور اس نے حوض کی طرف رخ کیا۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ اہل اسلام سے چلے اور تلوار اس کی پینڈلی پر ماری چنانچہ وہ پلٹے کے بل گر پڑا۔ پھر بھی سینہ اور پہلو کے بل حوض کی جانب چلنے لگا تاکہ اپنی قسم کو سچ کر دکھائے۔ حضرت حمزہؓ نے اس کا تعاقب کر کے اس ذلیل لعین کو جہنم رسید کر دیا۔ جب قریش نے اپنی منزل پر قیام کیا تو عمر بن وہب صیبی کو لشکر اسلام کو دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا۔ اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کی لشکر گاہ کے گرد چکر لگایا اور اصحاب اسلام کا بغور مشاہدہ کیا اور اپنی قوم میں آکر کہنے لگا کہ مسلمانوں کے لشکر میں تین سو سے کچھ ہی زیادہ آدمی ہوں گے لیکن مجھے دوبارہ جانے کا موقع دو۔ میں مکر تحقیق کر کے یقینی طور پر بتا سکوں گا۔ ممکن ہے کہ دوسری جماعت گھات میں لگی ہو اس جنگل کے اطراف و کناف کا طواف کر کے مین گاہوں کا اچھا خاصا معائنہ کیا مگر کسی کو نہ پایا۔ پھر اپنے لشکر میں گیا اور اپنی قوم سے خطاب کیا کہ گھات میں کوئی نہیں مگر اے قریشیو!

ۛ قدرایت البسلیا تحمل المنايا تو واضح یشر بھل اسم الناقع  
 یارانِ محمد کے اونٹوں کو میں نے دیکھا کہ ان کی گردنوں میں اس طرح کی پگڑھی پڑی ہوئی ہے  
 جیسے کوئی بہادر تاجدار پگڑھی پہنتا ہے جو موت کو بچ سمجھے اور اہل مدینہ کو میں نے دیکھا کہ  
 انہوں نے اپنے ساز و سامان میں نہر مہلک چھپا رکھا ہے۔ غرض میں نے ایسی قوم دیکھی کہ ان  
 کی تلواروں کے سایہ کے سوا کہیں جاتے پناہ نہ ہو گو یا وہ گونگے ہیں کہ ان کی زبان نہیں۔ ان کی  
 جماعت مجھ کو ان اتر دھوں کی طرح نظر آئی جن کی زبانیں نکلی پڑی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اس  
 بات کا شک ہے کہ ان میں سے ایک ایک آدمی جب مقتل میں آئے گا تو تم میں سے ایک  
 ایک کو ختم کر دے گا۔ جب قریش کے یہ سارے آدمی قتل ہو جائیں گے تو تمہارے بچے کچھے  
 لوگوں کی کیا زندگی ہوگی۔ جب حکم بن خرام نے یہ بات عمر بن وہب نے سنی تو عقبہ کے پاس گیا اور

اور کہا یا ابوالولید تو بزرگ ہے اور قریش کے لیے قابل اطاعت، تو وہ کام کر سکتا ہے کہ جس کے سبب سے جب تک دُنیا رہے گی تیرا ذکر خیر باقی رہے گا۔ عقبہ نے پوچھا وہ آخر ایسا کیا کام ہے حکم نے کہا کہ میری درخواست ہے کہ اپنے حلیف عمرو بن الخضر می کے خون بہا کی (جو قافلہ قریش میں سے ضائع ہو چکا ہے) بطنِ نخلہ میں ہمیں ضمانت مل گئی ہے پس اس لشکر کو تم لوٹ جانے دو ہماری قوم کا اس کے سوا محمدؐ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ عقبہ نے حکم کی درخواست قبول کر لی اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر لشکر کے درمیانی حصہ میں پہنچا اور کہا کہ اے اہل قوم میری بات غور سے سنو! کہ اس شخص اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ مت کرو کیونکہ محمدؐ کے ساتھ ایسی جماعت ہے جن کی تمہارے ساتھ قریبی رشتہ داری ہے جب تم ان کو قتل کر دو گے تو اس جماعت کی اولاد، بھائیوں غرض تمام عزیزوں میں اور ہمارے درمیان ایک ایسا بغض اور دشمنی پڑ جائے گی جو کبھی زائل نہیں ہوگی اور میرا خیال ہے کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کا تم سے قتل بھی نہ ہوگا جب تک کہ تم میں سے اتنے ہی آدمی قتل نہیں ہو جائیں گے اور علاوہ اس کے ہم بھی ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں اور مزید براں بہت ممکن ہے کہ ہم پر کوئی ایسی آفت پڑے جس کا تدارک مشکل ہو جائے۔

۵ خدائے کہ بالادپست آفرید زبردست ہر زبردست آفرید

اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارا مقصود اپنے مقتول کا انتقام اور وہ تھوڑا سا مال جو بطنِ نخلہ میں چھن گیا ہے اس کا بدلہ لینا ہے۔ ابنِ خضر می کے خون بہا اور اس مال کا جو ضائع ہوا میں ذمہ لیتا ہوں اگر محمدؐ نے جھوٹ کہا ہو بہتر یہ نظر آتا ہے کہ تم اس سے تعرض نہ کرو اور اس کا معاملہ تم دوسرے کے لئے اٹھا رکھو۔ اگر وہ فرشتہ ہے تو تمہیں اس سے فائدہ ہوگا کہ اپنے بھتیجے کی ملک سے متمتع ہو سکو گے اگر پیغمبر ہے تب بھی تم کو اس کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ کیونکہ وہ لاجمالہ لوگوں میں زیادہ سعید ہوگا، لہذا میری نصیحت قبول کرو اور میری رائے کو کمزور مت سمجھو۔ ابو جہل نے یہ بات سنی تو اسے حسد ہوا کہ اگر لوگوں نے اس کی بات سن لی اور ان ملی تو سرداری اسے حاصل ہو جائے گی اور میری زیادہ اہمیت نہ رہے گی چنانچہ ازراہِ خیانت کہنے لگا کہ عقبہ یہ بات یوں کہہ رہا ہے کہ اس کا لڑکا ابو حذیفہ محمدؐ کی معیت میں ہے۔ ابو حذیفہ کو اپنے بیٹے کا قتل گراں معلوم ہو رہا ہے۔ پھر عقبہ کی طرف رُخ کر کے اسے بزدلی کا طعنہ دینے لگا

اور کہا کہ اب کیا تم ہماری رسوائی چاہتے ہو اور قوم کو لوٹ جانے کا مشورہ دیتے ہو، خدا کی قسم ہم نہیں  
 لوٹیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان دو لوگ فیصلہ نہ کر دے۔ عقبہ ابو جہل کی  
 بات سن کر غضبناک ہو گیا اور اس پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے  
 بزدل کون ہے اور بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ڈر لپک اور فساد کی کون ہے اور بعض کتب سیر میں  
 لکھا ہے کہ جب حکم بن خرام نے عقبہ سے التماس کی کہ عمر بن الخطابؓ کا خون بہا ادا کرنا تو قبول کر  
 لے اور لشکر لوٹ لے۔ عقبہ نے اس کی عرض سن کر کہا کہ اے یار تو خطلہ کے پاس جا اور میری طرف سے  
 یہ یہ کہہ اور اسے اس معاملہ میں اپنا ہم خیال بنا۔ حکم کہتا ہے کہ میں عقبہ کے کہنے کے مطابق ابو جہل  
 کے پاس گیا کہ عقبہ کہتا ہے کہ مصلحت اسی میں ہے کہ ہم لشکر واپس لے چلیں اور اپنے چچا زاد  
 بھائی سے نہ لڑیں۔ ابو جہل نے کہا کہ عقبہ کو تیرے سوا کوئی قاصد ہی نہیں ملا۔ میں یہ بات سنتے ہی فوراً  
 وہاں سے چل پڑا اور عقبہ کے پاس دوڑا دوڑا گیا۔ اسے میں نے دیکھا کہ وہ ایما بن رخصہ پر ٹیک لگائے  
 بیٹھا ہے اور اپنے اونٹوں میں سے دو اونٹ مشرکوں کو بھیج رہا تھا کہ وہ اسے کاٹ کر کھائیں۔ میرے  
 پیچھے ہی ابو جہل پہنچا شترت کا اثر اس کے نامبارک چہرے سے ظاہر تھا کہنے لگا "اتفخ سحرک"  
 کہ تیرے پیچھے پھرتے میں ہوا بھر گئی ہے۔ یہ کلمہ اہل عرب اس وقت کہتے ہیں جب وہ کسی بزدل  
 کہنا چاہتے ہوں۔ عقبہ نے کہا اے اپنے آپ کو زرد کرنے والے مجھے علامت کرتا ہے (عقبہ کی بات  
 کا اکثر اہل سیر کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ ابو جہل کے مقام خاص پر برص تھا جسے وہ زعفران سے  
 رنگ دیا کرتا تھا، اس بات سے ابو جہل کو نہایت غصہ آیا، اپنی تلوار کھینچ کر گھوڑے سے اتر آیا  
 ایما بن رخصہ نے کہا یہ فال بد ہے۔ اس کے بعد وہاں سے آکر ابو جہل نے کسی شخص کو عامر بن  
 الخضری کے پاس بھیجا کہ بھوک کی شدت سے عقبہ کا دماغ خراب ہو گیا ہے اسے ستو کھلانا  
 چاہیے، قریش نے بھی یہی کہا ابو جہل مشرکوں کی طرف داری سے بہت سردار و خوش ہوا اور میں  
 نے وہاں سے واپس ہو کر عقبہ سے درخواست کی کہ وہ قوم کو سمجھائے۔ عقبہ خصہ میں بھرا ہوا لشکر گاہ  
 میں آیا اور ہر چند مشرکوں کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ اہل اسلام کے لشکر میں تین جھنڈے تھے ایک تو مہاجروں میں سے ایک شخص  
 کے پاس اور دو انصار کے پاس حضرت رسالت پناہؐ نے مہاجروں کا جھنڈا مصعب بن عمیر



کو دیا اور خزرج کا جھنڈا نجاب المنذر کو اور اوس کا علم سعد بن معاذ کو مرحمت فرمایا۔ اور کہا کہ  
 ہما جردن کا شمار بنی عبدالرحمن کے ساتھ، اوس کا بنی عبداللہ اور خزرج کا شمار بنی عبداللہ کے ہمراہ ہوگا۔  
 بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا مجموعی طور پر شعاع  
 امت کا منصور و مظفر ہوتا ہے اور یہاں شعاع مراد وہ علامت ہے کہ جنگ کے روز موافق مخالفوں  
 میں تیز کر کے ایک دوسرے کو پہچانیں اور ہمارے کلمہ منصور امت سے مراد یہ ہے کہ اے وعدہ دیئے  
 ہوئے مجاہد! نصرت الہی سے دشمن کو قتل کرو اور مشرکوں کے بھی تین جھنڈے تھے، ایک طلحہ بن  
 ابی طلحہ کے ہاتھ میں، دوسرا ابی عزیز بن عمرو کے اور تیسرا ثالمث بن النضر کے ہاتھ میں تھا اور  
 یہ تینوں کا سلسلہ نسب عبداللہ بن قصی تک پہنچتا ہے۔ جب طرفین نے جنگ کا قصد کیا حضرت  
 مقدس نبویؐ نے ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر صرف بندی فرما رہے تھے اور اس اشارہ میں آپؐ کی  
 نظر سواد بن پرپڑی کہ جو صف سے چند قدم آگے بڑھا ہوا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ایک لکڑی سواد کے برہنہ سینہ پر مار کر کہا "استوی یا سواد یا سواد" سواد نے کہا یا رسول اللہ  
 آپ کی لکڑی کی ضرب سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور راستی کے ساتھ  
 بھیجا ہے آپ نے مجھے جو چوٹ لگائی ہے اس کا بدلہ دیں۔ آنحضرتؐ صلعم نے اپنے سینہ مبارک  
 کو عریاں فرمایا اور کہا اے سواد اپنا بدلہ لے لے۔ سواد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر  
 روتے نیاز رکھ کر اسے بوسہ دینے کی سعادت سے سرفراز ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ایسا تو نے کیوں کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس جنگ میں قتل ہونے محفوظ نہیں۔ میں نے چاہا کہ اپنی  
 زندگی کے آخری وقت آپ کے بدن مبارک سے مساس کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس کے حق میں دعا کی اس کے بعد اصحاب سے کہا کہ تم میں سے کوئی میری اجازت کے بغیر نہ تلوار چلانا  
 اور نہ کفار پر حملہ کرنا جب وہ تمہارے قریب آئیں تو تم ان پر تیر، برسانا اور تیر چلانے میں اس قدر  
 کھچا رکھیں کہ تمہارا تیر انتہا تک نہ پہنچے، اس خدا کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے  
 کہ جو بھی ان سے جنگ کرے گا اسے ہشت دائمی ملے گی۔ (اگرچہ مطالب ثواب اور رضائے الہی کا  
 طالب ہوتا ہے اور اس کے دامن میں پناہ حاصل کرتا ہے) اور اس وقت عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 خراکھانے میں مشغول تھے۔ کھجور کا باقی ماندہ حصہ ہاتھ ہی میں تھا کہ تلوار لیے مخالفانِ دین سے جنگ

شروع کر دی حتیٰ کہ شہادت حاصل کر کے باغاتِ جنت کی طرف تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب فریقین کی مڈ بھیل ہوئی تو ابو جہل نے کہا کہ اے خداوند! ہم میں سے بھی جو قطع رحمی کرے اور ایسا ہنگامہ ہمارے درمیان کھڑا کرے کہ جس کا کسی کو پتہ نہیں تو تو اسے ہلاک کر اور فی الحقیقت وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔

## فصل سوم

# آغاز جنگِ بدر

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے مشرکوں میں سے جس شخص نے میدان میں قدم رکھا اور جنگ کرنے کے لیے آگے آیا عقبہ بن ربیعہ تھا وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ہمراہ آگے بڑھا۔ واقعہ یہ تھا کہ عقبہ نے ابو جہل کی سرزنش کی بنا پر کہ اس نے اسے غداری اور بزدلی سے فسوب کیا تھا، متاثر ہو کر جنگ و قتال کے لیے سب سے پہلے قدم اٹھایا۔ زرہ پہنی پھر ہر طرف دیکھتا تھا کہ کہیں سے ایسی کوئی خود ہاتھ آجائے کہ اس کے سر پر پوری اترے مگر ایسی کوئی خود نہیں ملی کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا اس وجہ سے پگڑی پر ہی اکٹھا کرنا پڑا، اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ جنگ کے لیے متعہ ہو کر نکلا، اسے حکم بن خرام نے نصیحت کی مگر مفید ثابت نہ ہوئی۔ اسی اثنا میں عقبہ کی نظر ابو جہل پر پڑی جو ایک گھوڑی پر سوار مشرکین جنگ کی ایک صف میں کھڑا تھا نہایت جوش سے اس نے تلوار سونتی اور ابو جہل کی گھوڑی کو ایڑی لگائی اور کہا کہ آج سواری کا دن نہیں کیونکہ قوم کے اکثر اکابر پیادہ ہیں۔ ابو جہل گھوڑی سے اتر پڑا، اس کے بعد عقبہ، شیبہ اور ولید میدان میں آئے اور نعرہ لگایا کہ ہے کوئی لڑنے والا! لشکرِ اسلام میں سے تین انصار نوجوان یعنی حارث کے بیٹے میدان میں نکلے اور ایک روایت کے مطابق معاذ کی بجائے عبداللہ بن رواحہ تھے۔ کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم انصاری ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، ہم اپنے چچا زادوں کو میدان میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے صدا لگائی کہ اے محمد! ہمارے اہل خاندان کو

بھیجیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ، علی اور عبیدہ بن عمار رضی اللہ عنہم کو اشارہ فرمایا کہ میدان میں نکلیں۔ جب وہ میدان میں آئے تو کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو، انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ پس عبیدہ جو ان میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے اور ان کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی عقبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حمزہ شیبہ کی طرف اور علی ولید کی جانب، حضرت علی نے ولید پلید کو پہلے ہی دار میں جنم رسید کر دیا۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو زخم کاری لگایا مگر عبیدہ نے عقبہ سے زخم کھایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ عقبہ کی جانب، حضرت علی شیبہ سے اور ولید سے عبیدہ نے مقابلہ کیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے دشمنوں کو قتل کر دیا عبیدہ اپنے مقابل سے بُری طرح زخمی ہوئے۔ چنانچہ ان کے پاؤں کی بڑی کاگو دانکل کر میدان میں جا پڑا۔ علی اور حمزہ عبیدہ کی مدد کو آئے اور ان کے دشمن کو قتل کر دیا۔ عبیدہ کو اٹھا کر حضور صلعم کے پاس لایا گیا۔ عبیدہ بولے یا رسول اللہ صلعم میں شہید ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو شہید ہی نہیں بلکہ سعادت مندوں میں سرفہرست ہے چنانچہ جنگ بدر سے لڑتے ہوئے دادی صفر یا دادی روحا میں راہی فردوس ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

هذان خصمان اختصموني ربهم ان چھ آدمیوں کے حق میں نازل ہوئی۔

جو نہی جنگ کی آگ بھڑکی اور سرکار دو عالم نے کفار کی کثرت کو ملاحظہ فرمایا اور دستوں کی تعداد کی کمی اور دشمنوں کی فراوانی کا مشاہدہ فرمایا تو دعا کی، قبلہ گاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ سپیدی بغل ظاہر ہو گئی اور آپ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ فرمایا اللہ ما وعدتني اس کلمہ کی تکرار فرماتے جاتے اللهم ان تھلك هذه لعصابتہ اهل الاسلام فلا فی الارض ابداً۔ کہتے ہیں کہ دعائیں آپ نے اس قدر زوراً کہ صدیق اکبر نے آپ سے کہا کہ آپ کی زاری حد سے گزر چکی اور آپ کی چادر جو کندھے سے گر چکی تھی اسے آپ کے مقدس کندھے پر ڈال دیا اور آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا یا رسول اللہ صلعم بے شبہ آپ کے ساتھ جو وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا ہے وہ پورا

## اہل اسلام کی امداد کیلئے ملائکہ علیہم السلام کا نزول

ارباب سیر و تاریخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت صلعم نے حضرت خداوند بزرگ کے دربار میں دعا دیا  
 نیاز مندی فرمائی تو حضور پر ہلکی سی غنودگی کا غلبہ ہوا۔ اوندنگھ کے خلوت خانہ میں آنکھیں جھپکائی  
 ہی تھیں کہ بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو مبارک ہو کہ دین اسلام کی نصرت کے لیے تائید  
 آسمانی ہو چکی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار زرہ پوشوں کی جماعت لیے روئے پاکدامنی  
 اوڑھے مخصوص عمامے باندھے اس کے دونوں کنارے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑے  
 سدھائے ہوئے اہلق گھوڑوں پر سوار زمین پر آئے اور مومنوں کے لشکر کے قلب میں  
 صف آرا ہو گئے اور میکائیل نصرت پناہ خوش پوش دوسرے ہزار سواروں کے ساتھ لشکر کے  
 داہنے اور اسرافیل فرشتوں کے افواج کے گھڑ سوار اور آسمانی مخلوق کے سپہ سالاروں کے ہمراہ  
 ظفر مند فوج اسلام کے بائیں جانب اترے اور کافروں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو چکے ہیں اس  
 کے بعد سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان جنگجوؤں کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے اور  
 میدان میں تشریف لائے اور آیت

میدان میں تشریف لائے اور آیت

اور اپنے دینی بھائیوں کو فتح مندی کا مزہ سنایا اور ایک مٹھی بھر ریت اٹھا کر قریش کے ذلیلوں  
 کی طرف پھینکی اور اس نضا میں آیت "شاہت الوجود" کا جھنڈا کافروں کی ٹسکت کے لیے  
 بلند کیا اور مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مجاہدو! دوڑو، پس مسلمانوں نے ملائکہ اور  
 احکم الحاکمین کی امداد و تائید سے یکبارگی حملہ کیا اور ان نیکو کاروں نے ان شریروں کو ہلاک کر دیا۔  
 "و عار میت اذ رمیت و لکن اللہ رحی" کی حقانیت کا ظہور ہوا۔ حکم بن خرام کہتا ہے کہ  
 جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر ریت ہماری طرف پھینکی تو ہم نے ایک آواز سنی جو  
 آسمان سے آرہی تھی، کنکریوں کی آواز کی طرح جو طشت میں گرتے وقت پیدا ہوتی ہے اور ہم اس  
 آواز کو سن کر دوڑ پڑے۔ نفل نے بھی معاد یہ سے اسی طرح روایت کی کہ اس روز ہم نے اپنے  
 عقب میں کنکریوں کے کھنکنے کی آواز سنی جیسے کسی طبق سے گر رہی ہوں۔ نقل ہے کہ حضرت ثلاث پناہ

یعنی مرتضیٰ علی اکرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں لڑائی کے دوران تین مرتبہ اس چوتروہ پر خبر گیری کے لیے گیا، جس پر حضور تشریف فرما تھے، ہر مرتبہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حتی یا قیوم بوجہ استغیث پڑھتے ہوئے سجدے میں پڑا پایا، یہاں تک کہ اس کے بعد ہم نے فتح کے آثار کا مشاہدہ کیا۔

شاہ مرداں کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بدری جنگ کے روز ایک سخت ہوا چلی کہ اس طرح کی ہوا چلتی ہوئی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی اس کے بعد اسی طرح تیزی سے دوسری بار اور پھر اس کے بعد اس قدر سختی کے ساتھ ہوا چلی اس طرح تین مرتبہ جو ہوا پے در پے چلی تو اقل جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ اور دوسری دفعہ میکائیل اور تیسری مرتبہ اسرافیل علیہ السلام آئے جیسا کہ بیان کیا گیا۔

اس دن شیطان مردق بن مالک بن جشم کی شکل میں تشکل ہو گیا تھا وہ قریش سے کہتا تھا کہ تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ جب اس ملعون نے ملائکہ کو جو عا کر نصرت شعار کی امداد کے لیے چلے آئے تھے دیکھا تو کافروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں کیونکہ میں جو دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے۔ حارث بن ہشام اس تصور سے کہ وہ سراقہ ہے اس سے جھگڑا پڑا شیطان نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور اسے گرا دیا اور خود دریا کی طرف بھاگ گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابلیس اس لیے نہیں ڈرتا کہ وہ مارا جائے گا کیونکہ اس نے خدا سے مہلت حاصل کی ہوئی ہے بلکہ وہ اس لیے ڈرتا ہے کہ کہیں جبرائیل آکر اسے گرفتار نہ کر لیں اور لوگوں کو بتائیں کہ اس کی پیروی نہ کرو۔ بیان کرتے ہیں کہ جب مشرک مکہ آئے تو کہنے لگے ہماری فوج کو سراقہ کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ جب وہ بھاگ کھڑا ہوا تو سب کے سب شکستہ دل ہو کر بھاگ اٹھے جب یہ خبر سراقہ کو پہنچی تو اس نے قسم کھانی کہ مجھے تمہارے جنگ بدر سے بھاگ جانے کا علم اس وقت تک نہیں ہوا جب تک میں نے تمہاری شکست کی خبر نہیں سنی۔ انہوں نے نشانیاں بتلائیں اور وہ انکار کرتا رہا حتیٰ کہ جس وقت یہ لوگ مسلمان ہوئے تو پتہ چلا کہ وہ شیطان تھا۔ اسی اشارہ میں ابو جہل لعین نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ قریش! سراقہ کے قول نے تم کو جنگ سے باز نہ رکھا بلکہ اس کا تو رسول صلعم اور ان کے صحابہ کے ساتھ معاہدہ ہے۔ جب سراقہ اس جہان سے کوچ کر جائے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ میں اس کی قوم کا کروں گا۔ غلبہ، شیبہ، ولید کے قتل سے تم کو غافل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ مغرور اور خود راتے تھے اور جنگ میں جلد بازی کرتے تھے اور

فضول طریقہ سے لڑ رہے تھے، خدا کی قسم ہم یہاں سے واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کر دیں۔ بشرطیکہ تم میں سے کوئی محمدؐ اور اصحاب محمدؐ میں سے کسی کو قتل نہ کرے بلکہ ان کو زندہ گرفتار کر لو پھر دیکھنا ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور ان پر کیا آفت ڈھاتے ہیں کہ دنیا ان کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے گی اور پھر کسی کو اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور ان کے بزرگوں نے جن کی پرستش کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اس سے روگرداں نہ ہونگے۔

نقل ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا کہ بدر کے دن میں نے لوگوں کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان چٹکبرے گھوڑوں پر سوار ہیں لوگوں کو جو قتل اور قید کرنے میں مصروف ہیں۔ ابواسید بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ غفار کے ایک شخص سے ہم نے سنا کہ کہتا تھا کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی جنگ بدر کے دن ایک پہاڑ پر چڑھے تاکہ دیکھیں کہ طرفین میں کون کامیاب و کامران ہوتا ہے اور حال یہ کہ ہم دونوں مشرک تھے۔ اسی اثنائے میں ہم نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ہمارے قریب سے گزرا اور اس بادل کے ٹکڑے کے اندر سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لوہے کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ہماری سماعت سے یہ بات ٹکرائی کہ ایک کہنے والا کہتا تھا "اقدام یا خیروم" یعنی آگے بڑھو اے خیروم و خیروم جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے ہمیں نے اس گھوڑے کی طرف ٹکٹکی باندھی کہ دیکھیں کہاں جاتا ہے ہم نے دیکھا وہ بادل کا ٹکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رواں ہے۔ ایک لمحظہ کے بعد وہ لوٹا اور جو کچھ پہلے سنا تھا وہی آوازیں پھر سنائی دیں۔

بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ کے سپاہ کی اس دن خاص طور پر پگڑیاں سُرخ بہن اور زرد رنگ کی تھیں اور چٹکبرے گھوڑوں پر سوار تھے جن کے ماتھے نشان زدہ تھے اور مشرک ملائکہ کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سن رہے تھے مگر انہیں گھوڑے نظر نہیں آ رہے تھے جب کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے جاتا اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا اس کے سر کو کٹا ہوا پاتا۔ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ ایک انصاری ایک کافر کے تعاقب میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک کڑے کے چلنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز کہہتا تھا "اقدام یا خیروم" جب اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ کافر جو اس کے آگے دوڑا جا رہا تھا وہ گر پڑا تھا اور اس کا

منہ پھٹ چکا تھا اور اس کی ناک ٹوٹ چکی تھی۔ وہ انصاری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور جو حالت دیکھی تھی وہ بیان کی۔ فرمایا کہ وہ آسمانِ سوم کے ملائکہ میں سے تھا۔ ثابت ابن جہش سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے قسم کھائی کہ بخدا مجھے بدر کے دن کسی انسان نے اسیر نہیں کیا پوچھا گیا پھر تجھے کس نے گرفتار کیا، کہا کہ جب قریش نے راہ فرار اختیار کی تو میں بھی ان کیساتھ بھاگا، ناگاہ ایک شخص میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے باندھ لیا۔ وہ شخص لمبے چوڑے قد والا گدرا چٹا ایک ابلق گھوڑے پر زما میں سوار تھا۔ اس اثنا میں عبدالرحمن ابن عوف میرے پاس پہنچے اور مجھے بندھا ہوا پایا، ہر چند آواز لگائی کہ یہ کس کا قیدی ہے مگر کسی صحابی کی اس نے کوئی آواز نہ سنی۔ اس کے بعد مجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لے گئے۔ آنسور صلعم نے فرمایا کہ اسے معزز فرشتہ نے گرفتار کیا ہے، پھر کہا اے ابن عوف اپنے قیدی کو لے جا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین مشرکوں کے سر میں حضور صلعم کی خدمت میں لے گیا اور بتایا کہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے تیسرے کو قتل ایک ایسے شخص نے کیا کہ جو سفید کپڑوں میں ملبوس اور دراز قامت تھا۔ اس نے اس کا سر بھی اٹھا لیا اور ان دونوں سروں کے ساتھ ملا کر آپ کو دکھانے کے لیے لایا ہوں فرمایا "ذاک فدا من الملائکۃ" نقل ہے کہ بعض اصحاب کہتے تھے کہ ہم کسی شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور قبل اس کے کہ ہم تلوار کا دار کریں اس کا سر تن سے جدا ہو جایا کرتا تھا۔ نقل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ملائکہ جنگِ بدر میں ایک ایسی شکل میں متشکل تھے کہ مومن ان کو پہچان لیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے اور ان کو بہادر بننے کی ہدایت کرتے۔ حق تعالیٰ نے اس سلسلہ میں فرمایا "واذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فتبوا الذین آمنوا" پروردگار نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، مومنوں کی ہمت بندھاؤ اور ان کو دلیر بناؤ۔ غرض یہ کہ نزولِ ملائکہ اور ان کے جنگ کرنے اور انسانی شکلوں میں آنے کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے آسمان سے اترے اور انہوں نے کفار سے جنگ کی اور مومنوں کی نظر میں خوبصورت شکل میں جلوہ گر ہوئے اور بعض ایسی صورتوں میں تھے کہ مومنوں نے انہیں پہچان لیا جیسا کہ بیان کیا گیا "رجعنا الی المجدال وواقعات"

نقل کرتے ہیں کہ جب اہل شرک اور اہل توحید باہم مقابلہ بدر کے دوسرے واقعات

بھڑک اٹھی عاصم بن ابی عوف نے جو ایک دزدہ صفت آدمی تھا نعرہ لگایا کہ اے گروہ قریش! اس شخص سے ہاتھ مت رکھو جو قطع رحمی کرنے والا ہے اور جماعتوں میں تفرقہ ڈالنے والا ہے۔ اگر وہ نجات نہ پائے تو میں نجات نہیں پاؤں گا یعنی میں انہیں قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا اور اس ملعون کی مراد رسول اللہ صلعم سے تھی۔ عاصم ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ابودجانہ انصاری نے تلوار کے ایک ہی وار سے جہنم رسید کر دیا اور چاہتے تھے کہ اس کے اسلحہ پر قبضہ کر لیں کہ معبد بن وہب آگے بڑھا اور ابودجانہ پر ایک ضرب لگائی وہ زانو کے بل گر پڑے پھر اٹھے اور پے درپے کئی وار معبد پر کئے مگر کوئی گھاگر ثابت نہ ہوا۔ معبد نے ابودجانہ کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کی اور ایک طرف کاؤرخ کیا۔ ابودجانہ نے معبد کا تعاقب کیا اور اپنے آپ کو اس پر جا ڈالا، وہاں انہوں نے اسے ذبح کر دیا۔

نقل ہے کہ زبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم کو پتہ چلا کہ واقعہ قتل نوفل بن خویلد

نوفل بن خویلد بھی قریش کے لشکر میں ہے تو آپ نے فرمائی کہ "اللہم اصفنی" خویلد نعرہ لگا رہا تھا کہ اے معشر قریش! آج کا دن رفعت اور بلندی کا دن ہے۔ جب دیکھا کہ قوم ہزیمت اٹھا کر بھاگی جا رہی ہے تو چلا اٹھا کہ اے آل القار! ہمارے قتل سے تمہیں کیا فائدہ، کیا تمہیں اونٹ نہیں چاہئیں (یا تمہیں اونٹوں کی ضرورت نہیں)، یعنی ہمیں قید کرو اور فدیہ لو۔ آخر کار جابر بن امیہ انصاری نے اس کو گھیر کر آگے رکھ لیا اور اپنی منزل کی طرف لے چلے۔ اچانک حیدر کرار رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آگئے۔ جب نوفل نے دیکھا کہ علی کرم اللہ وجہہ اس کی طرف متوجہ ہیں۔ اجبار سے کہا کہ اے انصاری بھائی، لات وعزیٰ کی قسم میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، مجھے بتانا یہ کون ہے۔ اجبار نے کہا، علی ابن ابی طالب ہیں۔ نوفل نے کہا واللہ اپنی قوم کو تہ تیغ کرنے میں اس سے زیادہ تیز آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ علی المرتضیٰ نے اس کے پاس پہنچ کر تلوار اس کے سر پر ماری جو ترازو ہو گئی، پھر امیر نے اس کے سر سے تلوار کھینچ کر اس کی پنڈلی پر چلائی چنانچہ پنڈلی کٹ گئی اور تیسری ضرب



میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ جب مجلس شریف نبویؐ میں پہنچے تو رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ نونل کا کسی کو پتہ ہے۔ علی نے کہا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر اور کہا بھلا محمد اللہ میری دعا قبول ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مخالفوں کے لشکر سے نثر آدمی مارے گئے اور نثر آدمی قید ہوئے اور ان میں سے چھتیس آدمیوں کو تنہا علی المرتضیٰ نے قتل کیا رضی اللہ عنہ پوچھیں ۲۲ آدمیوں کے قتل میں تو کسی کو اختلاف نہیں، ان میں زمعہ بن الاسود، حارث بن زعمہ، عمرو بن عاص بن کعب اور عثمان و مالک کہ طلحہ کے بیٹے تھے۔

اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل  
مقتولوں میں سے ایک مشہور شخصیت  
اُمیہ بن خلف کی تھی عبدالرحمن بن عوف

کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں میرے اور اُمیہ کے درمیان رشتہ دوستی استوار تھا، اس وقت مجھے عبد عمرو دکھا جاتا تھا جب میں مشرف بہ اسلام ہوا تو حضور صلعم نے میرا نام عبدالرحمن رکھا۔ ایک روز اُمیہ نے مجھ سے کہا تیرے باپ نے تیرا جو نام رکھا تھا تو نے وہ نام بدل دیا۔ اب میں تجھے عبدالرحمن نہیں کہوں گا کیونکہ یہ نام میں مسلمہ کو رحمان کہتے ہیں، لہذا میں تجھے دوسرے نام سے پکاروں گا۔ میں نے کہا یا ابا علی تو مجھے جس نام سے چاہے پکار، اس نے کہا آج سے میں تجھے عبداللہ کے نام سے پکاروں گا۔ چنانچہ میں نے اسے قبول کر لیا۔ وہ مجھے اثنائے گفتگو اور مخاطبت میں عبداللہ کے نام سے پکارتا۔ قدرتی طور پر بدر کے دن جب مشرک بھاگ اٹھے تو مجھے جنگ دوزخ غنیمت میں ملے میں انہیں اٹھائے لیے جا رہا تھا کہ اُمیہ بن خلف کی نظر مجھ پر پڑی، اس کا بیٹا علی بھی اس کے ساتھ۔ جب اُمیہ نے مجھے دیکھا تو آواز دی یا عبد عمرو! میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے مجھے عبداللہ کے نام سے پکارا میں نے جواب دیا۔ اس نے کہا مجھے قتل مت کرنا تاکہ ان زرہوں سے زیادہ میں تجھے فائدہ پہنچاؤں۔ میں نے زرہیں پھینک دیں اور باپ اور بیٹے کو پکڑ کر لے چلا، ناگاہ حضرت بلالؓ کی نظر ہم پر پڑی، چونکہ اُمیہ نے مکہ میں حضرت بلالؓ کو بہت دکھ پہنچایا تھا تاکہ وہ دین اسلام سے منحرف ہو جائے چنانچہ حضرت بلالؓ اسے دیکھتے ہی چیخ اٹھے اے انصار اللہ اور اے انصار رسول اللہ یہ دیکھو سالار و سردار مشرکان اُمیہ بن خلف! اگر وہ رہائی پالے تو میرا بچنا ممکن نہیں۔ جب اہل اسلام

نے حضرت بلالؓ کی آواز سنی تو اُمیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے ہر چند کہا کہ یہ دونوں اسیر ہیں مگر کسی نے میری بات پر دھیان نہ دیا۔ آخر کار اُمیہ کو پشت کو پشت کے بل گرایا گیا میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا مگر نجاب بن المنذر نے تلوار سے اس کی ناک کاٹ لی جب اُمیہ نے اپنی ناک کٹی ہوئی دیکھی تو کہا اے عبداللہ مجھے چھوڑ دے لامحالہ میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی حمایت سے ہاتھ اٹھالیا، اسی اثنار میں خلیب بن یساف نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور نجاب بن المنذر نے علی بن اُمیہ کے پاؤں پر وار کر کے اسے بدن سے جدا کر دیا۔ عبدالرحمن نے بتایا کہ اس وقت علیؓ اس طرح چیخا کہ اتنی سخت اور ہیبت ناک آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد عمار یاسر نے اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ عبدالرحمن بن عوف کے متعلق نقل ہے کہ وہ کبھی کبھی کہا کرتے کہ خدائے تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے میری زہروں کو ضائع کر دیا اور میرے قیدیوں کو قتل کر وا دیا۔ دوسرا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام مغیرہ سے جنگ کی اور ان کو پچھاڑ دیا۔

۱۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بدر کے آنحضرت صلعم کے دو معجزے روز میری تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال سے واقف ہو کر ایک لکڑی مجھے دی وہ لکڑی میرے ہاتھ میں ایک سفید اور لمبی تلوار کی صورت اختیار کر گئی اور اس سے میں دشمنوں سے جنگ کرتا رہا، حتیٰ کہ انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

۲۔ بنی الاشہد کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ سلمہ بن اسلم کی تلوار جنگ بدر میں ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ آپ نے انہیں مرحمت فرمائی، وہ ایک تیغ برتاں ہو گئی۔ یہاں تک کہ جنگ خیبر کے دن آپ کے ہاتھ سے کہیں گر گئی اور کھو گئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شہادت پائی۔

کہتے ہیں کہ جو ستر آدمی بدر کی جنگ میں مارے گئے ان میں  
بدر کے بعض قیدی سے تقریباً تیس آدمی مشاہیر قریش میں سے تھے۔ دوسرے

ان کے سرداروں میں سے جو پنجہ تقدیر میں اسیر اور دستگیر ہوئے۔ قیدی ردسا میں سے  
عباس ابن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، ابوالعاص بن المریح، ابوعمیر بن عمرو ولید  
بن الولید بن المغیرہ، وہب بن عمر، وہب بن جمحی، سہیل بن عمرو، عتبہ بن ابی معیط، نظر  
بن الحارث۔ عتبہ و نظر قید ہونے کے بعد قتل کئے گئے۔ جیسا کہ آگے انشاء اللہ ان کا ذکر آئے  
گا۔ مسلمانوں میں سے ۱۴ آدمی شہید ہوئے مہاجرہوں میں سے چھ اور انصاریں سے آٹھ۔

عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ بدر کے  
میدان میں دو انصاری نوجوانوں کے درمیان  
الوجہل لعین کا قتل اور اس کے قاتل  
صفِ جنگ میں تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش میں دو پہلوانوں کے درمیان ہوتا جو  
آزمودہ کار بہادروں میں سے ہوتے۔ ناگاہ ان نوجوانوں میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا، چچا  
جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں، اس سے تمہارا کیا مطلب؟ اس نے کہا  
میں نے سنا ہے کہ اس نے حضور کو بے انتہاد کھ اور ایذا پہنچائی ہے، لہذا میں نے عہد کیا ہے  
کہ جب اس سے ملاقات کروں تو اس سے بھڑ جاؤں، حتیٰ کہ ہم دونوں میں سے ایک قتل ہو جائے  
اس دوسرے جوان نے بھی یہی بات کہی۔ میں ان دو نوجوانوں کی بات سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے  
دل میں ایک طرح کی طاقت محسوس کی، ایک لحظہ کے بعد ہی ابوجہل اونٹ پر سوار بنا ہوا جو  
لشکر کے درمیان جولا نیاں دکھا رہا تھا، میں نے اسے ان لڑکوں کو دکھایا۔ دونوں باز کی طرح اس  
پر بھیسے اور ابوجہل پر ٹوٹ پڑے۔ ادل اپنی شمشیر آبدار اور آتشبار سے اس ذلیل بہبودہ کے  
پاؤں قلم کر کے اس کو زمین پر گرا دیا اور وہ دو سعادت مند نوجوانوں معاذ اور معوذ تھے۔ ان کو کبھی  
باپ کی جانب منسوب کر کے انبارِ حارث کہا جاتا ہے اور کبھی ماں کی طرف منسوب کر کے پسرانِ عفیرا  
کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ معاذ پسرِ عفیرا سے پوچھا گیا کہ ابوجہل جنگ بدر میں کس طرح مارا  
گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے ابوجہل کو ایک زخم لگایا کہ اس کی پنڈلی جدا ہو گئی۔ عکرمہ اس  
کار کا میرے چچے آیا اور ایک تلوار کا دار کر کے میرے ہاتھ کو تن سے جدا کر دیا۔ چنانچہ وہ

میرے پہلو سے لٹکنے لگا اور ابھی میں لوٹ رہا تھا مگر اس ہاتھ سے میں بڑا تنگ تھا چنانچہ اس کے ہونے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر جسم سے اکھیڑ دیا۔ کہتے ہیں معوذہ برد اور معاذ نے اس زخم کے بعد دو سرا دار ابو جہل پر کیا اور اسے تقریباً سرحد عدم تک پہنچا دیا اور سواری سے نیچے گرا دیا اور پھر دونوں حضور صلعم کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس ملعون کے قتل کا واقعہ عرض کیا۔ حضرت صلعم نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اسے قتل کیا۔ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے کیا ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لاؤ جب وہ اپنی تلواریں لائے تو حضور صلعم نے ان کو بغور ملاحظہ فرمایا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے لیکن اس کا مال معاذ کو عطا فرمایا۔ معوذ نے آنحضرت صلعم کے پاس سے لوٹ کر دوبارہ جنگ میں مشغول ہو گئے جتنی کہ شہادت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور معاذ نے بھی اسی طرح زخم کھائے اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت رسالت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عنفیرا کے لڑکوں پر رحم کرے کہ انہوں نے کافروں کے سر کردہ پیشوا اور اس امت کے فرعون کے قتل میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دوسرا کون شخص ان کے ساتھ قتل ابو جہل میں شریک تھا، آپ نے فرمایا فرشتے ان کے ساتھ تھے۔ مستصفا میں ابو جہل کے قتل کی نسبت معاذ بن عمرو بن جموح سے کی گئی ہے اور واقعہ ہی سے نقل کیا جاتا ہے کہ ابو جہل کی تلوار آج تک معاذ بن عمرو کے ہاتھ ہے۔ نقل ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کی ہزیمت کے بعد حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابو جہل کی خبر لائے کہ اس کا کیا انجام ہوا، ابن مسعود فوراً اس معاملہ کی کھوج میں نکلے اور کشتوں کے پشتے میں ابو جہل کو دیکھا خوار نزار اور زخمی اس کی ابھی سانس باقی تھی چونکہ ابن مسعود نے اس سے بہت اذیتیں اٹھائی تھیں لہذا آئے اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اس کی داڑھی پکڑ کر کہا کہ تو ہی ہے اس حال میں کہ ذلیل و نزار اور سوگوار ہے۔ دشمن خدا ابو جہل نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ ایک جواں مرد کو اسی کی قوم نے مار ڈالا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اے ابو جہل تیرا قاتل میں ہوں تو اس نے مجھے جواب دیا کہ نہیں تجھ سے پہلے غلاموں نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا کہ مجھے کوئی غیر دہقانی قتل کرتا اور اس کلام میں انصار کے

ساتھ تعویض تھی کیونکہ وہ دہرقانی کہلاتے تھے جب ابن مسعودؓ اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے تو اس ملعون نے کہا کہ اے شکاری تو بلند بالا جگہ پر پہنچ گیا ہے اب تاکہ فرج و نصرت کس کو سزاوار ہے ابن مسعودؓ نے کہا خدا اور اس کے رسول کو سزاوار ہے۔ اس کے بعد ابن مسعودؓ نے کہا اے دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس نے عرق ہوتے وقت ہی کم از کم اپنے ناپسندیدہ کمدار کا اعتراف کرتے ہوئے انصاف سے کام لیا تھا تیرا بھی وہی حال ہے پھر بھی تو اس حالت میں گمراہی اور ضلالت پر اصرار کرتا ہے۔ ابو جہل نے کہا تم اپنے آقا سے کہدو یعنی محمدؐ سے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں عبد اللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار نکالی تاکہ اس کا سرتن سے جدا کر دوں مگر تلوار کندہ ہو چکی تھی اس پر اثر نہیں کرتی تھی لہذا اسی کی تلوار میں نے اس کے میان میں سے نکالی اور اس کا سرتن سے جدا کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا سرتن سے جدا کیا جا رہا تھا تو اس ملعون نے وصیت کی کہ میری گردن کا ایک مھرے میرے سر کی طرف کر دینا تاکہ دشمنوں کی نظر میں میرا سر بڑا معلوم ہو۔ نقل ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ جب اس ملعون کے سر کو میں نے تن سے جدا کیا تو مجھ میں یہ طاقت نہیں تھی کہ میں اسے اٹھائے رکھتا، لہذا اسے زمین پر پٹخ دیا اور کہا یا رسول اللہ صلعم یہ ہے ابو جہل کا سر! رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ وہی ہے میں نے کہا بخدا وہی ہے۔ اس کے بعد حضور اٹھ کر اس کے سر کے پاس جا کھڑے ہوئے اور خوب غور سے دیکھ کر فرمایا "الحمد لله الذی بطیرواک" اور فرمایا یہ شخص اس امت کا فرعون ہے۔ خداوند جل و علا کا شکر ہے کہ ایک دشمن دین کو ہلاک فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ سجدہ شکر بجالاتے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز شکرانہ ادا کی۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ میں بنی ہاشم وغیرہ کی ایک جماعت کو جانتا ہوں جنہیں مکہ سے زبردستی لایا گیا ہے تم میں سے جو بھی بنی ہاشم خصوصاً عباس بن عبد المطلب کے پاس پہنچے، چاہیے کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور اسی طرح ابو البختری جس نے قریش کے عہد نامہ کو جو بنی ہاشم کی عداوت میں لکھا تھا کو باطل کرنے کی بے حد کوشش کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی بلکہ مشرکین

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور کہتے ہیں کہ ابو حذیفہ بن عتبہ نے حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سن کر کہا کہ ہم اپنے باپوں، بھائیوں اور چچاؤں کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں، خدا کی قسم اگر وہ مجھ مل گیا تو میں اس کے منہ پر تلوار ماروں گا، جب حذیفہ کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیع ہمایونی میں پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے اباحصص! کیا تو نے نہیں سنا کہ ابو حذیفہ کیا کہتا ہے، رسول خدا کے چہرہ پر تلوار مارتا ہے۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت فرمائیے کیونکہ وہ منافق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منافق نہیں ہے، لیکن اپنے بھائی، باپ اور چچا کے غم سے یہ بات کہتا ہے۔ اے عمر! تو اسے مت قتل کر، خدا تعالیٰ اسے شہادت عنایت فرمائے گا اور وہ شہادت اس بات کا کفارہ ہو جائے گی اور اسے جنت میں لے جائے گی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ابو حذیفہ کو پہنچی یہ خبر سن کر اپنی بات سے بہت پشیمان ہوا، اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کانپ اٹھا پھر غزوات میں چلتے اور کفار کے ساتھ بڑی بڑی جنگیں لڑتے اس امید پر کہ اسے شہادت نصیب ہو، آخر کار مسلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوا رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابوالیسیر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے عباس کو قید کیا، وہ ایک کوتاہ قد شخص تھا اور عباس بلند و بالا اور عظیم الجثت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیسیر سے پوچھا، تو نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔ اس نے کہا اس معاملہ میں میری ایک ایسے شخص نے امداد کی جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس عجیب و غریب ہیئت اور خوفناک شکل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو تو نے دیکھا ایک کریم فرشتہ تھا جس نے تیری امداد کی۔

واقدی کہتا ہے کہ ابوداؤد مازندرانی نے کہا کہ میں نے جنگ یدر میں ابوالنجرتی سے کہا اے ابوالنجرتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے قتل سے منع فرمایا ہے۔ میں بھی آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تیرے قتل سے دستبردار ہوتا ہوں تو بھی خود ہی اپنے ہاتھ باندھ دے تاکہ سالم رہے۔ ابوالنجرتی نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے میرے قتل سے منع فرمایا ہے تو میں نے بھی انکی مصلحت کی رعایت کی ہے لیکن مکہ کی عورتیں جانتی ہیں کہ میں اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں نہیں دیتا جب تک کہ وہ باندھنے لے اور مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے نہیں چھوڑے گا، تیرا جو جی چاہے کر۔ یہ کہا اور نیزہ اس کی طرف پھینکا، اور قتل گاہ میں آکر اسی زخم سے ہلاک ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے قیدیوں کو مضبوط باندھا  
حضرت عباس مسلمانوں کی قید میں ہوا تھا اور ریتوں سے اچھی طرح کسا ہوا تھا،

عباسؓ اس تکلیف کی وجہ سے جو رسیوں کے باندھنے سے اسے پہنچتی تھی رات روتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عباسؓ کے نالہ و زاری سے نیند نہیں آرہی تھی۔ ایک صحابی نے اس حقیقت کو محسوس کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تمام قیدیوں کے ساتھ نرمی کا وہی معاملہ کیا جو عباسؓ نے کیا، ہم حضرت عباسؓ کے ایمان کا واقعہ بعد میں نقل کریں گے۔

چوبیس سردارانِ قریش کو بدر کے ایک کنوئیں میں پھینکا گیا تھا، ابن خلف کے کٹے اعضا کی وجہ سے کہ اسے اس کنوئیں تک کھینچنا مشکل تھا۔ چنانچہ اسے اسی جگہ گرٹھا کھود کر لٹھکا دیا، اور لاش پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دار دہوا کہ اہل کفر و فساد کی لاشوں کو اس مقررہ کنوئیں میں ڈالیں تو عقبہ کو بھی اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خاک و خاشاک میں کھینچتے گئے۔ اس وقت ابو حذیفہ نے جب اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھا اس کے چہرہ کارنگ بدل گیا اور اس کے اثرات اس کے بشرہ میں ظاہر ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا، اے ابو حذیفہ تیرے دل میں اس واقعہ سے جو تیرے باپ کے ساتھ پیش آیا شک پیدا ہو گیا ہے، ابو حذیفہ نے جواب دیا، یا رسول اللہ صلعم خدا کی قسم، اسلام کے متعلق میرے دل میں کوئی شک پیدا نہیں ہوا لیکن میرے باپ کے اخلاق اچھے تھے، اور پسندیدہ صفات کا مالک تھا۔ مجھے ہمیشہ امید تھی کہ ان صفات کی برکت سے دولت اسلام سے سرفراز ہوگا، اب میں اپنے مقصد کے خلاف دیکھتا ہوں، اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُن کر

ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دُعائے خیر فرمائی۔

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جس جگہ فتح و نصرت حاصل ہوتی وہاں تین روز قیام فرماتے۔ اسی بنا پر تیسرے روز میدان بدر سے مراجعت کے ارادہ سے سوار ہوئے۔ اس کنوئیں پر جہاں گمراہوں کے لاشے پڑے ہوئے تھے تشریف لائے اور کھڑے ہوئے ایک ایک کا ہم لے کر انہیں پکارا کہ اے عقبہ بن ربیعہ، یا شیبہ بن الریح اور یا نفلان و نسلان و حدتم ما وعد ربکم حقا یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا تم نے اسے سچا پایا، میں نے یقیناً پروردگار کے وعدہ کو حق پایا۔ تم جھٹلاتے تھے اور دوسرے تصدیق کرتے تھے۔ تم نے مجھے شہر سے باہر نکالا، دوسروں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی جو دشمنوں نے میری مدد و اعانت کی۔

نقل ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بے رُوح جسموں کے ساتھ تائیں کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا، جو بات میں کہتا ہوں، تم اس سے زیادہ نہیں سنتے، اور اس باب میں ارباب حدیث کے درمیان بہت قیل و قال ہے کہ مردہ بات کیسے سنتا ہے۔ یا تو علم کے معنی میں ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ایسا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والوں کے جواب میں اس طرح فرمایا لقد علموا ان ما وعد ربہم حقا، یا تاویل کرتے ہیں جیسا کہ قتادہ نے فرمایا، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اس وقت مشرکین کو زندہ کر دیا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو انہوں نے سنا، ان کی حسرت و ندامت بڑھ گئی، دراصل ان تاویلات کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ رُوح کے قالب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مفارقت کے بعد دراکات باقی ہیں۔ قبر کے سوال پر ایمان بھی اسی اعتقاد پر مبنی ہے اگرچہ بعض آلات زیادہ قوی کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے بیکار ہو گئے ہوتے ہیں۔

واقفگی کہتا ہے کہ حارثہ بن ربیع جس کی والدہ ربیع کے نام سے موسوم تھی اور اس کا باپ سراقہ بنی نجار سے تھا، بدر میں آیا تھا اور جنگ کا نظارہ کرتا تھا، وہ ابھی بچہ تھا اور حوض



سے منہ کے ساتھ پانی پیتا تھا، اتفاقاً ایک تیر جو کسی دوسرے کی طرف پھینکا گیا تھا، اس کے سینہ پر لگا، چنانچہ اس سے خون بہ نکلا اور شہید ہو گیا، اس کی شہادت کی خبر اس کی ماں کے پاس پہنچی جو مدینہ میں تھی، اس کی ماں نے کہا، خدا کی قسم میں اپنے بیٹے پر گریہ نہیں کروں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آجاتے، ان سے پوچھوں گی اگر میرا بیٹا جنت میں ہوا تو اس کے لیے نہیں روؤں گی اور اگر دوزخ میں ہوا تو افسوسوں کی بجائے آنکھوں سے خون بہاؤں گی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مراجعت فرمائی، ربیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حارثہ کے ساتھ میری محبت کا علم ہے اور میری محبت کے سبب کو بھی جانتے ہیں، میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ جنت میں ہے تاکہ میں اس مصیبت میں صبر کروں، وگرنہ خدا جانتا ہے کہ میں اپنے جگر گوشہ کے لیے کیا کروں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ! وہ ایک جنت میں نہیں ہے بلکہ کئی جنتوں میں ہے اور اس کا ٹھکانہ فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔ ربیعہ نے کہا لا محالہ میں اپنے فرزند کے لیے نہیں روؤں گی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوا یا، اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور کچھ پانی سے کلی کی، حارثہ کی والدہ اور بہن کو دیا کہ وہ اس میں سے پیں اور اپنے سر اور اعضاء پر ڈالیں، مدینہ میں ان سے زیادہ روششن چشم اور دراز عمر کوئی شخص نہیں تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صبرِ جلیل عطا فرمایا۔

علمائے رواد اور فضلاء ثقات  
رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں اس

### مالِ غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے سلوک

طرح بیان کیا ہے اور عبادة بن الصامت سے روایت بیان کی ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کی تین جماعتیں تھیں۔ ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہبانی میں مشغول تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عیش کے گرداگرد خدمت کے لیے مکر بستہ تھے، اور ایک گروہ دشمنانِ دین اور مخالفین کے ساتھ جنگ و جدال میں مصروف تھا اور انہوں نے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے ہوئے تھے اور ایک گروہ قیدیوں کو پکڑنے، کفار کے احوال حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ فتح و نصرت کے بعد ان گروہوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ مالِ غنیمت

ان میں تقسیم ہو۔ جنگ کرنے والوں کا خیال تھا کہ مال غنیمت کا حصول جنگ کے بغیر ممکن نہیں  
 لا محالہ اموال غنائم کا مصرف وہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی محافظت کو زیادہ غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو اموال غنیمت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔  
 اور وہ گروہ جو غنائم کو جمع کرتے اور ان پر متصرف تھے، اسے مطلق اپنی ملک سمجھتے اور کسی دوسرے  
 کا اس میں کوئی دخل نہیں مانتے تھے، جب توڑ میں اختلاف پیدا ہوا، آیت کریمہ یسئلونک  
 عن الانفال قل الانفال لله والرسول آخر آیت تک نازل ہوئی۔ اس کے بعد یہ  
 آیت واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسہ وللرسول اتری، یہاں تک کہ  
 جس نے جو غنیمت حاصل کی تھی واپس دے دی تمام مال کو جمع کیا، سپہ سالاروں اور جنگجوؤں کا  
 خیال تھا کہ تقسیم میں ان کو ترجیح دی جائے گی، بلکہ تمام غنائم ان ہی کے لیے مخصوص ہوں گے،  
 جب اموال برابر ہی کی بنیاد پر تمام صحابہ میں تقسیم ہوئے۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا  
 یا رسول اللہ صلعم القطعی فارس القوم مثل ما تعطی الضعفاء، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا:۔ نعلک امک وھل تنصرون الا بضعناکم یعنی تمہاری فتح و نصرت  
 تمہارے ضعفاء کی برکت سے ہے اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ ہی نے کہا جنگ بدر کے روز میں  
 نے اپنے چچا زاد بھائی عمرو بن سعید بن وقاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس تلوار کا نام  
 کتیف تھا۔ میں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور تلوار کا قصہ بیان کیا۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تلوار کو بھی اموال غنائم میں جمع کر دے، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا فیصلہ سن کر رنج ہوا، جس کی شدت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کیونکہ میرا بھائی قتل ہوا اور اس کا  
 مال ہاتھ سے جاتا رہا۔ ابھی میں تھوڑی دُور گیا تھا کہ سورہ انفال نازل ہوئی۔ مجھے آپ نے فرمایا  
 جاد اور اپنی تلوار اٹھا لو۔ چنانچہ آپ نے وادی صفراء میں ایک ٹیلے پر نزل فرمایا اور غنائم کو  
 بل بدر میں تقسیم کیا اور وہ آٹھ افراد جو کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں ستین اعیان  
 مہاجرین تھے جیسے عثمان، طلحہ اور سعد بن زید اور پانچ دوسرے انصار تھے مثل ابوسبآن،  
 عاصم بن عدی، حارث بن حاطب، حباب بن جبیر اور حارث بن الصمہ تھے جن کا کچھ ذکر ہو چکا،  
 اس تقسیم میں انہیں داخل فرمایا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اگرچہ پیچھے رہ گیا تھا لیکن چونکہ

وہ ساتھ آنے میں رغبت رکھتے تھے اور نکلنے وقت انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا اور اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں آسکے تھے، ان کا حصہ بھی الگ کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن مالک کے حصہ کو اس کے ورثا کو دے دیا، اور ایک روایت یہ ہے کہ سعید خوج کے اسباب مہیا کرتے وقت بیمار ہو کر فوت ہو گئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ شہدار بدر کے وارثوں کو غازیوں میں داخل کر کے مال غنیمت سے حصہ دیا۔ پھر ابو جہل کے اونٹ اور منبہ بن الحجاج کی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے موسوم تھی اپنے لیے مخصوص فرمائی، اس کے بعد ذوالفقار حیدر کرار کو بخش دی، پھر قیدیوں کی جماعت کو باندھ کر ایک جماعت کو ان کی نگرانی پر متعین فرما دیا۔

نقل ہے کہ اس جماعت نے ایک شخص کو قیدیوں کے متعلق شیخین کا اختلاف

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ہم اور آپ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں، ہم میں سے سب سے زیادہ دُور تہا ر اقرب ہی رشتہ دار ہے، اپنے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر احسان کریں اور قید سے آزاد کر دیں یا فدیہ لے کر ہمارے خون سے درگزر فرمائیں حضرت صدیقؓ نے موافق جواب دے کر انہیں اُمید دلائی اور ان کا ایلچی خوش دل ہو کر واپس گیا، پھر وہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی شدت اور ان کی دین میں صلابت سے ڈرے۔ ایک دوسرا قاصدان کے پاس بھیجا، پیغام وہی تھا جو صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں سخت اور درشت باتیں کیں اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاقاً مجلس بہارنی میں صدیق رضی اللہ عنہ ان کی باتیں کر رہے تھے اور ان کی قربت کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو رہا تھا اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق عرض کر رہے تھے کہ ان کے فدیہ سے مسلمانوں کی تقویت ہوگی اور ان کے ایمان لانے کی قوی اُمید بتاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنینؓ کے جواب میں کچھ خاموش رہے۔ جب صدیق رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر تشریف لے گئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم! یہ جماعت خدا اور رسول کی دشمن

ہے، آپ کو انہوں نے وطن سے نکال دیا، آپ سے جنگ و قتال کیا، ان تمام کی گردن ماریجئے کیونکہ کفر و ضلالت کے یہ لوگ سرغنہ ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ نے اس جماعت کے فدیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ میرے فلاں رشتہ دار کو مجھے دیکھئے، عقیل کو علی اور عباس کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیجئے تاکہ ہم اپنے عزیزوں کو قتل کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کفار کی دوستی ہمارے دل میں نہیں رہی اور اہل کفر کا دبہہ و شوکت ٹوٹ جائے، اسلام کا جھنڈا بلند ہو اور دین و توحید عزیز و غالب ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاروق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بھی خاموش رہے۔ فرمایا، امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر مجلس میں تشریف لاکر وہی باتیں جو پہلے کہی تھیں ان کا اعادہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبیلے اور قوم کی بیخ کنی کی کوشش نہ کریں اور احسان و نیکی کی بنیادوں کو گرانے کے درپے نہ ہوں، حق تعالیٰ اگر قوم کو ہدایت بخش دے تو اس سے بہتر ہے کہ گمراہی میں انہیں ہلاک کر دیا جائے جب صدیق رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر تشریف لے گئے حضرت عمر نے پھر اپنی باتوں کو شروع کرتے ہوئے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بات مانیے اور مشرکین کی گردن اڑا دیجئے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کیجئے، اس مرتبہ بھی آپ نے شیخین میں سے کسی کو کوئی جواب نہ دیا، جب تیسری مرتبہ ہر دو حضرات نے قیدیوں کی بخشش اور قتل کرنے کے متعلق درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیمہ میں تشریف لائے پھر باہر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ملائکہ میں ابو بکرؓ کی مثال میکائیل کی سی ہے کہ ہمیشہ وہ گنہگاروں پر رحیم و شفیق ہیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے بندوں کے لیے عفو و رحمت کا سوال کر کے ان کی طرف آتے ہیں اور انبیاء میں ان کی مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ اپنی قوم پر نرم دل تھے۔ چنانچہ قوم نے ان کے لیے آگ جلائی اور انہیں آگ میں ڈال دیا انہوں نے ان دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں کہا ایک یہ کہ اذکم و ملا تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون اور دوسری یہ کہ فمن یتغنی فانا منہ منی ومن عصانی فاناک غضور رحیم اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ فرمایا ان تعذبہم فاناہم عبادک وان لغضربہم فاناک انت العذیز الحکیم ﷺ اور عمر رضی اللہ عنہ کی مثال ملائکہ

میں جبرائیل علیہ السلام کی سی ہے کہ اترتے ہیں اور دشمنوں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور ناراضگی لاتے ہیں اور انبیاء میں نوح علیہ السلام کی طرح ہے اپنی قوم پر سخت تر تھے لاتذری علی الارض من الکافرین دیادا اور ان کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ فرمایا ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یوسنوا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوستو! تم مفلس ہو، تمہارا کوئی قیدی فرار نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ وہ فدیہ ادا نہ کر دے یا اس کی گردن مار دو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا الا سہیل بن بیضاء، کیونکہ میں نے مکہ میں اسے دیکھا ہے کہ وہ اظہار اسلام کرتا تھا۔ جب ابن مسعود نے یہ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے زیادہ دشوار گھڑی مجھ پر کوئی نہیں گزری کیونکہ اس بات میں نے میں اجازت سے پہلے جلدی کی۔ اس بات سے میں اس قدر گھبرایا کہ آسمان کی طرف دیکھتا تھا اور میرا خیال تھا کہ آسمان سے مجھ پر پتھر برسیں گے، تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراٹھا کر فرمایا الا سہیل بن بیضاء۔ اس بات سے میں بہت خوش ہوا، زندگی بھر مجھے ایسی خوشی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ پھر فرمایا خدا تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو پتھر کی مانند سخت کر دیتا ہے اور بعض لوگوں کے دلوں کو مکھن کی طرح نرم بنا دیتا ہے۔ حاصل کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ چنانچہ آپ کے اس قول کہ دلوں کو نرم اور سخت بنایا ہے، سے مفہوم معلوم ہوتا ہے، قیدیوں کا قضیہ فدیہ کے ساتھ مقرر ہو گیا۔ پینیر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحابہ قیدیوں کے متعلق احسان سے دریغ نہ کریں، بعض کو جن کے پاس مال اور کوئی استعداد نہیں تھی آزاد کر دیا۔ ان میں سے ایک ابو عزہ شاعر تھا جس نے قلت بضاعت اور عدم استطاعت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا میری پانچ لڑکیاں ہیں اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے نہیں آؤں گا، اور کسی شخص کو ان کے ساتھ لڑنے کے لیے نہیں بھاروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور وطن لوٹنے کی اجازت فرمادی۔ ابو عزہ کا پورا قصہ غزوہ احد میں انشاء اللہ مذکور ہوگا۔ بعض کفار کو جو لکھنا جانتے تھے اس بات کے لیے مقرر کیا کہ ہر ایک انصار کے دس بچوں کو لکھنا سکھائیں جب

نخط کھنا سیکھ جائیں وہ آزاد ہوں گے اور ہر ایک کافریہ اس کی وجاہت اور استعداد کے مطابق مقرر کیا، ان میں سے کسی شخص کافریہ چار ہزار درہم سے زیادہ اور ایک ہزار سے کم نہیں تھا جب عباسؓ کے فدیہ کو مقرر کرتے تھے اس نے کہا میں مسلمان ہوں اور میری قوم مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اسلام کو خدا تعالیٰ جانتا ہے بظاہر تم نے ہمارے ساتھ جنگ کی، تمہیں خاص اپنے لیے الگ فدیہ دینا پڑے گا اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن عارت کے لیے اور اپنے حلیف عقبہ بن مجدم ہر ایک کے لیے الگ الگ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ عباسؓ نے کہا میرے پاس مال نہیں ہے، یہ سب میں کہاں سے دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سونے سے جو مکہ سے خروج کے وقت اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس قدر اس میں سے خرچ کر اور اس قدر فرزندوں میں سے ہر ایک کو دینا۔ عباسؓ نے کہا آپ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی۔ عباسؓ نے کہا سچ ہے کیونکہ اس وقت جب میں نے سونا ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور یہ وصیت کی تھی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اس راز پر مطلع نہیں تھا۔ اشہد ان لا اله الا الله واشہد انک رسول الله۔ عباسؓ ان سرداران قوم میں شامل تھا جنہوں نے شکر کو کھانا کھلانا اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس کی نوبت آنے سے پہلے کفار کو شکست ہو گئی۔ اس خوراک کے حصہ کو مسلمانوں نے مال غنیمت میں شامل کر لیا۔ عباسؓ نے درخواست کی کہ اس میں سے بیس اوقیہ اس کے اور اس کے متبعین کے فدیہ میں شمار کر لیا جائے لیکن یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مال جسے کفار کی مدد سے لایا تھا فدیہ میں محسوب نہیں ہوگا۔ بیہقی ولآل النبوة میں کہتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے سوا اوقیہ فدیہ دیا کیونکہ اس کا مال تمام قریش سے زیادہ تھا۔ جب مسلمانوں نے فدیہ لینے میں جلدی کی جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت لائے، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ اسْرِي حَتَّى يَتَخَنَ فِي الْأَرْضِ شَرِيدًا وَنَ عَرْضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يَرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، یعنی کسی پیغمبر کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کے کافر قیدی ہوں وہ ان سے فدیہ لے جب تک کہ بہت زیادہ قتل نہ کر لے اور کفار کے قتل میں مبالغہ کرے تاکہ کفار ذلیل و مجروح اور ان کی تعداد کم ہو جائے اور مسلمانوں کی عزت اور

اہل توحید کا غلبہ ظاہر ہو جائے اور تم نے اس میں دنیاوی مال فدیہ کی رغبت کی اور خدا تعالیٰ تمہارے لیے آخرت کا ثواب اور دین اسلام کا اعزاز چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کو دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے اور ہر شخص کے متعلق وہ جانتا ہے کہ کیا چیز کس کے لائق ہے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا، میں نے دیکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے اور روتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا سبب یہ ہے کہ ہم فدیہ لینے پر راضی ہوئے اور ایک سخت کی طرف اشارہ کیا جو وہاں نزدیک تھا فرمایا اس درخت سے بھی عذاب میرے نزدیک تھا چنانچہ دوسری آیت اس امر کی خبر دیتی ہے۔ لو کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم، اگر حق تعالیٰ کی طرف لوح محفوظ میں حکم سبقت نہ لے گیا تو یقیناً تمہیں قیدیوں سے فدیہ لینے پر عذاب پہنچتا۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب آتا تو عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی نجات نہ پاتا۔ کیونکہ ان دو میں سے ہر شخص کفار کے قتل پر یقین رکھتا تھا اور اس یقین کا اقرار ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ مصیبت جو غزوہ احد میں مسلمانوں کو پہنچی، کفار سے فدیہ لینے کی طرف ان کی رغبت اس کا سبب تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے لوٹ کر اٹیل میں پہنچے، قیدیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب آپ کی نگاہ نصر بن الحارث پر پڑی تو اسے اس طرح دیکھا کہ نصر نے اپنے ساتھی سے کہا، خدا کی قسم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے یوں معلوم ہوا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ کیونکہ میں نے ان کی دو آنکھوں میں اپنی موت دیکھی ہے۔ اس کے رفیق نے کہا، اس کا سبب تجھ پر خوف کا غلبہ ہے۔ پھر نصر نے مصعب بن عمیر سے کہا، آپ کو مجھ سے قریبی رشتہ داری ہے۔ میرے متعلق اپنے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کریں کہ میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جو دوسروں کے ساتھ کریں، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اگر ان کو آزاد کریں تو مجھے بھی آزاد کر دیں۔ مصعب نے جواب دیا کہ تجھے دوسروں کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں، کیونکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو بہت ایذا دی ہے اور تیری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دکھ پہنچا ہے اور تو نے قرآن میں بہت طعن کئے ہیں۔

نصر نے کہا، خدا کی قسم اگر قریش تجھے قید کر لیتے اور میں زندہ ہوتا تو کسی شخص کو تجھے قتل نہ کرنے دیتا، مصعبؓ نے کہا تو سچ کہتا ہے لیکن میں تیری طرح نہیں ہوں۔ کیونکہ اسلام نے سابقہ تمام عقود و پیمانہ کو توڑ دیا ہے۔

نقل ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصر بن حارث کو قتل کر دیں۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم یہ میرا قیدی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، خداوند! مقلد کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے۔ اے علیؓ اٹھو اور اس کی گردن مار دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم پر عمل کیا۔ کہتے ہیں کہ جب نصر کے قتل کی خبر اس کی بہن کے پاس پہنچی اس نے اس سلسلے میں چند اشعار کہے، وہ اشعار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بہاریں میں پڑھتے تھے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رت طاری ہوئی اور فرمایا لو کنت سمعت شعرها قبل ان اقتل لما قتلتہ۔

وہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں کوشش کرتا **عتبہ بن ابی مغیط کا قتل** تھا، اونٹ کی ادبھری اسی لعین نے نماز کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہلاکت کی دعا فرمائی تھی۔ لامحالہ جنگ بدر میں گھوڑے نے اسے گرا دیا اور عبداللہ سلمہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ عوق الطیب میں عاصم بن ثابت بن ابی الفلج سے اس کی گردن مارنے کو فرمایا۔ عتبہ نے کہا اے گروہ قریش کیا وجہ ہے کہ ان قیدیوں میں صرف میں قتل کیا جاتا ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عداوت کی وجہ سے جو تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ رکھتا ہے۔ عتبہ نے کہا مجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے ساتھ وہ سلوک کریں جو قوم کے ساتھ کریں، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اگر احسان کرتے ہوئے ان کو بخش دیں تو مجھ پر بھی احسان کریں اور اگر ان کا فیصلہ فدیہ لینے پر مقرر ہو، میں بھی اس سے کما حقہ عہدہ برآ ہوں سکوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے قتل کرتے ہیں میرے چھوٹوں کا کون کفیل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بڑا انسان تھا اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ سے کہا، خدا کی قسم میں نے تجھ جیسا کافر کوئی نہیں دیکھا۔ خدا تعالیٰ اس کے



رسول اور اس کی کتاب کی قسم کہ یہ سب تکلیف تجھے پہنچے گی۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے قتل تک پہنچایا اور میری آنکھوں کو تیرے قتل سے ٹھنڈا کیا۔

نقل ہے کہ عمرو بن ابوسفیان امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے گرفتار ہوئے۔ عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا اور ایک مدت قید رہا۔ قریش نے ابوسفیان سے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ مدینہ میں بھیج دو تاکہ وہ آزاد ہو جائے۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا خنظلہ قتل ہو گیا۔ اگر میں فدیہ دوں تو خون ضائع ہو جائے گا اور مال بھی، اور اپنے بیٹے کو اسی طرح قید میں رہنے دیا۔ یہاں تک کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک بوڑھا سعید نعمان مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ باوجودیکہ کفار نے عہد کیا ہوا تھا کہ عمرہ کرنے والوں سے ہرگز معترض نہیں ہوں گے ابوسفیان نے اس بوڑھے کو پکڑ کر قید کر دیا کہ جب تک میرے بیٹے کو رہا نہیں کریں گے میں سعید کو قید سے نہیں نکالوں گا۔ سعید نے وہاں سے اپنے قبیلہ کے پاس اطلاع بھیجی، یہاں تک کہ بنی عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ابوسفیان کو ان کے سپرد کر دیا وہ اسے مکہ میں لے گئے اور سعید بن نعمان کو آزاد کرایا۔

**حکم بن غرام کا قصہ** یہ قصہ یوں ہوا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر نکلا اور عبداللہ بن العوام اور عبدالرحمن بن العوام، جو کہ ادنٹ پر سوار تھے، کے پاس پہنچا اور بھاگ نکلے، اسی طرح چلے جاتے تھے۔ عبدالرحمن نے اپنے بھائی سے کہا، تم اتر جاؤ اور ابوخالہ کو سوار کر لیں۔ عبداللہ لنگڑا تھا اس نے کہا، میں کیسے اتروں میرے لنگڑے پن کے خذر کو تم جانتے ہو، عبدالرحمن نے کہا اس مرد کو سوار کرنا ہمارے لیے مفید ہے۔ اگر ہم نہیں ہوں گے تو یہ ہمارے بچوں کی ضروریات کا خیال رکھے گا اور اگر ہوں گے تو ہمارے لیے خیر خواہی کرے گا۔ پھر دونوں بھائیوں نے اس کی عزت و احترام کرتے ہوئے سواری سے اترے اور اسے ادنٹ پر سوار کر لیا۔ نوبت نوبت سوار ہوتے ہوئے مکہ میں پہنچے۔ نقل ہے کہ فتح مکہ کے روز حکم بن غرام مسلمان ہو گیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت میں ثابت قدمی دکھائی رکھتے ہیں کہ عرفات میں سو غلاموں کو آزاد کیا۔ ہر ایک کی گردن میں ایک طوق تھا، ہر طوق پر یہ عبارت کھدی ہوئی تھی کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر آزاد ہے۔ کہتے ہیں کہ

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں حج کے موسم میں ایک سو گائے، ایک سواونٹ اور ایک سو بکریوں کی قربانی کرتا، ساٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوا، مسلمان ہونے کے بعد اس نے ساٹھ سال عمر پائی۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے پوچھا، کیا مجھے ان نیکیوں کا کوئی صلہ ملیگا جو میں نے زمانہ جہالت میں کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلمت علی ما سلف لک من حیر، یعنی زمانہ جاہلیت میں جو نیکی تم نے کی تھی جب تم مسلمان ہو گئے تو وہ نیکیوں میں شمار ہوں گی۔

مورخین نے یوں روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ فتح کی خبر کا مدینہ میں پہنچنا علیہ وسلم کے فتح یاب ہونے کی خبر صحر اکی تنگ وادی سے باہر نکلی تو زید بن حارثہ اور عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہما کو بشارت کے لیے مدینہ بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ اہل کے مقام سے بھیجا تاکہ فتح و ظفر کی خوشخبری ساکنان مدینہ کو پہنچائیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی پر سوار کیا تاکہ اس خوش خبری کو پہنچا کر اس سرزمین کے باشندوں کو جو اہرات سرور اور انبساط سے آراستہ کریں اور اپنی موجودگی کے احساس کے پھولوں سے لادیں، یہ دونوں خوش خبری دینے والے سفیر حسب الارشاد تیزی سے اڑے جاتے تھے، جب وہ عقیق میں پہنچے عبداللہ زید سے جدا ہو کر نبی عرب بن عوف، حطہ و اہل اور اہل قبائک طرف گیا اور بلندی پر چڑھ کر پکارا۔ اے گروہ انصار! تمہیں سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی سلامتی اور شریکین مثل ابو جہل، عقبہ، شیبہ اور ان جیسے اور سرداران و آئمہ کفار کے قتل اور سہیل بن عمرو کی بہت سے دشمنوں کے ساتھ گرفتاری کی بشارت ہو۔ عاصم بن عدی نے اس پکارنے والے سے یہ بشارت سنی تو پوچھا، اے ابن رواحہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کل انشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح و نصرت کی حامل سواریاں پنج رہی ہیں، اسیروں کو مقید کر کے ہمراہ لاتے ہیں کہتے ہیں کہ عبداللہ رواحہ انصار کے ایک ایک گھر کے دروازہ جو مدینہ میں بلندی کی طرف واقع تھے جاتا اور خوشخبری پہنچاتا تھا۔ مدینہ کے بچے اسکے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ابو جہل لعین کے قتل پر فرحت و انبساط سے خوش ہوتے تھے۔ اتفاقاً اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ خاتون رضی اللہ عنہا

زوجہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہوئی تھیں اور لوگ ان کو دفن کرنے کے لیے باہر آئے ہوئے تھے۔ ابھی ان کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ زید بن زبیرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار مدینہ کی جنازہ گاہ میں پہنچ گیا۔ اسی طرح اپنی سواری پر سوار پکاراٹھا کہ عقبہ، شیبہ، نہبہ، نعبہ، حجاج کے دونوں بیٹے اور ابو جہل لعین اور فلاں فلاں قتل ہوئے اور ایک دوسری جماعت فلاں و فلاں اسپری کی ذلت و خواری میں گرفتار ہوئے۔ بعض منافقین نے زید بن زبیرؓ کو اس خبر میں سچا نہ سمجھا چنانچہ ان میں سے ایک نے اسامہ بن زیدؓ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دوست قتل ہو گئے ہیں اور تیرا باپ یہ خبر مجبوری سے کہتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہے اسامہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے تنہائی میں پوچھا اور اس خبر کی اس سے تصدیق کی۔ اس نے قسم کھائی کہ میں اس خبر میں سچا ہوں۔ میں بڑے رعب سے اس منافق کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تو ہی ہے جو اس قسم کی بکو اس لوگوں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے۔ کل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سالم تشریف لائیں گے تو یہ تمام صورت ان سے عرض کروں گا۔ تاکہ وہ تیرے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کرنے کا حکم فرمائیں۔ اس نے کہا اے اباحمد! میں نے بھی یہ باتیں لوگوں سے سنی ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے منافق نے ابولبابہ بن المنذر جسے مدینہ میں آپ نے خلیفہ مقرر کیا تھا، سے کہا تمہارے ساتھی اس طرح منتشر ہوئے ہیں کہ قیامت تک جمع نہ ہوں گے۔ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور محمدؐ بھی قتل ہو گئے اور زید بن حارثہؓ ان کی اونٹنی پر سوار ہو کر بھاگ آیا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ منہ سے کیا کہتا ہے۔ ابولبابہ نے کہا یہ کذب اللہ قولک، اور یہود کو بھی یقین تھا زید میدان جنگ سے بھاگ کر آیا ہے۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام اشقران کے ساتھ جس کے سپرد انہیں کیا تھا قیدیوں کو پہلے بھیج دیا۔ اس روز چالیس قیدی تھے جو مدینہ میں پہنچے، گرفتاری کے وقت ستر تھے۔ قیدیوں کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی برکات ذات نے فرشتہ خصلت ساتھیوں کے ساتھ مظفر و منصور اور سالم و غانم صحابہ

ملک در رکاب و فلک در عنان۔ عزت و کرامت کی جگہ مراجعت فرمائی۔  
 قبیلہ اوس اور خزرج کے بعض لوگ جو کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں  
 دوسرا واقعہ شریک نہیں ہوئے تھے، آپ کے موکب ہمایوں کے استقبال کے لیے

روح میں پہنچے اور قد موسیٰ کا شرف حاصل کیا اور معقول عذر پیش کئے۔ ان میں سے ایک ایڈبن الحصیر تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم اس خدا تعالیٰ کے لیے شکر و سپاس ہے جس نے آپ کو فتح و کامرانی عنایت فرمائی اور آپ کی آنکھوں کو دشمن کے انتقام سے روشن کیا۔ خدا کی قسم میرا خیال تھا کہ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی وگرنہ میں کسی حالت میں بھی چھپے نہ رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور اس کے عذر کو قبول فرمایا۔ ان میں سے ایک عبداللہ انیسؓ تھا جسے موضع جوہاں میں دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے اپنا عذر اس طرح پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں فرودج کے وقت بیمار تھا، کل تک مجھے بخار تھا، رات سے بخار اتر رہا ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عذر بھی قبول فرمایا، دُعائے خیر دی کہ خدا تعالیٰ تجھے اجر دے۔

نقل ہے کہ جب شترقال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام قیدیوں کو مدینہ میں لایا موافقین جو فتح کی خبر سن کر متعجب ہوئے تھے اور منافقین جو اس صورت حال کو محال سمجھتے تھے انہیں خبر کے سچا ہونے کی دلیل نظر آئی۔ محدثین رحمہم اللہ نے اہل بدر کے فضائل میں روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ صحیح احادیث میں یہ بات ثابت ہے کہ ایک روز جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اہل بدر کے فضائل کے متعلق استفسار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انہیں تمام مسلمانوں میں بزرگ سمجھتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی جو فرشتے جنگ بدر میں حاضر ہوئے ہیں تمام فرشتوں سے انہیں افضل سمجھتے ہیں اہل بدر کے فضائل میں سے ایک یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ قد اطاع علی اہل بدر فقال اسئلوا شئتم فقد غفرتکم و فی روایة فقد وجبت لکم الجنة، اور حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ غزوہ بدر کی شان میں کہا، طوبی بچیش امرہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مبارزہم اسد اللہ و جہادہم طاعة اللہ و مددہم ملائکة اللہ و ثوابہم رضوان اللہ۔ روز افزوں نصرت اور اس مبارک نجر کے سننے سے روم کے نصاریٰ اور اس ملک کے حکام جنہیں پیغمبر آخر الزماں کی بعثت کا علم تھا اس واقعہ سے بہت ہراساں ہوئے اور مخالفین کے دلوں پر پورے طور پر

خوف و تشیت طاری ہوگی۔ اس کے بعد دین کے جھڑے روز بروز بلند ہوتے رہے،  
والحمد للہ رب العالمین۔

جس روز اسلامی لشکر جنگ بدر میں قریش پر غالب آیا، اسی روز رومی فارسیوں پر غالب آئے  
جب یہ خبر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، ان کی خوشی و مسرت بڑھ گئی، ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ نے ابی ابن خلف کے ضامن سے چند اونٹ جو اس کے پاس گروی تھے، لیے اور آنسرور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن الربیع کا قصہ

محمد اسحاق رحمہ اللہ کہتا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھانجا ابوالعاص بن الربیع عبدالعزیٰ بن  
عبد شمس مکہ کا ایک تاجر تھا جو مال کی کثرت اور دیانت میں مشہور تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی بعثت سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دختر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ابوالعاص کو دی جو اس کا بھانجا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے مشرف ہوئے تو حضرت  
خدیجہ اور ان کی تمام بیٹیاں رضی اللہ عنہن دولت ایمان کے ساتھ حاضر ہوئیں لیکن ابوالعاص  
اپنے ابا و اجداد کے مذہب سے منحرف نہ ہوا، عتبہ بن ابی لہب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت  
سے پہلے دوسرا داماد تھا۔ مشرکین کے کہنے سے اس نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو طلاق دے  
دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بدترین صورت سے دوزخ میں جا پہنچا۔ ابوالعاص جنگ  
بدر میں کفار کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ جس وقت اہل مکہ قریش کے قبیلوں  
کے لیے فدیہ نقدی اموال مدینہ بھیجتے تھے، زینب نے بھی ابوالعاص کے فدیہ کے لیے نقدی بھیجی۔  
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس مار پر پڑی تو آپ نے اسے پہچان لیا، اس وجہ سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور صحابہؓ سے فرمایا اگر تم مصلحت دیکھو تو زینب کا مال جو  
فدیہ کے لیے بھیجا ہے اور اس کا قیدی واپس بھیج دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوش دلی کے ساتھ  
ابوالعاص کو اموال کے ساتھ مکہ کی طرف بھیج دیا، اس شرط پر کہ جب وہ مکہ پہنچے زینب کو مدینہ بھیجے۔  
ابوالعاص نے زینب سے شائستگی برتتے ہوئے اس کے لیے ایک ہونچ تیار کیا اور اپنے بھائی

کنانہ بن الربیع کو مقرر کیا کہ وہ اسے مکہ سے باہر لے جائے۔ کنانہ نے چاشت کے وقت تیر کمان اٹھائی اور اونٹ کی مہار بکڑے علانیہ مکہ سے باہر آیا۔ مشرکین کی رگِ عصبیت پھڑکی، انہوں نے ایک جماعت کو ان کے پیچھے بھیجا، سب سے آگے ہبار بن الاسود اور نافع بن عبد شمس الزہری تھا ذی طوی میں ان کے پاس پہنچے، ہبار نے نیزہ سے زینبؓ کو اس قدر ڈرایا کہ واپسی کے بعد ان کا محل ساقط ہو گیا، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دیا کہ حل و حرم میں یہ جہاں کہیں بھی تمہیں ملے قتل کر دو۔ ہبار کی کیفیت احوال اور اس کا انجام غزوة فتح مکہ میں انشاء اللہ مذکور ہو گا۔ قصہ جب مشرکین نے زینبؓ کو واپس کرنا چاہا تو کنانہ بن الربیع بیٹھ گیا، تیر سامنے رکھ لیے اور کہا، خدا کی قسم جو بھی زینبؓ سے متعرض ہو گا میں تیر اس میں سے گزار دوں گا۔ ابوسفیان اس کے پاس گیا اور کہا تھوڑی دیر تیر پھینکنے بند کرو تاکہ میں تجھ سے بات کر سکوں۔ کنانہ نے اس کی بات مان لی، ابوسفیان نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں جو مصیبت پہنچی ہے تو خود جانتا ہے، اب تو اس کی بیٹی کو علانیہ مکہ سے لے جا رہا ہے اگر ہم اس کا راستہ روکتے ہیں تو تو ہمارے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرتا ہے اور اگر تعرض نہیں کرتے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا روکنا نہیں ہے کہ ہم اسے باپ سے جدا کر دیں، مصلحت اس میں ہے کہ اس وقت تم گھر کو لوٹ جاؤ، جب رات ہو جائے اور لوگوں کا ازدحام کم ہو جائے تو تجھے اختیار ہے۔ کنانہ نے یہ بات تسلیم کر لی اور زینبؓ کو مکہ واپس لے گیا اور اسی رات اسے مکہ سے باہر لاکر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ زید بن نے زینبؓ کو مدینہ پہنچا دیا، لیکن ابوالعاص کا مکمل قصہ یوں ہے کہ وہ مکہ سے تھام کے قصد سے گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سرینے اس کا ررواں کا مال لے لیا، ابوالعاص چونکہ واپس نہیں جاسکتا تھا، اس نے مدینہ کا قصد کر لیا، زینبؓ سے درخواست کی، زینبؓ نے اس کی التماس کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنی حمایت میں لے لیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سریر والوں کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مال تم نے ابوالعاص سے لیا ہے وہ خدا کا مال ہے اور تم اسے لینے اور تصرف کرنے کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہو لیکن چونکہ ابوالعاص کی نسبت تم ہمارے ساتھ جانتے ہو اور اس کی سابقہ

خدمات کا بھی تمہیں علم ہے۔ اگر تم اس کے مال کو واپس کر دو تو یہ بہت پسندیدہ اور عمدہ بات ہوگی اور اگر واپس نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اصحاب سر یہ نے بڑی رغبت اور خوشی سے اس کا مال بھیج دیا، ابوالعاص اپنا مال لے کر پھر مکہ کی طرف لوٹ گیا۔ پھر قریش سے کہا، اے گروہ قریش! کسی شخص کا مجھ پر کوئی حق باقی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ اپنا عہد پورا کرنے والے اور حقوق کو ادا کرنے والے ہیں۔ پھر ابوالعاص نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آفریدگار عالم کے بننے کوئی خدا نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، جب دولت اسلام سے سرفراز ہو گیا تو مدینہ میں آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو پھر اسے دے دیا۔

## چھٹی فصل

# بدر کے مصیبتوں کی خبر کا مکہ معظمہ میں پہنچنا

موضوعین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین جب میدان بدر کی طرف چلے گئے، قریشی جوان جو پیچھے رہ گئے تھے، ہرات ذی طوی میں جمع ہوتے اور رات کا اکثر و بیشتر حصہ اشعار پڑھنے اور افسانہ گوئی میں صرف کرتے، ایک رات انہوں نے چند اشعار سنے جو قریش کی مصیبت اور بربادی پر دلالت کرتے تھے۔ قائل انہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ان اشعار کا پہلا شعر یہ تھا۔

ان اشعار کا ترجمہ مقصد اقصیٰ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

گداختہ شود از وی خیال و نیست شود      قبائلی کے بود درویش و در خمیہ  
مصیبت کے بحال تو میر سید گذشت      مخدرات عرب را برہنہ سینہ و سر  
زہے ہلاکت آل کس کہ شد عدوئے نبی      کہ از طریق ہدایت نیافت هیچ خبر  
نقل ہے کہ جب یہ اشعار جن کا ترجمہ بیان کیا گیا ہے، ان جوانوں نے سنے تو خوف و ہمت ان پر طاری ہوئی۔ انہوں نے ہر چند اشعار کے قائل کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ جب وہ حجر سے گذر

گئے تو انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جسے بہت سے افسانے یاد تھے، اس کے سامنے انہوں نے صورت حال پیش کی، اس نے کہا حنفیوں سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ حنیف کی طرف منسوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ جوان جنہوں نے اس سے یہ اشعار سنے تمام دفعۃً خوف اور ڈر سے بیمار پڑ گئے، جب اس واقعہ کو دو یا تین راتیں گزر گئیں حتیان بن عبد اللہ خزاعی مکہ میں پہنچا، اس نے مشرکین اور اس کے پسماندوں کی مصیبت کی خبر دی، اس نے کہا عقبہ، شیبہ، نہبہ، نعبہ، لہب، لہب، ربیعہ اور حجاج کے بیٹے، ابو البختری، زمعہ بن الاسود اور فلال اور فلال ایک ایک کا نام لیا کہ یہ سب قتل ہو گئے۔ صفوان بن اُمیہ حجر میں بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے یہ بات سنی، کہا: خدا کی قسم! حتیان غلط کہتا ہے، اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور حاضر کون غائب سے تمیز نہیں کرتا، میرے متعلق اس سے پوچھو، کیا کہتا ہے؟ انہوں نے پوچھا صفوان اُمیہ نے کیا کیا اور اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا صفوان یہ نہیں ہے جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے، البتہ اس کا باپ اور بھائی قتل ہو گئے اور سہیل بن عمرو اور نضر بن الحارث گرفتار ہو گئے اور انہیں رتی سے باندھا ہوا تھا۔ حاضرین اس خبر سے بہت پریشان ہوئے، اچانک ابو لہب آ گیا۔ جب اس نے یہ خبر سنی حیران رہ گیا، اسی حال میں تھے کہ ابو سفیان الحارث عبد المطلب میدان جنگ سے بھاگ کر پہنچا ابو لہب نے اس سے پوچھا، اے میرے بھتیجے! سچی خبر بیان کر، واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا لے چھا! جب ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ہم بے حس و حرکت رہ گئے ہم دیکھتے تھے کہ وہ ہم سے ہتھیار لے رہے ہیں اور ہمارے ہاتھ کندھوں پر باندھے ہیں، زمین و آسمان کے درمیان سفید پوش مردوں کو ہم دیکھتے تھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، ابو رافع عباس کا غلام تھا، اس نے کہا ابو سفیان جب یہ واقعہ بیان کر رہا تھا، میں چہرہ میں بیٹھا ہوا تیر تراش رہا تھا اور ام الفضل، میرے آقا کی بیوی میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ جب ابو سفیان کی بات ابلق سواروں کے ذکر پر ختم ہوئی تو میں نے کہا خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔ ابو لہب جو غصہ سے بھرا بیٹھا تھا میرے منہ پر مارا اور مجھے زمین پر گر دیا اور لاتوں سے مجھے مارنے لگا۔ میں کزوری اور طاقت کی کمی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ام الفضل یہ حال دیکھ کر اٹھی اور ابو لہب کے سر پر ایک لالٹھی مار کر اس کا سر چھوڑ دیا اور کہا تو عباس کی عدم موجودگی میں اس کے غلام کے ساتھ ایسا



سلوک کرتا ہے۔ ابولہب ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھر گیا۔ سات روز کے بعد اپنی دوسری قوم کے ساتھ واصل جہنم ہو گیا۔ چونکہ عرب عطلہ بیماری سے اسی طرح اجتناب کرتے ہیں جیسے طاعون سے، وہ اس میں مبتلا ہو گیا، اس کی اولاد اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ متعفن اور بدبودار ہو گیا۔ قریش کے ایک شخص نے انہیں ملامت کی تو ایک قلی کو اجرت پر بلایا جس نے اٹھا کر اسے ایک گڑھے میں پھینک دیا اور اس کے اوپر مٹی اور پتھر ڈال دیئے یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ایک روایت ہے کہ چونکہ اس سے بہت بری بدبو آتی تھی اور کوئی شخص اس گھر کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا جہاں وہ رہتا تھا، لامحالہ اس کی اولاد نے اس کے مکان کو بند کر دیا اور انہیں بدبو سے نجات ملی۔

نقل ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو بیچ گئی تھی جنگ سے خستہ و بد حال مکہ میں واپس آئی، ابوسفیان نے لوگوں میں کھڑا ہو کر (باوجودیکہ اس کا لڑکا خنظلہ قتل ہوا تھا اور ایک لڑکا عمر قید ہو گیا تھا) کہا، اے قریش گریہ و زاری نہ کرو اور اس مصیبت میں آہ و زاری اور بیقراری نہ دکھاؤ اور کسی رونے والی کو رونے کے لیے مت کہو، شاعروں کو مرثیہ کہنے سے بھی منع کرو کیونکہ اس سے تمہارا غم کم ہو جائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تمہاری دشمنی و عداوت جاتی رہے گی۔ جب وہ تمہارے غم و اندوہ کو نہیں گے تو یقیناً خوش و خرم ہوں گے اور دشمنوں کی شکست اس مصیبت سے بہت بڑی ہوتی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ عورت کے پاس نہیں جائے گا اور جسم کو آراستہ نہیں کرے گا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔ اس کی بیوی ہندہ نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گی۔ کیونکہ اس کا باپ اور بیٹا دونوں قتل ہو گئے تھے۔ ابوسفیان کے قول کے مطابق قریش ایک ماہ تک اپنے مقتولین پر نہ رٹے یہاں تک کہ کعب بن اشرف یہودی قریش کے مقتولین پر بے صبر ہو کر اٹھا اور مکہ کی طرف کوچ کیا اور ابی وداعہ کے پاس ٹھہرا اور مسلمانوں کی بچو اور مشرکین کے مرثیہ پر چند اشعار لکھ کر قریش کے پاس بھیجے۔ جب انہوں نے اپنی مجلس میں انہیں پڑھا، ان کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اور بدر کے مقتولین پر گریہ و زاری شروع کر دی ایک ماہ تک کوئی گھرا ایسا نہیں تھا جہاں گریہ و زاری نہ ہو۔ ان کی عورتوں نے پردہ اتار پھینکا، منہ اور بال نوچنے لگیں، انہیں عاتکہ اور جہیم بن الصلت کے خواب کی صداقت معلوم ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جب ابن اشرق کے اپنی وداعہ کے پاس قیام اور اشعار بھیجنے کی کیفیت ظلم ہوا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کے متعلق بھوکے اشعار کہنے کے لیے فرمایا، چند اشعار لکھ کر بھیجے۔

نقل ہے کہ جب عاتکہ نے اپنی خواب کی تاویل میدان جنگ سے قریش کی ایک شکست خورہ جماعت جو مکہ میں آئی تھی کی صورت میں مشاہدہ کی، یہ دو شعر لکھ کر ان کے سامنے پڑھے۔

الم تکن السرو یا بحق ویانکم

بتاویلہا قل من القوم ہا د ب

وقلم ولم اکذب کذبت وانما

تجرہ۔ حق بود آنچه دیدم و گزیت یا درت

رویائے من دروغ نبود ای قریش یک

بر صدق من دلیل ہمیں قوم ہا رست

تصدیق صدق آل نہ کند ہر کہ کاذب است

محمد بن اسحاق اور واقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے

ہیں کہ قصہ یوں ہوا، کہ عمیر بن وہب زمانہ

جاہلیت میں قریش کے شیاطین میں سے ایک شیطان تھا، بھاگنے میں نمایاں شان رکھتا تھا چنانچہ

جنگ بدر میں بھاگ کر اس نے اپنی جان بچائی۔ اس کا لڑکا پنچہ تقدیر میں اسیر ہو گیا۔ مشرکین کی

اس مصیبت سے تھوڑی مدت بعد ایک روز عمیر اور صفوان حجر میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور مقتولین

بدر کا تذکرہ کر رہے تھے صفوان امیتہ نے کہا خدا کی قسم ان کے بعد زندگی کا مزہ جانا رہا۔ عمیر نے کہا!

خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ اگر مجھ پر قرض، دیون اور اہل و عیال کی معیشت کا بوجھ نہ ہوتا تو اپنے لڑکے

کی وجہ سے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتا اور اسے قتل

کر دیتا اور میرا خیال ہے کہ ایسا موقع آسانی سے مل سکتا ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چہرہ و بازو میں

بسا اوقات تنہا پھرتے ہیں اور فرصت کا خیال رکھنے اور اسے قتل کرنے کا جملہ ہی موقع مل جاتا ہے۔

صفوان نے کہا، تم جانتے ہو کہ میں متعلقین کی دیکھ بھال اور ماتحتوں کی نگرانی اور ان کے معاش کے

معاملات میں مکہ میں کوئی ثانی نہیں رکھتا، تمہارے اہل و عیال کی ہر ضرورت کا میں کفیل ہوں، اور

تمہارے تمام قرضے اپنے ذمے لیتا ہوں، عمیر نے جانے کا پنچہ ارادہ کر لیا، اور صفوان نے اس کے

مدینہ پہنچنے کے اسباب تیار کیے۔ ایک اونٹ اسے دیا تاکہ وہ اس پر سوار ہو جائے۔ اس کے اہل و

عیال کے اخراجات کا وہ ذمہ دار بنا، اور اس کے قرضوں کا ضامن بن گیا، عمیر نے صفوان سے کہا،

جب تک اس ہمہ کافصلہ نہ ہو جائے اس راز کو ظاہر نہ کریں۔ پھر اس نے اپنی تلوار تیز کر کے اسے زہر آلود کیا اور اسباب سفر کی تیاری میں مصروف ہو کر سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب منازل و مراحل طے کرتا ہوا مدینہ میں پہنچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر اونٹ سے اترا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اتفاقاً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، بدر اور نصرت و عنایت الہی کی گفتگو ہو رہی تھی جس سے وہ اس روز مخصوص ہوئے اچانک امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی نظر عمیر پر پڑی جو شمشیر حامل کئے ہوئے تھا۔ اس کی پشتانی سے مکہ و فریب کے آثار شاہدہ کر کے ان کے دل اطہر میں خوف پیدا ہوا، مسلمانوں کی جماعت جو موجود تھی انہیں فرمایا کہ اسے پکڑ لیں۔ اس کے فریب کے آثار، مشرکین کو مسلمانوں کے برخلاف جنگ پر اکسنے، مسلمانوں کی قلت اور کفار کی خیریں اس کے متعلق دوستوں کو نائیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اشارہ پر اسے گرفتار کر لیا۔ فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمیر اور اس کے مسلح ہو کر پہنچنے کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کی طرف اشارہ کیا کہ اسے میرے پاس لاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ہاتھ سے اس کی کمر اور دوسرے ہاتھ سے اس کی تلوار کو پکڑا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حاضرین سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد رہو اور اس کیمنے کے تعرض سے غافل نہ رہو، کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ جب اسے پکڑا مسجد میں لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاروق! اسے چھوڑ دو۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر عمیر کو پیش کیا۔ عمیر نے جاہلیت کے مطابق سلام کیا انھم حسابا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حق تعالیٰ نے ہم پر تمہارا سلام ناپسند کیا ہے اور ہشتیوں کا سلام ہمیں عنایت فرمایا ہے اور وہ اسلام ہے۔ پھر عمیر سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو عمیر نے کہا میں اپنے قیدی کے لیے آیا ہوں تاکہ مہربانی فرما کر آپ اسے مجھے عنایت فرمادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ اس تلوار کو رسوا کرے کہ وہ کوئی کام نہیں کر سکی، چلتے وقت غلطی سے میری گردن میں رہ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ اے عمیر سچ بتا تیرے آنے کا

کیا سبب ہے، عمیر نے اسی بات کو دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمیر صفوان سے حجر میں تو نے کیا شرط کی تھی۔ اس بات سے اس پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے عرض کیا آپ فرمائیے، اس کے ساتھ کیا شرط تھی۔ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس سے میرے قتل کرنے کا وعدہ کیا ہے اس شرط پر کہ وہ تیرے فرض ادا کر دے اور تیرے اہل و عیال کے اخراجات کی کفالت کرے اور تمام صورت حال جو مجلس میں وقوع پذیر ہوئی تھی ایک ایک کر کے ادل سے آخر تک بیان کی۔ پھر فرمایا اس کام کا خیال مت کر کیونکہ حق تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔ عمیر یہ بات سن کر شرمندہ ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنی گفتار میں صادق ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس کے بغیر کوئی خدا نہیں، جو کچھ آپ ہیں خدا کی باتیں بتاتے تھے ہم اپنی نادانی سے ان کو جھٹلاتے تھے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سب باتیں درست تھیں کیونکہ اس قضیہ میں میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور دوسرا کوئی شخص اس سے واقف نہیں تھا، اور آپ کو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی شخص نے اس راز سے مطلع نہیں کیا، میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے صراطِ مستقیم کی تعلیم دی۔ جب عمیرؓ دولتِ اسلام سے سرفراز ہوا، مسلمان اس کے اسلام لانے پر خوش ہوئے، فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے میں نے عمیر کو دیکھا تو مجھے خنزیر سے بُرا دکھائی دیا اور اب مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ جب اسلام کی بنیادیں عمیرؓ کے دل میں مستحکم ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کو قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔ عمیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے میں نورِ الہی کو بھاننے کی کوشش کرتا رہا اب مجھے خدا نے توفیق عنایت فرمائی ہے تو مجھے اجازت فرمائے تاکہ میں مگر جاکر قریش کو اسلام کی دعوت دوں۔ ممکن ہے خدا تعالیٰ انہیں مگر اہی کی لغزشوں سے اسلام کی ہدایت دے۔ عمیرؓ اجازت لے کر اپنے بیٹے وہب بن عمیر کے ساتھ مکہ کو لوٹا۔ جب عمیرؓ مدینہ میں تھا صفوان قریش سے کہتا جلد ہی تمہارے پاس ایک اچھی خبر آئے گی، اس کی لذت سے بدر کی مصیبت تمہارے دلوں سے محو ہو جائے گی۔ مدینہ سے جو شخص بھی مکہ کو آتا اس سے پوچھنا کیا شرب میں کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک مسافر سے عمیرؓ کی خبر اس نے پوچھی، اس شخص نے کہا عمیرؓ مسلمان ہو گیا، صفوان اور تمام مشرکین عمیرؓ کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ صفوان نے قسم کھائی

کہ عمیرہ کے متعلق اب کوئی احسان نہیں کرے گا اور اس سے کوئی بات نہیں کرے گا اور اس کے عیال و اطفال کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔ جب عمیرہ مکہ میں پہنچا بہت سے بت پرست اس سے اتفاق کر کے مسلمان ہو گئے۔

وہ ایک بے حیا یہودی مشہور عورت تھی، زبان آور  
 جو ہمیشہ مسلمانوں کی بُرائی بیان کرتی۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کے ذریعہ زبان درازی کرتی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں تشریف لے گئے تھے، چند ہزانیان باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ترکیب دی تھیں۔ عمیرہ بن عدی نابینا جو کہ قدمار اہل اسلام میں سے تھا، خلوص نیت، صفائی طبع، اللہ جل و علا کی محبت میں عقیدت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی میں مدینہ میں پوری شہرت رکھتا تھا، وہ ہزانیان جو ملت حنیف عرار میں اس فاحشہ عورت نے کہی تھی اس نے نذرمانی کہ اگر خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مدینہ منورہ میں صحیح و سلامت پہنچایا تو وہ اس ملعونہ کو قتل کر دے گا۔ عمیرہ آنکھوں کی بصارت نہ ہونے کی وجہ سے اس سفر میں آپ کے ساتھ جانے سے معذور رہ گیا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ بدر سے منظر و منصور واپس اپنے مستقر پر تشریف لے آئے، عمیرہ اسی رات ایک راہبر کے ساتھ عضما یہودیہ کے گھر کو روانہ ہو گیا، جب اس نے حس بس سے معلوم کیا کہ بچہ اس کے پستان سے دودھ پیتا ہے، اس نے اس بچہ کو اس سے جدا کر دیا اور تلوار کا سر اس کے سینہ پر رکھ کر پوری قوت سے دبایا۔ چنانچہ تلوار اس کی پشت سے باہر نکل گئی اور اسی رات واپس آ گیا اور صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، عمیرہ کی طرف دیکھا اور نوزیبت سے صورت واقعہ کو معلوم کر کے فرمایا، اے عمیرہ! بنت مروان کو تو نے قتل کیا ہے؟ عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیرہ نے اس خوف سے کہ معلوم نہیں اس نے یہ کام درست کیا ہے یا نہیں، پوچھا اس قتل سے کوئی چیز مجھ پر واجب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینفع فیھا غفران یعنی یہ قتل کسی حرج کو مستلزم نہیں، اس واقعہ میں دو بھیلوں نے ایک دوسری کو سینگ نہیں مارے۔ یہ پہلی مثل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی گئی۔ عمیرہ نے کہا

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجمع کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تھا فرمایا  
 اذا اجتمعتم ان تنظروا الى رجل نصر الله ورسوله بالغيب فانظروا الى عمير  
 بن عدی، یعنی تم پسند کرتے ہو کہ ایسے آدمی کو دیکھو جس نے خدا اور رسول کی غائبانہ مدد و نصرت کی  
 تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔ اس وقت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اس نابینا کو دیکھو کہ  
 اس نے کس قدر خدا کی اطاعت میں اہم کوشش اور کامیاب جدوجہد کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا لا تقل اعشى ولكن بصير، اے عمر رضی اللہ عنہ یہ نابینا نہیں بلکہ بصیر ہے بلندی؛

آدمی دیدست و باقی پوست است دید او آنت کہ دید دوست است

چونکہ دید دوست نہ بود کور بہ ، گو سیلمان ست ازوے مور بہ

آن بصیر اینکہ حق را دیدہ اند لا حرم بے دیدہ و بادیدہ اند

ہو ایوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے  
**غزوة قینقاع** تو بنی قینقاع سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان سے کوئی تعرض نہیں کریں گے

بشرطیکہ وہ بھی مسلمانوں سے اپنا دست تعرض روکے رکھیں اور اگر کوئی دشمن مسلمانوں پر حملہ آور  
 ہو تو یہ مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ یہ معاہدہ اس شرط کے ساتھ ہمیشہ رہا، یہاں تک کہ غزوة بدر سے  
 مراجعت کے بعد جب بنی قینقاع نے دیکھا کہ فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور دولت محمدی  
 اور ملت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت اور بلندی روز بروز ترقی میں ہے، یہودیوں  
 کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور حسد اور کینے سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جماعت سے  
 مقابلہ و جنگ کی ہے جن کو فن جنگ میں کوئی مہارت نہیں تھی، اگر ہمارے ساتھ جنگ کریں گے تو  
 معلوم ہوگا کہ جنگ کیسے کی جاتی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد  
 کو توڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ ان کے نقض عہد کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنی قینقاع کے بازار میں مسلمانوں کی  
 ایک عورت کسی کام کے لیے سنا رکھی دوکان پر بیٹھی ہوئی تھی، یہودی نے اس کے پیچھے سے اس  
 کا کرتہ پھاڑ دیا۔ اس زمانہ میں ازار باندھنے کا دستور نہیں تھا۔ جب وہ عورت اٹھی تو اس کی  
 شرمگاہ برہنہ ہو گئی۔ اس نے شرمندہ ہو کر مسلمانوں سے مدد طلب کی۔ مسلمان وہاں کھڑے تھے،

اس کے چلنے پر اس عورت سے واقف ہو گئے۔ ان کے سردار کو بلایا، انہیں ڈرایا اور اسلام کی دعوت دی، انہوں نے کہا اے محمدؐ بتم گمان کرتے ہو کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح فنون حرب سے ناواقف ہیں اور لڑائی کرنا نہیں جانتے۔ جب تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم دوسروں کی طرح نہیں ہیں، یہ کہہ کر منتشر ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لائے،

و اما تخافن من قوم خیانۃ فان بذ الیہو علی سوا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر کے مدینہ میں ابراہیمؑ کو خلیفہ بنایا، ایک جھنڈا تیار کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور گمراہوں کو اکھاڑ دینے کا قصد کر کے مدینہ سے باہر نکلے۔ یہودی اپنے قلعوں میں گھس گئے اور ان کے دل میں رعب پیدا ہو گیا۔ پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد تنگ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی کہ قلعوں سے اتر کر یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تمام اموال چھوڑ دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نزول میرے حکم سے نہیں ہوگا۔ آخر کار حکم و تقدیر الہی پر راضی ہوتے ہوئے قلعوں سے اتر آئے، وہ سات سو آدمی تھے، منذر بن قدامہ اسلمی کو حکم ہوا کہ وہ اس جماعت کے ہاتھ پشت پر باندھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ انہیں قتل کر دیں۔ اسی اشار میں عبداللہ بن ابی سلول منافق ان کے پاس سے گزرا، اس نے ان کے ہاتھ کھونا چاہے کیونکہ وہ ان کے معاہدے تھے۔ منذر نے بڑی سختی سے روکا۔ ابی سلول منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، میرے دوستوں اور جن کے ساتھ میرا معاہدہ ہے آپ احسان کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، دوسری مرتبہ مبالغہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اس منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے خلفاء اور دوستوں کے متعلق احسان کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: ریحلت ارسلی، حاصل کلام عبداللہ نے کہا قسم بخدا میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ ان کے حق میں احسان نہیں کرتے، خلاصہ یہ کہ تین سو زره پوش مرد اور چار سو مرد بغیر زره کے مکہ میں جنہوں نے میری ہر شخص سے حفاظت کی ہو، میں انہیں کیسے قتل ہونے دوں، جب اس لعین کا مبالغہ حد سے بڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلوهو لعنہو واللہ و لعنہ معہو۔ لیکن حکم فرمایا انہیں ان کے وطن سے نکال دیں اور عبداللہ بن الصامت

کو انہیں جلا وطن کرنے پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ تین دن سے زیادہ وہ یہاں نہ رہیں۔ جب جلا وطنی کی خبر اس قوم کو پہنچی بڑے غمگین ہوئے۔ کیونکہ اپنے وطن و ملک سے باہر نکلنے کو وہ ناپسند کرتے تھے۔

ابن ابی سلول نے ان کے روسا کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہا۔ عویم بن ساعدہ ضمری دروازہ پر تھا، اس نے روکا ابن ابی سلول نے ارادہ کیا کہ عویم کو راستہ سے ہٹا دے۔ عویم بن ساعدہ نے اسے پیچھے پھینک دیا۔ چنانچہ اس لعین کا منہ دیوار کے ساتھ ٹکرا آیا اور وہ خون آلود ہو گیا۔ یہودیوں نے کہا اے ابوالحباب! ہم ایسے مقام میں نہیں ٹھہر سکتے جہاں آپ کی اس طرح تذلیل ہو اور ہم اسے دور نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے نا امید ہوئے، پھر عبادہ بن الصامت سے مہلت طلب کی، تین روز تک انہیں مہلت دے دی۔ تین دن کے بعد انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا۔ عبادہ ان کے ساتھ ندباب تک جو شام کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے گئے، وہاں سے وہ ازراعات جو شام کی زمین ہے چلے گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ اس جگہ سے تھوڑے ہی ماہ میں عدم کے راستہ سے جہیم میں پہنچ گئے۔ جب بنی قینقاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے گھروں اور زمینوں سے باہر نکل گئے۔ ان کا اسلحہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غناعم میں سے تین کمائیں، دوزریں، چھ تلواریں اور تین نیزے اختیار فرمائے اور تین کمائیں، ایک کو کتوم، دوسری کو دحار اور تیسری کو بویضا کہتے تھے۔ دوزریں، ایک کو صفدریہ اور دوسری کو فضہ تم کہتے تھے۔ تین تلواریں، ایک علقے، دوسری منار اور تیسری صیف کے نام سے موسوم تھی۔ دو اور زریں بھی اختیار فرمائیں، ایک زرہ محمد بن مسلمہ اور دوسری سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو بخشی۔ سعد کی زرہ کا نام سبعل تھا، باقی کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ قینقاع سے لوٹے، دولت مند صحابہ کے ساتھ نماز عید ادا کر کے قربانی دی۔

مشہور روایت کے مطابق دوسری ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب ابوسفیان غزوہ بدر سے راہ فرار اختیار کر کے مکہ پہنچا، اس نے نذر مانی کہ وہ سر پر تیل نہیں ڈالے گا اور نہ ہی عورتوں سے مباشرت کرے گا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انتقام نہ لے لے۔ کچھ عرصہ کے بعد چالیس سو اور ایک روایت کے مطابق دو سو سواروں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا اور مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر



بنی النضیر میں پہنچا، ایک رات حی بن اخطب کے گھر گیا تاکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات دریافت کرے۔ حی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، اور اس کے لیے دروازہ نہ کھولا، اس سے مایوس ہو کر وہ سلام بن مشکم کے گھر آیا، سلام نے اس کا استقبال کیا اور اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کی باتا عدہ ہمانداری کی، ابوسفیان صبح کے وقت سلام کے گھر سے باہر آیا اور مدینہ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر عریض کے قریب آیا، ایک انصار جسے معد بن عدوس کہتے تھے اور جو اپنے مزدور کے ساتھ کھیتی باڑی کر رہے تھے، دونوں کو اس نے قتل کر دیا، وہاں چند کھجور کے درختوں کو جلادیا اس خیال سے کہ اپنے عہد کی ذمہ داری پوری کر سکے، پھر راہ فرار اختیار کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس بڑی حرکت سے واقف ہوئے، ابولبابہؓ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور دو سو مہاجرین و انصار کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے مشرکین کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب کی خبر ہوئی، راستہ میں بوجھ بھلا کرنے کے لیے ستوڑوں کے تھیلے پھینکتے گئے جو ان کی خوراک تھے، مسلمان انہیں مال غنیمت کے طور پر اٹھاتے رہے اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق مشہور ہوا۔

## پانچواں باب

# غزوہ قرقرۃ الکدر

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ نبی سلیم اور عطفان کی ایک جماعت اس جگہ جمع ہوئی ہے۔ لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کے دو سو افراد کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب مقررہ جگہ پر پہنچے کوئی شخص وہاں دکھائی نہ دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو احتیاطاً دادی کے اُدبے حصّہ کی طرف بھیجا اور خود دادی میں چلتے رہے۔ اچانک آپ کی نظر چند شتر بانوں پر پڑی جو ادبوں کو چرا رہے تھے، ان کے ساتھ ایک یسار نامی غلام تھا، اس سے پوچھا کہ نبی سلیم اور عطفان کہاں ہیں؟ یسار نے

کہا پانی کے پاس ٹھکانا بنا رہے تھے اب معلوم نہیں وہ کون سی جگہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اونٹوں کو شتر بانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہانک لائے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دیکھا کہ سیران کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلام اچھا معلوم ہوا، پھر فرمایا اونٹوں کی تقسیم کر لو، بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض اونٹ کی نگرانی نہیں کر سکتے۔ اگر ان اونٹوں کو مدینہ میں تقسیم کریں تو سہولت رہے گی، پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلام یسا رماز کی وجہ سے آپ کو پسند ہے اور یقیناً آپ نے اطمینان کر لیا ہے کہ وہ مومن ہے، ہم خوشی سے اسے آپ کے سپرد کرتے ہیں چونکہ خوش دلی سے انہوں نے کہا تھا اس لیے قبول کر لیا اور اسے آزاد کر دیا اور جب ضرار کی جگہ پر پہنچے جو مدینہ سے ایک فرلانگ ہے اونٹوں کو جس نکلنے کے بعد تقسیم کیا اور ہر مرد کو دو اونٹ ملے، بعض زیادہ بھی کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پانچ سو اونٹوں سے خمس جدا کیا، اور چار سو اونٹ دو سو افراد پر تقسیم کئے، ہر ایک کو دو اونٹ ملے۔

**غزوہ انمار** اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچائی گئی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کی ایک جماعت ذی امر میں جو نجد میں ایک مقام ہے

جمع ہوئی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ کے نواح سے کوئی چیز لے آئیں، اس امر کا باعث ایک شہر آدمی غورث نامی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا، امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور چار سو سپاہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکلے راستہ میں ایک جبار نامی آدمی ملا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دشمن کی خبر پوچھی، اس نے کہا وہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے، بلکہ جب وہ آپ کی خبر سنیں گے تو پہاڑوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبار کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا، اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ساتھی بنا دیا۔ اس سفر میں جنگ و قتال کی نوبت نہیں آئی لیکن دشمنوں کو پہاڑوں پر پناہ گزین ہوتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اس روز بارش نے صحابہؓ کے کپڑوں کو تر کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیص اتار کر درخت پر ڈالی ہوئی تھی تاکہ خشک ہو جائے اور اس درخت کے نیچے آرام روؤں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا دیکھا تو غورث کو جوان میں سے

زیادہ بہادر اور جبری تھا کہا، یہ رہے محمدؐ تنہا درخت کے نیچے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ہاتھ اٹھا سکو تو وقت ہے بھڑت تلوار کھینچے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانے اکھڑا ہوا اور کہا من ینحک الیوم منیٰ آج کون آپ کو مجھ سے چھڑا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ، حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسی وقت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے اس کے سینے پر مارا، جس سے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلوار اٹھا کر اس کے سر پر چا پنے اور فرمایا من ینحک منیٰ، اس شخص نے کہا مجھے آپ سے کوئی شخص خدا تعالیٰ کے سوا نہیں بچا سکتا، اشہدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ، اور تم کھائی کپھیر کبھی دشمنوں کو جمع نہیں کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار اسے واپس دے دی، غرث نے کہا واللہ لانت خیر منیٰ، اسے اس کے ساتھیوں نے کہا، تجھے کیا ہو گیا کہ تلوار کھینچ کر اس کے سر پر گیا اور کام کئے بغیر لوٹ آیا۔ اس نے کہا میں نے ایک بندو بالا سفید پوش آدمی کو دیکھا، اس نے میرے سینے پر اس طرح مارا کہ میں پشت کے بل گر پڑا اور تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ فرشتہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے حبیب ہیں، میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اور تمہیں بھی کہتا ہوں کہ ان پر ایمان لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ آیت کریم یا ایہا الذین آمنوا ذکرنا نعمۃ اللہ علیکم اذھو قحوا ان یسطوا الیکم ایدہم فکف ایدہم عنکم اسی سلسلہ میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ روز وہاں سفر میں گزار کر واپس مدینہ میں آئے۔

اس واقعہ کی کیفیت یوں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قریش کا مسر یہ فروہ قافلہ عراق کے راستے سے شام جاتا ہے۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کے خوف سے مکہ کا قافلہ حجاز کے راستے شام نہیں جاتا تھا اور اطلاع ملی کہ ان کے پاس کافی مال بیشمار چاندی اور مال تجارت ہے صفوان بن امیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ربیعہ اس قافلہ میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو ایک سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف بھیجا وہ پہلا سر یہ تھا جس کا زید امیر ہوا۔ زید نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے سردار بھاگ گئے۔ اسلامی فوج مشرکین کے قافلہ کو آگے لگا کر مدینہ لے آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جڈا کیا کہتے ہیں کہ وہ بیس ہزار

درہم ہوتے اور باقی کو اہل سریر پر تقسیم کر دیا اور زید کے متعلق فرمایا خیرا مراد اسرا یا زید  
بن حارثہ اعدا لہو فی السعیۃ واقسمہم بالسویۃ۔

واقدری کہتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر  
میں مخالفین پر غالب آئے، مدینہ کے تمام منافقین اور یہود

## کعب بن اشرف کا قتل

نخوار و ذلیل اور نگونسا ہو گئے، کہتے تھے کہ اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف رخ کریں گے  
دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ کعب اشرف جو عظمائے یہود میں سے تھا اس واقعہ سے بہت تنگ دل  
ہوا، اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے مشرکین کی تعزیرت کیلئے مگہ گیا اور ان کی مجالس میں ان کے

قتل کا مرتبہ پڑھا، اور چند بے معنی جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق موزوں  
کئے ہوئے تھے جو اس نے مرتبہ کے دوران پڑھے، چنانچہ انہیں عنقریب احاطہ تحریر میں لایا جائے گا  
جب وہ مکہ سے مدینہ واپس آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مکہ میں جانے اور اشعار پڑھنے

کی خبر ہوئی فرمایا اللھم اکفنی ابن الاشرف بما شئت فی اعلاۃ الشیرو  
قولہ الاشعار، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو ہماری طرف سے ابن اشرف  
کے شرکی کفایت کرے، کیونکہ خدا اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے والا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں، فرمایا: ہاں،  
محمد بن مسلمہ گھر آیا، تین دن رات تک اسی فکر و اندیشہ سے کہ میں نے ایک بات کہی ہے اسے پورا  
کر سکوں گا یا نہیں کھایا نہ کچھ پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، تجھ سے جو ہو سکتا ہے

اپنی کوشش کر، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہے مجھے آپ کے دوستوں کے  
متعلق نازیبا الفاظ کہنے پڑیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت فرمائی۔ ایک ایت  
میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کام میں سعد بن معاذ سے مشورہ کرو، حسب الارشاد

جب سعد سے مشورہ کیا، سعد نے کہا، اس کے پاس جانا چاہیے اور اپنے فقر اور احتیاج کو بیان  
کرنا اور بطور قرض اس سے طعام طلب کرنا چاہیے، اسے کسی بہانہ سے قلعہ سے باہر لانا چاہیے  
اور اپنی ہم کو پورا کریں۔ چنانچہ محمد مسلمہ نے ابونا کلمہ سلکان بن سلام کو جو کعب کا رضاعی بھائی تھا

عباد بن بشر، حارث بن اوس بن معاذ اور ابوالحسین بن جبیر کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ ایک دوسری

روایت یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ بھی کعب کا رضاعی بھائی تھا، ابونا نلکہ کو انہوں نے پہلے کعب کے گھر بھیجا۔ کعب عزت سے پیش آیا اور آنے کا سبب پوچھا، ابونا نلکہ نے کہا وہ تمام مصائب جو ہم پر نازل ہوئے ان میں سے ایک یہ شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی وجہ سے عرب ہمارے ساتھ جنگ و میدان پر اتر آئے ہیں۔ ہمارے اہل و عیال ضائع ہو گئے ہیں اور وہ ہر وقت ہم سے صدقہ میں مال طلب کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ ہمیں خود اتنا بھی نہیں ملا کہ اپنا پیٹ بھر سکیں۔ اب لوگوں کی اس کی طرف آمد و رفت بند ہو گئی ہے اور اس کی وجہ سے ہم بڑی تکلیف میں ہیں۔ کعب نے کہا میں پہلے ہی تجھے یہ بات کہتا تھا تو نے میری بات نہ سنی، میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں، ابھی تو تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا، قسم بخدا تم اس سے بھی زیادہ رنجیدہ اور پشیمان ہو گے۔ اس کے بعد ابونا نلکہ نے کہا، میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو میری اس رائے سے متفق ہیں۔ ہمیں ضرورت پڑ گئی ہے، ہم کچھ کھانا اور کھجوریں قرض لینے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ جو چیز آپ چاہیں گے ہم بہن رکھ دیں گے۔ کعب نے اپنی کھجوروں کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اپنی عورتوں کو گرو دی رکھ دو، ابونا نلکہ نے جواب دیا، اے کعب، عورتوں کو گرو دی رکھنا مناسب نہیں خصوصاً آپ کے پاس جو کہ عرب میں سب سے زیادہ نیک ہے۔ کعب نے کہا تو اپنے بیٹوں کو گرو دی رکھ دو۔ ابونا نلکہ نے کہا، آج کے بعد انہیں لوگ ملامت کریں گے اور یہ ہمارے لیے عیب اور شرم کی بات ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اسلحہ کو گرو دی رکھ دیں، جب رات ہو جائے تو ہم آپ کے پاس لے آئیں، کعب نے قبول کرتے ہوئے کہا، جب تمہاری مرضی ہو لے آؤ، ابونا نلکہ کعب کے گھر سے باہر آیا اور دوستوں کو اس سے آگاہ کیا، تمام مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور صورت حال بیان کی، ماہ صفر کی چودھویں رات کو محمد بن مسلمہ چار افراد کے ساتھ جن کے اسماء بیان ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر چل پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقہ تک ان کے ساتھ تشریف لائے جب اس جگہ پہنچے زبان معجز بیان سے فرمایا انطلقوا بسم اللہ اعنہم، پھر آنسر در صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور پانچوں ساتھی قلعہ کے دروازہ پر پہنچے اور التماس کی کہ وہ قلعہ سے نیچے اترے، جب کعب نے ان کی آواز سنی، ان کے پاس آنے کے لیے ٹھا اس کی بیوی نے جسے ان ہی دنوں میں نکاح میں لایا تھا، کہا اے کعب کہاں جاتے ہو۔ اس نے

کہا میرے بھائی محمد بن مسلمہ ابونا نائلہ آئے ہیں ان سے ملنے جا رہا ہوں، اس عورت نے کہا، جس مرد کی میں نے آواز سنی ہے میرا خیال ہے کہ اس سے خون ٹپکتا ہے، کعب نے کہا میرے بھائی ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں، عورت نے اس کا دامن پکڑ لیا اور ان کی ملاقات سے اسے منع کیا اور کہا قسم بخدا! مجھے اس آواز میں خون کی سُرخئی دکھائی دیتی ہے۔ کعب نے کہا مجھے چھوڑ دے کیونکہ میرا بھائی ابونا نائلہ ہے۔ اگر میں خواب میں ہوں تو میری ایذا کی وجہ سے مجھے بیدار نہیں کرتا۔ عورت نے کہا خدا کی قسم! مجھے اس آواز سے شرکی بول آتی ہے۔ کعب نے کہا ان الکفریم لودعی الح طعن لاجاب، پھر عورت کے ہاتھ سے اس نے دامن کھینچا اور دامن گھسیٹا ہوا باہر چلا گیا، اس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جس سے دماغ تروتازہ ہو جاتا تھا، کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور جو باتیں ابونا نائلہ نے اسے کہیں تھیں انہیں دوہرایا، پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا، کیا اچھا چاند ہے اگر کچھ دیر پسند کریں تو میری جاسکتی ہے۔ شعب مجز تک چلیں اور باقی رات گفتگو اور مشاہدہ میں گزاریں۔ کعب نے ان کے ساتھ اتفاق کیا، میرے دوران ابونا نائلہ نے اسے کہا، مجھے تجھ سے عجیب خوشبو آتی ہے، اس نے کہا عرب کی سب سے زیادہ حسین و جمیل عورت میرے نکاح میں ہے، ابونا نائلہ نے اس سے بال سو گھسنے کی اجازت طلب کی اور ایک روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ نے یہ خواہش کی، اجازت ملنے پر اس نے بالوں کو ہاتھ میں پکڑا اور سو گھنکا، تعریف کی اور دوسرے کو سو گھنایا، جب کچھ دیر گزر گئی ابونا نائلہ نے دوبارہ درخواست کی اس دفعہ جب اجازت ملی اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا، دشمن خدا کو مارو، مسلمانوں نے حملہ کیا لیکن کسی تلوار بھی کاہر نہ پڑی، آخر کار محمد بن مسلمہ نے خنجر نکالا اس کی ناف پر مارا اور سینہ تک چیر دیا۔ کعب نے اس وقت ہیبت ناک آواز نکالی، چنانچہ قلعہ والوں نے تند و تیز آواز کو سن کر آگ روشن کر دی مسلمانوں نے اس کے کاسر جھکا کر اور مدینہ کی طرف چل دیے، اس کے متبعین اور دوست احباب مسلمانوں کے پیچھے بھاگے، وہ راستہ سے بھٹک جانے کی وجہ سے ان تک نہ پہنچ سکے۔ کہتے ہیں کہ تلوار چلتے وقت دوسٹوں کے ہاتھ سے حارث بن ادس کو ناکافی زخم لگا تھا، اس سے اتنا خون بہہ گیا جس سے وہ چل نہیں سکتا تھا، ساتھی اسے اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے جب بقیع غرقہ میں پہنچے، اُدِجی آواز سے تکبیر کہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن کر سمجھ لیا

کہ انہوں نے ابن الاشرف کو قتل کر دیا ہے جب صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے،  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افلحت الوجوه، صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب میں عرض کیا،  
 وجهك يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، پس اس لعین کے سر کو خاک ندامت پر  
 پھینک دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر اپنا لعاب دہن اوس  
 کے زخم پر لگایا، خدا تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت تندرست ہو گیا۔

اس واقعہ کی شرح یہ ہے کہ کعب کے قاتل چونکہ اوس کے قبیلہ  
 البورانہ حجازی تاجر کا قتل

تھا اور یہ پسندیدہ خدمت کی تھی۔ قبیلہ خزرج کے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال چنگیاں لینے لگا کہ وہ  
 بھی ایک ایسے دشمن دیں جو کعب کی طرح ہوتل کریں۔ استخارہ اور مشورہ کے بعد انہوں نے فیصلہ  
 کیا کہ البورانہ جو کہ کنانہ بن ابی الحقیق ہفیفہ کا خاندان ہے کو قتل کرنے کی کوشش کریں، کنانہ کا تذکرہ  
 جنگ خیبر میں ایشاء اللہ بیان ہوگا۔ یہ البورانہ مشرکین کی مالی امداد کرتا تھا جس سے کہ وہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے تھے، قبیلہ خزرج سے دو شخص عبداللہ انیس اور ابو قتادہ  
 اور دو شخص دوسرے صحابہؓ سے اس امر میں متفق ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب  
 کی، اجازت ملنے کے بعد خیبر کی طرف روانہ ہو گئے، شام کے وقت جب البورانہ اور اس کے متبعین  
 کے چوپائے چراگاہ سے واپس قلعہ میں داخل ہو رہے تھے، وہاں پہنچے۔ عبداللہ انیس نے اپنے ساتھیوں  
 سے کہا، تم یہاں رہو، میں جاتا ہوں۔ چا پوسی سے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔  
 دو ستوں نے قبول کر لیا، وہ قلعہ سے باہر ٹھہرے، عبداللہ قلعہ کے دروازہ کے قریب قضاے حاجت  
 کے بہانہ سے بیٹھ گیا۔ قلعہ کے لوگ اس وقت صبح کی مہمات سے فارغ ہو کر حسب دستور قلعہ میں داخل  
 ہوتے تھے، چوکیدار نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ عبداللہ بھی قلعہ کے لوگوں میں سے ہے، اسے کہا، داخل  
 ہونے میں جلدی کرو، بے وقت ہوا جاتا ہے، میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ عبداللہ قلعہ میں داخل ہو گیا  
 اور دربان نے دروازہ بند کر دیا۔ عبداللہ تاڑ میں تھا کہ چوکیدار چابی کہاں رکھتا ہے، دربان نے دستور  
 کے مطابق چابی کو ایک میخ پر لٹکا دیا۔ جب دربان سو گیا، عبداللہ نے میخ سے چابی اتاری اور دروازہ  
 کو کھول دیا، ممکن ہے بھاگنے کی ضرورت پڑ جائے تاکہ آسانی سے باہر نکل سکے۔ پھر عبداللہ نے معلم

کیا کہ ابورافع بالا خانہ میں ابھی جاگ رہا تھا اور ایک قصہ خواں اس کے پاس بیٹھا قصہ پڑھ رہا تھا، عبد اللہ نے قصہ ختم ہونے تک توقف کیا، جب ابورافع سو گیا، اس وقت وہ بالا خانے کے دروازوں کو کھولتا اور اندر سے بند کرتا ہوا چلا، یہاں تک کہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ابورافع سویا ہوا تھا، چونکہ اس کے اہل و عیال اس کے ساتھ سوتے ہوئے تھے، تاریکی میں اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابورافع کہاں سویا ہوا ہے، وہ پکارا، اے ابورافع ! ابورافع نے بیدار ہو کر کہا، کون ہے، عبد اللہ نے آواز کی طرف تلوار ماری، انتہائی دہشت کی وجہ سے جس نے اس پر غلبہ پایا ہوا تھا تلوار کی ضرب کا رگڑ نہ پڑی، ابن امیس اسے محسوس کر کے مکان سے باہر نکل آیا، تھوڑی دیر بعد پھر کمرے میں داخل ہوا، اپنی آواز تبدیل کر کے کہا، اے ابورافع یہ کیسی آواز تھی؟ ابورافع نے کہا کسی شخص نے اس مکان میں مجھ پر تلوار ماری ہے۔ عبد اللہ نے اس مرتبہ پھر تلوار ماری چونکہ ابھی اس کا کام تمام نہیں ہوا تھا، اس نے اپنی تلوار کے کونے کو اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس قدر دبا یا کہ اس کی پشت سے نکل گئی۔ لوٹتے وقت عبد اللہ میرٹھی سے گر پڑا، جس سے اس کا پاؤں ٹوٹ گیا، ٹوٹے ہوئے پاؤں کو پگڑی سے باندھ کر کودتا ہوا قلعہ سے باہر نکل آیا اور دو ستوں سے مل گیا، قلعہ کے باہر انہوں نے اس قدر توقف کیا کہ قلعہ سے نوحہ گر باہر نکلا، اس نے کہا ابورافع قتل کر دیا گیا، اس وقت عبد اللہ فی الفور اٹھے اور چل دیئے۔ جب مدینہ کے یہودی جو اطراف مدینہ میں تھے اس حال سے مطلع ہوئے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا، حیران ہوتے تھے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لوگ ہیں کہ مضبوط قلعوں میں جن کے دروازے بند ہوتے ہیں لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

اسی سال حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا نکاح ثانی ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح جیاد و عرفان کے بچر مجیط عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا، وہ ذی النورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ہجرت کے اس تیسرے سال میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پشورائے اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو امہات المؤمنین میں داخل فرمایا، پہلے وہ خنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں، ہجرت کے دوسرے سال خنیس نے انہیں طلاق دے دی، لشکر اسلام کی جنگ بدر سے واپسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما



سے اس کے نکاح کی پیش کش کی لیکن کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضرت کے نکاح کی عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی اس نے شافی جواب نہیں دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! حق سبحانہ و تعالیٰ تیری بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر خاوند عطا فرمائے گا اور عثمانؓ کے لیے حضرت سے بہتر اور شریف عورت مقرر ہو چکی ہے۔ ماہ شعبان ۳ء میں سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو طلب کیا اور انہیں حضرت نبوت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب سلسلہ نکاح مستحکم ہو گیا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور تذکرہ صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا بات تھی کہ میں نے اپنی بیٹی تمہارے سامنے پیش کی آپ نے ہاں یا نہ میں کوئی جواب نہ دیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اس وجہ سے میں نے خاموشی اختیار کی۔ میں نے کہا وہ خوشخبری آپ نے مجھے کیوں نہ سنائی، انہوں نے جواب دیا، آقا کا راز فاش کرنا آداب بندگی کے خلاف ہے۔

نقل ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں تند خوئی میں مشہور تھیں اور بعض اوقات اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک رنجیدہ ہو جاتا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طلاق دیدی جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی، سر پر خاک ڈالی، فریاد کی کہ اس کے بعد میری کیا عزت رہ جائے گی کہ میری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے خارج ہوگی۔ حق تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے مطابق جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرنے کی ہدایت کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے طلاق سے رجوع فرمائیں کیونکہ وہ نمازی اور روزہ دار ہے اور بہشت میں آپ کی بیویوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی کے موافق رجوع فرمایا، یہ بہت بڑی نصیحت تھی جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوئی۔ کتب معتبرہ میں آپ کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے چار مستفق علیہ ہیں، دوسری چھ احادیث افراد مسلم سے

ہیں، ۲۵ء میں وفات پائی، مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جو ان دنوں حاکم مدینہ تھا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت حذیفہ کو اپنے نکاح میں لائے، پہلے یہ طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں، طلاق کی وجہ سے ان میں تفریق ہو گئی، اس کے بعد اس کے بھائی عبیدہ الحارث نے ان سے نکاح کیا۔ وہ جنگ بدر میں درجہ شہادت کو پہنچے، جن کا ذکر واقعہ بدر میں گذرا، جب ان کی عدت گزر گئی تو ماہ رمضان ۳۲ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے نکاح میں لائے۔ بارہ اوقیہ میں درہم چاندی مہر مقرر ہوا۔ آٹھ ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں پھر عالم بقا کو کوچ کیا اور بقیع میں مدفون ہوئیں، ان کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں درویشوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا اور میمونہ کی والدہ کی ہمیشہ وہ تھیں رضی اللہ عنہا۔

اسی ۳۲ء نصف ماہ رمضان میں بسط رسول حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ میں پیدا ہوئے۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی، فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لے گئے، حسن کو گود میں لیا اور اس کے کانوں میں اذان کہی، ساتویں روز سر کو مونڈا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور حقیقہ دیا اور حسن کے اسم سے موسیٰ ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت ان کی عمر سات سال کی ہو چکی تھی۔ آپ کی مرویات تیرہ احادیث ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، القاب تقی، زکی، سید، بسط اور ولی مقرر ہوئے۔ آپ کے بہت فضائل ہیں، کہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جو انان بہشت کے سردار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہما حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹوں کو کوئی عطیہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا میری میرت اور بزرگی حسن کے سپرد ہوئی اور میری سخاوت و شجاعت کے حق دار حسین ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو آخری عمر میں تین مرتبہ زہر دیا گیا، تیسری مرتبہ زہر کارگر ہوا، چالیس روز بیماری میں گزارے، ماہ صفر کی اٹھائیسویں ۳۸ء میں جنت الفردوس کو کوچ کیا آپ کی عمر مبارک ستائیس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ کے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے تجہیز و تکفین کی

اور یقین میں اپنی جدہ محترمہ فاطمہ زہراؑ کے نزدیک مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد آٹھ بیٹے اور ایک روایت کے مطابق نو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں آپ سے یادگار ہیں اور آپ کی اولاد اطراف و اکناف عالم میں موجود ہے۔ آپ کے فضائل اور صفات اس مختصر بلکہ طویل و نفاذ میں بھی نہیں سما سکتیں۔

اس سال کے دہشت ناک واقعات میں سے ایک واقعہ غزوہ اُحد ہے۔ چونکہ یہ واقعہ امور کلیہ پر مشتمل تھا اس لیے اس کے لیے علیحدہ باب مرتب کیا گیا، واللہ الموفق۔

## چھٹا باب

### غزوہ اُحد

فصل اول، مقدمات غزوہ

ارباب سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب بدر کے بچے کچھے لوگ مدینہ میں آئے، تجارت کے ایک ہزار اونٹوں کا بوجھ، ان کے مالکوں کے غائب ہونے کی وجہ سے دارالندوہ میں البرسفیان کے سپرد کیا تھا، کا حساب کیا، اس کے راس المال کو پھر تجارت میں لگا دیا، اس کے نفع سے انہیں پچاس ہزار شقال سونا حاصل ہوا، ہزاران قریش مثل اسود بن مطلب بن اسد، حویطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے کہا کہ یہ اموال اہل مکہ کے ہیں اور وہ مصیبت جو جنگ بدر میں انہیں پہنچی وہ سب پر عیال ہے۔ اب تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ لشکر کی تیاری میں صرف کریں اور ایسی زبردست فوج جو دشمن کو ہلاک کر سکے ترتیب دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں۔ اب آپ کی رائے اس سلسلہ میں کیا ہے، البرسفیان نے کہا، کیا تم سب کی یہی خواہش ہے، انہوں نے کہا ہاں، اس نے کہا میں سب سے پہلے اس بات کے لیے راضی ہوں کیونکہ اشراف قبیلہ اور میرا بیٹا حنظلہ اس رطانی میں مارا گیا ہے۔ اب ہم بھی کوشش کر کے ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ پھر قریش نے چار اشخاص جو بڑے لسان اور فصیح البیان تھے مقرر کئے کہ وہ قبائل عرب میں جا کر مدد اور اعانت طلب کر کے فوج جمع کریں، ان چار افراد میں سے ایک عمرو بن العاص تھا، دوسرا ہبیرہ بن ابی وہب تیسرا عبداللہ بن

ربیعہ اور چوتھا ابوغزہ شاعرِ محجی تھا ابوغزہ اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر رکھا تھا جبکہ اسے اسیرانِ بدر سے آزاد کیا، اسے اس شرط پر آزاد کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے کسی شخص کو نہیں ابھارے گا۔ قصہ صفوان بن امیہ اور جہیر بن مطعم نے اسے بڑے اصرار سے راضی کیا اور ان تین آدمیوں کے ساتھ اسے لشکرِ جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ ان چاروں اشخاص نے اطراف میں جا کر بہت سا لشکر جمع کر لیا، جب قریش نے جنگ کرنے کے لیے اتفاق کر لیا، صفوان نے کہا، اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ لے چلو تاکہ وہ بدر کے مقتولین پر زور نہ کریں کیونکہ ابھی ان کے زخم تازہ ہیں۔ عکرمہ اور عمرو بن العاص نے ان باتوں کو پسند کیا اور اس کام پر مصر ہوئے، لیکن نوفل بن معاویہ ذیلی نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا اگر میں کسبت ہوگئی تو عورتوں کا لے جانا شرمناک اور ندامت کا باعث ہوگا۔ ابوسفیان بھی اس کی باتوں کی طرف مائل تھا لیکن اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ عورتوں کو لے جانے میں مبالغہ کر رہی تھی، لہذا اس کے خاندانِ ابوسفیان نے اپنی دونوں بیویوں ایک ہندہ مذکورہ اور دوسری امیہ بنت سعد بن ابی وہب کے لیے ہودج تیار کیا اور صفوان، عمرو، عکرمہ، طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن ہشام اور مشرکین کی ایک اور جماعت نے اپنی عورتوں کے لیے ہودج تیار کئے اور انہیں باہر لے جانے کے لیے تیار ہوئے۔ ابوہامر راہب جو فاسق کے نام سے مشہور تھا اپنے پچاس متبعین کے ساتھ مخالفین کا ساتھ دینے پر کمر بستہ ہوا۔ جب انہوں نے اپنی بدبخت سپاہ کا حساب کیا تو تین ہزار مرد جن میں سے سات سو زورہ پوش تھے۔ بیس گھوڑے تین ہزار اونٹ اور گیارہ ہودج شمار کئے گئے۔ اس نامبارک سفر سے اشرافِ قریش میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا اور بادِ یر خلافت و شقاق کو اتفاق کے قدموں سے طے کیا اور گلنے والی لڑکیوں کو اپنے ساتھ مقرر کیا تاکہ ہر منزل پر گاتی ہوتی بدر کے مقتولین کا ذکر کریں اور دشمنی و عداوت کی بنیاد کو مستحکم کر کے جنگ پر برا بھلا بکھینچیں۔

نقل ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اس زمانہ میں مکہ میں قیام پذیر تھے، ایک شخص کو اجرت پر مقرر کر کے مدینہ بھیجا، اسے کہا کہ تین دن میں مدینہ پہنچو، اسے سر بہر لاف دیا جو مشرکین کے ارادے، ان کی تعداد اور لشکر کی کیفیت کے مضمون پر مشتمل تھا تاکہ وہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں پہنچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول کر ابی بن کعبؓ کو پڑھنے کے لیے دیا۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمون پر آگاہ ہونے کے بعد ابی بن کعبؓ کو اس راز کے پرشیدہ رکھنے  
 کی تاکید فرمائی اور فرمایا آشنا و بیگانہ سے اسے مخفی رکھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدار بن یسحٰبؓ  
 کے گھر تشریف لے گئے اور خلوت میں اسے یہ راز بتایا اور راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرما کر واپس  
 تشریف لے آئے۔ اس کی بیوی نے کونہ میں بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اس کے خاوند  
 سے کہا تھا سُن لیا۔ جب آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے گھر سے تشریف لے گئے، سعد کی بیوی نے اپنے  
 خاوند سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ سعد نے کہا میرے لیے اس کا بتانا جائز  
 نہیں ہے کیونکہ آپ نے اسے مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ عورت نے کہا، میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔  
 اس نے کہا بیان کر، اس کی عورت نے وہ تمام باتیں بتا دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اور یوں  
 فرمایا۔ اسی وقت سعد اپنی عورت کے گلے میں کپڑا ڈالے بھگا تا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں لے گیا، غریب عورت تباہ ہو گئی، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اس راز کے  
 مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی تھی، لیکن میری بیوی گوشہ میں تھی تمام باتوں کو اس نے سن لیا ہے۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سعد اسے چھوڑ دو، تقدیر یہی تھی کہ یہ راز ظاہر ہو جائے، پس  
 کل سر جاد و زلا تین شاع کے مطابق یہ خبر مدینہ میں مشہور ہو گئی۔ یہود اور منافقین غفاری  
 آدمی کے مدینہ میں آنے سے باخبر ہو گئے۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ مرد ایسی خبر لایا ہے جو کبھی بھی محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے خوشی و شادمانی کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد مشرکین جب مدینہ  
 کی طرف متوجہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے وہاں تین دن قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 انسؓ اور مونسؓ کو جاسوسی کے لیے بھیجا، وہ خبر لائے کہ مشرکین نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو سبز  
 چراگاہ میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی سبز پتہ وہاں باقی نہ رہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جناب ابن المنذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ ان کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرے حضرت  
 جناب رضی اللہ عنہ نے لشکر کے گرد چکر لگا کر اس کی کیفیت، تعداد، سوار یوں، زربوں، ہر وجوں  
 اور لڑکیوں کی تعداد ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ اس کی باتوں کو جو کچھ  
 عباسؓ نے تحریر کیا تھا کے موافق پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

اللہم بارک بامولہ وبل القبولہ ، امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مشرکین ابوا میں پہنچے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی قبر یہاں ہے۔ قبر کو کھود کر تمام ہڈیاں باہر نکال لو، اگر بالفرض ہماری عورتیں اس کے ہاتھ قید ہو جائیں، ہم کہیں گے کہ آپ کی والدہ کی بوسیدہ ہڈیاں ہمارے پاس ہیں، لامحالہ اس کے بدلے وہ ہماری عورتوں کو ہمیں واپس دے دیں گے اور اگر ہماری عورتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں تو بہت سا مال دے کر ہم سے واپس لیں گے۔ جب انہوں نے ابوسفیان سے مشورہ کیا اس نے اس رائے کو ناپسند کرتے ہوئے کہا قبیلہ بنو بکر اور غزالمہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں جب انہیں اس بات کی خبر ہو گی ہمارے تمام مردوں کو قبروں سے نکال لیں گے۔ اس کے بعد جمعہ کی رات کو جس کا دن شنبہ تھا دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اکابر صحابہ مثل سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اسد بن حصیب رضی اللہ عنہم اور بہادروں کی ایک اور جماعت نے رات بھر صلح ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے پہرہ دیا۔ مدینہ کے بعض مسلمانوں نے بھی اس رات پہرہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات خواب میں دیکھا کہ آپ نے مستحکم زرہ پہن رکھی ہے اور تلوار میں چند دندانے پڑ گئے ہیں، ایک گائے کو ذبح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک فوج کو قتل کیا گیا ہے۔ دوسرے روز اس خواب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر پوچھی فرمایا، زرہ مدینہ کا قلعہ ہے اور تلوار پر دندانے پڑ جانے، میری ذات کو مصیبت پہنچے گی، گائے کا ذبح ہونا، صحابہ کا قتل ہے اور فوج کا قتل، میرے صحابہ میں سے ایک بڑے صحابی کا قتل ہے جو وقوع پذیر ہو گا اور درج الدرد کی روایت اسی طرح ہے کہ ذوالفقار ٹوٹ گئی، اس کی تعبیر اہلبیت میں سے کسی کا قتل بتائی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جائیں، لیکن نوجوانوں کی ایک جماعت جو غزوہ بدر کی حضری سے محروم رہ گئی باہر نکلنے کی شدت خواہش مند تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ مہاجرین و انصار میں سے اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بھلائی اسی میں ہے کہ ہم مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ ابن سلول منافق نے کہا مدینہ کو آج تک کوئی فتح نہیں کر سکا اس سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی جو دشمن ہم پر حملہ آور ہوتا اگر ہم مدینہ سے باہر نکل کر اس سے

جنگ کرتے تھے تو ہم لازماً مغلوب ہو جاتے تھے، لیکن اگر ہم صبر کر کے ثابت قدم رہتے اور مرکز کی حمایت کرتے تو ہم غالب آ جاتے اب مصلحت اس میں ہے کہ ہم اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں بھیج دیں اور خود مرکز میں جم جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی رائے سے اتفاق کیا لیکن حمزہ بن عبدالمطلب سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک بن ثعلبہ اور ادس و خزرج کی ایک اور جماعت نے عرض کیا اگر ہم یہاں قلعہ بند ہو جائیں تو دشمن اسے ہماری کمزوری پر محمول کرے گا۔ یہ بات ان کے لیے جرات کا باعث ہوگی آپ کو خدا تعالیٰ نے ہر کے روز باوجود یکہ تین سو پانچ افراد سے زیادہ آپ کے ساتھ نہیں تھے فتح و نصرت عنایت فرمائی۔ الحمد للہ آج ہمارا شکر طاق تو رہا اور بہت رعب داب کا مالک ہے ہم عرصہ سے اس دن کے منتظر ہیں۔ مالک بن سنان، ابوسعید خدریؓ کے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا میں اس وقت تک روزہ افطار نہیں کروں گا جب تک کفار سے جنگ نہ کروں۔ نعمان بن ثابتؓ نے عرض کیا کہ گائے کا ذبح ہونا جو آپ کو دکھایا گیا ہے وہ آپ کے صحابہ میں سے میری شہادت ہے۔ خدا کی قسم ہمیں جنت میں داخل ہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس وجہ سے؟ اس نے جواب دیا کیونکہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ میدان جنگ میں مشرکین کے مقابلہ میں روگردانی نہیں کرتا۔ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے سچ کہا نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ میں شہادت پائی۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور فصیح خطبہ پڑھا، لوگوں کو نصیحت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخالفین کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا، فرمایا اگر تم ثابت قدم رہو اور صبر کیا تو تم فتح مند اور منصور ہو گے۔ پھر فرمایا شکر کی تیاری کرو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کر لی تو حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما نے آپ کی سعادت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر دستار باندھی اور زرہ جسم اطہر پر پہنادی۔ لوگوں کا بہت بڑا مجمع دروازہ پر انتظار کر رہا تھا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن ہصیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس پہنچے اور کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے باہر لے جانے میں مبالغہ اور اصرار کر رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں فرماتے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موید بوجی آسمانی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اختیار کی باگ آپ کے ہاتھ میں دے دو، تم اطاعت و فرمانبرداری کے دائرہ سے باہر نہ نکلو،

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے، زرہ پہنے ہوئے، چوڑے کاکر بند باندھے، شمشیر جمال کیے ہوئے  
نیزہ ہاتھ میں پکڑے اور کندھے پر ڈھال رکھے تھے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نور دیدہ احباب کو  
دیکھا کہ اس طریقہ پر باہر تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر نکلنے کی استدعا پر شہیمان  
ہوئے، اظہار شرمندگی کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اس بات کی طاقت نہیں  
کہ ہم آپ کو ایسی بات کا مشورہ دیں جو آپ کو ناگوار ہو، آپ کی جیسے مرضی مبارک ہو کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شروع میں یہ بات تم پر واضح کی لیکن تم نے اپنی رائے پر عمل کیا اور مبالغہ اور  
اصرار کیا۔ اب یہ مناسب نہیں ہے کہ پیغمبر ہتھیار لگالے اور دشمنوں اور اس کے درمیان خدا تعالیٰ کے  
فیصلہ سے پہلے اپنے ہتھیار آتا دے۔ اب میں جو کچھ کہوں، سنو، صبر کرو اور ثابت قدم رہو، فتح تمہارے  
قدم چومے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نیزے طلب فرمائے، تین جھنڈے باندھے، مہاجرین  
کے جھنڈے کو علی بن ابی طالب کے سپرد فرمایا اور ایک روایت کے مطابق مصعب بن عمیر کو دیا اور عبداللہ  
بن مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا، اس کے بعد میدان احد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں سے ایک سوزرہ پوش تھے اور مجاہدین کی تعداد ایک ہزار تھی،  
دو گھوڑے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا ابو براء بن منار رضی اللہ عنہ کا تھا، جب میدان  
اصطفا کے شہسوار مبارک گھوڑے پر سوار ہو گئے، سعد بن معاذ اور سعد بن جبیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے آگے آگے زرہ پہنے چلتے تھے۔ جب شیخین کے مقام پر پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درشت  
آواز سنی کہ ایک جماعت چنچتے ہوئے فریاد کر رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ  
ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ ابی سلول کے یہودی ساتھی ہیں فرمایا لا تنصروا من اهل الشرك  
الاعلیٰ اهل الشرك، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر لشکر کو ملاحظہ فرمایا،  
وہ صحابہؓ جو ابھی بچے تھے کی ایک جماعت کو واپسی کی اجازت فرمائی مثل عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم،  
برابر ابن عازب، عرابہ بن اوس، اسد بن ظہیر، ابو سعید خدری، سمرقہ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ  
عنہم۔ اسد بن ظہیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رافع تیرا نڈا ہے۔ رافع نے اس وقت  
اپنے آپ کو اُدنچا کیا ہوا تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بلند دکھائی دے اور اسے اپنے  
ساتھ غزوہ میں لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آنے کی اجازت فرمادی۔ سمرقہ بن جندب



نے جب دیکھا کہ رافع کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی ہے با مبر بن سنان کو جو اس کی والدہ کا خاوند تھا کہا، رافع کو اجازت دے دی ہے حالانکہ میں اسے گرا لیتا ہوں۔ با مبر نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی بکرنے کا حکم فرمایا، جب انہوں نے کشتی کی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی۔ رات اسی منزل میں گزاری محمد بن مسلمہ نے پچاس دوسرے اشخاص کے ساتھ مسلمانوں کی نگہبانی کی، اس رات مشرکین کے لشکر کا نگہبان عکرمہ تھا۔

نقل ہے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کون ہماری نگہبانی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نگہبانی کروں گا پوچھا تم کون ہو، عرض کیا زکوان۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ فرمایا رات کون ہماری حفاظت کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نگوانی کے فرائض انجام دوں گا، فرمایا تم کون ہو، عرض کیا ابوسبع، فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر تیسری مرتبہ پوچھا کہ آج رات ہماری پاسبانی کون کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پاسبانی کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو، کہا ابن عبد قیس فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد فرمایا، کھڑے ہو جاؤ۔ زکوان کھڑا ہوا، فرمایا تیسرے دوسرے دو ساتھی کہاں ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تینوں مرتبہ میں نے آپ کو جواب دیا۔ فرمایا فاذهب حفظہ اللہ، پس اس شخص نے اپنی زرہ پہنی، ڈھال کندھے پر رکھی اور تمام رات لشکر کے گرد گھومتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی پاسبانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ جب صبح ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا رہنما چاہیے راستہ کو اچھی طرح جانتا ہو۔ ابو خثیمہ حارثی نے اس ہمہ کو قبول کیا۔ راستہ میں مجبوراً ایک منافع بنی حارثہ کے باغ کے پاس سے گزر ہوا۔ حارثہ ظاہری آنکھوں سے بھی اندھا تھا اور باطنی آنکھوں سے بھی، ربیع بن قعلی نام تھا، اندھے کو جب لشکر اسلام کے گزرنے کی خبر ہوئی، بدحواس ہو کر اٹھا اور لشکر اسلام کے سامنے خاک اڑانے لگا اور کہتا اگر تو خدا کا رسول ہوتا تو میرے باغ میں داخل نہ ہوتا۔ سعید بن زید بن اشہل کے ہاتھ میں کمان تھی اندھے کے سر پر ماری اور اس کے سر کو پھوڑ دیا جس سے خون

پہنے لگا، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعہ فاتحہ اعمی القلب، بعض بنی حارثہ جو اسی منافق کے ہم رنگ تھے اس منافق کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سعید سے کہا تیرا یہ طرز عمل اس دشمنی کا نتیجہ ہے جو بنی عبدالاشہل کو بنی حارثہ ہے جسے انہوں نے ابھی تک ترک نہیں کیا، اسید بن حصیر نے کہا لا واللہ، یہ تمہارے ساتھ دشمنی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ تمہارے نفاق کا نتیجہ ہے خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرمائیں تو تیری اور ہر اس شخص کی جو تیری رائی پر ہے گردن اڑا دوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، تو وہ خاموش ہو گئے۔ مسلمان طلوع فجر کے ساتھ احد میں پہنچے اس جگہ صبح کی نماز باجماعت ادا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زرہ پہن رکھی تھی اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی اور مبارک پر خود رکھا۔

عبداللہ ابی منافق اپنے تین سوتبعمین کے ساتھ اس جگہ سے واپس چلا گیا۔ عبداللہ عمرو بن خنزام نے ہر چند جا کر اسے سمجھایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ابن ابی منافق نے کہا، ہم نے دیانت داری سے مشورہ دیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بات نہ سنی اور بچوں اور جوانوں کی راتے پر عمل کیا، ہم اس وقت ان کی امداد کریں گے جب وہ ہمارے شہر میں ہوں گے۔ جب منافق دوسرے منافقین کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا خدا تمہیں ہلاک کرے، بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو تمہاری مدد و اعانت سے بے نیاز کر دیگا۔ یہ کہہ کر لوٹے اور لشکر اسلام سے آکر مل گئے۔ واللہ یھدی من یشاء،

## فصل دوم

### دونوں لشکر آمنے سامنے

علمائے سیرت و حدیث جزاہم اللہ خیرا نے فرمایا ہے کہ جب کفار جبرأت کر کے سید ابراہار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لیے احد کے مقام پر جو مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے پہنچے اور طے ہو گیا کہ تشنبہ کے روز جنگ شروع کریں گے۔ لشکر اسلام خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو سیدھا کرنے میں مصروف ہوئے، جب صفیں کھڑی ہو گئیں

مدینہ پہاڑ کے برابر پتت کے واقع ہوا، حنین بائیں طرف تھا، پہاڑ میں ایک ایسا سنگاف تھا جس سے یہ خطہ تھا کہ مشرکین گھات لگا کر وہاں سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اس جگہ متعین فرمایا تاکہ اس کی حفاظت کریں۔ انہیں وصیت فرمائی کہ کسی بھی حالت میں وہ جگہ نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب اور تاکید کی کہ جب تک میری طرف سے کوئی اطلاع تمہیں نہ پہنچے اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ میمنہ لشکر عکاشہ بن محصن رمدی کے سپرد کیا اور میسرہ کو ابو سلمہ بن الاسد مخزومی کے سپرد فرمایا ابو علیہ الجراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ لشکر میں رکھا اور مقداد بن عمرو کو ساقہ لشکر میں رکھا قریش نے اپنی صفوں کو درست کیا، میمنہ خالد بن ولید کو دیا اور عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ میں متعین کیا۔ ابوسفیان کو قلب لشکر میں رکھا اور صفوان بن امیہ کو اور ایک روایت میں عمرہ بن عاص کو پہاڑ کے سنگاف کے پاس کھڑا کیا اور عبداللہ ابی ربیعہ کو تیر اندازوں کا سردار بنایا اور جھنڈے کو طلحہ بن ابی طلحہ کو سبے بے شبہ کہتے تھے دیا، عورتوں کو صفوں کے آگے رکھا جو گلنے والی گیت گاتی تھیں اور مقتولین بدر کو یاد کرتی تھیں اور رجز پڑھ پڑھ کر لوگوں کو جنگ پر ابھارتی تھیں۔ ان رجزوں میں سے ایک یہ تھا جو وہ پڑھتی تھیں۔

الرجز: نحن نبات طارق تمشی علی السمارق  
ان تقبلوا معانق اوتدبرونفارق  
فداق عنید وافق ذکد ابوراہب فاسق

دونوں طرف سے صفیں آراستہ ہو گئیں اور جنگ و قتال کا سامان تیار ہو گیا۔

## اس جنگ میں بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے

کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے گمراہی کے پاؤں جہالت کے میدان میں رکھے اور واقعہ اول محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کی، ابو عامر راہب فاسق تھا جو کہ اپنے پچاس دوستوں کے ساتھ تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا اور

اپنی مسلمان قوم کو پکارا کہ میں ابوعامر ہوں، انہوں نے کہا لا مرحبا بلک یا فاسق، قریش کے چند لڑکے اس کے ساتھ آئے ہوئے تھے، انہوں نے چند پتھر مسلمانوں کی طرف پھینکے، اسلام کے سپہ سالاروں نے اس قدران پر تیرہ برسائے کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا، اس کتے کا ذکر اس سے پہلے باب بشارت میں گزر چکا ہے کہ بعثت سے پہلے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی خوش خبری دی تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس قول سے رجوع کر کے کہتا تھا ہاں اس طرح کا پیغمبر مبعوث ہوگا، لیکن آپ وہ نہیں ہیں۔

نقل ہے کہ ابوعامر ابتدا میں مکہ سے مدینہ آیا اور پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملت حنیف ہے۔ ابوعامر نے کہا کہ اس میں وہ کون سی چیزیں درج کی ہیں جو اس میں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بل جنت، بھاعلی و جھہا، فاسق نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو مسافر میں موت دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فعلی اللہ ذالک بالکاذب، یعنی جھوٹے کے ساتھ حق تعالیٰ ایسا کرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ابوعامر نے روم میں تنہائی اور بی کسی میں جان دوزخ کے فرشتوں کے سپرد کر دی۔

کہتے ہیں کہ جب لڑائی کا وقت آیا، حاسیان اسلام نے میدان جنگ میں مردانگی اور جرات دکھائی اور دشمنوں کو کاٹنا شروع کیا تو گلنے والی لونڈیاں سامنے سے بھاگ گئیں اور بہادران اسلام میدان جنگ میں کود پڑے جو اس حقیقت کا اظہار کر رہے تھے۔ بیت ۱۔

تو کہ از دور دلت ہچو زناں می لرزد بگہ جنگ چہ دانی کہ دل مرداں چسیت  
حاصل کلام یہ کہ مسلمانوں نے دفعۃً تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور کفار پر بارش کی مانند تیر برسے لگے۔ مسلمان تیر اندازوں کے مقابل قبیلہ ہوازن کے لوگ تھے۔ وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اچانک طلحہ بن ابی طلحہ جو کفار کا علمبردار تھا، نے بہادری کا قدم میدان شجاعت میں رکھا اور مقابل کو طلب کیا، میدان جنگ کے شیر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تندر تیز سیلاب کی مانند آگے بڑھے اور اس کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زمین پر آ رہا۔ حضرت علیؓ واپس صف میں آگئے۔

ساتھیوں نے پوچھا آپ نے اس کا کام تمام کیوں نہ کیا۔ آپ نے جواب دیا، جب وہ گرا تو اس  
 کی شرمگاہ کھل گئی اور مجھے قسم دی، مجھے شرم آئی کہ میں پھر اس سے معترض ہوں، نیز مجھے یقین  
 ہو گیا کہ حق تعالیٰ جلد ہی اسے ہلاک کر دے گا، اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ مصعب بن عمیر  
 نے اسے قتل کیا اور کہتے ہیں کہ کبش کبشہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا سے  
 مراد یہی شخص تھا، لامحالہ اس کے قتل ہونے سے خوش ہو کر بلند آواز میں بکیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی ان  
 کی موافقت میں نعرہ بکیر بلند کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مشرکین پر مسلسل حملے کئے اور کفار کی صفوں  
 کو درہم برہم کر دیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے قتل ہوجانے کے بعد کفار کا علم اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ  
 نے اٹھایا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے دونوں کندھوں کو درمیان  
 تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ایک بازو کندھے سے کٹ کر گر گیا جس سے اس کا پھیل پھڑا دکھائی  
 دینے لگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پلٹے وہ کہتے تھے انا ابنے ساقی الجحیم، اس کے بعد  
 ابو سعید بن ابی طلحہ نے گمراہوں کا جھنڈا اٹھایا، سعد بن ابی وقاص نے اس کتے کے خنجر پر ایسا  
 تیر مارا کہ کتے کی مانند اس کے منہ سے زبان باہر نکل آئی۔ جب ابو سعید جنیم رسید ہو گیا تو مشافح  
 بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا، عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے اسے تیر مار کر قریب المرگ کر  
 دیا۔ مشرکین مشافح کو نیم مردہ اٹھا کر اس کی مال سلا فہ بنت سعد کے پاس لے گئے۔ سلا فہ نے  
 بیٹے سے پوچھا تجھے تیر کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن میرا قاتل کہہ رہا ہے،  
 نچڑھا وانا ابنے ابی افلح، سلا فہ نے اس وقت نذر مانی کہ وہ عاصم کے سر کی کھوپڑی  
 میں شراب پیئے گی اور جو شخص اس کے سر کو اس کے پاس لائے گا اسے ایک سوادنٹ دے گی۔  
 عاصم کا قصہ اور اس کی شہادت عنقریب واقعہ سریہ ریحہ میں انشاء اللہ بیان ہوگی۔ مشافح  
 کے قتل ہوجانے کے بعد اس کے بھائی حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا۔ وہ بھی عاصم کے  
 تیر سے جنیم رسید ہوا۔ حارث کے بعد اس کے بھائی کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم کپڑا، اسے طلحہ بن  
 عبد اللہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اطاس بن شرجیل نے جھنڈا اٹھایا، مرتضیٰ علی نے اسے سبھین میں  
 پہنچا دیا۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اسے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ سعد بن ابی  
 وقاص نے، بعض اس کی نسبت قرمان کی طرف کرتے ہیں لیکن آخری قول درست ہے۔ قرمان کا قصہ

عجیب واقعات میں سے ہے۔

اہم واقعہ سوم  
 اہم واقعہ کہتے ہیں کہ قرمان ایک منافق تھا جو مدینہ میں لشکر اسلام سے بچھے رہ گیا تھا، دوسرے روز اس کے قبیلہ کی عورتوں نے اسے سلامت کی کہ مرد میدان جنگ میں چلے گئے ہیں اور تو عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ قرمان کی رگ غیرت پھڑکی اور وہ مسلح ہو کر اُحد کی طرف چل دیا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صافیں درست فرما رہے تھے، اسلامی لشکر سے جا ملا اور اپنے آپ کو صنفِ اول میں پہنچا دیا اور سب سے پہلے دشمنوں کی طرف تیر پھینکنے والا وہی تھا۔ اس نے اس قدر جنگ کی کہ دشمن کے سات بہادروں کو قتل کر دیا۔ آخر کار چونکہ اسے بہت سے زخم آئے تھے قریب المرگ پہنچ گیا۔ قتادہ بن نعمان اس کے پاس سے گزرا اور کہا اے ابوالنضاق! تجھے شہادت خوشگوار ہو۔ قرمان نے کہا میں نے دین کے لیے جنگِ جدال نہیں کی بلکہ اس سبب سے کہ میں نہیں چاہتا کہ قریش ہمارے نخلتان سے گزریں، چونکہ وہ ان زخموں سے جو اسے لگے تھے بہت زخمی تھا، تلوار کو اپنے پیٹ پر رکھ کر خودکشی کر لی اور ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد فرماتے، فرماتے قرمان دوزخی ہے۔

نقل ہے کہ جنگِ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست چوتھا واقعہ میں ایک تلوار تھی، کہتے ہیں کہ اس تلوار پر ایک شعر کندہ تھا۔

فی المس والاقبال مکرمۃ بالحمین لانیجو المدء من القدر

جنگِ جدال کے دوران اور جبکہ میدان کارزار گرم تھا، فرمایا کہ کن ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے خواہش کی کہ یہ خدمت انہیں حاصل ہو مگر قبول نہ ہوئی۔ آخر کار ابودجانہ نے عرض کی کہ اس تلوار کا حق وہ شخص ادا کر سکتا ہے جو اس سے کافر کے سر پر ایسا وار کرے کہ اسے دوزخ میں پہنچا دے پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ میرا کام ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے تلوار لے لی اور میدانِ جنگ میں آکر اکرٹا کر چلنے لگا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس جگہ کے سوا یہ چال خدا تعالیٰ کے نزدیک مبنغوض ہے۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ جس طرف رُخ کرتے کوئی شخص ان کے مقابلہ میں ٹھہرنے سکتا۔ مشہور ہے کہ اس جنگ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم نے وہ

کار ہائے نمایاں کئے جن سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نقل ہے کہ ابو وجانہ رضی عنہ عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کی سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی جو رجز پڑھ رہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس کے خون سے تر کرنا چاہتا تھا مگر اس نے ہاتھ روک لیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے یکدم حملہ کر دیا، مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، لگانے والی عورتوں نے گیتوں کی بجائے نوحہ اور بین سے آسمان سر پراٹھا لیا اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مسلمان مجاہدین کفار کا پیچھا چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے اور عورتوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

واقعہ پنجم  
کہتے ہیں کہ جب مشرکین منتشر ہو گئے اور اہل ایمان غالب آ گئے، اس وقت صاحبان کمال اور محافظان اسلام کو زخم پہنچا۔ قصہ یوں ہوا کہ خالد بن ولید اس شعب کی گھات میں تھا جس کی حفاظت کے لیے عبداللہ بن جبیر بن پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین تھے، چند مرتبہ اس گزرگاہ سے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہونے کی اس نے کوشش کی مگر اسلام کے تیر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے خالد کامیاب نہ ہو سکا تھا، اس کے باوجود ابھی تک یوں نہیں ہوا تھا، وہ بدستور وہاں گھات لگائے ہوئے تھا اور مسلمانوں کی غفلت اور سستی کا منتظر تھا۔ جب بت پرست شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بد انجام گروہ کے مال غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہوئے، عبداللہ بن جبیر نے اس موقع کو مال جمع کرنے اور غنیمت حاصل کرنے کے لالچ نے ابھارا اور ضبط و اقسنت داری کی باگ چھوڑ کر کفار کے لشکر کی طرف چل دیئے، عبداللہ جبیر نے ہر چند انہیں نصیحت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یاد دلائی، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وصیت فرمائی تھی کہ کسی بھی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑیں، میں اسی جگہ ٹھہروں گا۔ دس آدمیوں نے یا اس سے بھی کم نے نصیحت قبول کی اور اس کے ساتھ ٹھہرے، باقی چلے گئے۔ خالد بن ولید جو اسی قسم کے معاملہ کے منتظر تھے، عکرمہ بن ابی جہل اور مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ جبیر پر حملہ آور ہوئے، اسے اور اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اس پہاڑ کے شگاف سے باہر نکل کر مسلمانوں کے عقب سے ان پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، اسلامی لشکر میں عظیم اضطراب پیدا ہو گیا اور وہ درہم برہم ہو گیا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں جو ان پر طاری ہو گئی تھی، آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے

لگے اور اپنے شعار کا بھی انہیں شعور نہ رہا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اسید بن حصیرؓ کو مسلمانوں سے دوزخ میں پہنچے اور مسلمانوں کی تلوار سے حدیفہ کے والد میان شہید ہو گئے۔ ہر چند ان کا لڑکا فریاد کرتا تھا کہ یہ میرا باپ ہے، میان مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکا اور اسے شہید کر دیا۔ اشرار نے غلبہ کر لیا، پاکباز لوگ درہم برہم ہو گئے۔ وہ کفار جنہوں نے مسلمانوں کے غلبہ و استبداد کو مشاہدہ کیا تھا اور خود کو مقبور و مغلوب دیکھا تھا، دفعۃً معاملہ برعکس ہو گیا۔ میدان جرات میں قدم بڑھا کر مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔

بیان کرتے ہیں اسی اشار میں شیطان لعین نے جمال بن سراقہ کی صورت میں تین چھٹا واقعہ مرتبہ میدان جنگ میں پکار کر کہا الا ان محمداً قد قتل، کہتے ہیں کہ شیطان کی آواز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر دیتے ہوئے نہا کر رہا تھا، وہ منحوس آواز مدینہ میں پہنچی، یہاں تک کہ مدینہ کے لوگوں نے سنی، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آواز سنی، ہر اس بیگی کے عالم میں گھر سے باہر نکلی، زار و قطار روتی تھی اور یتیمی کا اثر اس کے روئے مبارک پر ظاہر تھا، اور تمام ہاشمی عورتیں اپنے سروں پر ہاتھ لکھے اور گریہ و زاری سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند انہیں بلاتے تھے یا ایہا الناس انی رسول اللہ علیکم قد وعدنی النصر فانی ابن المصد، وہ یہ آواز سنتے تھے لیکن قدم نہیں جیتے تھے۔

نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم ان حالات کی سختی کی بنا پر شکست کھا گئے، ساتواں واقعہ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بلاتے مگر قبول نہیں کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور آپ کے غصہ کی یہ نشانی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتے لگا تھا اور مروارید کی مانند آپ کی جبیں مبارک سے نیچے بہتا، اس حالت میں آپ نے دیکھا کہ علیؓ آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، پوچھا کہ تم نے اپنے دوستوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا بعض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا کفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ، اس وقت مخالفین کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئی، فرمایا، اے علیؓ! مجھے اس گروہ سے محفوظ رکھ۔ علی رضی اللہ عنہ نے تیغ آبدار سے دشمنوں کو مار بھگا یا اور ایک کافر پر پہلا زخم ہی ایسا کاری رکھا کہ قیامت تک دوبارہ نہیں اٹھ سکے گا۔



جب اسلامی لشکر منتشر ہو گیا، بعض بھاگ گئے، بعض قتل ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے اور میدانِ جنگ سے منہ نہیں موڑا اور تیر و تفنگ سے دشمنوں کو ہٹاتے رہے اور سفید پوش لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں کھڑے تھے اور آپ کی محافظت کر رہے تھے اور کفار سے جنگ کر رہے تھے، نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہؓ میں سے چودہ اشخاص رہ گئے تھے، سات مہاجرین میں سے اور سات انصاریں سے، مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، علی مرتضیٰ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبداللہ اور ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہم، انصاریں سے نجاب المنذر، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہیل بن حنیف، اسید بن الحصیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اور اسید کی جگہ سعد بن عبادۃ یا محمد بن مسلمہ بھی کہا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے آٹھ افراد نے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موت پر بیعت کی تھی کہ جب تک زندہ ہیں روگردانی نہیں کریں گے۔ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے تھے، خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ آٹھوں صحیح و سالم رہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر، ابو دجانہ، حارث بن صمہ، نجاب بن المنذر، عاصم بن ثابت اور سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔

امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل نوال واقعہ کر لیا اور مسلمانوں کو ظاہری شکست ہو گئی، مجھ پر اس قدر حزن و طلال طاری ہوا کہ دامنِ صبر و ضبط ہاتھ سے جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑی دیر کفار کے ساتھ جنگ کی، جب میں نے پلٹ کر دیکھا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے، میں نے اپنے دل میں کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو میدانِ جنگ سے منہ پھیر لیں۔ میں نے مقتولین کے درمیان بھی دیکھا مگر نہ ملے۔ میں نے کہا ہمارے بڑے اعمال کی وجہ سے خدا کا غضب ہماری قوم کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ پھر میں نے دل میں کہا اب میرے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ کفار کے ساتھ جنگ کرتے کرتے جامِ شہادت نوش کر لوں۔ میں نے تلوار کھینچ کر مخالفین پر حملہ کر دیا۔ جب مخالفین منتشر ہو گئے ہیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان صحیح و سالم پایا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و حفاظت غیبی لشکروں اور ملائکہ سے فرمائی ہے پھر میری طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا، لوگوں نے کیا کیا، میں نے عرض کیا انہوں نے میدان جنگ سے منہ موڑ لیا اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ میں آپ کی خدمت میں جان وال سے حاضر ہوں جب تک جسم میں جان باقی ہے، اچانک میں نے دیکھا کہ مخالفین کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا میں نے دشمنوں پر حملہ کر دیا، تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آیا۔ پھر ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا، میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان کو بھی بھگا دیا اور ایک روایت ہے کہ جب بھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے، ابو جہانہ اور سہیل بن حنیف ننگی تلواریں لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہتے رضی اللہ عنہم۔

کہتے ہیں کہ مشرکین کے ایک گروہ نے سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد  
**سوال واقعہ** کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا  
 ان کے شر کو مجھ سے دور کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کما حقہ ان کو مار بھگا دیا، اسی حالت  
 میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یہ علی اکمال  
 اور جوافر دی ہے جو وہ آپ کے لیے انجام دے رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے  
 منیٰ وانا منہ، یقیناً وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا  
 وانا منکما، میں تم دونوں سے ہوں۔ اسی اثنا میں میں نے سنا کہ کہنے والا کہتا تھا،  
 لافتی الاعلیٰ لا سیف الاذوالفقار، اور کشف الغمہ (شیعوں کی کتاب) میں  
 اسی قسم کا واقعہ درج کیا ہے لیکن اس سے مفصل بیان کیا ہے کہ جب کفار نے ہجوم کیا اور مسلمان  
 شکست کھا گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف علیؑ تہا رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم اسے فرمایا تو قوم کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔ میں نے عرض کیا آپ کو میں کیسے تنہا چھوڑ دوں،  
 خدا کی قسم میں اس بجگہ سے قدم نہیں ہٹاؤں گا جب تک قتل نہ ہو جاؤں یا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ  
 کو پورا فرمائے، یعنی فتح و نصرت عشاہیت فرمائے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ مشرکین نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا،

علی رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جماعت میں سے ہشام بن اُمیہ مخزومی کو قتل کر دیا اور باقی بھاگ گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا دوسری مرتبہ صف شکن حیدر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس طرف توجہ کی، ان میں سے عمرو بن عبداللہ حمجی کو جہنم رسید کیا اور باقی کفار نے حیدر کو راز کی تلوار کے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد ایک دوسری جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ علی مرتضیٰ نے اس جماعت پر حملہ کر کے بشیر بن مالک عامری کو ہلاک کر دیا اور باقی قوم بھاگ گئی پھر کسی شخص نے جرات نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا قصد کرے۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو ذوالفقار عنایت فرمائی اور علی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ اس قدر جنگ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علیؑ! کیا تم اپنی مدح فرشتہ سے جس کا نام ضوان ہے سنتے ہو آسمان میں کہتا ہے۔ لافستی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی و مسرت حاصل ہوئی اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ چند مشرکین اُحد کے روز علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان میں سے ایک طلحہ بن ابی طلحہ جو کبش کبشہ سے ملقب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اسے قتل کیا تھا، دوسرا اس کا لڑکا ابوسعید اور اس کا بھائی فلذہ اور عبداللہ بن زہرہ، ابوالحکم بن انیس بن شریق ثقفی، ولید بن ابی حذیفہ المغیرہ اور اس کا بھائی امیر اور عمرو بن عبداللہ حمجی اور بشیر بن مالک، سواب بن ثعلبہ بن عبدالدار تھے۔ سعیدؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے علی مرتضیٰؑ کرم اللہ وجہہ سے سنا کہ اُحد کے روز مجھے اٹھارہ زخم آئے، ان میں سے چار کے ساتھ میں زمین پر گر پڑا۔ ایک حسین و معطر شخص میرے بازو کو کپڑے کھڑا کر دیتا اور کہتا کافروں کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں ہے اور وہ دونوں تجھ سے راضی ہیں۔ جنگ سے فراغت کے بعد میں نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آنسرہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے نہیں پہچانتے، میں نے عرض کیا نہیں، لیکن وہ وحیہ مکی جیسا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؑ

خدا تعالیٰ تیری آنکھوں کو روشن کرے، وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ کفار میں سے چار استخفاص نے ایک دوسرے کے  
 گیارہواں واقعہ ساتھ معاہدہ کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، ایک عبد اللہ

بن تمیمہ دوسرا عقبہ بن ابی وقاص تیسرا عبداللہ شہاب زہری اور چوتھا ابی بن خلف تھا۔ بعض کہتے  
 ہیں کہ عبداللہ حمید اسدی بھی ان میں سے تھا۔ ابن تمیمہ ملعون نے اس قدر پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر پھینکے کہ آنسرہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار مبارک خون آلود ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کے  
 ملتے چہرہ اقدس میں گڑ گئے اور پیشانی مبارک زخمی ہو گئی جس سے خون بہہ کر وارثی شریف کو رنگین کرنے  
 لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک سے اسے صاف کرتے اور فرماتے وہ قوم کیسے نجات پائے  
 گی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام  
 آئے اور آیت لائے لیسے لك من الامر شئ اويستوب عليهم او يعذبهم  
 فانهم ظالمون، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس  
 دن زخم آیا، خون کو صاف کرتے تھے اور اسے زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے اگر خون  
 سے ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو یقیناً خدا تعالیٰ آسمان سے اہل زمین پر عذاب نازل کرے گا پھر فرمایا  
 اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون، اور کہتے ہیں کہ عقبہ بن وقاص نے ایک پتھر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے لب مبارک پر لگا اور نچلے دو دانت  
 اڑٹ گئے۔ قال الشيخ النامي نظامي رحمة الله في هذا المعنى

کی شدی آن سنگ مفرح گرانی	گر نشدی در شکن لعل سانی
کرد جدا سنگ ملامت گرش	گوهر از مرسلہ گوہر شش
یافت فراخی گہر درج تنگ	نیست عجب زادن گوہر ز سنگ
گوہر سنگے کہ زمین کان اوست	کی دیت گوہر دندان اوست
چوں گہر از سنگ بخونابہ نشب	نام کرم کرد بخود در درست

کہتے ہیں کہ اس بد بخت یعنی عقبہ بن ابی وقاص سے یہ منحوس کام وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بھائی سعد  
 بن ابی وقاص نے ہر چند میدان جنگ میں اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، تاکہ اس سے انتقام لے اور

اہل تذکرہ کی بعض کتابوں میں میں نے دیکھا ہے کہ جب لب و دندان مبارک خواجہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہوئے ابھی خون کا قطرہ زمین پر نہیں گرا تھا کہ روح الامیں پہنچ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب و دہاں کے خون کے قطرات اپنے بال و پیر پر اٹھائے اور کہا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے جلالِ الہی کی قسم کہ اگر خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک زمین سے گھاس نہ اُگتی، بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان یوں وارد ہوا ہے کہ لب مبارک کے خون کو چمن سرائے جنت میں پہنچاؤں تاکہ وہ حوریں کے رخساروں کی سُرخ بن جائے

کہتے ہیں کہ جب دندان مبارک ہاتھ میں پکڑا جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دندان مبارک مجھے عنایت فرمائیے تاکہ ہم اس کی برکت سے قبر الہی اور غضب لاقناہی سے ایمن پائیں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے رُوح القدس! میں اپنے ٹوٹے ہوئے اتوں کو اُمتِ آخر الزماں کے شکستہ دلوں کے لیے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ کل قیامت کو اگر جلالِ خداوندی خطاب فرمائے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اُمتیوں نے میرے احکام توڑے، میں کہوں گا کہ الہی تیرے نافرمان بندوں نے میرے دانت توڑ دیئے۔ میں جو محمد ہوں نے انہیں معاف کر دیا تو جو محمد کو پیدا کرنے والا ہے معاف کر دینے کا زیادہ حق دار ہے۔ ہو اهل التقویٰ و اهل المغفرۃ:

قال الشيخ فريد الدين عطار قدس سره في هذا المعنى

سنگاں را از جناب کس ننگ باشد	بنگ آں را کہ با تو جنگ باشد
حسوت سنگ دل ابلیس آمد	چو مہرت سنگ مقناطیس آمد
عجب نبود کہ بر دئے سنگ بارو	عدوی تو کہ از بت سنگ دارد
چو سنگ آتش آمد ز جسم خوارہ	حسوت سنگ بر دل پارہ پارہ
تو نیز اے شمع دین سنگی در انداز	چو خصمت کرد جنگ سنگ آغاز
ز سنگ آسیا سر گشته بہتر	بنگ اعدا جاہت کُشته بہتر
ندارد بیچ در ماں جز سرو سنگ	کسی کا گلندہ در راہ تو خرنگ
سزای خشم سنگ منجینق است	اگر سنگ از شکیبانی عقیق است
بنطق آور بہ معجز سنگریزہ	گذر گنگ دل با تو ستیزہ

اگر آں سنگدل گرد و نکالے شود چوں سنگ ریزہ پائمالے  
 نافع بن جبیر نے کہا مہاجرین میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ جنگ احد کے روز مشرکین  
 کے تیرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے تھے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھتے۔ اسی حالت  
 میں شہاب زہری کہتا تھا کہ مجھے دکھاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے اگر وہ نجات پا گیا تو مجھے نجات  
 نہیں ملے گی۔ وہ یہ بات کہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پہلو میں کھڑے تھے، جب  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گیا صفوان بن امیہ نے اسے کہا، جس وقت تم یہ بات کہہ رہے  
 تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پہلو میں تھے۔ شہاب کے لڑکے نے کہا خدا کی قسم میری نظر اس پر  
 نہیں پڑی اور وہ ہماری تکلیف سے محفوظ و مامون رہا۔

منقول ہے کہ ابن قتیہ نے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار ماری  
 بارہواں واقعہ اس لعین کی تلوار کی ضرب اور دو زہروں کے بوجھ سے جو پہن رکھی تھیں  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں جو قریب ہی تھا گر پڑے، اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے  
 اس بدبخت لعین نے لوگوں میں بلند آواز میں پکار کر کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا  
 ہے اور شیطان نے میدان جنگ میں اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ابوسفیان نے  
 شیطان کی بات پر یقین کرتے ہوئے کہا اے قریش! تم میں سے کس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ہم کا فائدہ کیا ہے۔ ابن قتیہ نے کہا، میں نے اسے قتل کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا، جس طرح اہل  
 عجم اپنے بہادروں کو لنگن پہناتے ہیں، ہم بھی تمہیں لنگن پہنائیں گے۔

پھر ابوسفیان اور ابو عامر ابن قتیہ کی خبر کی تحقیق کے لیے میدان جنگ میں گھومنے لگے اور  
 مسلمانوں کے جس مقتول پر پہنچے ابو عامر اس قتل کا حال ابوسفیان کو بتاؤ کہ یہ فلاں شخص ہے قبیلہ  
 اوس سے ہے یا خزرج سے۔ جب اس نے غیسل ملا کہ حنظلہ کو مقتول دیکھا اس کے پاس جا کر کھڑا  
 ہو گیا۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون شخص ہے، ابو عامر نے کہا یہ مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ میرا  
 بیٹا حنظلہ ہے۔

واقدی کہتا ہے کہ حنظلہ نے ان ہی دنوں میں جمیلہ بنت عبداللہ ابی سلول  
 سے شادی کی تھی جس رات دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے حنظلہ اپنی بیوی

کے پاس کیا اور مباشرت کی وجہ حفظہ نے اسلامی لشکر کے عقب میں اُحد جانے کا ارادہ کیا، جمیلہ نے چار آدمیوں کو بلایا وہ حفظہ کی زبان ی گواہ ہوئے کہ اس نے آج اس سے جماع کیا ہے جب جمیلہ سے اس حرکت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ آسمان میں شگاف پیدا ہوا اور حفظہ اس شگاف میں سے آسمان میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہیں آیا اور آسمان پھر اسی طرح ہو گیا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ حفظہ شہید ہو جائے گا۔ لامحالہ اپنی مصلحت کی بنا پر اس کی طرف سے میں نے گواہ بنایا اور خداوند کی مباشرت کو گواہوں سے موکد کیا۔ حاصل کلام یہ کہ صبح کو حفظہ نے اپنے ہتھیار لیے اور مسلمانوں کے عقب میں روانہ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صغیر دست فرما رہے تھے تو یہ وہاں پہنچا اور اسی روز شہادت سے سرفراز ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان اسے غسل دے رہے ہیں۔ ابو الیاس سعدی کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر حفظہ کے پاس گیا، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عجیب صورت حال کو بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظہ کی بیوی جمیلہ کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس سے اس کا حال دریافت کیا۔ جمیلہ نے کہا کہ حفظہ جہاد کی بہت خواہش رکھتا تھا باوجودیکہ اسے پانی کی ضرورت تھی وہ غسل جنابت سے پہلے میدان جنگ میں کود پڑا رضی اللہ عنہ ورضاء۔

نقل ہے کہ ابن قتیہ نے ابوسفیان سے کہا، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے۔ ابوسفیان، ابو عامر ناسق کے ساتھ ایک ایک مقتول کی جستجو کرتا تھا، ان میں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بھی دکھائی نہ دیئے۔ ابوسفیان سمجھ گیا کہ ابن قتیہ کی بات غلط ہے سید نبیاً علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ لعنتی افراد پر لعنت بھیجی، ایک سال بھی نہ گزرا کہ بعض جنگ اُحد میں ہی مقتول ہوئے اور باقی اسی سال جنہم رسید ہوئے۔ بعد اللہ حمید اسدی لڑائی کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے گھوڑا دوڑاتا تھا کہ اس مرد مجاہد یعنی ابو دجانہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے زمین پر گرا دیا۔ یہاں تک کہ تحت الشریٰ تک کہیں بھی اسے ٹھکانہ نہ ملا۔ میدان جنگ سے واپسی کے بعد ابن قتیہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر سویا ہوا تھا کہ ایک سپاہی خدا تلے کے حکم سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے پیٹ میں ایسا خنجر پیوست کیا کہ پشت کی طرف نکل گیا، اور اس بد بخت نے

واذلاۃ کہتے ہوئے اپنی جان دوزخ کے مالکوں کے سپرد کر دی۔ بعض اہل سیرت نے کہا ہے کہ اس کا واذلاۃ کا کلمہ کہنا اس سبب سے تھا کہ میدان جنگ میں اس لعین نے پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا تھا، وہ پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو لگا اور آپ کے دست ہمایوں سے تلوار گر پڑی، پتھر پھینکتے وقت اس نے کہا ”مجھ سے لے میں ابن قیسہ ہوں“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اَضْمَاکَ اللّٰہُ اَوْ ذَلٰکَ ، یعنی خُدا تجھے ذلیل و خوار کئے، لیکن اس بدبخت ناخلف یعنی ابی بن خلف کا حال اور مرجع و مال یوں ہوا کہ جنگ بدر میں وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا جب اس کا زرتوبہ قبول کر کے اسے مکہ لٹنے کی اجازت مل گئی تاکہ مقررہ اجرت کو ادا کرنے کی کوشش کرے اس بے شرم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں بہ مقدار سونا روزانہ اسے کھلاؤں گا تاکہ وہ خراب ہو جائے اور اس پر سوار ہو کر آپ کی جنگ کے لیے آؤں گا اور آپ کو قتل کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں تجھے اس حال میں قتل کروں گا کہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہو گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ جنگ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوستوں سے فرمایا میں ابی بن خلف سے بے خوف نہیں ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبر چھپے سے آئے اگر تم اسے دیکھو کہ میرے ارادہ سے آ رہا ہے تو مجھے خبر کر دو۔ اسی اثنار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب میں آنا چاہتے تھے اور جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بُری بھلی باتیں بکنے لگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اجازت ہو تو اس پر حملہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو۔ وہ لعین نزدیک پہنچ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے ہاتھ سے صریر لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ زبیر نے کہا ابی بن خلف کی طرف پھینکا اتفاقاً وہ اس بدبخت کی گردن پر لگا۔ اس نے اسی وقت اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور اپنی قوم کے ساتھ مل گیا۔ اور گائے کی طرح فریاد کرتا تھا۔ مشرکین نے کہا تجھے تو صرف خراش آئی ہے یہ جرز اور اضطراب کس وجہ سے ہے۔ ابی بن خلف نے کہا تم نہیں جانتے کہ یہ زخم کس نے لگایا ہے، میں جانتا ہوں کہ اس زخم سے زندہ نہیں رہوں گا، کیونکہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں تجھے قتل کروں گا، وہ اسی طرح فریاد کرتا اور روتا رہا یہاں تک کہ مشرکین کے مکہ میں پہنچنے سے پہلے



مراد الظہران میں اس کی خبیثت رُوح جہنم رسید ہوئی اور ان پانچ میں سے باقی بھی اسی سال بدترین طریقہ سے ہلاک ہوئے۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُحد کے روز تلوار کے ستر زخم آئے تھے۔ شرح بخاری میں ابن جحش عبدالرزاق بن محمد اور معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ تلوار کے ستر زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر آئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان تمام زخموں کے باوجود ان اعداء کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور اس کے سایہٴ حیات میں صحیح و سالم رہے۔

چودھواں واقعہ منقول ہے کہ ابن تمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تلوار کا وار کیا، طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھال کے طور پر آگے کر دیا۔ ان کی دو انگلیاں ایک مسجد اور دوسری اس کے ساتھ والی زخمی ہو گئیں اور وہ بیکار ہو گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا کہ مالک بن جحتمی جس کا تیر نشانہ سے خطا نہیں جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر بھینکا۔ میں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا دیا وہ تیر میرے ہاتھ پر لگا۔

نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں گرے ہوئے تھے جیسا کہ گزرا، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم ابن تمیہ کی منحوس بات اور شیطان کی اسی قسم کی ندا جو کہتا تھا 'الا انہ محمد اُقتل' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات سے مایوس ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم چار قسم کے ہو گئے تھے، کچھ تو جامِ شہادت نوش کر گئے، تھوڑی سی جماعت بھاگ گئی، بعض گھاٹیوں میں چھپ گئے اور بعض شہر میں ٹھہر گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے تھے۔ بعض جنگ ختم ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک تعصیر تھی جو شیطان کے اخواکی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔ للہم ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استذلہم الشیطان بیضے ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنہم ان اللہ غفور حلیم۔

مروی ہے کہ انس بن النضر، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا، غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے، غزوہ اُحد کے روز اس کا تدارک کرنا چاہتے

## پندرہواں واقعہ

تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس پہنچے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے، انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں، اس نے فریاد کی کہ تم پھر کیوں زندہ ہو، تلوار کھینچی اور دشمنوں کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملے، اس سے قسم کھائی کہ مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور قلب لشکر پر ٹوٹ پڑے اور زبردست جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ ان کے چہرہ پر اسی سے کچھ اُدپر تیر، نیزہ اور تلوار کے زخم آئے تھے، چنانچہ مقتولین کے درمیان پہچانے نہیں جاتے تھے ان کی بہن نے اس تل کی بدولت انہیں پہچانا جو ان کی انگلی پر تھا۔

واقعہ دیگر نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں مقتولین کے درمیان خود کو اس طرح رکھے ہوئے تھے کہ کسی کو آپ کا علم نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے رسول خدا اور پیغمبرِ مجتبیٰ کو ان کے درمیان پہچانا وہ کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر نگاہ ڈالی، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرگسی آنکھیں خود کے نیچے آسمان پر ستارہ کی مانند چمک رہی تھیں۔ انہوں نے جان و دل سے نعرہ بلند کیا: مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا تاکہ دشمنوں کو پتہ نہ چل جائے۔ پس صحابہ ایک ایک کر کے جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گڑھے سے باہر نکالا۔ سیرت کی کتابوں میں اس کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک چونکہ زخمی ہو چکے تھے، آپ کے اعضاء پر بہت سے زخم آئے تھے علاوہ ازیں آپ نے دوزر ہیں پہن رکھی تھیں اس لیے کھڑا ہونا اور اس گڑھے سے باہر نکلنا مستبعد تھا، طلحہ بن عبد اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوؤں کے نیچے داخل ہوا اور انہیں اٹھا کر پاؤں پر کھڑا کیا لیکن اس گڑھے سے باہر نکلنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکل تھا۔ طلحہ بن بلعہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اس صاحبِ دولت کے دوش مبارک پر رکھا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست حق پرست پکڑا یہاں تک کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے سے باہر نکلے۔

واقعی کہتا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز زبردست جنگ کی اور اپنی وسعت و طاقت سے بڑھ چڑھ کر کوشش کی۔ جب دیکھتا کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا ہے، دائیں بائیں سے کفار پر تلوار سے حملہ کرتا یہاں تک کہ وہ بھاگ جاتے۔ لا محالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا من یحب ان ینظر الی اجل یمشی فی الدنیا وھو من اھل الجنة فلینظر الی طلحۃ بن عبد اللہ،

واقعہ دیگر نقل ہے کہ اس روز جانا زاد و غلص ہر فروش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے کمر بستہ تھے اور کہتے تھے کہ آج وہ دن ہے کہ

یا برمد بر سر گردوں نہیم پائے یا مرد وار بر سر ہمت نہیم سر  
ان میں سے زیاد بن الحکن اور چودہ انصار کے جوانوں نے خود کو تیار کر لیا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اور وہ خدمت گزاروں میں پہنچا یا اور خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرتے ہوئے اس کو اپنی رجز کو پڑھتے تھے۔ رجز

وجہی بوجھک الوقتی نفسی بنضاک الفداء  
وعلیہ سلاہ اللہ غیرا لودع وهو دعک الجنة

یعنی میرا چہرہ آپ کے چہرہ اقدس کے لیے ڈھال اور میرا جسم آپ کے جسم اطہر پر قربان ہے۔ آپ پر بے چوں جل و علا کا سلام ہو۔ یہ بات جدائی کی آرزو اور مصیبت کی تنگی کی شکایت کے طور پر نہیں ہے، اگرچہ بظاہر ہمارے اجسام جدا ہیں لیکن ان کی ملاقات کی وعدہ گاہ جنت کا باغ اور رضوان ہے۔ تمام کی گفتگو کا خلاصہ اسی قسم کا تھا یہاں تک کہ تمام شہید ہو گئے۔ جب نیا دکن باری آئی کفار نے تیغ ابدار کا کاری زخم لگایا اور اس کا سر جدا کرنا چاہا، مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے کفار کے زہر سے نکالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ، اس کے سر کو اپنی ران مبارک پر رکھ کر اس کی پیشانی کو دیکھتے تھے، یہاں تک کہ اس نیک بخت خوش قسمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں اپنی نازنین جان کو ارحم الراحمین جل و علا کے حواریں میں بھیج دیا، رضی اللہ عنہ ورضاہ۔

کہتے ہیں کہ جنگ اُحد کے روز مشرکین اسلامی لشکر کی طرف مسل تیر پھینک رہے تھے۔ جہان ابن العرقہ اور مالک بن زہیر سب سے بڑھ کر تیر اندازی کر رہے تھے۔

واقعہ دیگر

اس طرح مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا تھا۔ لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ کو اشارہ فرمایا کہ وہ بھی ان کے مقابلہ میں آئے، فدعوہ یا سعد ادم خداک ابی داعی، اسی اثنار میں جہان بن العرقہ نے ایک تیر پھینک کا جو ام امین خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جولی میں آپڑا جو اس لشکر میں تھی اور زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی، ام امین گر پڑی اور برہنہ ہو گئی، جہان بہت زور سے ہنسا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا معلوم ہوا، ایک بے پریشان تیر سعد وقاصؓ کو دیا کہ اسے جہان کی طرف پھینکے۔ سعدؓ نے اس تیر کو کمان میں رکھ کر جہان کے سلیبہ میں اس طرح مارا کہ چپت گرا اور اس کی شرمگاہ برہنہ ہو گئی۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرائے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہان مبارک دکھائی دینے پھر فرمایا استنفا لہا، سعدؓ نے ام امین کا قصاص لے لیا۔ اس کے بعد سعدؓ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ فرمایا اجاب اللہ دعوتک وسدد سھمک، خدا تعالیٰ سعدؓ کی دعا قبول فرمائے اور اس کے تیر کو صائب کرے۔

کہتے ہیں کہ ہمیشہ اس کا تیر نشانہ پر گمنا کبھی بھی زمین پر نہ گرتا اور اس کی دعا مستجاب ہوتی۔ چنانچہ لوگ اس کی دعا سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

نقل ہے کہ آخری عمر میں آپؐ کی دونوں جہاں میں آنکھوں سے بصارت جاتی رہی تھی، لوگوں نے انہیں کہا کہ بیمار آپ کی دعا سے شفا پاتے ہیں آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں فرماتے کہ حق تعالیٰ آپ کی بصارت لوٹا دے۔ آپ نے جواب دیا کہ قضاء اللہ احب امی من نور بصری، یعنی خدا تعالیٰ کی مرضی اور پسند مجھے اپنی بصارت سے زیادہ محبوب ہے رضی اللہ عنہ۔

واقعہ دیگر نقل ہے کہ ابو طلحہؓ جنگ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے تھے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا رکھا تھا، فن تیر اندازی میں پوری مہارت رکھتے تھے، اپنے تیروں کو ترکش سے باہر نکال دیا، کہتے ہیں کہ وہ کل پچاس تیر تھے ان کی عادت تھی کہ جب تیر دشمن کی طرف پھینکتے نعرہ لگاتے اور کہتے یا رسول اللہ نفسی دون

نفسك جعلنى الله فدالك، یا رسول اللہ میرا جسم و جان آپ پر قربان ہو، وہ اپنا ایک ایک تیر پھینکتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے کھڑے تھے اور دیکھتے تھے کہ اس کا تیر کہاں گرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام تیر ختم ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترمذی کا تیر لکڑی زمین سے اٹھاتے اور فرماتے ارم یا ابا طلحہ، جب لکڑی کمان میں آتی بہت عمدہ تیر بن جاتی۔ دشمن کی طرف پھینکتا تھا۔ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو طلحہ چالیس مردوں سے میدان جنگ میں اچھا ہے اور روایت میں ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد وہاں سے گزرتا جس کے ترکش میں تیر ہوتے تو آپ فرماتے انشرھا لابی طلحہ۔

محمد اسماعیل نے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنے مصعب بن عمیر کا واقعہ

باپ سے سنا ہے کہ جب مسلمانوں نے جنگ احد میں شکست کھائی، مصعب بن عمیر جس کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا ثابت قدمی اختیار کئے رہا۔ اسی اثناء میں ابن تمیہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کی ضرب سے اس کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ مصعب نے جھٹکا ہائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور ما محمد الا رسول قد دخلت من قبلہ الدسل، ابن تمیہ علیہ اللعنة والمخذلان نے ایک اور ضرب سے اس صاحب دولت کے ہائیں ہاتھ کو بھی کاٹ دیا۔ مصعب نے پھر وہی کلمہ زبان سے ادا کیا اور دونوں بازوؤں کو سینہ کے ساتھ تھام لیا اور جھنڈے کو سر بلند رکھا۔ ابن تمیہ نے اس کے نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑا۔ کہتے ہیں کہ ابھی یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے اس کی زبان پر اسے جاری کر دیا، جب جھنڈا زمین پر گر کر ابو الروم نے اس جھنڈا کو اٹھایا اور ایک روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے مصعب کی صورت میں فرشتہ بھیجا اس نے مسلمانوں کے جھنڈے کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔ آخری روز جب جنگ سے فارغ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب سے فرمایا تقدم یا مصعب، اس فرشتہ نے کہا میں مصعب نہیں ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ وہ فرشتہ تھا جسے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی علمبرداری کے لیے بھیجا، پھر ابو الروم نے اس جھنڈے کو اٹھایا اور مدینہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتا رہا۔

عبدیہ بن الجراح کا واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونے مبارک زخمی ہو گیا اور زرہ کے حلقے چہرہ

مبارک میں گر گئے، میں تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دوسری طرف سے تیزی سے چلا آ رہا ہے گویا کہ اڑا چلا آ رہا ہے، جب نزدیک آیا تو میں نے دیکھا کہ ابوعبیدہ بن الجراح تھا۔ اس نے مجھے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے مبارک سے یہ زرہ کے حلقے نکالوں۔ ابوعبیدہ نے ایک حلقہ پر اپنے دانت رکھ کر پوری قوت سے اسے باہر کھینچا کہ اس کے دانت باہر نکل آئے۔ اسی وجہ

سے اسے بنیان کہتے تھے، اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زرہ کے حلقے کھینچنے سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر انوار سے خون بہ نکلا۔ میرے والد مالک بن سنان اس خون کو پیٹے اور زخم پر منہ رکھ کر چوستے تھے۔ لوگ میرے والد سے کہتے، اے مالک تم خون پیٹتے ہو، اس نے کہا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون شربت کی طرح پیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احب ان ینظر الی من خالط دمہ ودھی فلینظر بملک بن سنان ومعن مس دمہ نصبہ السنان وہ بہادر محافظ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی اس روز حفاظت کی اور سہ سال لاری، کارگزاری اور تیر اندازی میں درجہ کمال کو پہنچے سعد وقاص اور ابوطحہ انصاری کے بعد عاصم بن ثابت، ثابت بن مطعون، مقداد بن عمرو، زید بن حارثہ

حارث بن ابی، عتبہ بن غزوہ، نعام بن صمد، قطب بن عامر، بشر بن معرور، ابوناٹمہ، سلطان بن سلام اور قتادہ بن النعمان تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے دوران ایک تیر قتاوہ النعمان کی آنکھ پر لگا جس

سے ڈھیلہ حلقہ سے نکل کر اس کے رخسار پر آگرا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حسین و جمیل بیوی ہے، مجھے اس سے بڑی محبت ہے، اور وہ بھی میرے ساتھ محبت کرتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ حسینہ میری آنکھ کو اس طرح دیکھ کر برا سمجھے گی

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحم فرماتے ہوئے اپنے معجز اثر دست مبارک سے باہر نکلی ہوئی آنکھ کو اس کے حلقہ میں رکھا اور دست مبارک اس پر پھیرا۔ وہ اسی وقت اپنی اصل حالت پر آگئی بلکہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر دکھائی دیتی تھی چنانچہ قتادہ سے منقول ہے کہ ضعیفی اور بڑھاپے کے زمانہ

میں وہ کہتا تھا کہ بنیائی میں وہ آنکھ اس آنکھ سے زیادہ قوی ہے، رضی اللہ عنہ

سعد بن ابی وقاص کا واقعہ جس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا

نقل ہے کہ مالک بن زبیر حبشی اور جیان بن العرق دشمن کے تیر اندازوں میں سے اسلامی لشکر کو بہت نقصان پہنچا رہے تھے، ان نابکاروں کے تیروں سے کئی مسلمان شہید ہو گئے اور بہت سے مجروح ہوئے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ اس نے پتھر کے پیچھے سے سر نکالا، سعد وقاصؓ نے اسے دکھا، ایک تیر اس کی آنکھ پر ایسا مارا کہ پیچھے سے نکل گیا۔ اس ناپاک مالک نے اپنی جان جہنم کے مالک کے سپرد کر دی، مسلمان اس فساد کے ضرر سے محفوظ ہو گئے۔

واقعہ دیگر منقول ہے جس وقت خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواہش کی کہ احد کی گھاٹی میں آئیں، عثمان بن عبداللہ بن مخزومی اہل گھوڑے پر سوار مسلح و مکمل آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا اور چلایا لا نجوت ان نجوت، اس کا گھوڑا ابو عامر فاسق کے اس گڑھے میں گر پڑا جو اس نے مسلمانوں کے لیے کھودا تھا اور عثمان بن عبداللہ زین کی پشت سے زمین پر گر پڑا۔ حارث بن صمہ نے اس کا رخ کیا، کچھ دیر وہ آپس میں نبرہ آزار ہے، آخر کار حارث نے اس کی پٹنلی پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا، حارث بن صمہ نے اسے بکری کی مانند ذبح کر کے اس کی زرہ، خود اور تلوار جو کہ بہت خوبصورت اور خوب تھیں لے لیں۔ کہتے ہیں کہ اس سامان کے لیے اس جنگ میں مسلمانوں کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عثمان بن عبداللہ کے قتل ہونے کی خبر ملی فرمایا الحمد للہ الذی اھانہ، خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اسے ذلیل و خوار کیا۔

ہلکے کتے کی مانند اسلامی لشکر میں داخل ہوا اور حارث عبید بن عاصم عامری کا واقعہ بن صمہ کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ حارث کے

کندھے پر اس نے تلوار ماری اس کے دوست اسے میدان جنگ سے اٹھا کر ایک گوشہ میں لے گئے، ابو جابرؓ نے عبیدہ کو زمین پر پٹک کر بکری کی مانند ذبح کر دیا، اس کا قتل مسلمانوں کی خوشی و شادمانی کا سبب ہوا۔

واقعہ دیگر **واقعی کہتے ہیں** کہ عمر بن ثابت کو اسلام میں شک تھا، اس کی مسلمان قوم ہر چند اسے ثبات و استقامت کی نصیحت کرتی مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا، اتفاقاً اسی روز جس دن مقربان بارگاہ الہی میدان احد کی طرف رواں تھے، منہج الابواب نے غفلت کا قفل عمر و کے دروازہ کا کھول دیا اور نور معرفت سے اس کے سینہ کو منور کر دیا اور یقین سے اس کی زبان سے کلمہ توحید جاری کر دیا، اپنے ہتھیاروں کو لے کر میدان جنگ کی طرف چل دیا۔ اس قدر جنگ و قتال کیا کہ زخمی ہو کر گر پڑا نزع کے وقت اس سے پوچھا گیا کہ اس غزوہ میں تمہارے آنے کا کیا سبب ہوا، اس نے جواب دیا کہ اسلام کے بغیر کوئی اور چیز نہیں تھی۔ جب میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اپنی تلوار لے کر حاضر ہو گیا، یہاں تک کہ باری تعالیٰ نے مجھے شہادت کا تہ عنایت فرمایا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی گئی فرمایا **اِنَّہٗ لَمِن اهل الجنة**،

واقعہ دیگر **نقل ہے کہ** مخزنی یہودی بنی اسرائیل کے اجبار میں سے تھا، بہت مالدار تھا سابقہ سے سنی ہوئی تھیں، جانتا تھا کہ موعود پیغمبر اسلام یہی ہیں لیکن دین یہود کے ساتھ الفت اور عادت ہو چکی تھی، یہاں تک کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اس نے سنا، اتفاقاً مخزنی کے دل میں اسلام کی خواہش بچتے ہو گئی، اس نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا، تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اس کی مدد و اعانت تم پر واجب ہے۔ اس وقت جبکہ مشرکین ان کے قتل کے ارادہ سے آئے ہیں تاکہ ان کو اور ان کے صحابہ کو قتل کر دیں تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے تاکہ ہمیں دنیا و آخرت کا شرف حاصل ہو۔ انہوں نے کہا آج شنبہ کا دن ہے جنگ کرنا اور عبادت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہو جانا جائز نہیں ہے مخزنی نے کہا اب شنبہ کی رعایت منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ناسخ شریعت لے کر آئے ہیں، اٹھا اور تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا تمام مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق ہو گا۔ کامل اعتقاد اور خلوص نیت سے جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ تلوار کے جوہر دکھانا ہوا تہ شہادت کو پہنچا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کے اموال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصرف کیا اور مسلمانوں کو صدقات دیئے اور



مخزنی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ مخزنی یہودیوں میں سب سے بہتر ہے۔

واقعہ دیگر منقول ہے کہ عمرو بن الجوع رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے اور جنگوں میں داد شجاعت دیتے تھے، اسے غزوہ اُحد میں شریک ہونے کی خواہش ہوئی قوم اسے منع کرتی اور کہتی تھی تو لنگڑا آدمی ہے، تیرے چار بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہیں تیرا غدر ظاہر ہے ولا علی الاعرج حرج۔ عمرو نے کہا یہ اچھی خبر ہے کہ میرے بیٹے جنت میں جائیں اور میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ اس کی منگولہ ہندہ بنت عبداللہ بن عمرو بن خرم نے کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھاگ کر واپس آیا ہے جب عمرو نے یہ بات سنی اپنے ہتھیار سنبھالے اور دعا کی کہ اللھم لاتدحنی الی اھلی، باہر نکلا اور اپنے دوستوں کی ایک جماعت سے ملا، انہوں نے اسے واپس چلے جانے کی ہدایت کی، اس نے قبول نہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قوم کے منع کرنے کے متعلق عرض کیا۔ اس کے بعد کہا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں پہل قدمی کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد عذرتک ولا جھاد علیک، عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی رُحوت کو دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمادی۔ اس کے فرزند اسے منع کرنے سے باز آگئے۔ ابو طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن الجوع کو دیکھا کہ میدان جنگ میں خراماں خراماں چلے جاتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں بہشت کا مشتاق ہوں۔ اس کے بیٹے بھی اس کے پیچھے بھاگتے تھے اور دونوں جنگ کر رہے تھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ واقعہ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اُحد میں لشکر گاہ کی طرف جا رہی تھیں انہیں حالات کی کیفیت بتائی گئی، ابھی پردہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی راستہ میں عمرو بن الجوع کی بیوی ہندہ انہیں ملی جو اپنے خاوند، بھائی اور بیٹے کو مدینہ لا رہی تھی، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سالم ہیں اس کے مقابلہ میں ہر مصیبت آسان و سہل ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں اس نے کہا میرا خاوند عمرو، بھائی عبداللہ اور بیٹا حلدو ہیں جنہیں ذبح کرنے کے لیے مدینہ لے جا رہی ہوں، اس جگہ ہندہ کا ادنٹ بیٹھ گیا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا بوجھ کی گرانی کی وجہ سے تیرا

اونٹ رفتار سے عاجز آ گیا ہے۔ ہندہ نے دانٹ کر اونٹ کو اٹھایا اور مدینہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اونٹ پھر بیٹھ گیا، دوسری مرتبہ جب اٹھایا تو اُحد کی طرف رخ کر کے تیز چلنے لگا۔ ہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور صورت واقعہ عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الجمل ماموئہ پھر ہندہ سے پوچھا کہ مرد نے کوئی بات کہی تھی۔ اس سے جواب دیا، اُحد کی طرف رخ کرتے وقت قبلہ رو ہو کر دُعا فرمائی تھی کہ اللہم ولا تتودنی الی اہلی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی وجہ سے اس کا اونٹ نہیں گیا پھر فرمایا ہے ہندہ تیرا خاندان مرد، بھائی عبداللہ اور بیٹا خلد بن جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، ہندہ نے درخواست کی کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی ان کا رفیق بنائے۔

**شہادت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ** مروی ہے کہ وحشی سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق بتاؤ کہ کس طرح ہوئی۔

وحشی نے کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے میرے آقا جبریل بن مطعم کے چچا طیبہ بن ہدی بن عبدالجبار کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ میں جب جنگ اُحد کے لیے باہر جا رہا تھا جبریل نے کہا اے وحشی اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے چچا کے عوض قتل کر دے تو میرے مال سے آزاد ہو گا۔ کہتے ہیں کہ ہندہ دختر عقبہ، زوجہ ابوسفیان جب بھی وحشی کو طے سے جرات دلاتے ہوئے کہتی، مردانہ ہو! دل بھی ہاتھ میں آئے اور تجھے آزادی بھی حاصل ہوگی میں بھی تیری تربیت کر دوں گی، کیونکہ میرے باپ عقبہ کو حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کیا ہے۔ اتفاقاً میدان جنگ میں میں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو دست شیر کی طرح چلتے ہوئے دیکھا جو کفار کے لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر رہے ہیں۔ منقول ہے کہ اس روز دونوں ہاتھوں میں ایک ایک تلوار سے جنگ کر رہے تھے اور کہتے تھے میں شیر خدا ہوں اور دشمنوں کو جہنم رسید کر رہے تھے۔ سباع بن عبدالغری خزاعی کفار کی صف سے باہر آیا ہوا تھا اور مقابل طلب کر رہا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روکا اور کہا

اسی وقت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سباع کو قتل کر دیا اور اسے کتوں اور درندوں کا لقمہ بنا دیا۔ وحشی کہتا ہے کہ میں ایک پتھر کے پچھے گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اور صربہ کو اچھی طرح پھینکتا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھینکا، ان کے عانہ پر لگا اور دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے، میں بھاگ کھڑا ہوا وہ راستہ میں گر پڑے۔ ان کے دوست ان کے پاس گئے اور کہا،

یا ابا عمارہ، ان کا کوئی جواب نہ دیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ ختم ہو گئے میں نے اس وقت صبر کیا جب تک کہ لوگ ان کے پاس سے جلتے رہے میں نے جا کر اپنے صبر کو اٹھالیا، ان کے پیٹ کو چیرا، جگر کو باہر نکالا اور ہندہ کو لاکر دیا اور کہا یہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر ہے، تیرے باپ کا قاتل۔ اس نے مجھ سے لے لینا سے دانتوں سے چبایا اور پھر سے پھینک دیا، اپنے کپڑے، زیور اور عمدہ لباس مجھے دیتے اور وعدہ کیا کہ جب میں مکہ میں جاؤں گی دس سرخ دینار تجھے انعام دوں گی۔ پھر اس نے پوچھا اس کے گرنے کی جگہ کون سی ہے۔ میں اسے وہاں لے گیا، ناک، کان اور آرزو تناسل کو کاٹا اور اپنے ساتھ مکہ لے گئی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چبانے کی وجہ سے ہندہ کو آکلتہ الابداد کہتے تھے۔

واقعه دیگر منقول ہے کہ وہب بن تابوس مزنی اور اس کا بھتیجا عارث بن عقبہ بن تابوس خیل سے مدینہ آئے، انہوں نے دیکھا کہ مرکز اسلام، خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے۔

دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوا تو حصول سعادت اخروی کی خاطر میدان کی طرف متوجہ ہوئے، جب اسلامی لشکر میں پہنچے، مسلمان غالب آئے ہوئے تھے اور مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے، وہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ شامل ہو گئے اور انہوں نے بھی لوٹ مار میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل اسلامی فوج کے عقب میں حملہ آور ہوئے۔ وہب اور عارث نے لشکر کفار کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے واہ شجاعت دی، اسی اثنا میں شریوں کا ایک گروہ سید ابراہم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لہذا الفرقة، اس گروہ کو کان ہٹائے گا، وہب نے عرض کیا انا یا رسول اللہ، اس شجاعت کے شیر نے بت پرستوں کو تیروں کی زد میں لے کر مار بھگا دیا۔ اس کے بعد مخالفین کا ایک اور گروہ ظاہر ہوا، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا من لہذا الکتابۃ، وہب نے پھر وہی جواب دے کر انہیں تلوار سے کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ راہ فرار اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔ پھر ایک اور جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا من یقوم لہولاء وہب نے مزنی نے کہا انا یا رسول اللہ، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وابشر بالجنة، اس نیک نبت کو جب یہ خوشخبری ملی کفار کے لشکر سے باہر نکل کر پھر پلٹا، کفار نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ نیزہ و تلوار کے زخموں سے انہوں نے اسے گرا لیا اور ناک کان کاٹ کر منگھ کر دیا۔ اس میدان شجاعت کے شیر کے شہید ہو جانے کے بعد

اس کا بقیع جو شہسوار میدان جنگ اور سپہ سالار اور قتال تھا، جرات و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان مقابلہ میں نکلا، وہ بھی خونریز معرکہ کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میری قوت مزنی کی موت کی طرح ہو سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا ہے، وہ بہادری اور جرات جو میں نے وہب قابوس مزنی میں غزوہ اُحد میں دیکھی ہے کسی بھی جنگ میں کسی اور میں نہیں دیکھی اور وہ واقعات جو مزنی کے متعلق تھے ایک ایک کر کے سعد کو بیان کئے اور اس کی تعریف کرتے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود تکلیف اور زخموں کے، اٹھے اور اسے قبر میں رکھا اور وہ چادر سرخ جس کا جھنڈا بنایا ہوا تھا اس سے اسے ڈھانپ دیا۔ سعد کہتا ہے کہ میں نے آرزو کی کاش میری موت بھی اسی طرح ہوتی۔

**واقعہ دیگر** کعبہؓ ایک بہادر شیر دل عورت تھی۔ غزوہ اُحد میں اپنے خاوند عزیرؓ اور اپنے دونوں لڑکوں عمارؓ اور عبداللہ کے ساتھ اسلامی فوج کے مجاہدین کے ساتھ مل کر بت پرستوں کے قلع قمع میں پوری کوشش کرتی تھی۔ نسیبہؓ کہتی ہے کہ جنگ اُحد میں میرے پاس ایک مشک تھی جس سے میں مسلمانوں کو پانی پلاتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ کفر و ظلام کی سپاہ کے ہاتھ مسلمانوں کی جان و مال پر دراز ہو رہے ہیں تو میں پانی پلانے سے رک گئی اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئی۔ اس سلسلہ میں میں نے اس قدر کوشش کی کہ مجھے تیرہ زخم آئے۔ ان میں سے ایک ایسا زخم تھا جس کا میں سال بھر علاج کرتی رہی۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ وہ زخم کس نے لگایا تھا، اس نے کہا ابن قمیہ لعین نے۔ میں نے بھی اسے تلوار ماری اس نے دو بہری زہرہ پہن رکھی تھی وہ ضرب کار گرنے ہوئی۔ زخم لگتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے عمارہ گو آواز دی کہ اپنی والدہ کی مدد کو پہنچو، اور اپنی والدہ کے زخم کو بند کرو۔ نسیبہؓ نے بیان کیا کہ میں اور میرے بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنگ کرتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم شکست کھا کر سامنے سے بھاگ رہے تھے۔ میرے پاس ڈھال نہیں تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک صحابیؓ پر پڑی جس کے پاس ڈھال تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ڈھال والے اپنی ڈھال اس شخص کو دے جو جنگ کر رہا ہے۔ اس نے ڈھال اپنے ہاتھ سے گرا دی، میں ڈھال اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

گرد پھرنے لگی اور مشرکین کے حملوں کو روکتی تھی یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک سوار نے مجھ پر تلوار ماری لیکن وہ کارگر نہ ہوئی، میں نے اس کے گھوڑے کو تلوار ماری، وہ گر پڑا اور گھوڑے سے جدا ہو گیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جنگ دیکھ رہے تھے۔ میرے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے ابو عمارہ اپنی والدہ کے پاس جلد پہنچو۔ عبداللہؓ فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آیا اور اس مشرک کو ہم نے قتل کر دیا۔ عبداللہ بن نسیبہؓ کہتا ہے کہ اس روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ اس سے خون نہیں رکتا تھا میری والدہ نے زخم کو بند کر دیا اور مجھے کہا اٹھو اور جنگ میں مصروف ہو جاؤ، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب میری والدہ نے مجھے جنگ پر ابھارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ام عمارہؓ میں طاقت ہے وہ کس میں ہے۔ اسی اثنا میں وہ شخص جس نے میرے سر کو زخمی کیا تھا ہمارے پاس سے گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ام عمارہؓ یہ وہ شخص ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے نسیبہؓ کہتی ہے کہ میں نے اس کا فرکی پنڈلی پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسکرائے کہ سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے، فرمایا کہ تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ جب وہ مشرک ہلاک ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے دشمن پر فتح بخشی اور دشمن کے ہلاک کرنے سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ نسیبہؓ کہتی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائیے کہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ قیامت کو آپ کے ساتھ اٹھوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اس کے اور اس کے بیٹوں اور خاندان کے لیے دُعا فرمائی اللھم اجلھم ورفقائ فی الجنۃ، میری والدہ نے کہا اس کے بعد دنیا میں جو مصیبت بھی مجھے پہنچے مجھ اس کا کوئی خوف نہیں۔ کہتے ہیں کہ نسیبہؓ نے جنگ یمامہ میں بھی حاضر تھی۔ چنانچہ اسی سے منقول ہے کہ اس نے کہا جنگ یمامہ کے روز دشمنوں کے ساتھ جنگ و قتال کی نیت سے میدان میں آئی۔ میرا بیٹا بھی میرے ساتھ تھا۔ جب مسلمہ کذاب نے لشکر اسلام سے شکست کھا کر حدیقہ اعوت میں پناہ لی کیونکہ اس سے پہلے اسے حدیقہ الرجین کہا جاتا تھا، مسلمانوں نے اس کے تعاقب میں جا کر سخت جنگ، ابو جابہ رضی اللہ عنہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے آخر کار اسلام کے جھنڈے بلند ہوئے اور مسلمانوں نے خالد بن ولید کی قیادت میں خود کو

حدیقۃ الموت میں خود کو پہنچایا۔ نسیب بگھتی ہے کہ میں بھی حدیقۃ الموت میں آنے والے سعادت مندوں میں شامل تھی۔ میں مسیلمہ کو تلاش کر رہی تھی اچانک ایک بدبخت کافر مجھ پر تلوار مار کر آگے بڑھ گیا اور میرا ایک ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا۔ خدا کی قسم میں ابھی واپس نہیں پلٹی تھی ایک لحظہ بعد میں نے اس ملعون کو مقتول دکھا اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کو اس کے سر پر کھڑے دیکھا کہ اس کتے کے خون سے اپنی تلوار صاف کر رہا ہے۔ اس وقت میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنے زخم کے علاج میں مشغول ہوئی۔

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک قیمتی لباس آپ کی مجلس میں پیش کیا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہؓ کی نوبیاہتہ بیوی کے پاس بھیجیں تو مناسب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اس لباس کو اس عورت کے پاس بھیجوں گا جو سب عورتوں سے اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔ آپ نے اس لباس کو ام عمارہؓ کے پاس بھیجا اور اہل مجلس سے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرمایا کہ غزوہ اُحد میں جس طرف بھی میں نے رخ کیا، میں نے دیکھا کہ ام عمارہؓ میری ڈھال بنی ہوئی تھی رضی اللہ عنہا۔

## فصل سوم

### مضور پر کفار کی یلغار

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم ہوا کہ سر دار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں تمام چاند کے گرد ستاروں کی مانند جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب اُحد کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں سے آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس کمزوری کی وجہ سے جو زخموں کی وجہ سے ذات بابرکات پر طاری تھا کامیاب نہ ہو سکے، ان نامردوں نے جب مردوں کے میدان کو نامدار مجاہدین سے خالی پایا میدان جنگ میں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے، رجز پڑھتے اور اظہار خوشی و شادمانی کرتے تھے، دوست، دشمنوں کی شہادت سے پریشان خاطر تھے، دشمن ہنستے اور دوست روتے تھے، لیکن خدا کی قسم ۷

بہ از خندہ آل اشک مقروں بصیر کہ از خندہ برقی بہ اشک ابر  
 ازاں خندہ شد عالمی سوختہ و زین گریہ شد عالم افروختہ  
 نقل ہے کہ مشرکین کی عورتیں مثل ہندہ وغیرہ مسلمانوں کے مقتولین میں آئیں جنظہ بن ابی  
 عامر راہب کے سوا جسے غیل الملائکہ کہتے تھے، دوسرے مقتولین کا انہوں نے مثلہ کیا، ان کے پیٹ  
 پھاڑ کر جگر نکالے، شہیدوں کے کٹے ہوئے ناک، کان کے گلے کے ہار اور دست بند بنائے، اور  
 اپنے ہاتھوں اور گردنوں میں ڈالے۔

ابوسفیان نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اُحد پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ رکھتی ہے یہو سکتا  
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھائی کا ارادہ کر رکھا ہو۔ ابوسفیان نے دشمنوں کی ایک جماعت  
 کے ساتھ ارادہ کیا کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے ان سے اُدنچائی پر چلا جائے اور انہیں شعب میں  
 نہ آنے دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللھو لیسے  
 لھوان یلونا، خداوند! انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم سے اُدنچے ہو جائیں حق سبحانہ و تعالیٰ  
 نے ان کے دل میں خوف پیدا کر دیا جس سے وہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے اور ایک روایت میں ہے  
 کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا راستہ روک لیا، اس گروہ  
 سے لڑے اور انہیں آگے نہ بڑھنے دیا مجبوراً انہیں واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد ابوسفیان کی خواہش  
 ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کرے کہ زندہ ہیں یا نہیں، کہہ اُحد کے نزدیک آکر  
 زور سے پکارا، کیا تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے جواب نہ  
 دو، اس نے پھر پوچھا، ابن قحانہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں ہیں؟ اس مرتبہ بھی آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے صحابہ نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ ناروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق  
 دریافت کیا، اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا، بن لوگوں کا میں نے نام  
 لے کر پکارا ہے شاید وہ قتل ہو گئے ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس بات سے حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ بیقرار ہو گئے، فرمایا اے دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا کیونکہ جن کی زندگی تجھے ناپسند  
 ہے تمام زندہ ہیں۔ پھر ابوسفیان نے اپنے بُت کی تعریف کرتے ہوئے کہا اعلیٰ ہبل، صحابہ  
 رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر جواب دیا اللہ اعلیٰ واجبل،

ابوسفیان نے کہا العزى لنا ولا عزى لكم، صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم، ابوسفیان نے کہا بیوم الحروب بحجال یعنی آج کا دن بدر کے دن کے برابر ہے اور لڑائی نوبت کے ساتھ ہوتی ہے کبھی تمہاری فتح اور کبھی ہماری، پھر اس نے کہا تمہارے مقتولین کا مثلہ کیا گیا ہے، یہ بات میرے حکم سے نہیں ہوئی، لیکن یہ بات مجھے بُری معلوم نہیں ہوئی۔ تمہارے ساتھ ہماری ملاقات کا وعدہ آئندہ سال میدان بدر میں ہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا کہ ایسا ہی ہوگا، پھر گڑبگڑوں کے لشکر کو وہ منحوس اپنی سرکردگی میں مکہ لے گیا۔ ان کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں تشویش پیدا ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ مدینہ کا قصد کریں اور وہاں غارت گری کریں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالریحانین یعنی حضرت علی بن ابی طالب کو کہا کہ مخالفین کے پیچھے جانے اور ٹھیک ٹھیک خبر لائے، تحقیق کرے کہ اگر وہ اذٹوں پر بیٹھے ہوتے ہوں اور گھوڑوں کو ساتھ رکھا ہوا ہو تو ان کا ارادہ مکہ جانے کا ہے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اذٹوں کو قطار میں لگا رکھا ہے تو ان کا مدینہ جانے کا ارادہ ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مدینہ کی طرف گئے تو میں ان کے پیچھے جاؤں گا اور انہیں ان کے کرتوت کی سزا دوں گا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمان کے مطابق عمل کیا اور خبر لائے کہ مشرکین مکہ چلے گئے ہیں۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑی تیزی سے میدان جنگ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ جب جگہ گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پد بزرگوار کو مجروح اور زخمی دیکھا، روتے لگیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لے آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو دھوتی تھیں۔ روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر چند کوشش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے خون بہنا بند ہو جائے مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ آخر کار ایک ٹاٹ کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر ڈالی تو خون بند ہو گیا کہتے ہیں کہ بے شک میں مکہ کو لوٹ آئے تو مسلمانوں نے اپنے مقتولین کی تلاش کی۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا، کون ہے جو سعید بن الربیع کی خبر لائے کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے؟ ایک انصاری اس کے حالات کی تحقیق و تفتیش میں مصروف ہوا، سعیدؓ اسے لاشوں کے درمیان مل گیا جس میں ابھی زندگی کی رتق باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے سلام پہنچا کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے حالات کے متعلق پوچھا ہے کہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ سعید نے جواب دیا کہ میں گروہ مردگان میں شامل ہوں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہنا کہ اگر تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں کوتاہی کی تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی معذرت قبول نہیں ہوگی۔ یہ کہا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ پھر وہ مرد وہاں سے واپس آ گیا اور تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع مبارک تک پہنچائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہم ارض عن سعید بن الربیع، بیان کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ حمزہؓ کا کیا حال ہے، مجھے وہ دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے حالات معلوم کرنے لگے۔ اچانک حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچے انہیں اس میں دیکھا تو رونے لگے اور فوراً پلٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت واقع سے مطلع کیا۔ خواجہ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سر ہانے جا کھڑے ہوئے، ان کے ناک کان کٹے ہوئے دیکھے، بہت غمگین و لرزیدہ ہوئے، فرمایا! ما دفقت موقفاً قط غیظاً لی من هذا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اگر میں قریش پر غالب آیا تو ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے یہ آیت لائے، وان عاقبتم قحاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولدین مسبتم لہون خیر للصابونین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، احسبوا، اور اس خیال کو چھوڑ دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس کے بدلے ستر مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار فرمائی۔

نقل ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ صفیہؓ سے آتی ہوئی دکھائی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا، جاؤ اپنی والدہ کو واپس بھیج دو تاکہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھے، ممکن ہے برواست نہ کر سکے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

آئے اور پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، اس نے کہا، بیٹا! میں نے سنا ہے کہ میرے حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اور اس کے ناک کان کاٹ دیئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اسے یہ محنت و مصیبت خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیش آئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے صبر عسائیست فرمائے گا۔ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمادی۔ اس نے آکر اپنے بھائی کو دیکھا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس کے لیے استغفار کی۔ لیکن خود کو رونے سے باز نہ رکھ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ناطقہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ اور فاطمہؓ سے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساتوں آسمانوں میں اسد اللہ و اسد رسولہ لکھ دیا ہے۔

شہدائے اُحد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھائی، پھر جس شخص کا جنازہ آتا، حمزہؓ کے ساتھ رکھ دیتے اور نماز جنازہ پڑھتے، یہاں تک کہ حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی، اور آئمہ حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا نہیں کی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اختیار کی ہے اور احناف رحمہم اللہ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔ لیکن اس میں اتفاق ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا۔ انہیں ان ہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دفن کر دیا اور اگر کوئی اپنے مقتول کو دوسری جگہ لے گیا تھا تو وہ اسے پھر وہاں لے آیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد عبد اللہؓ کو مدینہ میں لے گیا تھا اسے حکم دیا چنانچہ وہ اسے واپس لے آیا اور وہ لوگ جو دُنیا میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے، ان کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ ان میں سے حمزہؓ کو عبد اللہؓ جحش بن جو ان کے بھلے بھلے تھے، کے ساتھ اور عبد اللہ بن عمرو بن خرام کو عمرو بن الجوح کے ساتھ، خارجر بن زید کو سعید بن الرزح کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا۔ نعمان بن مالک کو عبیدہ بن الخشاش اور محمد بن زیاد کے ساتھ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا، رضی اللہ عنہم فرمایا پہلے قرآن مجید پڑھ کر قبر میں اتاریں، دن کے آخری حصہ میں مدینہ لوٹے، جس قبیلہ کے پاس

سے گزرتے تھے ان کے مرد اور عورتیں آپ کا استقبال کرتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر شکر ادا کرتی تھیں۔ باوجودیکہ ان کے اکثر رشتہ داروں کو مصیبت پہنچی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے آپ کے سوا ہر مصیبت ہمارے لیے آسان ہے۔ جب آپ قبیلہ بنی اشہیل کے پاس پہنچے۔ کبیشہ بنت رافع معاویہ جو سعد بن معاذ کی والدہ تھیں باہر نکلیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑی چلی جاتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار کھڑے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آرہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرجا۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئیں اور آپ کے دیدار سے شرف ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم نے آپ کو صحیح و سالم پایا ہر مصیبت کا گھوٹ پایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے عرد بن معاذ کی تعزیت کی اور فرمایا، اے ام سعد! تجھے بشارت ہو اور اپنے گھر والوں کو خوش خبری دے کہ ان کے مقتولین کے گھر والوں کی شفاعت مقرر ہوگئی۔ کبیشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا انجام اور خوشحالی معلوم ہوگئی، میں خوش ہوں۔ اس بشارت کے بعد یہ ہنیت اور مبارکبادی کا موقع ہے تعزیت اور ماتم پرسی کا مقام نہیں۔ پھر عرض کیا ان کے پس ماندگان کے لیے دعا فرمائیے، فرمایا اللھم اذھب حزن قلوبھم و اجد مھم و اجد مھم۔ اہل تذکرہ کی بعض کتابوں میں ہے جب مصیبت زدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے باہر نکلے ہوئے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہؓ بھی راستہ پر آئی ہوئی تھی اور کچھ دودھ اور کھجوریں اپنے والد کے لیے لائی تھی۔ شاید میرا باپ بھوکا پیاسا سفر سے لڑے تو وہ دودھ اور کھجوریں کھا پی لے گا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ جام شہادت نوش فرما چکا ہے۔ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر جوق در جوق پہنچ رہا ہے اس نے ہر چند تلاش کیا مگر اسے اپنا باپ نہ ملا۔ اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے، ان سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ مجھے وہ لشکر میں دکھائی نہیں دیتا، صدیق رضی اللہ عنہ ٹرپ اٹھے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کہا، یہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے، اس نے اپنے باپ کو آنسو وری صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی لوگوں

میں نہ دیکھا۔ اس نے بڑھ کر آتے دو جہاں کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے! میرا باپ کون ہے؟ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرا باپ میں ہوں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی اس بات سے خون کی بو آتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، تمام صحابہؓ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کی شہادت کی کیفیت بیان کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگر اسے بیان کروں تو تو اسے سننے کی تاب نہ لاسکے گی۔ اس ضعیفہ کی آہ وزاری بڑھ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی، آسمان کی طرف دیکھا تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو عجم کھڑے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری فاطمہؓ کو اچھی طرح رکھیں اور مجھ غریب کی یتیم بیٹی سے غافل نہ ہوں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے اپنی فرزند ہی میں لے لیا ہے۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، عالم غیب سے دیند آپ نے سنی، جس طرح آپ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو قبول کیا ہے، ہماری شفقت دہر بانی نے آپ کی گنہگار امت کو قبول کیا اور آپ کو اس فرمان کا دستور دیا، ولسوف يعطيك ربك فترضى، بیان کرتے ہیں کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ منشور پڑھا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کی ادھی امت بخش دیں تو خوش ہو جائیں گے؟ فرمایا اگر میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہ گیا تو مجھے اس ذات کی عزت و جلال کی قسم راضی نہیں ہوں گا۔

نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے دروازہ پر پہنچے، مہاجرین و انصار کے کبار صحابہؓ جو آپ کے ساتھ تھے ان میں سے زخمیوں کو ان کے گھروں میں بھیج دیا تاکہ وہ اپنے زخموں کا علاج کریں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزول فرمایا، انصار کے بیشتر گھروں سے رونے کی آواز سنی مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے کوئی آواز نہ آئی فرمایا، لکن حمزہ لا یبکی لہ، حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں ہے؛ سعد بن معاذ، اسید بن حصیر اور باقی انصار نے یہ بات سنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ وہ پہلے حمزہؓ کے گھر جائیں، اس پر رو کر پھر اپنے گھر جائیں اور اپنے عزیزوں پر روئیں انصار کی عورتیں مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے گھر گئیں اور ادھی رات تک اس پر روئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر آئے، پوچھا کہ یہ کسی آواز ہے؟

جب آپ کو حقیقتِ حال کا علم ہوا فرمایا رضی اللہ عنکم وعن اولاد اولادکم، روایت ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک بہادر جماعت آپ کے دروازہ پر پہرہ دیتی رہی ایسا نہ ہو کہ قریش لوٹ آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اُحد سے لڑتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش دوبارہ ہم پر فتح حاصل نہیں کر سکیں گے اور مجھے خدا تعالیٰ کی مدد و اعانت سے فتح مکہ حاصل ہوگی والحمد للہ، یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنگ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے چار مہاجرین سے اور چھ اسٹھ انصار میں سے تھے اور تقریباً تیس آدمی کفار میں سے قتل ہوئے۔

نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آپڑی حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں آیت نازل فرمائی اولما اصابکم مصیبة قد اصابتم مثلیھا قلتم ربی هذا قل هو من عند انفسکم، یعنی تمہیں مصیبت کیسے پہنچی، یعنی روز اُحد قتل و جرح یقیناً تم نے اس سے گنی مصیبت دشمنوں کو پہنچائی اور وہ اس طرح تھی کہ جنگ بدر کے روز مسلمانوں نے کفار کے ستر آدمی قتل کئے تھے اور ستر قید کر لیے تھے۔ ان کے پوچھنے کے بعد کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مصیبت ہمیں کہاں سے پہنچی، انہیں کہہ دیجئے کہ تمہارے نفسوں کی طرف سے تھی، پھر تمہاری دلدادہی کرتے ہوئے فرمایا وعا اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ، یعنی تمہیں جو کچھ زخم، شکست اور قتل کے مصائب پہنچے خدا تعالیٰ کی قضا سے تھا جب مومن بندہ جانتا ہے کہ جو کچھ بندے کو پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کی قضا سے ہے اسے اس ذریعہ سے تسلی حاصل ہوتی ہے اور اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقدیر پر ایمان، غم و اندوہ کو زائل کر دیتا ہے۔

فصل چہارم

## فضائل شہداء اُحد

مہاجرین و انصار صحابہ کی ایک جماعت، غزوہ اُحد میں اپنے بعض اقداب کے شہید ہونے کی

وجر سے شکستہ خاطر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ماتم رسیدگان کی تسلی اور شہدار کی فرحت نشانی ان کے انجام اور درہائش کے متعلق فرمایا کہ جب ان کی ارواح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی ہنقِ تعالیٰ نے ان پاک ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں داخل کیا، وہ پرندے روزانہ بہشت کی نہروں کے کناروں پر آتے اور ان سے پانی پیتے ہیں اور بہشتی میوے کھاتے ہیں اور بہشت میں ہر جگہ اڑتے پھرتے ہیں۔ جب جنت کی سیر سے فارغ ہوتے ہیں، عرش میں آدیختہ سونے کی قندیلوں پر لوٹ آتے ہیں۔ جب وہ ان انعامات سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور اس مرتبہ و سعادت سے مشرف ہوتے ہیں حق تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں کہ خدایا! ہمارا پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے، تاکہ ہمارے حالات صحیح طور پر جان لیں، ہمارا آرام و راحت، لذیذ طعام، عمدہ مشربت اور بہترین لباس کا انہیں یقینی علم ہو جائے، دنیاوی زندگی کو غلیبت سمجھیں اور غرور و جہاد میں بہترین کوششیں صرف کریں، اور خود کو اس سعادت کے حاصل کرنے اور شہادت کے درجات حاصل کرنے سے محروم نہ رکھیں حق تعالیٰ نے فرمایا، میں جو تمہارا خدا ہوں تمہارے پیغام کو ان تک پہنچاؤں گا اور یہ آیت بھیجی و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم بین زقون فرحین بما اتہم اللہ من فضلہ، اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے ایک اور روایت ہے، فرمایا کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، کیا بات ہے کچھ غمگین دکھائی دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ شہید ہو گیا ہے، اس کی طرف سے مجھ پر قرض واجب ہے۔ اس کی بیٹیاں بھی ہیں، ان کی دیکھ بھال اور نگرانی مجھے ہمیشہ پریشان رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شہدار اُحد میں سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے تیرے باپ کے سوا ہر شخص سے پردہ کے پیچھے سے بات کی اور فرمایا سالتی اعطاک، اے میرے بندے! مانگ میں تجھے دوں گا، تیرے باپ نے کہا، خدا دندا! مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہوں، حق تعالیٰ نے اسے فرمایا میں نے یوں فیصلہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ جس کی روح قبض کر لوں اسے دوبارہ دنیا میں نہ بھیجوں، تیرے باپ نے عرض کیا، خدا دندا! دنیا میں میرے دوستوں کو میرا حال کو کون پہنچائے گا؟ حق تعالیٰ نے فرمایا، میں پہنچاؤں گا، و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ

اموات اہل اُحیاء عند دہو، اور ابی فرودہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدار اُحد کی زیارت کر کے فرمایا، اے خدا تو پرستش کے لائق ہے تیرا بندہ اور رسول اس بات کا گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری خوشنودی کی طلب میں شہید ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور صلوٰۃ و سلام پیش کرے گا، قیامت تک اس کا جواب دیں گے۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدار اُحد کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم بعاہدہ تم فلنعم عقبی الدار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ فاطمہ خراعیہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک روز صحرائے اُحد میں گھوم رہی تھی میں نے کہا السلام علیکم یا عجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے آواز سنی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فصل پنجم

## غزوۂ جمرۃ الاسد

ارباب سیرت و تاریخ نے یوں روایت کی ہے کہ جب مشرکین مکہ کو لوٹ گئے، اپنے واپس چلے آنے پر پشیمان ہوئے اور کہا ہم نے تکلیف اٹھائی، لشکر جمع کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کیا، کام ختم کیے بغیر ہم واپس جا رہے ہیں۔ ہمارا یہ کام تقاضائے عقل کے خلاف تھا۔ ہمیں چاہیے تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے بعد واپس آتے۔ القصد آپس میں مشورہ کے بعد طے کیا کہ پھر مدینہ کی طرف جائیں۔ اس مرتبہ انہوں نے مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس بات پر پورے طور پر ابھارنے والا حکم بن ابوجہل تھا جو مدینہ کی طرف لوٹنے پر بہت مبالغہ اور اصرار کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی قوت حاصل کریں ہمیں ان کی ہم کو جلد ختم کر دینا چاہیے۔ صفوان بن امیہ نے کہا یہ اچھی رائے ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اس مصیبت کی وجہ سے جو انہیں پہنچی ہے اور وہ اب تمہاری طرف سے

غیض و غضب میں اور تم سے بدلے لینے کی تاک میں ہیں۔ قبیلہ اوس دخرزج جو جنگ سے بچے رہ گئے ہیں کے ساتھ نکل کھڑے ہوں اور تمہارے ساتھ جنگ و مقابلہ پر کمر بستہ ہو جائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ جنگ و قتال میں سردھڑکی بازی لگادیں گے، ہو سکتا ہے کہ مغلوبیت کے بعد وہ غالب آجائیں اور معاملہ برعکس ہو جائے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لوٹنے کے عزم کی خبر سنی تو دشمنوں پر رعب اور خوف طاری کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں میں ان کے مقابلہ اور جنگ کی طاقت ہے۔ ایک شبہ کے روز جو غزوہ اُحد سے دوسرا دن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ منادی کرے کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جلد نکلو، اور غزوہ اُحد کے شرکار کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہمارے ساتھ باہر نہ نکلے۔ اوس دخرزج کے اکابرین نے جب فرمان الہی سنا، جان و دل سے فرمانبرداری کے لیے کمر بستہ ہو گئے، اگرچہ انہیں کئی زخم آئے تھے مگر اپنے زخموں پر پٹیاں باندھ کر سلطان انس و جان کے حکم میں کسی اعتبار سے سستی کو روا نہ رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار پہن کر سربراہ قیام فرمایا یہاں تک کہ مسلمانوں کا تمام شکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گیا حتیٰ سبمانہ و تعالیٰ نے حامیان اسلام اور فرمانبرداران فرمان سیدانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ پیغام بھیجا،

الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما احابہم القرح للذین احسنوا،

جاہرین عبد اللہ جو اپنے والد کے بچوں کی نگرانی کے عذر کی وجہ غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہو سکا تھا، نے عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت فرمادیں تاکہ میں آپ کے ساتھ رہوں، آپ نے اسے اجازت فرمادی، دوسرے کسی شخص کو اجازت نہ فرمائی۔ ابن ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور جندنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ایک روایت میں امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور مدینہ سے باہر نکلے اور حجرۃ الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں رات گزاری، پانچ سو جگہوں پر آگ جلائی۔ معبد بن ابی معبد خزاعی جو ابھی تک دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا تھا کیونکہ قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا اور دور جاہلیت اور اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے سایہ میں رہتے تھے، ان دنوں مکر جارا تھا، حجرۃ الاسد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آپ کے ساتھیوں



کی تعزیت کر کے اپنے مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان اور دوسرے مشرکین سے ملا، ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ معبد نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے لشکر اور جم غفیر کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں حجرۃ الاسد میں چھوڑا ہے۔ کفار نے کہا، یہ کیسی خبر ہے جو تو بتا رہا ہے؟ معبد نے کہا خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کہ اس منزل سے کوچ کریں ان کے گھوڑوں کی پٹیاں تم دیکھ لو گے، صفوان نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے جس چیز کا خوف تھا وہ ظاہر ہو گئی۔ اب میرے نزدیک بہترین صورت یہی ہے کہ ہم اس جگہ سے کوچ کر جائیں، ایسا نہ ہو کہ غالب ہونے کے بعد مغلوب ہو جائیں۔

مخالفین کے دل میں اس طرح بہت خوف بیٹھ گیا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا مکہ کی طرف کوچ کر گئے معبد نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا، بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے راستہ میں ایک جماعت کو مدینہ جاتے ہوئے دیکھا، ان سے درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچادیں کہ ابوسفیان کہتا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ جنگ در تمہارے استیصال کی خاطر پھر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ اس قوم نے حجرۃ الاسد میں ابوسفیان کا پیغام مسلمانوں کو پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے پیغام کو سن کر کہا، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، چنانچہ آیہ کریم الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وکالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل، اس حال کی مویہ اور اس گفتگو کی موکد ہے۔ منقول ہے کہ حجرۃ الاسد میں مسلمانوں نے دو مخالفین کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، ان میں سے ایک ابوغزہ شاعر تھا جو ایران بدر میں سے تھا، اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر آزاد فرمایا تھا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آئے گا۔ عہد شکنی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ اس نے بہت تضرع و زاری کی کہ دوبارہ مجھ پر احسان کریں۔ اور آزاد کر دیں، آپ نے قبول نہ فرمایا اور گوہر افشاں زبان سے نکلا، لا یلدغ المؤمن من جحرٍ واحدٍ مرتین، یعنی مومن ایک سوراخ سے دومتبہ نہیں ڈسا جاتا، ابوغزہ کے جواب میں فرمایا تم مکہ میں جاؤ گے اور حجر میں بیٹھ کر داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دومتبہ دھوکا دیا۔ پھر عاصم بن ثابتؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کی گردن اڑادی۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا

ذی النورین نے اس کی سفارش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی بشرطیکہ تین دن سے زیادہ مدینہ میں قیام نہ کرے۔ تین روز کے بعد جس شخص کو بھی یہ مدینہ میں مل جائے وہ اسے قتل کر دے۔ تقدیر خداوندی سے معاویہ بن مغیرہ تین روز گزر گئے اور وہ مدینہ میں ہی رہا، چوتھے روز جان کے خوف سے وہ ایک گوشے میں چھپ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن حارثؓ کو بھیجا، اس نے معاویہ بن مغیرہ کو اس گوشے سے نکالا اور قتل کر دیا۔

## سائوال باب

# چوتھے سال ہجری کے واقعات

آبِ رَجْمِ كَاتِصَةٍ رَجِيحِ قَبِيلَةِ بَدِيلٍ كَا اِيك كِنُوَالِ هِيَ جَسَ كَ نَزْدِيكِ مَسْلَمَانُوَالِ كُو مَصِيْبَتِ پَنپچی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین کے میدانِ اُحد سے واپسی کے بعد، ابوسفیان بن خالد ہذیلی، عضل اور قارہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا اور انہیں مبارکباد دی، ابوسفیان نے مکہ میں سنا کہ سلافہ بنت سعد بن طلحہ بن ابی طلحہ جس کا خاندان اور دولٹ کے جنگِ اُحد میں قتل ہو گئے تھے، نے نذر مانی پہنٹی تھی کہ جو شخص اس کے دونوں لڑکوں کے قاتلِ عاصم بن ثابت کا سر لا کر اسے دے گا، ایک سو منتخب اونٹ اسے دے گی۔ سفیان بن خالد کو لالچ نے بھارا، اس نے سازش تیار کی، اس نے اپنی قوم کے سات بڑے آدمیوں کو مدینہ بھیجا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہارِ اسلام کیا اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کی ایک بڑی جماعت مسلمان ہو گئی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ اپنے دوستوں کی ایک جماعت انہیں قرآن اور شریعت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں تاکہ ہم اسلامی تعلیم سے مستفیض ہو سکیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مخالفینِ عاصم بن ثابت بن ابی الفح کے باپ کے گھر بٹھے ہوئے تھے، عاصم سے محبت و مودت کی پیشگی بڑھاتے اور صبح و شام اپنے قبیلہ میں جانے کی ترغیب دیتے۔ چند روز گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو ان سات آدمیوں کے ساتھ نامزد فرما دیا تاکہ وہ قبیلہ عضل اور قارہ میں جائیں

اور ان دونوں قبیلوں کو قرآن و شریعت کی تعلیم دیں۔ ارباب سیرت نے ان میں سے سات آدمیوں کے نام تحریر کئے ہیں، باقی تین چونکہ سرداران قبیلہ میں سے نہیں تھے اس لیے ان کے نام لکھنے کا اہتمام نہیں کیا، ان سات صحابہؓ کے نام یہ ہیں، عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، نجیب بن عدی، زید بن ابی الاثرۃ، عبداللہ بن طارق، خالد بن ابوالبکرہ اور معتب بن عبید رضی اللہ عنہم اور صحیح ترین قول کے مطابق عاصم بن ثابتؓ کو ان کا امیر بنایا، مسلمان ہمتیار اٹھا کر چل دیئے، دن کے وقت چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے جسے دورہ کہتے ہیں۔ ان سات منافقین میں سے جو ان کے ساتھ چل رہے تھے ایک شخص جدا ہو گیا۔ اپنے قبیلہ میں جا کر سفیان بن خالد کو عاصمؓ اور اس کے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ دوزخی کتا بائیس دوسرے مسلح لغنیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے قصد سے چل پڑا۔ صبح کا وقت تھا کہ عاصمؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجیع کے مقام پر اترے اور ان کھجوروں میں سے کچھ تبادلہ کیں جو مدینہ سے زاد راہ کے طور پر ساتھ لائے تھے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوالجیان کی بیوی جو وہاں بکریاں چرا رہی تھی، رجیع کنوئیں کے پاس گئی اس نے دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں وہاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں کیونکہ مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں چھوٹی اور باریک ہیں اس نشانی سے اس نے پہچان لیا اور شور مچا دیا کہ اے تلاش کرنے والو! تمہارے مطلوب نے اس جگہ رات گزاری ہے۔ کفار نے چاہے رجیع سے نشان پاکر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بد بخت جو مسلمانوں کی خبر لے کر سفیان بن خالد کے پاس گیا تھا، کفار کے آگے آگے آ رہا تھا۔ جب مسلمانوں نے یہ حال دیکھا تو خالد بن ابی البکرؓ نے عاصمؓ سے کہا آپ کے جہانوں نے ہمیں فریب دیا۔ عاصمؓ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے دوستوں کو کفار کے ساتھ جنگ پر ابھارا، کفار نے جب دیکھا کہ مسلمان مرنے مانے پر تیار ہیں تو نصیحت کرنا شروع کر دی کہ خود کو ہلاک نہ کرو۔ عاصمؓ نے شہادت کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ہمیں قتل ہونے کا کوئی خوف نہیں کیونکہ ہم اپنے دین میں ثابت قدم ہیں۔

ماعا شقیم کشتہ شدن اعتبار ماست شمشیر عشق تیز زنگ مزار ماست

سفیان بن خالد نے ابی البکرہؓ سے کہا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی ضائع کرنے کی کوشش مت کرو، ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ عاصمؓ نے کہا میں نے خدا سے نذر مانی ہے کہ کسی مشرک کی امان قبول نہیں کروں گا، اور کسی مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دس گے۔ یہ کہہ کر تیر پھٹکنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ

تیر ختم ہو گئے۔ پھر نیرہ سے جنگ کی، ان کا نیرہ ٹوٹ گیا تو تلوار میان سے کھینچ لی اور قبلہ رخ ہو کر دُعا کی کہ خدا زندا! میں نے پہلے روز سے تیرے دین کو قبول کیا ہے اور حمایت کی ہے تو میری زندگی کے آخری روز میرے جسم کو مشرکین سے محفوظ و مامون رکھ کیونکہ سلافہ، ابی طلحہ کی بیوی نے نذرمانی ہوئی ہے کہ میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ جب عام شہید ہو گئے، بدبختوں نے آپ کا سر کاٹنا چاہا تاکہ سلافہ سے اس کے بدلے اڈوں کی سواریاں لے کر اپنی اُمیدیں پوری کریں حق سبحانہ و تعالیٰ نے بھڑوں کے لشکر کو بھیج دیا۔ وہ عام مرنے کے جسم کی حفاظت کے لیے صف بستہ ہو گئیں۔ جو شخص بھی عام کی طرف بڑھتا اسے کاٹتی تھیں اور اسے اپنے زہر کے زخموں سے بھگا دیتی تھیں۔ کوئی شخص عام کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا، کہنے لگے اسے رات تک چھوڑ دو، جب رات ہوئی حق تعالیٰ نے سیلاب بھیج دیا، اس نیک بخت کے جسم کو ان کے درمیان سے اٹھالے گیا، مشرکین غائب و نامراد ہوئے۔

منقول ہے کہ ان دس افراد میں سے چھ کفار کے مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت خبیث بن عدی، عبداللہ بن طارق اور زید بن اللاتزہ مشرکین کی امان میں آگئے، ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے، مخالفین نے عہد کو توڑ کر کمان کی رسی سے ان کے ہاتھ باندھ دیئے۔ عبداللہ طارق نے جب ان کے فریب کو دیکھا کسی حیلہ سے اپنے ہاتھ کھول لیے اور تلوار کھینچ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا، آخر کار کفار کی سنگساری سے جاں شہادت نوش فرمایا، اس کے دو ساتھی خبیث اور مرثدہ کو کفار مکہ لے گئے اور فروخت کر دیا، قریش نے انہیں قید کر دیا یہاں تک کہ ماہ حرم گزر گئے۔ کفار نے تنعم کے مقام میں دو پھانسیاں کھڑی کیں اور خبیث اور مرثدہ کو ان کے پاس لائے۔ حضرت خبیث نے کفار سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دیں۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت خبیث کی سنت چلی آتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہتے کہ میں موت کے ڈر سے نماز پڑھ رہا تو میں نماز لمبی پڑھتا، پھر چند اشعار پڑھے ان میں سے دو اشعار یہ ہیں۔

ولست ابا حیی۔ اقتل مسلما علی ابی وجہ شق کاب۔ للہ مصرعی

وذالک فی ذات اکالہ وان یشاء تبارک علی اوصال شلو محمدی

پھر اس قوم پر نفرین کی اور فرمایا، اللھم احصہم عدوا و اقلہم جدا ولا تفادرنہم احداً، محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی، اس مجلس کے

حاضرین میں سے اکثر و بیشتر بڑی مصیبت میں مبتلا ہوئے، پھر انہیں سولی کے تختہ پر لائے اور اس طرح کھڑکایا کہ ان کا رخ مدینہ کی طرف ہو اور کعبہ سے پھرا ہوا ہو۔ فرمایا مجھے اس سے کیا نقصان ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، فاینما تولوا فثم وجہ اللہ، انہوں نے کہا، اسلام کو ترک کر دو تاکہ ہلاکت سے نجات پاؤ، انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم! اگر تم روئے زمین کو بھی مجھے دے دیں تو بھی اپنے دین سے نہیں پھروں گا۔ انہوں نے کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تو صحیح و سالم اپنے گھر چلا جاتے اور تیری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاتے مبارک میں کاٹنا بھی چھوے۔ حاصل کلام کسی مرتبہ خوف دلا کر دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے یہاں تک کہ ان کے قتل کا فیصلہ کیا پھر فرمایا، خداوند! یہاں دشمنوں کے بغیر مجھے کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا، کوئی دوست نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب تک پہنچائے۔ خدا یا! میرا اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ میں اور صحابہ کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ اچانک آپ پر وحی کی علامات ظاہر ہوئیں، پھر فرمایا علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حبیب کو قریش نے قتل کر دیا اور یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور اس کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ جب حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے مگراہوں کی مگراہی سے دین سے روگرداں نہ ہونے، جنگ بدر کے مشرک متوہلین کے پس ماندگان جن کے آبار کو انہوں نے قتل کیا تھا کو آواز دی، وہ تمام نیزے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آگئے۔ کہتے ہیں کہ وہ چالیس افراد تھے جو حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے جسم میں نیزے مارتے تھے، وہ بے چین و بیقرار ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو گیا، فرمایا الحمد للہ الذی جعل وجہی نحو القبلة ورضا لنفسہ ولنبیہ للمومنین، اس کے بعد ایک مشرک نے آپ کے سینہ میں نیزہ مارا، انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کلمہ پڑھتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور اس کی بے پایاں رحمت کے سایہ میں چلے گئے رضی اللہ عنہ۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت حبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہیں اسی طرح پھانسی کے تختہ پر رہنے دیا تاکہ ان کے قتل کی خبر عرب میں مشہور ہو جائے۔ جب صورت حال کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تم میں سے کون حبیب کو پھانسی

کے تختہ سے اتارے گا تاکہ بہشت اس کے لیے مخصوص ہو جائے۔ حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ دن کے وقت پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر طے کرتے، یہاں تک کہ رات کو تنعیم میں پہنچے، چالیس آدمیوں کو پھانسی کے گرد سونے ہوئے پایا، انہوں نے حضرت عبید بن جریح کو آہستگی سے پھانسی سے اتارا، چالیس روز کے بعد انہیں دیکھا تو وہ اسی طرح تازہ تھے گویا کہ ابھی ابھی ابھی شہید ہوئے ہیں اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے جس سے خون ٹپکتا تھا، حضرت زبیر نے انہیں اپنے گھوڑے پر لاد لیا اور دونوں ساتھی وہاں سے لوٹ آئے، جب صبح ہوئی تو قریش کو علم ہوا، ستر سوار ان دو دوستوں کے پیچھے بھاگے، زبیر نے عبید بن جریح کو زین سے زین پر رکھ دیا، زمین فی الفور انہیں نکل گئی۔ اس عجیب امر کے ظہور کے بعد انکا لقب بلخ الارض ہو گیا۔ جب کفار نزدیک پہنچے، زبیر نے سر سے پگڑی اتاری اور کہا اے قریش کس چیز نے تمہیں مجھ پر ولیر بنایا ہے۔ میں زبیر بن العوام ہوں، میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے اور یہ مقداد بن الاسود ہے۔ ہم دو شیر ہیں، جو اپنے جھگڑ کی طرف جارہے ہیں اور رکاوٹوں کو راستہ سے دور کرتے ہیں اگر تیر اندازی کرنا چاہتے ہو تو آدیاں دو دوسرے پر تیر پھینکیں، اگر میدان جنگ کے طالب ہو تو آد دو ہاتھ ہو جائیں اور اگر چاہتے ہو کہ ہم مدینہ کو واپس چلے جائیں تو لوٹ جلتے ہیں کفار مکہ کی طرف چلے گئے اور زبیر اور مقداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام موجود تھے، جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یا رسول اللہ! ہم آپ کے دو صحابہ پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ سفیان بن خالد باوجودیکہ کئی صحابہ کو شہید کیا اور بعض کو فروخت کیا تھا جیسا کہ تحریر ہو چکا ہے، اس بے حیائی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اس نے لشکر تیار کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ و قتال کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا، آپ نے عبد اللہ انیس کو اس شہریر کے شر کو دور کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ چونکہ عبد اللہ سفیان بن خالد کو نہیں پہچانتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اس کا حال بتائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

زبان مجربیاں سے اس کی شکل و ہیئت کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ جب تو اسے دیکھے گا اس سے ڈرے گا اور شیطان اس سے ملاقات کے وقت تیرے دل میں آئے گا۔ عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ جس طرح چاہے اس سے بات کرے، آپ نے اسے اجازت فرمادی وہ اپنی تلوار اٹھا کر چل دیا۔ جب منزلیں طے کرتے ہوئے لطنِ عرض میں پہنچا، اس نے ایک شخص کو ایک جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا، عبداللہ انیس کے دل میں اس شخص سے رعب پیدا ہوا، اسی طرح جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ اس نے سفیان کو پہچان لیا اور کہا، صدق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب سفیان کی نظر عبداللہ پر پڑی، اس نے حال پوچھا، اس نے جواب دیا میں قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فرج جمع کر رہے ہیں، میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ سفیان نے کہا، ہاں! اسی طرح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ عبداللہ انیس سفیان کے ساتھ چلتے ہوئے شعر پڑھتا رہا اور چند باتیں اس سے خوشامد کے طور پر کہیں، یہاں تک کہ وہ قسمت کا مارا مطمئن ہو کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور آرام کرنے لگا۔ جب رات ہو گئی اور اس کے دوست احباب متفرق ہو گئے اور ہر شخص کسی گوشہ میں جا کر سو گیا۔ عبداللہ اس کے خیمہ میں داخل ہوا، تلوار سے اس بد بخت کا سر جسم سے جدا کیا اور اسے لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا، راستہ میں ایک غار میں چھپ گیا، حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے عنکبوت کو حکم دیا اس نے اس غار کے دروازہ پر جالاتن دیا۔ جب سفیان کی قوم کو صورت حال کا علم ہوا، عبداللہ کے پیچھے بھاگے، ہر چند انہیں تلاش کیا مگر وہ انہیں نہ مل سکا لامحالہ نا امید و حیران واپس ہوئے۔ عبداللہ غار سے نکل کر اپنی منزل کو چل دیئے، دن کے وقت چھپا رہتا اور رات کو سفر کرتا، یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچ گیا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسجد میں طے، دشمن کے نامبارک سر کو دوست کے پاؤں میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ انیس رضی اللہ عنہ کو ایک عصا عنایت کیا اور فرمایا اسے جنت میں اپنا عصا بناؤ، کہتے ہیں کہ وہ عصا اس کے پاس وفات کے وقت تک رہا۔ وفات کے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس عصا کو کفن میں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیا بعض ارباب سیرت نے ان باتوں کو آخر سال سوم میں بیان کیا ہے

## سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی

ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو ایک سو پچاس صحابہ کے ساتھ جن میں عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص

اور اسید بن الحصیب بھی شامل تھے بنی اسد کی سرزمین کی طرف بھیجا۔ اس سریہ کے صحیحی کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ اسد کے بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنے متبعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے ابجا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ پر چڑھائی کر دیں اور گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کو وصیت فرمائی کہ اس سے پہلے کہ انہیں اطلاع ہو اور وہ لشکر لے کر ہم پر حملہ آور ہوں، تم وہاں پہنچ جاؤ اور انہیں تباہ کر دو۔ ابوسلمہ، ابن زبیر طائی کو اپنا رہنما بنا کر عام راستے سے ہٹ کر چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ بنی اسد کے ایک کنوئیں پر پہنچا اس جگہ جن قدر غلہ اور مویشی تھے ان پر قبضہ کر لیا جو لوگ وہاں موجود تھے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا اور بعض اپنی قوم کے ساتھ بھاگ کر جا ملے۔ وہاں جا کر انہوں نے اپنی قوم کو مسلمانوں کی کثرت تعداد سے آگاہ کیا۔ قیس بن حارث، طلحہ اور خویلد کو مسلمانوں کے مقابلہ سے منع کیا۔ وہ لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ابوسلمہ اپنی قوم کے ساتھ ان کے گھروں میں آیا اور غنائم سے اپنی فتح و نصرت کو مضبوط کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسد، ابوسلمہ کے مقابل اگر جنگ کیلئے صف بستہ ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے ایک وار میں ایک مشرک کو بہنم رسید کر دیا۔ پھر شکر کو پکارا کہ کھڑے کیوں ہو؟ ابوسلمان اور دوسرے مسلمانوں نے یکدم حملہ کر کے کفار کو شکست دے دی۔ مخالفین کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ صحیح و سالم مال اور غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔

صورت واقعیوں ہوئی کہ ابوہریرہ بن عامر بن مالک بن جعفر جسے طلحہ ابوسلمہ سریہ بیری معونہ کہتے تھے، قبیلہ نجد سے مدینہ میں آیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرف یاب ہوا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے دعوت اسلام قبول نہ کی۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا دین، دین شریف اور ملت ضعیف ہے، اگر آپ میرے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نجد اور نبی عامر کے لیے بھیج دیں تو وہ ممکن ہے وہ آپ کے دین کو قبول کر لیں اور آپ کی دعوت قبول کرتے ہوئے آپ کے احکامات کی اتباع کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نجدیوں سے مطمئن نہیں ہوں،



عمر نے کہا آپ فکر نہ کیجئے آپ کی قوم میری پناہ میں ہوگی، میں کسی شخص کو ان سے معترض نہیں ہوںے  
 دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ستر اشخاص کو تیار کیا۔ یہ صحابہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لیے لکڑی اور پانی وغیرہ کا انتظام کرتے تھے اور ایک روایت کے  
 مطابق خشک لکڑی بیچتے اور اسے اصحاب صفہ پر خرچ کرتے تھے۔ رات کو نماز ادا کرنے، اطاعت  
 اور قرآن سمجھنے میں مشغول رہتے تھے۔ وہ قراء صحابہ کی جماعت تھی ان میں سے اکثر انصار اور بعض یہاں  
 تھے اور ان کو بھیجا۔ ارباب سیر نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے۔ منذر بن ساعدی، خرام و  
 سلمہ پسران لمجان، حارث بن الصمہ، عامر بن نہیر، حکم بن کیسان، سہیل بن عامر، طفیل بن عبد  
 انس بن معاویہ، رافع بن نافع ہذیلی، عروہ بن الصلت، عطیہ بن عبد عمرو، مالک بن ثابت  
 عمرو بن امیہ ضمیری اور کعب بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن  
 عمرو کو اس سریرہ کا امیر بنایا۔ بخدا ورنہ بنی عامر کے رؤسا کو ایک خط لکھ کر انہیں دے کر نجد کی طرف بھیجا  
 جب مسلمان منزلیں طے کرتے بیرونہ پر پہنچے وہاں قیام کیا اور اونٹوں کو چراگاہ میں چرانے کے لیے  
 عمرو بن امیہ ضمیریؓ اور عامر بن الصمہؓ کو دیا اور مکتوب خرام بن لمجان کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے  
 عامر بن طفیل بن مالک بن عامر بن مالک کے بھتیجے کے پاس لے جائے۔ وہ دو دوسرے اشخاص  
 کے ساتھ روانہ ہوا، جب اس قوم کے نزدیک پہنچے، اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تم یہاں رہو میں  
 جاتا ہوں، اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو تم آجانا اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے اونٹوں  
 کے ساتھ چل جانا۔ جب خرام نے عامر بن الطفیل سے بات کی تو اس نے اسے نیزہ سے شہید کر دیا۔ پھر  
 عامر نے قبیلہ بنی عامر سے مدد طلب کی اور بہت بڑی جماعت اکٹھی کر کے بیرونہ کی طرف چل دیا۔  
 جب مسلمانوں نے اپنے آپ کو مصیبت میں گھرے ہوئے دیکھا، حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں زاری  
 کی اور کہا، خداوند! ہمیں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو ہمارا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں پہنچا دے، تو ہمارے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے جو اسل علیہ السلام  
 نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ان مظلومین کے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا۔

حاصل کلام یہ کہ مسلمانوں نے کفار کے ساتھ جنگ کی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

صرف عمرو بن امیہ ضمیری اور حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہم جو اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے بچ گئے۔

جب انہیں ساتھیوں کے حالات کی اطلاع ہوئی، عمرؓ نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور اس واقعہ سے آگاہ کریں۔ حارثؓ نے انکار کر دیا اور کفار کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کے ساتھ جنگ کی دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ آخر کار مشرکین نے اسے گرفتار کر لیا۔ حارثؓ باوجودیکہ کفار نے اسے قتل کرنے کا خیال ترک کر دیا تھا، پھر جنگ شروع کر دی۔ اور دو دوسرے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ آخر کار شہید ہو گیا۔ عامر بن الطفیل نے عمرؓ کو قید سے رہا کر دیا اور مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ ابورارہ کو جب اپنے بھتیجے کے دھوکے کا علم ہوا جو اس نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس پر اس قدر حزن و غم طاری ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں فوت ہو گیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، چالیس روز صبح کی نماز میں دُعا، زکوان، عوصیہ اور وہ لوگ جنہوں نے عامر بن الطفیل کی امداد کی تھی لعنت بھجی اور فرمایا اللھم اکفنی عما ہوا، اس نصیحت کو زن سلویہ کے گھر میں اونٹ کے طاعون کی مانند طاعون پیدا ہو گیا۔ انتہائی اضطراب سے آتا تھا عداۃ البعیر واعدوت فی بیت، سلویہ نے اپنا گھوڑا منگوا یا، وہ اس پر سوار ہوا اور اسی حالت میں اس کی نصیحت روحِ نقضِ عمرؓ سے دوزخ کو پرواز کر گئی علیہ اللعنة والخذلان، نقل ہے کہ جب عمرؓ بن امیہ ضمری ان کی قید سے چھوٹ کر مدینہ کی طرف چلا، راستہ میں نبی عامر کے دو مشرکوں سے ملاقات ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں تھے، عمرؓ کو ان کے امان کی خبر نہیں تھی چنانچہ اس نے ان دو کافروں کو بیر معونہ کے ظلم کے بدلے سوتے ہوؤں کو قتل کر دیا جب قطع مسافت کے بعد مدینہ پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں آیا اور صورت حال اور ان آدمیوں کے قتل کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو خطاب سے منسوب فرمایا اور اس بات کی کوشش کرنے لگے کہ ان دو آدمیوں کا خون بہا ان کے دشمن کو پہنچائیں۔

چونکہ عمرؓ بن امیہ نے عطی سے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا تھا لامحالہ **غزوہ بنی النضیر** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خون بہا کو ادا کرنے کا اہتمام کرنے کے لیے قبیلہ بنی النضیر سے کہا کہ ہم ان کا خون بہا ادا کریں گے چونکہ وہ بنی عامر کے معاہدے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہدِ پیمان رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت مثل ابوبکر صدیق، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، معاذ، اسید بن حصیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ

اس قبیلہ میں تشریف لے گئے تاکہ بنی النضیر ان دو مقتولین کی دیہت ادا کرنے میں مدد دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ میں آئے اور بنی النضیر سے مقصد و مدعا بیان فرمایا تو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم جو آپ کی خواہش ہے اس کے مطابق ہم کریں گے لیکن آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیے تاکہ ہم آپ کی ضیافت کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک مکان کی دیوار کے ساتھ پشت لگائے ہوئے تھے اور آپ کے تمام ساتھی اس مجمع میں بیٹھے تھے۔ اسی انار میں حنی بن اخطیب یہودی نے کہا، اے گروہ یہود، تمہیں اس سے بہتر موقعہ کبھی حاصل نہیں ہوگا۔ تمہارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس سے بہتر صورت نہیں ہے کہ کوئی شخص مکان کی چھت سے ان کے سر پر پتھر مارے تاکہ ہم ان کی تکلیف سے نجات پائیں۔ ابن مقونہ فتحاس نے کہا یہ کام میں کروں گا۔ سلام بن مخلم نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے سے منع کیا۔ اور کہا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام انہیں آسمان سے آکر تمہارے ارادہ سے آگاہ کر دے گا اور یہ نقص عہد کا سبب ہوگا اور اس کی وجہ سے بڑی خرابی پیدا ہو سکتی ہے بنی النضیر کے یہودیوں نے نہ سنا، اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے فریب سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتائے بغیر اس آدمی کی طرح جو رفع حاجت کے لیے جاتا ہے مجلس سے اٹھ کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تعرض سے مطمئن تھے۔ جب یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غائب ہونے کی خبر ہوئی، کنانہ جو ایک یہودی تھا، نے کہا، اے یہودیو! کیا تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مجلس سے کیوں اٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ کیوں اٹھے اور آپ بھی نہیں جانتے، اس نے کہا، مجھے تو ریت کی قسم، میں جانتا ہوں، قسم بخدا، خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے فریب سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو فریب اور دھوکہ مت دو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول اور خاتم انبیاء ہیں۔ تمہارا خیال تھا کہ خاتم انبیاء والی بارون علیہ السلام کی نسل سے ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نعمت جسے چاہا دے دی اور جس پر چاہا سعادت کا دروازہ کھول دیا۔ ہم نے تو ریت میں خاتم انبیاء کی جو صفات پڑھی ہیں وہ تمام آپ کی ذات میں موجود ہیں اور آپ کی ذات بابرکات بغیر کسی کمی و زیادتی سے ان کے ساتھ متصف ہے۔ مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ تمہاری جلا وطنی کا حکم صادر فرمائیں گے۔ تمہارے بچے ضائع، گھر خالی اور مال و اسباب تلف ہوں گے اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کرو، انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا،

زیادہ بہتر اور درست یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ کہ تمہاری اولاد اور مال محفوظ رہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم تو رایت نہیں چھوڑ سکتے، اور موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا دوسری یہ بات ہے کہ جب وہ کہیں کہ ملک چھوڑ کر باہر چلے جاؤ تو قبول کر لو تا کہ ان کا حکم قبول کرنے کی وجہ سے تمہارے خون حلال اور مال برباد نہ ہو۔ یہودیوں نے کہا ہم جلا وطنی اختیار کرتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بنی النضیر میں چھوڑ کر مدینہ میں تشریف لے آئے وہ کافی انتظار کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے سے مایوس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ کو واپس آ گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالات دریافت کئے، آپ نے فرمایا یہودیوں کا ارادہ دھوکا کرنے کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا۔ پھر محمد مسلمہ کو بنی النضیر کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ میرے ملک سے باہر چلے جاؤ، کیونکہ میرے ساتھ تم نے دھوکا کیا ہے، تمہیں دس روز کی مہلت ہے۔ دس روز کے بعد جو شخص اس جگہ ملے گا، میں اسے قتل کر دینے کا حکم دوں گا۔ یہودی جلا وطنی قبول کر کے تیاری میں مشغول ہوئے، صحرائے اونٹوں کو لے آئے اور دوسرے اونٹ کرایہ پر لے لیے تاکہ باہر چلے جائیں۔ اچانک عبداللہ ابی سلول منافق کا قاصدان کے پاس پہنچا کہ تم اپنا وطن مت چھوڑو اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جاؤ اور اطمینان اور فارغ البالی سے رہو، کیونکہ میں دو ہزار ستر ہزار کار اور بہادر فوج کے ساتھ تمہاری امداد کے لیے آ رہا ہوں۔ بنی قریظہ کے یہودی اور ان کے خلفاء جو بنی غطفان ہیں بھی مدد و معاون ہوں گے۔ اس وجہ سے حمی بن اخطب نے خوشی اور مغرور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیجا، اور پیغام دیا کہ ہم اپنے گھر چھوڑ کر باہر نہیں جائیں گے، آپ ہمارے متعلق جو کر سکتے ہیں کیجئے، جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی بلند آواز سے تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی موافقت کی۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے غزوہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ابن ام کلثوم کو خلیفہ بنایا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو جھنڈا اعنایت فرمایا اور مدینہ سے باہر آ گئے۔ دوسری نماز بنی النضیر کے میدان میں ادا فرمائی۔ جب یہودیوں نے لشکر اسلام کو دیکھا اور طی کی مانند قلعوں میں گھس گئے۔ قلعوں کے دروازوں کو بند کر کے تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ عشا تک انہوں نے جنگ کی جب مسلمانوں نے عشا کی نماز ادا کر لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے سردار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ روایات کے اختلاف کے مطابق تھے، صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رکھا اور تکبیر کہتے رہے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ، خطبہ کے میدان میں تھا، ایک تیر انداز جو غرورا سے موسم تھا، اس نے ایک تیر پھینکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں گرا، لامحالہ خیمہ کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ جب رات ہوئی لشکر گاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا، تمہاری کسی بہم کے لیے باہر گیا ہوگا۔ اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے اور غرور کے سر کوزمین پر پھینک دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آپ کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حالات کی کیفیت پوچھی، علی المرتضیٰ نے عرض کیا میں نے اسے بہادر خیال کرتے ہوئے سوچا ممکن ہے اس کی جرأت اسے رات کو قلعہ سے باہر آنے پر ابھارے اور جس کسی کو غافل دیکھے اٹھائے جائے، میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ نگلی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، نو دوسرے آدمیوں کے ساتھ چلا آتا ہے۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر کو جسم سے جدا کر دیا۔ اس کے ساتھی اس قدر نزدیک ہیں کہ اگر آپ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجیں تو ہم ان پر فتح مند ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جحشہ بن سہیل بن حنیف اور سات دوسرے بہادر علی بن ابی طالب کے ساتھ کر دیئے۔ علی کرار رضی اللہ عنہ دس بہادر مہاجر و انصار مردوں کے ساتھ غرورا کے ساتھیوں کے پیچھے بھاگے، اس جماعت کو قلعہ کے باہر چالایا اور تمام کو قتل کر دیا۔ ان کے سروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی خطیہ کے سروں کے ساتھ اس یہودی بد بخت کے سر کو لٹکادیں، محاصرہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسنی مازنی اور عبداللہ سلام کو فرمایا کہ یہودیوں کی امید گاہوں یعنی درختوں کو کاٹ دیں۔ ابولسلی کعبور کے بہترین درختوں کو جو عجمہ کے نام سے موسوم تھے، گراتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ یہودیوں پر بہت دشوار ہوگا، اور عبداللہ سلام ان میں سے مردہ کعبوروں کو کاٹتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کی ملکیت کی ہر چیز مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے گی، اس لیے اچھے درختوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے متعلق آیہ کریمہ ما قطعتم من لنیۃ ادرکتموها قائمۃ

علی اصولہا فاذن اللہ دیحذی الفاسقین، نازل ہوئی چونکہ ابن سلول منافق اپنا وعدہ پورا کرنے میں سچا نہیں تھا، کسی بھی طریقہ سے یہودیوں کی امداد نہ کر سکا، انہیں کسی اور جگہ سے بھی ممد اور معاون کی توقع نہیں تھی، لامحالہ اپنے کئے ہوئے پریشیاں ہوتے۔ حق تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف اور دہشت پیدا فرمادی اور ان پر اسقدر مایوسی طاری ہوئی کہ انہوں نے کسی شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجئے تاکہ ہم ملک چھوڑ کر باہر چلے جائیں اور مسافری اور تنگی کی زندگی بسر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تمہاری درخواست اس شرط پر قبول کی جاتی ہے اگر تم اپنا تمام اسلحہ چھوڑ دو اور اتنا مال و اسباب جو تمہارے چوپائے اٹھا سکیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ لامحالہ اس پر وہ راضی ہو گئے۔ چھ سو اونٹ لاد کر بعض شام کی طرف اور بعض خیبر اور کچھ دوسرے اطراف میں پھیل گئے اور ان کے تمام مال و جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی یہ تمام آپ کے قبضہ میں آگئی اور آپ کی ملکیت قرار پائی۔ چنانچہ اس پر خمس بھی مقرر نہ ہوا اور کہتے ہیں کہ بنی النضیر کا اسلحہ پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کو جو چاہتے عطا فرماتے۔ ان کے اموال و اسباب میں سے کچھ مسلمانوں کو بخشا اور ان کی زمینوں اور اموال سے ایک سال کا نان و نفقہ اپنے لیے مقرر فرمایا تھا۔ جو کچھ بچ گیا مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ ہوتا رہا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے وقت سے غزوہ بنی النضیر تک مہاجرین انصار کے گھروں میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ ان کے ساتھ برادرانہ طریقے سے رہتے تھے۔ جب بنی النضیر کے اموال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئے تو انصار سے خطاب کرتے ہوئے انہیں دعائیں دیں اور ان کی تعریف فرمائی اور مہاجرین کے ساتھ ان کی شفقت و احسان کے طرز عمل اور ان کی امداد و اعانت کا شکریہ ادا کیا، پھر فرمایا، اے گروہ انصار! تم چاہتے ہو کہ بنی النضیر کے اموال کو جسے حق تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور ان کے علیحدہ گھر متعین کر دوں، تاکہ ہر شخص اپنے اخراجات کا خود کفیل ہو، سعد بن حماد اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال کو آپ نقرار و مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے کیونکہ انہوں نے دین کے ساتھ محبت کی وجہ سے اپنی زمین، جائداد، مال و اسباب اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مسافری اختیار کی ہے اور

اور انہیں خیر باد کہا ہے۔ یہ جب دستور سابق ہمارے گھروں میں رہیں گے کیونکہ ہمارے ہاں تمام خیر و برکت انہیں کے قدموں سے ہے جب سعید نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ کو ان کی یہ بات اچھی معلوم ہوتی، خوش ہوتے اور ان کے لیے یہ دعا فرمائی، اللهم الرحيم لا انصار وابناها الانصار وابناء ابناها، پھر بنی النضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور مصلحت کے طور پر ابوسلمہ بن عبداللہ مخزومی کے خاص ساتھیوں کے لیے مزرعہ زمین متعین کی انصار میں سے سہیل بن حنیف اور ابودجانہ کے لیے ان کی احتیاج کی وجہ سے ان کے لیے حصہ جدا کیا اور بنی النضیر کے اسلمہ میں سے ابن ابی الحقیق کی تلوار جو عہدگی میں مشہور تھی، سعد بن معاذ کو عطا فرمائی واللہ اعلم الرشاد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے تھے تو اپنا رخ انور اپنے اصحاب کی طرف کرتے، آنحضرت صلی اللہ

ولادت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

علیہ وسلم کی پیشانی کے انوار سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دامن سے غم و اندوہ کی تباہ بیکمانی دور ہو جاتیں، ایک روز صبح کی نماز ادا فرما کر غیبی اشارہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا اور اپنے ساتھ مسجد سے باہر لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حالات سے واقف نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کے کمرہ میں آئے۔ اندر آنے سے پہلے علیؑ سے فرمایا کہ وہ حجرہ کے دروازہ پر پڑھ لے اور آنے والوں کو داخل ہونے سے پہلے روکے، کیونکہ حسینؑ پیدا ہوتے ہیں اور ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مبارک باد کے لیے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اندر آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پہنچے تھے، دروازہ پر حضرت علیؑ کم اللہ وجہ کو کھڑے دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا، حضرت علیؑ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں ہیں اور مجھے آنے والوں کو روکنے کے لیے دروازہ پر کھڑا کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اندر آنے کی اجازت ہے، علیؑ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کام میں مصروف ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے، حضرت علیؑ نے کہا، فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے، فرشتے اس کی زیارت کو آتے اور مبارک دیتے ہیں، اب تک چار ہزار چار سو بیس فرشتے آچکے ہیں اور دوسرے آ رہے ہیں۔ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس

علیؑ کی ان پر اطلاع پر متعجب ہوئے۔ تھوڑی دیر ٹھہرے تو امیر المؤمنین عمر بن عثمان اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم آگے اور انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجرہ میں لائے۔ امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰؑ سے جو کچھ سنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تجھے اس حقیقت کی کس نے اطلاع دی اور ملائکہ کی تعداد کا تجھے کیسے علم ہوا، انہوں نے عرض کیا میں ملائکہ کے آنے سے واقف ہو گیا اور فرشتوں کی جو جماعت بھی آتی اپنی زبان میں اپنی تعداد بتاتی، میں ان کی تعداد ایک دوسرے سے اخذ کرتا یہاں تک کہ ان کی یہ تعداد ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **زادك الله عقلا**۔

واقعات سال چہارم

ان واقعات میں سے ایک تو عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے وفات پائی، دوسرے ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی جو ام سلمہ کے خاوند تھے، فوت ہوئے۔ فاطمہ بنت اسد، امیر المؤمنین علیؑ کی والدہ بھی اسی سال فوت ہوئیں۔ پھر اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں سے نکاح کیا اور اہمات المؤمنین میں شامل کیا۔

غزوہ بدر صغریٰ ابوسفیان نے جنگ اُحد سے لوٹتے وقت مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال اسی موسم میں بدر میں ایک اور جنگ ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے جواب دیا تھا کہ ہمیں منظور ہے۔ دوسرے سال ابوسفیان نے جنگ کے معاملات کی تیاری اور جنگ و قتال کے اسباب مہیا کرنے میں مشغول ہو کر قریش کو جنگ کے لیے ابھارا لیکن اس کا دل زبان کا ساتھ نہیں دیتا تھا، اور اس کا تکلف سے اظہار کرتا تھا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ابوسفیان کی طرف سے وعدہ خلافی ہوئی۔ پھر نعیم بن مسعود اشجعی نے جو کہ مدینہ سے مکہ آیا تھا، قریش کو شکستِ اسلام کی تساری، شان و شوکت اور سامان جنگ کی تیاری کے حالات بتائے۔ ابوسفیان نے اس سے



ملاقات کر کے اسے کہا کہ غزوہ اُحد میں ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا وعدہ تھا، لیکن  
 اس سال سخت قحط ہے، اس لیے ہم پسند نہیں کرتے کہ ان کی طرف لشکر کشی کریں۔ اگر تم مدینہ  
 جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے ڈراؤ اور خوفزدہ کر کے باہر نکلنے سے  
 روک دو تاکہ وعدہ خلافتی ان کی طرف سے متحقق ہو تو میں ضامن ہوں کہ قریش تمہیں چند تین سالہ  
 اونٹ انعام دیں گے۔ سہیل بن عمرو نے کہا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ وصول ہوں گے۔ نعیم  
 مدینہ گیا اور مسلمانوں کو کفار کے لشکر کی تیاری اور اس کی شان و شوکت کی خبر دی اور ان سے جنگ کے  
 قتال کرنے سے ڈرایا اور کہا مصلحت اسی میں ہے کہ مدینہ سے ہرگز باہر نہ نکلا جائے اور عافیت کے  
 پاؤں قیام کے دامن میں رکھے رہیں۔ مسلمانوں نے اسے سچا سمجھ کر فرج کو ناپسند کیا اور شہر میں  
 ٹھہرے رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ کوئی شخص بھی اس  
 غزوہ کو اختیار نہیں کرے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان بدر میں جانے پر اصرار کیا اور معقول اور پسندیدہ باتیں  
 کہیں۔ سابقہ تجربہ کی روشنی میں درست رائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور و شاد ماں ہو کر فرمایا، خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، میں جنگ کے لیے جاؤں گا خواہ اُحد کے ساتھی میرے ساتھ  
 موافقت نہ کریں۔ اس بات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سے خوف و خشیت جاتا رہا اور  
 ان کے دلوں میں توت و شوکت پیدا ہوئی، جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 عبداللہ رواحہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، نصرت شعار جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دے کر ڈیڑھ ہزار  
 بہادروں کے ساتھ ابوسفیان کے ذلیل شیطان صفت لشکر کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے نکلے اسلامی فوج  
 میں اس دفعہ دس گھوڑوں سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے۔ لیکن تجارت کا سامان صحابہ کے پاس بہت  
 تھا۔ ماہ ذی قعدہ کی یکم کو میدان بدر میں آئے۔ سامان کو پوری قیمت پر فروخت کیا چنانچہ ہر دینار پر  
 ایک دینار نفع ہوا۔ آٹھ روز کے بعد اطمینان و خوشی اور سکون خاطر سے مدینہ کی طرف لوٹے۔ اس سفر  
 میں مسلمانوں کا مقابلہ کفار سے نہیں ہوا اور آیتہ کریمہ فاقبلوا بنعمة من الله وفضلے لیس  
 یمسہم سوء واتبوا وصوان الله والله ذو فضل عظیم، بعض کے قول کے مطابق اسی

سلسلہ میں نازل ہوئی کہتے ہیں ابوسفیان دو ہزار مردوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، مرا نظر ان تک پہنچ کر واپس ہو گیا۔ یہاں یہ کیا کہ صحرا خشک ہے، چارہ اور گھاس نہیں ہے، اس لیے اونٹ دودھ نہیں دیتے، لشکر تنگی میں گزارہ کرتا ہے۔ جب مسلمانوں کی شوکت و دبدبہ اور قوت و طاقت کفار سے بیان کی گئی صفوان نے ابوسفیان سے کہا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کا وعدہ کیا لیکن اپنے وعدہ کو پورا نہیں کر سکا، یہاں تک کہ وہ ہم پر دلیر ہو گئے، پھر وہ جنگ خندق کا سامان تیار کرنے میں مشغول ہوئے چنانچہ عنقریب انشاء اللہ اس کا بیان آئے گا چونکہ ستوں کے بغیر مکہ والوں کی اس سفر میں کوئی اور خوراک نہیں تھی، اسی سے غذا حاصل کرتے، اسی لیے اسے جیس السویق کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اسی سال ایک یہودی مرد نے ایک یہودی عورت سے زنا کیا، ایک اور واقعہ تواریت کے حکم کے مطابق جو شریعت محمدیؐ کے موافق تھا دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا گیا، مگر بعض یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ تواریت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کی اس طرح تشہیر کا حکم ہے کہ ان کے منہ سیاہ کر کے اونٹ پر اٹے منہ سوار کریں اور شہر میں پھرائیں۔ عبداللہ سلمؓ نے بڑے اتہام سے اس قوم کو جھٹلایا اور تواریت سے اسی طرح حکم نکلا جس طرح مشرآن میں ہے اور تم پر یہودیوں کی بات کا بطلان اور کذب ظاہر ہو گیا۔

طعمہ بن ابیرق اوسی نے قتادہ بن النعمان انصاریؓ کے گھر سے زرہ چرائی اور ایک یہودی جس کا نام انید بن ایسبن تھا کے گھر میں اس کے سپرد کی۔ قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ نے کسی نہ کسی طریقہ سے اس زرہ مذکور ازید کے گھر سے برآمد کر لیا تھا۔ ازید مسکین کو محاسبہ اور باز پرس کے لیے بلا یا گیا۔ اس نے کہا، اسے میرے گھر میں طعمہ بن ابیرق بطور امانت سپرد کر گیا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ ذہ زمانہ جاہلیت میں چوری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی، جس سے اس خیانت سے طعمہ کی ذمہ داری جاتی رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو سزا دینے کا ارادہ فرمایا لیکن اسی حالت میں آیت کریمہ انا انزلنا الیک الكتاب بالحق حکم

بین الناس جما اذاك الله ولا تكن للخائنين، نازل ہوئی۔ لامحالہ آنحضرت اللہ علیہ وسلم رک گئے اور طعمہ کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا، طعمہ بھاگ کر مکہ چلا گیا، وہاں اس نے ایک چوری کی اور چوری ہی میں اپنی جان کو برباد کیا اور ایک روایت میں ہے کہ وہاں سے بھی بھاگ گیا اور کشتی میں سوار ہوا، وہاں کشتی والوں کی روپوں کی تفصیلی چرائی، انہوں نے اسے پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔

**حرمت خمر** اس سال اکثر بزرگوں کے قول کے مطابق آیت تحریم خمر نازل ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے یہ آیت کہ ومن شراب الخمر الخمر منہ سکو اود ذقا حسنا، اتری۔ اس زمانہ میں مسلمان ابھی اسے پیتے تھے بلکہ اسے باح قرار دیتے تھے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو کثرت عقل اور وفور دانش سے آراستہ و پیراستہ تھی ان مفاسد کی وجہ سے جو وہ اس سے محسوس کرتے تھے، ہمیشہ اس خواہش میں تھے کہ شراب کے متعلق کوئی قطعی حکم نازل ہو اور حق تعالیٰ سے یہ سوال کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی یسئلونک

عن الخمر والمیسر قل منہما اثم کبیر ومنافع للناس وانہما اکبر من نفعما جب آیت نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھ کر فرمایا کہ یہ تحریم خمر کا مقدمہ ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی، اللہوبین لنا بیانا شافیا فی الخمر، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس آیت کے اترنے پر شراب کو بالکل چھوڑ دیا اور کہا کہ وہ چیز جس میں گناہ بڑا ہو اس کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اور دوسرا گروہ ومنافع للناس کو دیکھتے ہوئے کبھی کبھار استعمال کر لیتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے بعض دوستوں کی ضیافت کی ہوئی تھی وہاں شراب لاکر انہوں نے پی، اور نشے کی حالت میں تھے کہ رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ نماز میں ان کے امام نے سورہ قل یا ایہا الکافرون پڑھی۔ چند مقامات پر جہاں لا کا کلمہ تھا چھوڑ دیا۔ حق تعالیٰ نے آیت بھیجی یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى حتی تعلموا ما تقولون، اس کا ارتکاب کرنے والے گروہ نے جب اسے نماز و عبادت کے منافی دیکھا، اس سے ہاتھ پھینک لیا لیکن دوسری جماعت کو اس کے پینے کا اتفاق ہوا، لیکن نماز کے وقت اس سے احتراز کرتے اور ہوش میں رہنے کی کوشش کرتے، یہاں تک کہ نخس بن ماک انصاری نے صحابہ رضی اللہ عنہم

کی ایک جماعت کی ضیافت کی اور اونٹ ذبح کر کے بریاں کیا ہوا تھا۔ جب کھانا کھا چکے وہ شراب لے آیا، انہوں نے اسے پیا، حالت نشہ میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے اور ایسے اشعار جو ان کے مناسب حال تھے پڑھتے۔ سعد بن ابی وقاص نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح تھی۔ ایک انصاری جس کے ہاتھ میں اونٹ کی ہڈی تھی سعد کے پاس کھڑا بھتا، سعد کے سر پر ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر انصاری کی شکایت کی۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو جب واقعہ کی کیفیت معلوم ہوئی پھر دعا کرتے ہوئے کہا اللہم بین لنا بیا ننا شافیا فی الخمر، حق تعالیٰ نے آیت بھیجی، یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والاکانصاب والاذلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون، انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعبادۃ الصلوٰۃ فہل انتم منتہون، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت سنی تو کہا انتہا یاد رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بازار میں اعلان کر دیا گیا کہ الاوان الخمر قد حرمت، جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً شراب حرام ہو گئی۔ اعلان کے وقت جو شخص شراب پی رہا تھا اپنا ہاتھ روک لیا۔ بعض نے اپنے آلودہ ہاتھ اور منہ کو دھو دیا، جس گھر میں بھی شراب تھی تمام کو بہا دیا چنانچہ شراب بازاروں میں پانی کی طرح بہنے لگی۔ بزرگان دین نے اس آیت کریمہ میں دس دلیلیں بیان کی ہیں اور شراب کی حرمت کو ثابت کیا ہے چنانچہ امام اللامہ مفتی اشعلین نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ شرح اربعین میں انہیں بیان کیا ہے۔ پہلی دلیل یہ کہ خمر کو جوئے کے ساتھ بیان کیا ہے انما الخمر والمیسر، جو احرام ہے اس کا ساتھی بھی حرام ہے۔ دوسری دلیل۔ بت پرستی جو حرام ہے اس کے ساتھ بیان کی ہے والاکانصاب والاذلام اور یہ بدترین محرمات ہے، اسے بھی چاہیے کہ حرام ہو۔ تیسری دلیل۔ اسے جس فرمایا اور جس نجس اور پلید ہے اور جو چیز نجس ہو حرام ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ فرمایا من عمل الشیطان اور جو شیطان کا کام ہے حرام ہوتا ہے۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اجتناب کا حکم دیا ہے اور امر و جوب پر دلالت کرتا ہے اور جس سے اجتناب ضروری ہو حرام ہوتا ہے۔ چھٹی دلیل،

فلاح کو اس سے اجتناب کے ساتھ مربوط کیا لعلکم تفلحون، اور یہ حرمت کی دلیل ہے۔ ساتویں دلیل بعض عداوت کا یہ سبب ہے۔ انما یدید الشیطان ان یوقع بینکم العداۃ والبعضا فی الخسر والمیسر اور جو چیز مسلمانوں کے لیے دشمنی کا سبب ہو حرام ہوتی ہے۔ آٹھویں دلیل۔ اللہ کی یاد سے روکنے والی ہے، و بصدکم عن ذکر اللہ اور یہ بھی حرمت کی دلیل ہے۔ نویں دلیل نماز سے محرومی کا سبب ہے وعن الصلاة اور یہ بھی حرمت کی دلیل ہے۔ دسویں دلیل یہ ہے کہ فرمایا فعل انتم منتہون، یعنی انتہوا اور یہ اجتناب کا حکم ہے اور وجوب کا امر ہے اور جس کا چھوڑنا فرض ہو، حرام ہوتا ہے، واللہ اعلم،

## اٹھواں باب

# غزوة ذات الرقاع

بعض ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوة ذات الرقاع اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوة کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص چند بھیڑیں فروخت کرنے کے لیے مدینہ میں لایا تھا، اس نے مسلمانوں کو بتایا کہ قبیلہ بنی رغار اور ثعلبہ نے لشکر جمع کیا ہے اور وہ تمہارا قصد رکھتے ہیں۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پہنچی، ذمی النورینؓ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا گیا اور چار سو آدمیوں اور ایک روایت میں سات سو آدمی اس ماہ کی دس تاریخ شبہ کی رات مدینہ سے نکلے، قطع مسافت کرتے ہوئے ان کے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ وہ جگہ ذات الرقاع سے ملقب تھی۔ کیونکہ وہ مختلف رنگوں کے مرقع کپڑے کی مانند ایک پہاڑ کے قریب واقع تھی۔ اس جگہ عورتوں کے بغیر کوئی مرد انہیں نہ ملا، کیونکہ مرد پہاڑوں اور ٹیلوں میں قلعہ بند تھے۔ اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ مشرکین اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے ہوں فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ان پر حملہ کریں، مسلمانوں نے کفار کے اموال کو نہ لوٹا، اس جگہ نماز خوف ادا کی یہ سب سے پہلی نماز خوف تھی جو ادا کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے غائب رہنے کی مدت پندرہ راتیں تھی پھر مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ ربیع الاول تک مدینہ سے کوئی لشکر باہر نہیں گیا۔

غزوہ دومۃ الجندل ایک پہاڑ ہے جہاں سے کوفہ میں منزلیں اور دمشق بھی دس منازل پر ہے اور کہتے ہیں کہ دومۃ الجندل قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر پر

رکھی ہے اور اس جگہ کی پیداوار کھجور اور جو ہیں۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ اس جگہ ایک جماعت جمع ہو گئی ہے اور مسافروں کو بہت تکلیف پہنچاتے ہیں اور اکید ابن مالک نصرانی اس جگہ کا حکم ہے اور وہ قیصر کے زیر فرمان ہے، اور بہت سی فوج جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و قتال کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور سباع بن عرفد غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ ایک رہبر مقرر کر کے قطع مسافت کرتے ہوئے سرکشوں کے قلع قمع کے لیے روانہ ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت راستہ سے ایک طرف ہوجاتے اور قیام کرتے تھے، جب ایک روزہ سفر رہ گیا، رہبر نے عرض کیا کہ مخالفین کے مواشی نزدیک ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مواشی پکڑنے اور سامان ضبط کرنے کا حکم دیا۔ مواشی چرانے والوں اور اموال کے محافظوں نے ادھر ادھر بھاگ کر قلعہ دومۃ الجندل کے باشندوں کو خبر پہنچائی، وہاں کے لوگ منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ ان لوگوں نے سے کوئی شخص سامنے نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کئے۔ محمد بن مسلمہ نے مخالفین کے ایک شخص کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قوم کے متعلق خبر پوچھی، اس نے کہا جب انہوں نے مسلمانوں کے اس طرف متوجہ ہونے کی خبر سنی گھروں کو چھوڑ کر تیزی سے بھاگے، وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ وہاں سے آپ صبح وصال اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ اس سفر کی مدت ایک ماہ سے زیادہ تھی۔

غزوہ مرالیس اسے غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور مرالیس ایک کنوئیں کا نام ہے جہاں بنی المصطلق ٹھہرتے تھے۔ وہ بنی خزاعہ کا مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی ہے۔ نجد سے ساحل تک اور مصطلق، خذیمہ بن سعد بن عمرو بن عمیر بن ربیعہ بن حارث کا

لقب ہے جو بنی خزاعہ سے ہے اور بنی خزاعہ کے ایک بطن کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اس غزوة کا سبب یہ تھا کہ اس قوم کے پیشوا حارث بن ابی ضرار نے بعض عرب قبائل سے استدعا کی کہ وہ اس کے ساتھ اتفاق کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و قتال کا مشورہ کریں اس ارادہ سے بدبختوں کی جماعت جمع ہو کر جنگ کی تیاری میں مشغول ہو کر جنگ کی خاطر مدینہ کی طرف بڑھنے لگے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ بن الخضیب کو مخالفین کی طرف بھیجا تاکہ خبر کی تحقیق کریں بریدہ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے، اس نے تقاضائے وقت کے مطابق کہا میں نے سنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں قاصد ہوں اور اس غرض کے لیے آیا ہوں تاکہ معلوم کر دوں کہ آیا یہ بات واقع کے مطابق ہے۔ اگر ایسا ہو تو میں تمہاری مدد کروں، بنی المصطلق اس کے ساتھ عزت و احترام کے شرائط بجالاتے۔ انہوں نے کہا ہاں یہ ہمارا پختہ ارادہ ہے۔ بریدہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں جا کر اپنے آدمیوں کو تیار کر کے واپس آؤں اور اپنے ساتھ لاؤں جو دشمن کو ہلاک کریں۔ اس بہانہ سے ان سے نکل آیا اور جو کچھ معلوم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا سامان تیار کر کے مہاجرین کا بھندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انصار کا بھندہ اسعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقدمہ الجیش پر، زید بن حارثہ یممنہ پر، عکاش بن محسن میسرہ پر ہوں گے۔ لشکر میں تیس گھوڑے مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے۔ اس سفر میں منافقین نے غیبت کے لالچ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا، دشمن کے ایک جاسوس کو پکڑ کر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے جو کہ مقدمہ الجیش پر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دھمکانے پر جاسوس نے اعتراف کیا کہ مجھے بنی المصطلق کے سردار نے اسلامی فوج کی جاسوسی کے لیے بھیجا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس جاسوس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور صورت آتھہ عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک کے سامنے کلمہ توحید پیش کیا، اس بدبخت نے انکار کر دیا چنانچہ اسے تلوار کی ایک ضرب سے جہنم رسید کر دیا گیا۔ جب مخالفین کو جاسوس کے قتل ہونے کی خبر پہنچی ان پر خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ بہت سے لوگ جو اطراف و اکناف سے آکر حارث بن ضرار کے پاس جمع ہو گئے تھے، مختلف راستوں سے فرار ہو گئے اور ہر ایک بھاگ کر اپنی قیامگاہ

اور شہر میں چلا گیا اور حارث کے ساتھ بنی المصطلق کے سوا کوئی قبیلہ نہ رہا۔ سلطانِ تخت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم منازل و مراحل طے کرنے کے بعد بنی المصطلق کے کنوئیں پر اترے۔ اس سفر میں اہبات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما ساتھ تھیں۔ ادھر کفار بھی لشکر کی ترتیب میں مشغول ہوئے اور تاریکی اور کھمکھم کا جھنڈا صفوان نامی ایک شخص کے سپرد کر کے میدانِ جنگ و قتال میں بکھلے جب صفیں درست ہو گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کو دینِ توحید کی دعوت دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی طرف رخ کر کے بلند آواز سے کہا،

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہو تاکہ تمہاری جانیں اور اموال محفوظ رہیں، انہوں نے قبول نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مسلمانوں نے یک دم حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے وقت قتادہ نے اس شخص کو قتل کر دیا جس کے پاس مشرکین کا جھنڈا تھا۔ حق تعالیٰ نے ملائکہ کے ساتھ مسلمانوں کی امداد فرمائی اور ان کے دل میں خوف و دہشت پیدا کر دی، یہاں تک کہ کفار کو شکست ہو گئی۔ ان میں سے دس آدمی قتل اور باقی قید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے ایک شہید ہوا۔

نقل ہے آتشِ جنگ فرو ہونے کے بعد بنی المصطلق کا ایک شخص زیورِ اسلام سے شرف ہوا، اس نے کہا، اس لڑائی میں اہلِ گھوڑوں پر سفید پوش مردوں کو اسلامی فوج میں ہم مشاہدہ کرتے تھے جنہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حارث بن ہزار کی بیٹی جویریہ کہتی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں کے قریب پہنچے، میرے باپ نے کہا اس دفعہ عجیب فوج نے ہمارا رخ کیا ہے جب میں مسلمان ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عقدِ نکاح سے سرفراز کیا تو اسلامی فوج کی پہلی سی شوکت و عظمت مجھے نظر نہ آئی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ خوف و دہشت تھی جسے حق تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا۔ جب خدا تعالیٰ مدد و اعانت سے مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور کفار مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تو جویریہ بنت حارث بن ہزار کو ثابت بن قیس بن شماس نے گرفتار کیا تھا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں اور مالِ غنیمت کو تقسیم کر کے گھر تشریف فرما ہوئے تو جویریہ بھی داخل ہوئیں۔ جب میری نظر اس پر پڑی میرے دل میں آتشِ غیرت شعلہ زن ہوئی کیونکہ وہ بہت عمدہ اور حسین و جمیل تھی۔ میں نے کہا اہسانہ ہو کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر ہو جلتے اور آپ کا دل اس کی طرف راغب ہو اور اسے ازواجِ مطہرات



میں شامل کر لیں، آخر یہی ہوا۔ کیفیت واقعات یہ تھی کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہوئی، اس کی سب سے پہلی بات یہ تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو کر آئی ہوں، اللہ ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ، پھر کہا میں حارث بن ہزار قبیلہ کے سردار اور پیشوا کی بیٹی ہوں، اب لشکر اسلام کی قیدی ہوں اور ثابت بن قیس نے مجھے گرفتار کیا ہے۔ اب مجھے اس چیز کے ساتھ مکاتیب کیلئے جسے میں ادا نہیں کر سکتی۔ اب آنجناب سے درخواست ہے کہ مجھے ایسا حکم فرمائیں جسے میں ادا کر سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایسا ہی کروں گا۔ اور اس سے بہتر بھی تجھ سے عہد کروں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری مکاتیب کا مال بھی دوں گا اور تجھے اپنے جبارہ نکاح میں بھی لاؤں گا۔

چہ دولتی بہ ازیں گزشت سوز فراق نسیم وصل تو یابد دل بجاں مشتاق  
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور جویریہ کو اس سے طلب کنایت کی رقم اس کو دی، آزادی کے بعد اسے اپنے نکاح میں لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب صورت حالات کا علم ہوا، انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے اقرباء اور رشتہ دار ہماری امیری اور غلامی کی ذلت میں مبتلا ہوں۔ لامحالہ انہوں نے تمام بنی المصطلق کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ قیدی سو سے زیادہ تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اب تک یہ علم نہیں تھا کہ کسی قوم کی خیر و برکت اس طرح عام جیسا کہ جویریہ کی خیر و برکت اپنی قوم کے لیے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ گرفتاری سے پہلے اس کا نام تیرہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جویریہ بخوبی فرمایا۔

اس غزوہ کے دوسرے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بنی المصطلق سے فراغت کے بعد سنان بن جہنی کا اپنے معاہدہ قبیلہ خزرج اور جہا ہمہ کے درمیان جہنوں نے اپنے ڈول کو ان کے کنوئیں میں ڈال دیا تھا، جھگڑا ہو گیا، اور یہ اس طرح ہوا کہ ڈول آپس میں مل گئے، ان میں سے ایک باہر نکلا جہا ہمہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا ڈول ہے اور سنان کہتا کہ میرا ہے لیکن دراصل ڈول سنان کا تھا۔ قصہ جھگڑے تک نوبت پہنچی، چنانچہ جہا ہمہ نے سنان کے منہ پر گھونسا مارا جس سے خون بہنے لگا۔

سنان نے فریاد کی اور گروہ انصار کو بلایا۔ جیسا کہ نے ایک نعرہ بلند کیا اور مہاجرین کو بلایا: و نزل فریق تلواریں کھینچ کر فساد کے لیے کود پڑے، قریب تھا کہ آتش فتنہ و فساد بھڑک اٹھے۔ چونکہ جیسا کہ نے بلا وجہ جہنمی کے منہ پر گھونسا مارا تھا اور اس کے منہ کو خون آلود کر دیا تھا۔ مہاجرین کی ایک جماعت نے بڑی دلجوئی، منت سماجت اور خوش گفتماری سے سنان کو درخواست کی کہ وہ اپنے بھائی کو معاف کر دے اور اپنے حق کو چھوڑ دے۔ سنان نے دوستوں کی خاطر جیسا کہ سے درگزر کیا اور اسے معاف کر دیا اس کے بعد یہ صورت حال عبداللہ بنی سول منافق نے سنی تو غضبناک ہوا اور اپنے ساتھی منافقین کی جماعت کو جو اس کی مجلس میں موجود تھے کہا، مہاجرین کو جو قوت و طاقت حاصل ہوئی ہے وہ ہماری وجہ سے ہے خدا کی قسم ہماری اور ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کک، گلنگ کے ساتھ اور کہا میں مدینہ میں جا کر جو سب سے زیادہ عزیز ہے، اسے سب سے زیادہ ذلیل کروں گا۔ چنانچہ قرآن نے یہ بات بیان فرمائی ہے۔

يقولون لمن رجعنا الى المدينة ينجون الا عزمنا الا نزل، اس بد بخت کی لفظ اس سے مراد، اس بد فطرس منحوس کی اپنی ناپاک ذات تھی، اور لفظ ازل سے ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھی۔ پھر اس نے اپنی قوم کے اکابرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ کام ہے جو ہم نے خود کیا ہے۔ انہیں اپنے شہر میں تم نے جگہ دی، اپنے اموال میں انہیں شریک کیا، لامحالہ وہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں، اگر تم ان کی اس طرح مدد و اعانت نہ کرتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ زید بن ارقم انصاری اس مجلس میں موجود تھے جس میں وہ ملعون اس قسم کی باتیں کر رہا تھا باوجود کم عمری کے آپ نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اس لعین سے جو کچھ سنا تھا بغیر کی زیادتی کے بیان کر دیا۔ اس وقت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مثل صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذی النورین، سعد، وقاص، محمد بن مسلمہ اور عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں موجود تھے۔ زید کو غرض سے مہتمم کیا، زید نے فریاد کی کہ جو کچھ میں نے عبد اللہ سے سنا ہے بے شائبہ غرض، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا تو نہیں کہ تجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ زید نے پھر اپنی بات کو قسم سے پختہ کیا اور اصرار کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! اگر میں اس کے قتل کو جائز قرار دوں تو مدینہ کے بہت

سے سردار کانپ اٹھیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر آپ مہاجرین کو نہیں منسرتا تو محمد بن مسلمہ، عبادة بن بشر یا سعد بن معاذ سے فرمائیے کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے، بلکہ تم لوگوں سے کہو کہ وہ کوچ کریں، سخت گرمی کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا، شدید گرمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور کوچ کا ارادہ فرمایا، لوگوں کو کچھ علم نہیں تھا کہ باوجود اس قدر شدید گرمی کے کوچ کا کیا سبب ہے۔ دراصل مقصد یہ تھا کہ لوگ ان باتوں میں مصروف نہ ہوں کہتے ہیں کہ اس وقت اسید حصیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ اس وقت آپ نے کوچ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ساتھی اور اس نے کیا کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ابی نے کہا ہے کہ جب میں مدینہ میں جاؤں گا تو عزیز ترین شخص کو ذلیل ترین کر کے نکال دوں گا۔ اس عرض کیا اگر آپ چاہیں تو اسے وہاں سے نکال دیں، کیوں کہ آپ کا عزیز ہونا مسلم ہے اور ذلیل ترین وہ شخص ہے بعزت خدا، اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے۔ پھر اسید نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ نرمی اور مدارات کا سلوک کیجئے کیونکہ آپ کی ذات ہمالیونی کی تشریف آوری سے پہلے یثرب کے لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ مدینہ کی ریاست و حکومت کا اہم کام اس کے سپرد کریں، اور اس کے لیے جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تاج تیار کیا تھا، مدینہ میں ہر قیمتی موتی اس میں ٹھانکا گیا، اس کی تکمیل ایک قیمتی موتی سے ہوئی جو یوشع یہودی کا تھا، جب اس نے لوگوں کو اس موتی کا محتاج پایا تو موتی کی قیمت کو موجودہ وقت کے نرخ سے زیادہ مقرر کیا اور اس کی قیمت میں کسی صورت بھی کمی نہ کی اور وہ تاج ایک سُنار کی دکان پر تھا کہ حق تعالیٰ نے طیب و طاہر مدینہ کے تاج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موکب ہمالیونی کے خبار کے پھولوں سے آراستہ کر دیا اور اس ملک کو آپ کے وجود باوجود ملازمین روز افزوں سے مزین و مشرف فرمایا۔ وہ ملک و حکومت کے سلب ہو جانے سے اسی قسم کی اُمید رکھتا ہے، پس لامحالہ بے صبری سے اس قسم کی لایعنی باتیں زبان سے نکالتا ہے۔

نقل ہے کہ مجلس بہاؤنی میں بعض انصار حاضرین جنہوں نے زید بن ارقم کی زبان سے یہ باتیں سنیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں عظیم تغیر مشاہدہ کیا تھا ابن ابی کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تیری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں چند باتیں پہنچانی گئی ہیں، اگر اس قسم کی باتیں تجھ سے سرزد ہوئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر معذرت کر اور توبہ و استغفار کا دامن پکڑنا کہ حق تعالیٰ سے تیرے لیے مغفرت طلب کریں اور انکار بالکل نہ کرنا تاکہ تیرے متعلق آیت نازل نہ ہو جو تیری تکذیب کرے اور اگر وہ بات خلاف واقعہ ہے تو اپنی بات کو قسم سے پختہ کر کے اپنے آپ کو اس تہمت سے بری کر، بہر صورت ابن ابی منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آیا اور بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ وہ بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچانی گئی ہے خلاف واقعہ ہے اور وہ کلمہ قطعاً میری زبان سے نہیں نکلا، اور زید بن ارقم اپنی بات میں جھوٹا ہے۔ بعض حاضرین مجلس نے یقین کر لیا کہ زید کی بات غرض پر مبنی تھی۔ اور بعض کا خیال تھا کہ کم عمری کی وجہ سے اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ لوگ جو عبد اللہ کو عزت و وقار کی نظر سے دیکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمہیداً کچھ بیان کر کے کہتے کہ یا رسول اللہ صلعم ایک بچے کی بات ہمارے بزرگ شیخ کے متعلق تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کی قسم اور خیر خواہ دوستوں کے کہنے سننے سے منافق کی بات کو باور کرتے ہوئے زید بن ارقم کے معاملہ کو سہو و نسیان پر محمول فرمایا، لوگوں نے اس کے حق میں زبان طعن و راز کی، یہاں تک کہ اس کے پچھانے سے کہا، اے زید! یہ کوئی کام نہیں جو تو نے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بات کی تکذیب کی اور عبد اللہ کی تصدیق فرمائی، لوگ تجھے دشمن سمجھتے ہیں۔ زید بن ارقم اس واقعہ سے اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک روایت میں ہے کہ زید اونٹ پر سوار رنج و طلال میں اسے بھگائے لیے جاتا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری میری طرف دوڑائی اور میرا کان پکڑ کر دوڑا اور مسکراتے ہوئے میرے چہرہ پر نظر ڈال کر فرمایا، اے زید! تجھے خوشخبری ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تیری تصدیق اور منافقین کی تکذیب فرمائی اور سورہ المنافقون کے شروع سے اس آیت **يقولون لئن رجعنا الى المدينة ينجذبنا**

منها الاذل تک پڑھی۔

جب زید کی سچائی ثابت ہوگئی، عبادہ بن الصامت اور اوس، عبد اللہ کے پاس سے گزرے اور اسے سلام تک نہ کیا وہ ان سے ناراض ہوا، انہوں نے اسے جھوٹی قسم کھانے اور کذب کے ظہور پر طامت کی۔ پھر اوسؓ نے کہا، ہم آج کے بعد تجھ سے ملاقات نہیں کریں گے جب تک تو توبہ اور رجوع نہیں کرتا، عبادہؓ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس سیاہ باطن، کوردل نے گردن اکڑائی اور اپنا منحوس منہ عبادہؓ سے پھیر لیا اور اس سے روگردانی کی۔ عبادہؓ نے کہا، قسم بخدا! تیرے گردن پھیرنے کے متعلق بھی قرآن نازل ہوگا جسے منبر اور مناروں میں پڑھیں گے۔ حق تعالیٰ نے آیت کریمہ

وَإِذ قِيلَ لَهُم الْقَالُوا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوِ ادْرَسْتُمْ عَلَيْهِمُ لُيُودُونَ  
وہو متکبروں، اس سلسلہ میں نازل فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی سلول کا ایک لڑکا تھا جو راہ راست پر قائم اور طریقہ محبت میں مستقیم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الفت سے رشتار اور باپ کے منافقانہ طریق سے کوسوں دور تھا۔ جب اس نے سنا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ محمد بن مسلمہ، عبادہ یا کسی دوسرے انصاری کو فرمائیں تاکہ وہ اس منافق کو قتل کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا چاہیں تو مجھے اس کام پر مامور فرمائیے، خدا کی قسم آپ کے مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس کے سر کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا خدا کی قسم فزرج کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اپنے باپ کی نسبت سب سے زیادہ خدمت گار ہوں۔ بڑی مدت سے وہ میرے بغیر کسی دوسرے کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاتا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میرے بغیر کسی دوسرے نے اسے قتل کیا اور اس کے بعد میں نے اسے دیکھا تو میری نفسانی خواہش مجھے اس بات پر ابھارے گی کہ میں اس سے بدلہ لوں اور اس سبب سے میں دوزخ کا ایندھن بن جاؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے باپ کے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی شخص کو اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک وہ ہمارے درمیان ہے ہم اس کے ساتھ احسان دینی کریں گے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ کے بیٹے نے موت کے ہاتھ کو باپ سے کوتاہ دیکھا چند اشعار کہے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

افاق پر عجاب و بحیب تر  
 قولیست کان شنیدہ ام از گفتہ عمر  
 ز ابن ابی بپیش تو آرد بریدہ سر  
 من یا رسول گفتم اگر کشتنی بود  
 فرمائے تا سرشس برم ہر چہ زدو تر  
 ساعد مرا مساعد جاں نیز پس سخت  
 دل در ثبات سخت ترا از آہن و حجر

کہتے ہیں کہ جب ابن ابی مدینہ کے نزدیک پہنچا اور شہر میں داخل ہونا چاہا، اس کے لڑکے نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روک لیا، اور کہا خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ فرمائیں کیونکہ تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت مند وہ ہیں اور سب سے زیادہ ذلیل اہل عالم میں تو ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے قتل کرنے کی اجازت طلب کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں ان کے پاس سے گزرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بیٹا، باپ کے ساتھ الجھا ہوا ہے اور باپ فریاد کر رہا ہے کہ لا نا اذل من الصبیان لا نا اذل من النساء، اور وہ اسی طرح اسے پکڑے ہوئے ہے اور نہیں چھوڑتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، عبداللہ ابی کارل کا اپنے باپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیتا، جب تک آپ اجازت نہ فرمائیں اور وہ اپنی اذیت کا اقرار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لڑکے سے فرمایا، اسے چھوڑ دے اور اس کے ساتھی نرمی اور نیکی کا برتاؤ کر۔

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت بڑی سخت ہوا چلنی  
 ایک منافق کی موت شروع ہوئی چنانچہ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ ممکن ہے کوئی  
 دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو اور اس کو لٹنے میں مشغول ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا، مت ڈرو کیونکہ امن و امان کی جگہ ہے اور اس کا کوئی گوشہ فرشتوں سے خالی نہیں جو اس  
 محافظت میں مشغول ہیں لیکن آج ایک بہت بڑا منافق فوت ہو گیا ہے۔ اور وہ زید بن فرلیجہ  
 عبداللہ ابی کا دوست تھا، اس کے فوت ہوجانے سے عبداللہ ابی کو بہت قلق اور رنج ہوا،  
 کیونکہ اس سے اسے بہت محبت تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ انک

کسی سفر کے لیے نکلتے اپنی ازواجِ مطہرات کے نام قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ میرے نام نکلا تھا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے سرفراز ہوتی تھی چونکہ ان دنوں پردہ کی آیت اتری تھی، میرے لیے ایک پاکی ترتیب دی تھی، مجھے اس پاکی میں اونٹ پر سوار کر دیتے تھے، اور اتار لیتے تھے۔ جب جنگ ختم ہو گئی، ہم واپس آرہے تھے منازل و مراحل طے کرتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے، صبح کے وقت کوچ کا اعلان کر دیا، میں رفع حاجت کے لیے لشکر گاہ سے باہر گئی تھی جب واپس ٹھکانے پر آکر اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا تو مجھے اپنا گردن بند دکھائی نہ دیا، اسی جگہ جہاں رفع حاجت کے لیے گئی تھی وہاں پھر گئی۔ میں نے بہت تلاش کیا یہاں تک کہ وہ مجھے مل گیا۔ جس وقت میں اس کی تلاش میں گئی ہوتی تھی وہ لوگ جو میری پاکی اونٹ پر رکھنے پر متعین تھے، اس خیال سے کہ میں پاکی میں موجود ہوں پاکی اونٹ پر رکھ دی کیونکہ میں بہت کم کھانا کھاتی تھی اور کم عمر بھی تھی میرا جتنے بڑا نہیں تھا جس سے میرا بوجھ محسوس ہوتا۔ چنانچہ جب میں قضائے حاجت کی جگہ سے لوٹی کسی شخص کو دہانہ نہ دیکھا۔ میں اسی جگہ اس امید سے ٹھہر گئی کہ جب وہ میرے گم ہونے سے واقف ہوں گے تو میری تلاش میں واپس آئیں گے۔ تھوڑی دیر بیٹھی تھی نیند نے مجھ پر غلبہ کیا، میں اپنا سر چادر میں لپیٹ کر سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمیٰ زکوانی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ساقہ لشکر میں متعین تھا تاکہ اگر کوئی پیچھے رہ گیا ہو یا کوئی چیز پیچھے بھول گیا ہو، وہ مالک تک پہنچا دے۔ علی الصبح وہ اسی منزل میں پہنچا، اس نے دیکھا کہ کوئی شخص سویا ہوا ہے۔ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، میں اس کی آواز سے بیدار ہو گئی صفوان نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور خود دوڑ کھڑا ہو گیا اور کہا سوار ہو جائیے۔ میں اونٹ پر بیٹھ گئی۔ صفوان اونٹ کی ہمارے پکڑے چلتا رہا اور کوئی بات نہ کی۔ دن گرم ہو گیا جب ہم لشکر گاہ میں پہنچے اس وقت لوگ اترے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ہم منافقین کے پاس سے گزرے، جو کچھ ان کے دل میں آیا ہمارے متعلق انہوں نے کہا اس بات کا سرغنہ ابن ابی سلول منافق تھا اور مسلمانوں میں ثابت اور مطح وغیرہ بھی منافقین کے ساتھ اس گفت و شنید میں افاق ہو گئے صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی۔ کیونکہ یہ بات لوگوں میں عام ہو گئی تھی اور میں اس سے غافل تھی لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کو اس بیماری میں اپنے متعلق بدلہ ہوا محسوس کرتی تھی اور پہلے جیسے میرے حالات دریافت کرتے تھے، اس مرتبہ اس طرح نہیں کرتے تھے مجھے اس کے سبب کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ ایک رات مطح کی مال کے ساتھ رفع حاجت کے لیے جاتی تھی، اس کا پاؤں چادر میں الجھا دہ گر پڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو بڑا بھلا کہا، میں نے کہا تم ایسے شخص کو گالیاں دیتی ہو جو غزوہ بدر میں حاضر تھا، دوسری مرتبہ پھر گری۔ پھر اس نے اسی طرح کہا اور میں نے بھی اسی طرح اسے کہا، یہاں تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، آخر کار اس نے کہا، اے عائشہ شاید تو نے نہیں سنا کہ اس نے کیا کیا۔ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ اس کی ماں نے مجھے انک کی باتوں سے آگاہ کیا۔ اسی وقت میری کمزوری اختگی عود کر آئی۔ مجھے اسی وقت بخار ہو گیا اور جس کام کے لیے گئی تھی اسے فراموش کر دیا اور اسی طرح لوٹ آئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انتہائی غم سے میں نے خیال کیا کہ میرے سر میں درد پیدا ہو گیا ہے یہاں تک کہ میں گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا گھر لوٹ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، میں نے کہا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جاؤں، میرا مقصد یہ تھا کہ میں اہل انک کے احوال دریافت کروں۔ جب مجھے اجازت مل گئی میں اپنے باپ کے گھر گئی۔ میں نے والد سے پوچھا یہ کیا قصہ ہے جو لوگ میرے متعلق کہتے ہیں میری والدہ نے کہا غم نہ کر اور آرام سے رہو قسم بخدا! کوئی بلند مرتبہ عورت نہیں جو اپنے خاوند کو محبوب ہو اور اس مرد کی اور عورت میں ہوں مگر اس کے متعلق اس قسم کی باتیں لوگوں نے کہی ہیں، میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے جو لوگوں کی زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے۔ میرے باپ نے یہ بات سنی اور میں اس حال سے غافل ہوں، مجھ پر گریہ طاری ہوا، میرے والد دوسرے کمرے میں قرآن پڑھ رہے تھے جب اس نے میرے رونے آواز سنی تو اس نے احوال دریافت کئے۔ میری ماں نے کہا اس نے اب سنا ہے جو لوگوں میں مشہور ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کچھ دیر روئے۔ پھر مجھے تسکین دیتے ہوئے کہا، جزع فزع نہ کر اور صبر کر دیکھیں خدا تعالیٰ کیا حکم کرتا ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رات بھر نہ تو سو سکی اور نہ ہی میرے آنسو بند ہوئے۔ پھر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت اسامہ اور



زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور ان سے مرے احوال دریافت فرمائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، ما ضیق اللہ علیک ونساء سواھا کثیرۃ، یعنی حق تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ عورتیں اس کے بعد بہت ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی لوتنڈی بریدہ سے سوال کیا کیونکہ وہ راست گو تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے استفسار فرمایا۔ اس نے عرض کیا، مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ عائشہ میں سوائے اس بات کہ وہ کبھی سو جاتی ہے اور خمیر کیا ہوا آٹا بکری کھا جاتی ہے کوئی عیب نہیں ہے۔ میں نے ان کے ساتھ اپنے تمام زمانہ مصاحبت میں اس کے سوا کوئی ناپسندیدہ بات مشاہدہ نہیں کی، اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں عائشہ کو عیب سے پاک دیکھتی ہوں جیسا کہ سنا، طلحیٰ عمر میں کوئی عیب نہیں پاتا، خدا کی قسم، عائشہ خالص سونے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اگر وہ بات جس کے متعلق لوگ باتیں کرتے ہیں وقوع پذیر ہوتی تو خدا تعالیٰ آپ کو اس سے آگاہ فرماتا۔

اسی زمانہ میں ایک روز سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ننگین بیٹھے ہوئے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عمر، تم اس واقعہ کے متعلق کیا کہتے ہو، عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یقین ہے کہ منافقین جھوٹ کہتے کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس دلیل سے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس دلیل سے کہ خدا تعالیٰ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ کے جسد اطہر پر کبھی بیٹھے کیونکہ کبھی بعض اوقات پلیدی پر بیٹھ جاتی ہے اور اس کے پاؤں اس سے آلودہ ہو جاتے ہیں، وہ اس شخص سے جو زیادہ پلیدی سے آلودہ ہو، سے آپ کو محفوظ نہیں رکھے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی بات کو مستحسن سمجھا، اور اسے قبول کیا۔ اس کے بعد ذی النورینؓ داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی بات کی، عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے یقین ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس دلیل کی بنا پر تم ایسا کہتے ہو؟ ذی النورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس دلیل کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ زمین پر پڑنے کا روادار نہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین ناپاک ہو یا کوئی شخص اپنا قدم آپ کے سایہ پر رکھ دے۔ جب خدا تعالیٰ آپ کے سایہ کی اس طرح حفاظت کرتا ہے تو وہ کیسے آپ کے عرم محرم کو ناشائستہ فعل

سے محفوظ نہیں رکھے گا، حق سبحانہ و تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ بیگانہ آپ کی حرم کے دامن عصمت کو خیانت کے داغ سے آلودہ کرے۔ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور زیادہ قلبی سکون ملا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہی بات کی۔ علی مرتضیٰ نے عرض کیا، یہ بات منافقین کے جملہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے، افترا اور بہتان ہے۔ میری بات کے سچا ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ہم ایک روز آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، دوران نماز آپ نے نعلین مبارک پاؤں سے اتار دیں، ہم نے بھی اس معاملہ میں آپ کے ساتھ موافقت کی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے ہم نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا میں نے اس لیے جوتے اتار دیئے کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ آپ کے نعلین نجاست سے آلودہ ہیں لیکن تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے، ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کی اتباع میں اتارے۔ جب خدا تعالیٰ آپ کی طرف اس بات کے لیے وحی بھیجتا ہے کہ ناپاک جوتوں کو پاؤں سے اتار دو، اگر یہ امر وقوع پذیر ہوتا آپ کو اس کی اطلاع دیتا، اطمینان رکھتے خدا تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر فرما دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں سے خوش ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت میں اپنے باپ کے گھر میں رو رہی تھی۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ جب سے انک کی بات عام ہوئی تھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور وحی اترے بھی ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے بعد زبان مبارک سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور کلمہ شہادتین بھی ادا فرمایا اور پھر فرمایا اے عائشہ تیرے متعلق مجھے اس طرح کی باتیں پہنچانی گئی ہیں، اگر تو ان سے پاک ہے تو خدا تعالیٰ عنقریب میری اظہار برأت کر دے گا اور اگر ایسا گناہ صادر ہوا ہے تو توبہ و استغفار کر اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی طرف جھکتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، اور بخش دیتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ختم ہوئی تو میرے آنسو بھی رک گئے۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کچھ کہیں، میرے باپ نے کہا خدا کی قسم

مجھے کچھ نہیں سوچتا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کیا کہوں۔ انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں بھی جب کہ ہم بت پرست تھے اور عبادت کا طریقہ نہیں جانتے تھے کوئی شخص ہمارے خاندان کے متعلق ایسی بات نہیں کر سکتا تھا، اب جبکہ ہمارا گھر نور اسلام سے متور ہے اور ہمارے دل توحید و عرفان کے چراغ سے روشنی حاصل کئے ہوئے ہیں لوگ ہمارے متعلق یہ باتیں کرتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر میں نے والدہ سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ والدہ نے کہا میں بھی حیران ہوں کیا کہوں۔ پھر میں خود جواب دینے کے درپے ہوئی، میں نے کہا خدا کی قسم جو بات آپ کے سمع مبارک تک پہنچائی گئی ہے، اور آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس کی تصدیق کی ہے، اگر میں کہوں کہ میں اس سے بڑی ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بے گناہ ہوں تو آپ اسے یقیناً تسلیم نہیں کریں گے اور اگر میں ناکردہ جرم کا اعتراف کر دوں تو تصدیق کرو گے قسم بخدا میں اپنے اور آپ کے متعلق یعقوب علیہ السلام کے قول کے سوا کوئی مثال نہیں پاتی جو فرماتے ہیں فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصنون۔ اور انتہائی حیرت و اندوہ سے یعقوب علیہ السلام کے قول کے یوسف علیہ السلام کا قول کہا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے، میں نے کہا خدا کی قسم چونکہ میں بے گناہ تھی اور جانتی تھی کہ حق تعالیٰ میرے دامن کو پاک کر دیں گے لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ میری شان میں قرآن نازل ہوگا جسے قیامت تک مجالس اور محرابوں میں پڑھیں گے کیونکہ میں حضرت کبریٰ اجل و علما کی جلالت کو جانتی تھی اور اپنی بیچارگی و ضعف اور حقارت حال پر نظر ڈالتی تھی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت فروتر سمجھتی تھی کہ حق تعالیٰ میرے متعلق بات کریں۔ لیکن اس بات کی امیدوار تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں جو میرے دامن کی طہارت پر دلالت کرے۔ خدا کی قسم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے نہیں اٹھے تھے اور کوئی شخص گھر سے باہر نہیں گیا تھا کہ وحی کے آثار آپ کے بشرۃ مبارک پر ظاہر ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آرتی جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا اس حقیقت کو سمجھتا صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئی میری والدہ نے چڑھے کا مکلیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا اور مینہ چادر اڑھادی۔ جب وحی کی کیفیت جاتی رہی چادر کو آپ نے اپنے چہرے سے دور کیا، پسینہ آپ کی پیشانی سے مروا رید کے

دانوں کی طرح ٹپکتا تھا، مسکراتے ہوئے جو پہلی بات آپ نے فرمائی یہ تھی کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا تجھے خوشخبری ہو  
 کہ حق تعالیٰ نے تجھے بری قرار دیا ہے اور تیری پاکیزگی کی گواہی دی ہے۔ میری والدہ نے کہا، اٹھ  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا، شکر گزاری اور سپاسداری کے مراسم ادا کر، میں نے کہا  
 خدا کی قسم میں اللہ کے سوا کسی کا اپنے اوپر احسان نہیں رکھتی اور اس کے بغیر کسی کی حمد و ثنا نہیں کہتی  
 جس نے میری برأت کے لیے آیت اتاری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعوذ باللہ  
 السميع العليم من الشيطان الرجيم۔ ان الذين جاءوا بالافك عصبة منكم لا تحسبوا  
 شرالكم بل هو خيالكم، دس آیات کے آخر تک اور دسویں آیت یہ تھی الخبيثات  
 للخبيثين والحبيثون للخبيثات والطيبات للطيبين والطيبون للطيبات  
 اولئك مبثوون مما يقولون لهم مغفرة و رزق كرم ۵ سورہ نور سے  
 پڑھیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں، میرے باپ  
 اٹھے اور میرا سر چوما اور کہتے ہیں کہ ان آیات کے اترنے سے ایک رات پہلے ام ایوب انصاری نے  
 اس سے کہا کیا آپ نے سنا ہے کہ لوگ عائشہ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے  
 اس نے کہا کیا تو کسی بھی صورت میں میرے متعلق اس معاملہ کا گمان کر سکتی ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم  
 نہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم عائشہ تجھ سے بہتر ہے۔ وہ کس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ  
 امر جائز رکھے گی۔ پھر کہا لانا ان يتكلم لهدا سبحانك هذا بهتان عظيم، یہ کلام  
 خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوا، اس کے مطابق بارگاہِ احدیت سے آیت اتری ولو لا اذ سمعتم  
 قلتم ما يكون لنا ان يتكلم لهدا سبحانك هذا بهتان عظيم، آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، خطبہ پڑھا، اس  
 کے بعد منزلہ آیات حاضرین کو سنائیں۔ آیات کی برکت شک و شبہ کا غبار دلوں کے آئینہ سے صاف ہو  
 گیا، والحمد لله رب العالمين۔ منقول ہے کہ مسطح بن اثامہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے  
 قرابت دار کے پاس دنیاوی سامان سے کچھ بھی نہیں تھا، عزیز ہونے اور فقر کی وجہ سے صدیق  
 رضی اللہ عنہ اس کی ضروریات کو پورا فرماتے تھے۔ منافقین کے ساتھ اس قضیہ میں اسکے موافقت  
 کرنے کے بعد جیسا کہ گزرا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آیت برأت نازل ہونے کے

بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! اس کے بعد میں مسطح کو کوئی چیز نہیں دوں گا اور نیکی و احسان کا کوئی دروازہ اس کے لیے نہیں کھولوں گا۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی ولا بائنا اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہلحین فی سبیل اللہ والیعقوا والیعقوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے بخشے۔ پس حسب سابق مسطح کی ضروریات بھیجنے لگے اور فرماتے تھے کہ میں اس سے یہ ہرگز بند نہیں کروں گا۔ منقول ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت متحقق ہو گئی، تہمت لگانے والوں کو طلب فرمایا، ہر ایک کو اسی کوڑے ماٹے اور وہ چار افراد تھے، عبداللہ ابی سلول منافق، حسان بن ثابتؓ، مسطح بن اثابہ اور محمد، زینبؓ مذکورہ کی بہن، زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اہبات المؤمنین میں تھیں رضی اللہ عنہن۔

**تیمم کا حکم نازل ہوا**  
 بزرگان فن سیرت کہتے ہیں کہ اسی سفر غزوہ بنی المصطلق میں دوسری مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی گردن بند غائب ہو گیا۔ اس وقت وہ مدینہ کے قریب صلصل مقام میں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ سے اس منزل میں توقف فرمایا تاکہ گم شدہ کو تلاش کر لیں۔ وہاں پانی نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا، قریب تھا کہ نماز فوت ہو جائے، مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گردن بند گم ہو جانے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ میں جہاں پانی نہیں ہے توقف فرمایا اور قریب ہے کہ نماز فوت ہو جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہؓ کو دست کہنا شروع کر دیا اور اسے درشت باتیں کیں اور اپنا ہاتھ نیزہ کی طرح ان کے پہلو میں مارا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حرکت نہیں کر سکتی تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو پانی نہیں تھا جس سے وضو کریں اور نماز ادا کریں۔ حق تعالیٰ نے لطف و کرم سے آیت تیمم نازل فرمائی، یہاں تک کہ اسلامی لشکر نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی۔ اسید بن الحصر نے کہا ماہی بڑا دل بسکت کم یا آل ابو بکر، یعنی اے آل ابو بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ یعنی اس قسم کی برکات تمہاری طرف سے زمین کو پہنچی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے اونٹ اٹھایا، اونٹ کے نیچے سے میرا گردن بند نکلا۔

## غزوة خندق یا غزوة الحزاب

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النضیر کو اہلی مدینہ سے نکال باہر کیا، وہ اطراف

اکناف میں منتشر ہو گئے، ان میں جی بن انخطب، سلام بن اشکم، ابی الحقیق، کنانہ بن الرزیح، ابن ابی الحقیق اور اس کے متبعین خیبر کے نواح میں قیام پذیر ہو گئے۔ دن رات اسی فکر میں تھے کہ مسلمانوں کے کس طرح بدلہ لیں۔ آخر کار میں افراد ان کے رؤسا میں سے ابو عامر فاسق کے ساتھ مکہ میں گئے تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کے لیے پھرو غلا لیں، البوسفیان نے ان سے آنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلع قمع میں تمہارے ساتھ عہد کریں اور قواعد و پیمانہ کو قسم کے ساتھ پختہ کریں۔ البوسفیان نے کہا مرحبا بکوا اھلا، ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی عداوت میں ہماری مدد کرے۔ یہود نے البوسفیان سے درخواست کی کہ قریش سے پچاس آدمی منتخب کریں وہ سب مل کر خانہ کعبہ کے پردوں کے درمیان گئے، چنانچہ ان کے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ متصل ہو گئے، ایک دوسرے کے ساتھ انہوں نے عہد باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں متفق رہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ سے، جب تک زندہ رہیں گے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ البوسفیان نے قریش کے اشارہ سے یہود بنی النضیر سے کہا، ہم کعبہ کی تعمیر میں کوشش کرتے ہیں اور جہازوں کے لیے عمدہ عمدہ اونٹ ذبح کرتے ہیں اور حاجیوں کو کھانا پانی دیتے ہیں اور صلہ رچی کرتے ہیں اور بت پرستی جو ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے کرتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نیا دین لایا ہے اور جدید رسم پیدا کی ہے۔ تم جو اہل کتاب ہو بتاؤ کہ ان دو ملتوں میں کس کو ترجیح حاصل ہے۔ یہودیوں نے انتہائی حسد اور اپنی بدبختی سے بت پرستی اور مشرکین قریش کے شیوہ کو ملت حنیف اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے نہ شرمائے۔ لامحالہ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت بھیجی،

الم ترالی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یؤمنون بالجنب والطاغوت  
ویقولون للذی کفروا ھو کافر اھدی من الذین آمنوا سبیلاً اولئک  
الذین لعنہم اللہ ومن یلعن اللہ فلن یجذله نصیراً اور وکفی  
بجھنم سعیراً تک، اس کے بعد قریش نے اپنے مدعا کے مطابق گواہ لیکر اسباب حرب اور

جنگ و قتال کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوئے، نبی النضر کے یہودیت پرستوں کے ساتھ متفق ہو گئے اور اتحاد کرنے کا وقت مقرر کر لیا۔ جب سرکش یہودیوں نے قریش کے طرز عمل سے خود کو مطمئن کر لیا قبیلہ بنی عطفان میں آئے اور خیبر کے ایک سال کے ضرامہ کے وعدہ پر انہیں اپنے ساتھ متفق کیا، اسی طرح دوسرے قبائل کے پاس گئے اور یہی عمل کیا، ابوسفیان نے کفار کا لشکر بڑی تیزی سے جمع کیا، چار ہزار مرد اکٹھے کئے، ایک ہزار پانچ سو اونٹوں، تین سو گھوڑوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، جو دارالندوہ میں طے کیا تھا عثمان بن طلحہ کو دیا اور مکہ سے باہر نکلے۔ اور انظران میں قبیلہ اسلم، اشجع، بنو مرہ، فزازہ اور عطفان ہر ایک جماعت کثیرہ اور جم غفیرہ کے ساتھ قریش کے ساتھ مل گئے، چنانچہ دس ہزار مرد اکٹھے ہو گئے اور مدینہ کا رخ کیا۔ یہ غزوہ اجتماع قبائل کی وجہ سے غزوہ احزاب کے نام سے موسوم ہوا۔ جب مخدوں نے اس نوعیت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعیان مہاجرین اور اشراف انصار کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا تاکہ دشمنوں کے دفعیہ کے لیے جس کسی کے دل میں جو خیال آئے پیش کرے اور جس رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں اس کے مطابق عمل کریں۔

عبداللہ ابی کو شہر سے باہر نکلنے میں کوئی مصلحت دکھائی نہ دی۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے درست خیال کیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بلا دعوم میں جب بہت بڑا لشکر کسی شہر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہاں کے باشندوں کو ان کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہوتی شہر کے گرد خندق کھود دیتے ہیں۔ سلمان فارسی کی یہ بات مستحسن اور مقبول ہوئی پس خندق کے اسباب مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرت الہی پر بھروسہ کرتے ہوئے عبداللہ ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا، مہاجرین کا علم زید بن حارثہ کو دیا، انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کو دے کر تین ہزار فوج کے ساتھ باہر نکل کر کوہ مسطح کے دامن میں جو شہر کے قریب تھا چھاؤنی بنائی مدینہ کے بعض اطراف جو عمارات سے مضبوط اور پیراستہ تھے اور بعض جگہوں میں راستے تھے جہاں عمارت اور خندق کھودنے کی ضرورت تھی، لا محالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابل فردکش ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے صحابہ خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دس آدمیوں کو چالیس گز جگہ تقسیم فرمادی اور ایک روایت کے مطابق ہر شخص کو دس گز پہنچی۔ چونکہ مسلمانوں اور بنی قریظہ میں صلح تھی، کستی، کدال، تیشہ اور

کلند عاریتاً ان سے لیتے تھے، پوری کوشش اور جدوجہد سے مسلمان خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔ بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی دلداری اور تقویت کے لیے بنفس نفیس خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں شریک ہوتے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں حضرت سلمان فارسیؓ نے آبیوں کے برابر کام کرتے۔ یہاں تک کہ روایت کی ہے کہ ہر روز پانچ خندق کھودتے جس کی گہرائی پانچ گز تھی۔ چونکہ مہاجرین اور انصار کا حصہ ہر ایک کا الگ مقرر ہوا تھا، فریقین میں سے ہر شخص سلمانؓ کو اپنی طرف کھینچتا تھا، اس کے لیے جھگڑا ہوا، ہر شخص کہتا کہ السلامان منا ونحن اقرب، یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا السلامان رجل منا اهل البيت، قیامت تک یہ بات ان کے لیے فخر کا باعث بن گئی۔

قیس بن صعصعہ نے سلمانؓ کو نظر بد لگائی اور وہ گر پڑے اور وہ گر پڑے اور وہ بے ہوش ہو گئے جب اس کی بیماری کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا، قیس سلمانؓ کے لیے وضو کرے اور وضو کے پانی کو ایک برتن میں جمع کرے، سلمانؓ کو اس پانی سے دھوئیں اور برتن کو سلمانؓ کے پس پشت اذہا رکھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا، اسی وقت تکلیف سے نجات مل گئی۔

ان دنوں سخت سردی، قحط اور ہنگامی کی وجہ سے مسلمانوں کو خندق کھودنے میں انتہائی مشقت اٹھانا پڑی، پھر روز میں خندق کی جہم مکمل ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنے اہل و عیال اور اموال مدینہ کے قلعوں میں محفوظ کر دیا، براہین عاذب اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خندق کھودنے کے دوران ایک بہت بڑا اور سخت پتھر ظاہر ہوا جس پر کوئی بیل دکدال کام نہیں کرتا تھا اور اسے توڑنے سے عاجز آگئے۔ لامحالہ صورت واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود آتا ہوں۔ اس وقت آپ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا اور تین روز سے کچھ نہیں کھایا تھا اور وہاں مبارک میں طعام کا ایک ریزہ بھی نہیں گیا تھا۔ پتھر کے اوپر قدم رنج فرمایا، سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لی اور اس پتھر کو توڑ دیا اور سامنے سے اٹھا دیا۔ عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ میں، سلمانؓ، حذیفہؓ، نعانؓ اور چھ دوسرے افراد چالیس گز خندق کھود رہے تھے، چند مددگاروں کے ساتھ ہم بڑی رغبت کے



ساتھ فرمان کے مطابق عمل کر رہے تھے اچانک خندق میں ایک پتھر ظاہر ہوا تمام آلات اسے اکھاڑنے میں ناکام رہے اور ٹوٹ گئے۔ ہم نے سلمانؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے آگاہ کرو۔ سلمانؓ نے کیفیت واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خندق میں داخل ہوئے سلمانؓ نے آپ کے ساتھ موافقت کی، ہم نوا فرد کنا سے پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال سلمانؓ کے ہاتھ سے لیا اور اس پتھر پر اس طرح مارا کہ پہلی مرتبہ وہ پھٹا اور اس سے بجلی چمکی جس نے تمام مدینہ اس طرح روشن کر دیا جیسا کہ گھر میں چراغ روشن کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکیرہ کی تمام صحابہؓ نے آپ کے ساتھ موافقت کی۔ دوسری مرتبہ اس پر ضرب لگائی تو پہلے کی طرح اس سے بجلی چمکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر بکیرہ کی۔ تمام مسلمانوں نے آپ کے ساتھ موافقت کی، تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ سلمانؓ نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ صلعم یہ کیا تھا جو ہم نے دیکھا، ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے وہ کچھ دیکھا جو سلمانؓ نے دیکھا۔ ہم نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلی ضرب جو میں نے لگائی بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے نے کسریٰ کی مملکت سے حیرہ کے عملات کو بڑے بڑے مکانات کی شکل میں دیکھا اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ آپ کی امت اس طرف غالب ہوگی اور دوسری بجلی کی روشنی میں رجم کے سُرُخ عملات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ کی امت ان ممالک پر قبضہ کرے گی اور تیسری روشنی میں صنعا کے عملات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ کی امت ان شہروں پر قابض ہوگی۔

سلمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے کسریٰ کے عمل کی خصوصیات و صفات جو مدائن میں واقع ہے ایک ایک کر کے سلمانؓ پر ظاہر فرمائیں، سلمانؓ نے عرض کرتے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا، عمل کے حالات کمال میں جو کچھ آپ نے فرمایا واقع کے مطابق ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت وہاں پہنچے گی اور میرے بعد مسلمان ان ممالک کو فتح کریں گے۔ سلمانؓ اس سے خوش و شادمان ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا وعدہ حق تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔ سلمانؓ فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسی طرح جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا

تھامیں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ القصبہ جب ابوسفیانؓ نے معلوم کیا کہ بنی قریظہ کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کے دشمنوں کی مدد و اعانت نہیں کریں گے اس شرط کے ساتھ کہ مسلمان ان سے تعرض نہ کریں۔ لامحالہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے وقت ابوسفیان نے جی بن انخطب سے درخواست کی کہ تم جا کر اس قسم کا مکرو فریب کرو کہ ان کے پیشواؤں میں سے کعب بن اسد نقض عہد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے ساتھ موافقت کرے۔ جی بن انخطب ابوسفیان کی باتوں اور شیطان کے درغلانے سے مگراہی کے میدان میں قدم رکھا اور کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، کعب کو جب معلوم ہوا کہ جی بن انخطب ہے تو اس نے اس کے گنے کو ناپسند کیا، اور کہا کہ وہ شخص جو بھولتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھے عہد توڑنے کے لیے کہتا ہے۔ دربان سے اس نے کہا کہ قلعہ کے دروازہ کو مضبوطی سے بند رکھو، جی بن انخطب نے جب دیکھا کہ آرزوؤں کا دروازہ اس کے لیے بند ہے اس نے پکارا کہ اے کعب میرے لیے دروازہ کھولو، میں جی بن انخطب ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا لے جی تو منحوس آدمی ہے، تیری شامت کی وجہ سے بنی النضیر پریشان اور آزرده ہوتے ہیں، اب تو نے ہمارے قلعہ کا رخ کیا ہے، واپس چلے جاؤ اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی دعوت مت دو۔ کیونکہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے اور ہمارے پیمانہ کی بنیادوں کو قسم سے پختہ کیا ہے۔ اس عرصہ میں ہم نے صدق و صفا اور محبت و الفت کے علاوہ اس سے کوئی اور چیز مشاہدہ نہیں کی۔ جی نے کہا تم دروازہ کھولو تاکہ میں تمہارے ساتھ بات کروں شاید تو مجھ سے اپنا کھانا بچا کر رکھنا چاہتا ہے اور ضیافت سے پرہیز کرتا ہے، چونکہ تم میری ضیافت نہیں کرنا چاہتے، اس لیے دروازہ بھی نہیں کھولتے، چونکہ نخل اور خست سے زیادہ مکہ وہ عرب میں کوئی چیز نہیں تھی۔ کعب نے اس خوف سے کہ کنبوس کی طرف منسوب ہوگا، اس کے کہنے پر دروازہ کھول دیا۔ جی داخل ہوا اور کعب سے کہا میں تیرے لیے دائمی عزت اور لازوال سعادت لایا ہوں۔ عرب کے رسول اور قریش کے سردار بہت بڑے مجمع کے ساتھ مجمع الامال میں اترے ہوئے ہیں۔ غطفان اور ان کے علاوہ اشراف اور لشکروں کے سردار تقریباً دس ہزار اشخاص آئے ہوئے ہیں اور عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور اس کے ساتھیوں کا استیصال نہیں کریں گے واپس نہیں جائیں گے۔ کعب نے کہا خدا کی قسم تو ذلت و خواری کے ساتھ آیا ہے اور ایسا بادل لایا ہے جس سے پانی خشک ہو چکا ہے اور چمک اور کڑک کے

سوا اس میں کچھ نہیں مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے دو کیونکہ اس سے میں نے جو دو کرم اور احسان اثنان ہی شاہدہ کیا ہے۔ قصہ ابتداء میں یہ باتیں سیدنا س وصال علیہ افضل الصلوات واکمل التیمات کی شکرگزاری میں کیں لیکن آخر کار جی نموس کے افسانہ وفسوں سے سیدھے راستہ سے منحرف ہو گیا اور دشمنوں اور فسادوں کے راستہ پر چل نکلا۔ اس نے کہا ہے جی؟ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قریش محمد کا کام تمام کئے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور تو بھی اپنے گھر چلا جئے اور ہم اپنے کئے کی سزا بھگتیں، محمد اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں۔ جی نے تو راایت کی قسم کھائی کہ اگر قریش اور عطفان محمد کی ہم کو مکمل کیے بغیر اور بے نیل مرام لوٹے تو میں تیرے قلعہ میں تیرے ساتھ رہوں گا اور جو کچھ تو کرے گا تیرا ساتھ دوں گا اور جو مصیبت تجھے پہنچے گی وہی مجھے بھی پہنچے گی۔ اس شیطانی لشکر کے سپہ سالار نے بنی قریظہ کے سردار کے ساتھ اس قدر تلبیس اور وسوسہ پیش کیا کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد توڑنے پر پختہ کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نامہ کو بھاڑ دیا، اس نامبارک نموس کا دل بنی قریظہ سے مطمئن ہو کر لوٹا اور قریش کو صورت واقعہ سے آگاہ کیا۔

نقل ہے کہ کعب نے کسی شخص کو بھیج کر اپنی قوم کے رؤساء مثل زبیر بن باطا، نبیش بن قیس اور عقبہ بن زید کو بلایا اور صورت واقعہ اور فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے اسے بہت ملامت کی اور اسے جی کی شامت اور اس کے ساتھ معاہدہ کے بُرے انجام سے ڈرایا، چنانچہ کعب اس نادانستہ کام سے پشیمان ہوا۔ در یغ سود ندار وچورفت کار از دست! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی قریظہ کے عہد کو توڑ دینے کی خبر پہنچی تو آپ کو بہت گراں معلوم ہوئی۔ اس خبر کی تحقیق کے لیے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بنی قریظہ میں سے ہو کر آیا، اس نے عرض کیا، کہ جنگ کا سامان تیار کرنے میں میں نے انہیں مشغول دیکھا، اپنے قلعوں اور مکانات کی مرمت کر رہے ہیں، اپنے مویشیوں کو جمع کر رہے ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ توڑنے میں قریش اور مخالفین کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ، حواث بن جریر اور معاذ بنی اللہ بنی قریظہ کی طرف گئے، انہیں نصیحتیں کیں، ڈرایا اور اس کے بُرے انجام سے انہیں آگاہ کیا، ممکن ہے وہ اس فاسد خیال سے باز آجائیں۔ چاروں ساتھی جب اس عاقبت نااندیش قوم میں آئے اس مرد یہود کو ارباب سعادت کے ساتھ دشمنی و عداوت کے مقام میں بہت سخت پایا۔ انہوں نے ہر چند کعب ابن اسد

و غط و نصیحت کے طور پر شفقت و مہربانی سے باتیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سعد بن عبادہؓ نے کعب کے ساتھ سختی کی اور سخت اور عداوت آمیز باتیں کیں، سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ کو ٹھنڈا کیا اور مدینہ کو لوٹے۔ ان حالات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا حسبنا اللہ و نحصو الوکیل، جب مسلمانوں میں ان کے نقص عہد کی خبر منتشر ہوئی ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اس دوران میں مشرکین کے گھوڑوں کی پیشانیاں ظاہر ہوئیں۔ مالک بن عوف اور عقبہ بن حصین، بنی اسد، عطفان اور فرزہ کے ساتھ وادی کے اوپر سے جو مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہے داخل ہوئے، قریش اور بنی کنانہ وادی کے آخر سے ظاہر ہوئے۔ مخالفین کی تیزی، رعب اور کثرت و شوکت سے کمزور مسلمانوں کے دل سہم گئے اور ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، اذ اجابوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زلزلوا الارض وابلغت القلوب اکناجرو تظنون بالله الظنون انھنا لک۔ ابنتی المؤمنون وزلزلوا زلزلا شديدا۔

عقب بن قہرہ ایک منافق تھا ایام محاصرہ میں اس نے کہا، محمدؐ میں وعدہ دلاتا ہے کہ کسریٰ کے خزانے اور قیصر کی دولت تمہارے حصہ میں آئے گی حالانکہ اب ہماری یہ حالت ہے کہ نفع حاجت کے لیے باہر نہیں جاسکتے جو وعدہ بھی خدا اور رسول نے ہمارے ساتھ کیا دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں تھا حق تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت بھیجی واذ يقولون المنافقون والذين في قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا، بنی قریظ نے قریش سے مدد طلب کی تاکہ مدینہ پر شہنشاہ ماریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تاکہ مدینہ کے قلعوں اور مکانات کی حفاظت کریں۔ منافقین کا ایک گروہ مثل ادس بن قبطی اور اس کے متبعین نے اسلامی فوج کو ڈرایا کہ اپنے گھروں اور مکانات کی طرف لوٹ جاؤ، اس بہانہ کے ساتھ کہ ہمارے گھر خالی ہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین وہاں پہنچ کر لوٹ مار کریں۔ اس سلسلے میں حق تعالیٰ نے آیت بھیجی، واذ قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا و استأون فربق منهم النبي وليقولون ان بيونا عود و ما هي بعود ان سييدون الا ضرارا، نقل ہے کہ جب مشرکین خندق کے کنارے پہنچے تو چونکہ یہ دستور عربوں میں نہیں تھا حیران رہ گئے پھر مسلمانوں کے محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ بعض اوقات جانبین سے تیر اندازی ہوتی۔ کفار باری باری جنگ

کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیمہ کا قصد کرتے تھے لیکن خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔  
 کیونکہ بہادر مجاہد موقع ہی نہیں دیتے تھے کہ وہاں سے دشمنوں کا گذر ہو سکے۔ خندق کا ایک مقام فرصت  
 نہ ملنے کی وجہ سے دوسری جگہوں کی طرح جلدی تیار نہیں ہو سکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خدشہ سے  
 کہ دشمن فرصت پا کر اس جگہ سے خندق عبور نہ کر آئیں اکثر راتوں کو بنفس نفیس اس کی نگرانی فرماتے تھے۔  
 ان دنوں ہوا سخت سرد تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 کے پاس جاتے تاکہ وہ آپ کے جسم اطہر کو گرم کر دیں، پھر اس جگہ کی حفاظت اور نگرانی کے لیے تشریف  
 لے آتے۔ کہتے ہیں کہ کسی غزوہ میں بھی آپ اس قدر محنت و مشقت نہیں اٹھانا پڑی جس قدر کہ اس  
 غزوہ میں اٹھانی۔ کیونکہ کئی اقسام کی محنت و مشقت، گرانی کی مصیبت، بھوک، تنگدستی، سرد ہوا، قتل و  
 غارت کا ڈر اور دشمنوں کی کثرت جیسے ہزاروں اسباب تھے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 صحابہ کے آرام کی خاطر خیال فرمایا کہ مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ عطفان اور فرازہ کو دیں تاکہ وہ واپس  
 چلے جائیں اور شکرین کے لشکر میں انتشار پیدا ہو جائے۔ عتبہ بن حصین اور عمارت بن عوف یہ دونوں  
 اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے اس مصالحت سے راضی ہو گئے۔ اس قضیہ کی تکمیل کے لیے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی النورینؑ کو فرمایا، انہوں نے اس  
 سلسلہ میں وثیقہ تحریر کر دیا۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت ثبت کرنے سے پہلے سعد بن معاذ  
 اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہماے مشورہ فرمایا تھا۔ سعدین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر مصالحت  
 وحی کے ذریعہ سے ہے تو سمعنا و اطعنا اور اگر اپنی رائے مبارک سے ہے تو بھی سرتابی کی گنجائش  
 نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باب میں وحی تو نازل نہیں ہوتی لیکن جب میں نے دیکھا کہ  
 عرب متحد ہو کر تمہاری طرف تیر پھینکتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ان میں سے ایک گروہ کو راضی کرنے کی  
 کوشش کروں اور مخالفین میں انتشار پیدا کروں تاکہ ان کی کثرت و شوکت ٹوٹ جائے سعد بن  
 معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ماضی میں ہم اور وہ دونوں بتوں کی عبادت میں شریک  
 تھے اور خدا تعالیٰ جل و علا کے راستہ پر نہیں تھے، اس جماعت کو ہمارے نخلستان سے ایک کھجور  
 بھی ہمانداری کے سوا حاصل کرنے کی توقع نہیں ہوتی تھی، اب جبکہ ہم دولتِ اسلام سے فائدہ ہیں،  
 اور آپ کی متابعت کی عزت سے سرفراز ہیں ہم اس کمینگی کو کیسے قبول کر لیں اور اس حق ناشناس

جماعت کو اپنے اوپر مسلط کر لیں جو اس معاملہ کو اپنا وظیفہ اور حق سمجھ کر جس وقت بھی طمع و لالچ کی قوت حرکت میں آئے اس کو دستور بنا کر ہمارے اموال میں شریک ہو جائے، ہم اس ذلت کو قبول نہیں کر سکتے اور خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ عہد نامہ اٹھا کر پھاڑ دیا۔ قبیلہ غطفان اور خزاعہ کے پیشوا مجلس ہمایوں سے مایوس و نامراد ہوئے۔ واقعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں عقبہ اور حارث مصالحت کے قواعد کو مستحکم کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، اسید بن حصیرہ مسلح اور لوہے میں غرق مجلس میں آئے اس وقت عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پاؤں دراز کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ عہد نامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اسیدؓ اس کی بے ادبی سے بہت غضبناک ہوئے اور اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، اے لومڑی کی آنکھ دالے تجھے یہ سچی کیسے پہنچتا ہے کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پاؤں لمبے کرے تو لالچی ہوتے ہوئے کیسے مجلس میں ٹانگیں پھیلاتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تیرے دونوں پاؤں کو نیزے سے چیر کر ایک کر دیتا۔ جب اسید نے یہ باتیں کیں عقبہ نا امید ہو کر مجلس سے اٹھا اور کہا مدینہ کی بعض کھجوریں کو ترک کرنا جنگ کی مصیبت سے بہتر تھا کیونکہ تم مقابلہ کی طاقت اور قوم کے ساتھ جنگ پر صبر کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اسید نے کہا، ہمیں تلوار سے ڈراتا ہے، بہت جلد تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں اور تم میں کون زیادہ جزیع کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ادب کی رعایت کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مارنا، پھر مصیبت ناک آواز سے پکارا اے قوم غطفان لوٹ جاؤ، تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار کے سوا کچھ نہیں کہتے ہیں کہ کبھتی اور انصار کی ثابت قدمی دیکھ کر مدینہ کی کھجوریں پر لپٹانے والوں کے دلوں میں تزلزل پیدا ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مدینہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتے جس کو بے بدل ہونگے۔

فن سیرت و تاریخ کے ماہرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب مخالفین کے لشکر اہل ایمان نے

**آغاز جنگ**

اسلام کے موافقین کے قصد سے مدینہ الاسلام کے میدان میں مجتمع ہو گئے، مسلمانوں کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔ لشکر میں سے کوہ پیکر پہ سالار اور ولیان لشکر شمس عمرو عبدود جو دفور شجاعت، کمال جرات آلات حرب کو تیزی سے استعمال کرنے اور جنگ و قتال کے ہتھیاروں کی تکمیل میں قبائل عرب میں بڑی شہرت

رکھتا تھا چنانچہ عرب کے جنگجو اسے ہزاروں کے برابر خیال کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عمرو عبدود بھی تھا تجارت کے طور پر بہت زیادہ مال کے ساتھ شام کے ارادہ سے جا رہے تھے کہ اچانک تقریباً ہزار آدمی ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا گاڑاں والے مال بیکر جان سے بھی ناامید ہو گئے اور اسی اثنا میں عمرو عبدود نے نیام سے تلوار کھینچ لی اور بے شہر اور ہاتھی کی طرح مخالفین پر حملہ آور ہوا وہ جماعت اس کے طرف کرتے ہی شکست کھا گئی اور بھاگ کھڑی ہوئی اور قافلہ صحیح و سلامت گزر گیا۔ عمرو عبدود کو بدر کے روز ایک بڑا زخم آیا اور جنگ سے بھاگ گیا۔ جنگ اُحد میں کسی مانع کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس جنگ میں احزاب کے ساتھ شریک ہو کر چاہتا تھا کہ گزشتہ کی تلافی کرے اور اپنی بہادری و شجاعت کی آواز قبائل عرب میں پھیلانے، لامحالہ جنگ کے روز ایک سو سو داروں کے ساتھ جن میں عکرم بن ابی جہل، ہبیرہ بن وہب، نوفل بن عبد اللہ اور ضرار بن خطاب بن عمرو اس جیسے جنگجو تھے، خندق کے کنارے آیا اور جنگ جگہ تلاش کر کے گھوڑے کو چابک مارا اور ایک پھلانگ سے خندق پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ خالد بن ولید، ابوسفیان بن حرب اور تمام قریش، کنانہ، عطفان اور فزارہ نے خندق کے کنارے صفیں باندھ لیں۔ عمرو عبدود جب خندق کو عبور کر گیا، میدان شجاعت و بہادری میں قدم رکھتے ہوئے مقابل کو طلب کیا۔ لشکر اسلام جو اس کی پہلوانی اور شجاعت کو جانتے تھے، اس کی مردانگی معلوم تھی، ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا جسم میں خون نہیں ہے۔ سر جھکائے اپنی جگہ پر دم بخود رہ گئے اور کوئی شخص اس کے مقابل نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دوست اس کے شر کو ہم سے دور کرے۔ سلطان تخت و ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا، انا ابارزہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا، عمرو عبدود نے پھر رطانی کے لیے طلب کیا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اجازت نہ ملی تیسری مرتبہ عمرو نے کہا تم میں کوئی مرد نہیں ہے جو میدان میں مردوں کے مقابل میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اجازت طلب کی تاکہ اس سرکش کے ساتھ دو دو ہاتھ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا یا علی ادن، جب علیؑ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے مشہور تھی انہیں دی، خاص زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ دستار ان کے سر پر بیٹھی، اس کے بعد دست مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، اور کہا

الہی! عبیدہؓ کو تو نے روزِ بدر مجھ سے لے لیا، حمزہؓ کو جنگِ اُحد میں تو نے مجھ سے جدا کر دیا، یہ علیؓ میرا  
 بھائی، اور بھتیجا ہے۔ پھر فرمایا فلا تزدنی فسداً وانت خیر الوارثین، پھر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ روانہ ہوئے۔ اس جنگ میں عمرو سوار تھا کہ حضرت علیؓ نے اس کا راستہ روکا،  
 اور کہا اے عمرو! تو نے کہا ہے کہ مجھے جو شخص دو باتوں کی دعوت دیتا ہے میں ان میں سے ایک کو قبول  
 کر لیتا ہوں۔ عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ امیر نے کہا میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو اس بات کی  
 گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور ان کا فرمانبردار بن جا،  
 اور وہ پروردگار جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ عمرو نے کہا، مجھ سے یہ توقع نہ رکھ کیونکہ یہ بات مجھ سے  
 نہیں ہو سکتی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دوسری بات اختیار کر لے جس کا اختیار کرنا تیرے لیے  
 بہتر ہے۔ عمرو نے کہا وہ کیا ہے۔ علیؓ نے کہا مسلمانوں سے جنگ بند کر دے اور اپنے ملک کو چلا جا، اگر  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام درست ہو گیا اور اس نے رونق حاصل کر لی اور وہ اپنے دشمنوں پر غلبہ و منصور  
 ہوا تو تو نے ان کی امداد و اعانت کی ہوگی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو بغیر جھگڑے اور دشمنی کے تیرا مقصد  
 حاصل ہو جائے گا۔ عمرو نے کہا، قریش کی عورتیں باتیں نہ کریں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی نذر پر قدرت  
 حاصل کر دوں اور اسے پورا کئے بغیر وطن لوٹ جاؤں۔ اس کی نذر یہ تھی کہ بدر کے روز جب وہ زخم کھا  
 کر بھاگا تھا نذر مانی تھی کہ جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہیں لے گا اپنے جسم پر تیل  
 نہیں ملے گا۔ قصہ جب عمرو نے ان دونوں سوالات کا انکار کر دیا۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
 اب ہمارا اور تمہارا مقابلہ طے ہو گیا۔ عمرو ہنسنا اور کہا یہ وہ نخصلت ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ کوئی  
 بہادر اس قسم کا سوال مجھ سے نہیں کر سکتا تم لوٹ جاؤ تم ابھی نو عمر ہو تمہارا ابھی وقت نہیں کہ  
 مردانِ کارزار کے مقابلہ میں بھگدو، حالانکہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ  
 تھا، میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تو پسند نہیں کرتا کہ تو میرا  
 خون بہائے، میں تو تمہارا خون بہانا پسند کرتا ہوں۔ عمرو اس بات سے بہت برا فرزندہ ہوا۔ اپنے  
 گھوڑے سے اتر پڑا، اپنے گھوڑے کو باندھ کر اپنی تلوار کو میان سے کھینچا اور بڑے غصے سے علیؓ  
 پر حملہ کیا، حضرت علیؓ نے اپنی ڈھال سامنے کر دی، تلوار نے ڈھال کو اس طرح کاٹ دیا کہ اس کا اثر  
 سر پر پہنچا۔ پھر حیدر کرار نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس ملعون کو سر کے بوجھ سے ہلکا کر



دیا، اسی وقت تکبیر کہی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کی تکبیر کی آواز سنی، آپ کو معلوم ہو گیا کہ عمرو ملعون قتل ہو گیا۔ منقول ہے کہ عمرو کے قتل کے بعد ضرار بن الخطاب اور سمیرہ بن ابی وہب نے علیؑ پر حملہ کیا، حضرت علیؑ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ضرار کی نظر جو نبی حضرت علیؑ پر پڑی تو بھاگ نکلا۔ جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تیزی سے بھاگ نکلنے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا اس وقت میں نے موت کی شکل کو دیکھا لیکن سمیرہ نے تھوڑی دیر جنگ کی آخر کار ذوالفقار کا اسے زخم آیا، اس نے اپنی زہر پینٹک دی۔ نوفل بن عبد اللہ مخزومی میدان جنگ سے بھاگا اور زمین سے خندق میں زمین پر گر پڑا، مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے، اس نے فریاد کی کہ اس سے اچھی طرح بھی قتل کیا جاسکتا ہے حضرت علیؑ نے اس پر احسان کرتے اور ترس کھاتے ہوئے خندق میں اتر کر تلوار کے ایک ہی وار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ عکرمہ، سمیرہ، مرداس مچاری اور ضرار بن الخطاب میدان جنگ سے بھاگ گئے کہتے ہیں کہ زبیرؓ نے عکرمہ اور سمیرہ پر حملہ کیا دونوں اس سے بھاگ گئے۔ سمیرہ کی زہر اور عکرمہ کا زہر گر پڑا، ان دونوں کو زبیرؓ نے اٹھایا۔ بھگورے جب اپنی قوم میں پہنچے عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کا انہیں بتایا۔ ابوسفیان قریش اور قبیلہ غطفان کے ساتھ بھاگ نکلا اور عقیق تک کسی جگہ نہ رکا۔

جب حضرت علیؑ نے عمرو کو قتل کر دیا، اس کے لباس، زہر اور اسلحہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس کی بہن اس کی لاش کے پاس آکر بیٹھ گئی، اسے اسی طرح لباس میں دیکھا، اس کے کپڑے اور ہتھیار اسی طرح تھے۔ اس نے کہا ماقتلہ ااکفوک یم، اسے کسی بلند مرتبہ شخص نے قتل کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا علیؑ ابن ابی طالب۔ اس وقت اس نے یہ دو اشعار کہے۔

لو کان قاتل عمر وغیر قاتلہ لکن ابکی علیہ آخر الابد

لکن قاتلہ من لا یعاریہ من کان یدعی قدیمایضۃ البلد

القصر جب حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے ہلاکت خیز آگ سے اس مشت خاشاک کے وجود کو جلا

دیا، اور اس کی بساط حیات کو لپیٹ دیا تو آفتاب کی مانند درختوں پر چہرے کے ساتھ بلسند

آسمانوں پر بھنڈا بلند کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عمرو بن عبدود کا سر

آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ فصاحت و بلاغت سے یہ اشعار پڑھتا تھا جن کے یہ دو شعر تھے۔

عبد الحجاجۃ من سفاہة راسہ وعبدت رب العالمین بصواب  
لا تحسبن اللہ خازن دینہ د نینہ یا معشر الاحزاب  
نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا،  
مبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی  
الی یوم المقیمۃ، یعنی علی کی روز خندق مبارزت قیامت تک میری امت کے اعمال سے  
زیادہ افضل ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مجلس بہاریں میں موجود  
تھے، جب وہ آئے تو کھڑے ہو گئے اور علیؑ کے سر کو بوسہ دیا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور  
انہوں نے پڑھا وکفی اللہ المؤمنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیماً،  
قریش نے ان دونوں کی لاشوں کو فرید نے کیلے کسی شخص کو بھیجا تاکہ پوری دیت دے کر  
نخرید لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیں ان کے ناپاک جسموں اور ان کی خبیث قیمت کی  
ضرورت نہیں، انہیں بے جانے دو۔ خلاصہ کلام یہ کہ الحمد للہ پہلے ہی روز مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل  
ہوئی اور مخالفین کو مکمل شکست مسلمانوں نے اس سے علیؑ کی برکت سے نیک فال لی۔ ایک اور  
روایت ہے کہ اسی روز یا دوسرے روز یا دوسرے روز کفار نے پھر عقیق کے مقام سے مسلمانوں کے  
ساتھ جنگ کے لیے مدینہ کی طرف رخ کیا اور خندق کے اطراف و جوانب سے جنگ شروع کر دی۔  
نبی قریضہ عہد توڑ کر صبح سے شام تک خندق کے کنارے جرات کر کے جنگ کرتے رہے۔ البسفیان  
نے مشرکین کی ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے برابر رکھا اور مسلمانوں کو اس  
طرح مشغول رکھا کہ اپنی جگہوں کو نہ جاسکے۔ اس روز اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ مہاجرین انصار  
کی نماز ظہر، عصر اور مغرب فوت ہو گئی۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے اشارہ پر نماز کے لیے اذان کہی، اور اقامت کہہ کر ان نمازوں کی ترتیب وار قضا کی حضرت  
علیؑ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر نفرین کرتے ہوئے فرمایا ملائکہ اللہ  
لبیو تمم و قیودہو نادالھی نقلو ناعن الصلوة الوسطی والبعصر  
حتی جانب الشمس۔

نعم بن مسعود کا منصوبہ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں پر بڑا سخت وقت تھا اور وہ کفار کی شوکت اور اژدہام کی وجہ سے عاجز آ

گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے پردہ غیب سے ایک خاص لطف ظاہر فرمایا، نعم بن مسعود بن عامر عطفانی جو ہمیشہ شیطانی مکر و فریب میں کفار کا ساتھی تھا، خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا اور اسے اپنی معرفت کا راستہ دکھایا اور نورِ اسلام سے اس کے سینہ کو منور کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی فرمانبرداری اور ایمان کا اظہار کیا اور ایک ہی تدبیر کے تیر سے جسے تقدیر کی کمان سے اس فساد کی گروہ پر پھینکا، مشرکین اور یہود قریضہ کی جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا اور ان کی آتشِ جنگ کو بجھانے کے لیے نہایت عمدہ منصوبہ تیار کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا کہ نعم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے آنے کا سبب فرمایا۔ اس نے عرض اللہ کیا، یا رسول اللہ! دینِ اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوگئی، آپ کی نبوت کی تصدیق میرے دل میں متحقق ہوگئی اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ ملتِ حنیف میں داخل ہو جاؤں اور توفیق و یقین الہی کے دروازے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و اعانت سے اپنے اوپر کھولوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق اور سچ ہے۔ دولتِ ایمان کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ابھی تک قریش کے ساتھ رشتہٴ محبت استوار ہے اور یہودی نبی قریضہ کے ساتھ بھی دوستی و محبت مستحکم ہے، ابھی تک ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے اسلام سے واقف نہیں، میں جو کچھ چاہوں ان سے کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم آپ جو بھی فرمائیں گے میں اس پر عمل کروں گا اور جو آپ کی مرضی مبارک ہوگی اس کے لیے انتہائی کوشش کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو کفار کے لشکر میں تفرقہ ڈال سکتا ہے اور ان کی جمعیت کو انتشار میں تبدیل کر سکتا ہے؟ نعم نے کہا، ہاں! میں ایسا کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں جو چاہوں کہوں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی اور فرمایا، الحسب عندی عتہ اس کے بعد نعم یہود بنی قریضہ کے پاس گیا اور کہا کہ اپنے ساتھ میری محبت اور خلوص کو جانتے ہو، انہوں نے کہا ہاں! اس نے کہا قریش اور عطفان، محمد کے ساتھ جنگ کے لیے آئے ہیں اور تم

ان کی امداد و اعانت میں کوشاں ہو، حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں، کیونکہ ان کے بلاد دُور ہیں اگر وہ محمدؐ پر غالب آجائیں گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، وگرنہ اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اور تمہارے گھر نزدیک ہیں، تمہارے اہل و عیال اور سامان یہاں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ اتفاق کرو اور محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کی دشمنی اختیار نہ کرو، اب تم اچھی طرح سوچ لو کہ اہل مکہ جنگ سے آگیا جائیں اور اس جگہ بیٹھنے سے تنگ آجائیں، محمدؐ کی ہمہ کا فیصلہ کئے بغیر لوٹ جائیں اور تمہیں محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں تنہا چھوڑ جائیں اور عدم استطاعت کی بنا پر ان کے نقص عہد کی وجہ سے مسلمان تم پر غلبہ حاصل کر کے تمہیں جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ یہود نے کہا تو نے مہربانی کی اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اب اس کا کیا علاج ہے۔ نعیم نے کہا بہتر صورت یہ پیدا ہوتی ہے کہ تم پہلے غطفان کے اعیان و اشراف اپنے پاس گرومی رکھو، پھر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ اگر ان کا ارادہ لوٹ جانے کا ہو اور کام پورا کئے بغیر اپنے شہروں کی طرف متوجہ ہوں تو محمدؐ تمہارا قصد کرے گا۔ جب تمہارے پاس ان کے اشراف کی ایک جماعت ہوگی لامحالہ اپنے سرداروں کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے تمہاری امداد کریں گے اور ان کے نقصان کو تم سے روکیں گے۔ یہودیوں نے کہا خدا کی قسم، جو کچھ آپ نے کہا وہ محض سچ اور عین ثواب ہے اور ہم اس بات سے ہرگز تجاوز نہیں کریں گے۔ نعیم کو جب بنی قریظہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا، سرداران قریش کے لیے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ شفقت و نصیحت اور یک جہتی کو بیان کر کے اس نے قریش سے کہا، محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کی میرے اور ان کے درمیان دشمنی و عداوت کو تم جانتے ہو، اب مجھے بنی قریظہ کی طرف سے ایک خبر پہنچی ہے۔ میں تمہیں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ اسے پوشیدہ رکھو گے، خصوصاً ان کے متعلق، انہوں نے کہا میں جان و دل سے قبول ہے، تاؤ خبر کیا ہے؟ نعیم نے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بنی قریظہ عہد و پیمانہ کو توڑنے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے یہ سٹے کیا ہے کہ روسائے قریش اور سرداران غطفان کی ایک جماعت تمہارے کردار کے بہانہ سے پس اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نقص عہد کے جرمانہ کے طور پر انہیں ان کے سپرد کر دیں تاکہ وہ ان کو قتل کر دے اور محمدؐ بھی اس پر راضی ہے۔ ان کی مصالحت اسی پر ہوتی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نعیم نے کہا کہ میں بنی قریظہ کی مجلس میں تھا کہ ان کا قاصد محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹا اور خبر لایا کہ وہ صلح پر

راضی ہیں۔ اگر نبی قریش کی طرف سے عہد ہو جائے جو اس گفتگو کی تصدیق ہو، خبردار اپنے کسی بھی چھوٹے یا بڑے آدمی کو انہیں نہ دینا، اور ان کی درخواست کو قبول نہ کرنا۔ جب قریش نے قبول کر لیا، نعیم ان کی مجلس سے نکل کر غطفان کے پاس گیا، اور ان کو بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ مشرکین قریش سے کہا تھا، اتفاقاً جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے یہ شفقت انگیز اور نصیحت آمیز باتیں قریش اور غطفان سے کہی تھی، ہفتہ کی رات ابوسفیان نے کسی شخص کو بنی قریش کے پاس بھیجا چونکہ وہ نعیم کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر تھے، ان پر خوف اور رعب پوری طرح طاری تھا، مضمون پیغام کا یہ تھا کہ یہاں ہمارا قیام بڑا طویل ہو گیا، سخت سردی اور چارے اور غذا کی قلت کی وجہ سے ہمارے چوپائے ضائع ہو گئے، آج رات سامان جنگ تیار کریں تاکہ کل متفق ہو کر جنگ کریں۔ تم جانتے ہو کہ اس سے پہلے ہم میں سے ایک جماعت جنگوں میں مہر و ہونہ ہو کر بہت بڑا نقصان اٹھا چکی ہے، بہر حال اب تمہیں چاہیے کہ متحد ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں تمہارا ساتھ دیں گے جب تم اپنے قبیلہ کے چند اعیان اور اشراف کو ہمارے سپرد کر دو گے تاکہ ہمیں ان کے ذریعہ اطمینان حاصل ہو، کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ محاصرہ کی مدت لمبی ہو جائے اور تم طوالت سے گھبرا کر مکافات عمل کرتے ہوئے لوٹ جاؤ اور ہمیں محمد اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ میں چھوڑ جاؤ۔ جب تمہارے جانے کے بعد اشراف قبیلہ ہمارے پاس ہوں گے تو تمہارے لیے ہماری مدد کرنا ضروری ہو جائے گا۔ جب مشرکین نے یہودی کا پیغام سنا، انہوں نے کہا خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا، ہم ہرگز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ خدائی تقدیر سے نعیم غطفانی کی تدبیر سے کفار میں اختلاف پیدا ہو گیا اور مخالفین کے حالات متزلزل ہو گئے، ان کے دل پر خوف طاری ہو گیا، مدینہ کے گرد و نواح سے مایوس و محروم اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر احزاب پر دعا کی اس حضور کی دعا جنگ خندق میں طرح کہ اللهم منزل الكتاب سديع

الحساب اهزم الاحزاب اللهم اهزمهم وذلزلهم وانصرنا عليهم، اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں فتح سے پہلے تین روز مسلسل احزاب پر یہ دعا فرمائی اور ان کی شکست کے لیے حق تعالیٰ سے درخواست کی

اور آخری دن دنوں نمازوں کے درمیان جب کہ چہار شنبہ کا دن تھا، آپ کی دعا قبول ہوئی، ہواؤں بھیجنے والے اللہ جل و علا نے آندھی کو کفار کے لشکر میں بھیجا اور انہیں منتشر کر دیا۔ ہوا انتہائی سرد ہو گئی اور سخت آندھی چلنا شروع ہو گئی چنانچہ کفار کے لشکر کے خیمے اکھاڑ دیئے، آگ بجھا دی اور ان کی دیگوں کو اوندھا کر دیا، فرشتوں کو بھیجا جو ان کے خیموں کی رسیوں کو کاٹتے تھے اور مشرکین کے خیموں کے ستونوں کو اکھاڑتے تھے، دہشت اور خوف ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ ان کے لیے راہ فرار اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اس حال کی خبر دی یا ایہذا الذین آمنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جاء تکم نبوذا فرسلنا علیہم ریحاً وجنوداً لمرتوہا وكان اللہ بما تعملون بصیراً،

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمة للعالمین، بتایا اس ہوا کو قوم عاد کی آندھی سے بھی کئی مراتب سخت کر دیا۔ نقل ہے کہ حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے کہا جس رات احزاب حوالی مدینہ سے کوچ کرتے تھے، ہم پر اس قدر سردی کے خوف بلاوا بستلا کی صعوبت طاری تھی کہ اس کی کیفیت حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب گاہ سے اٹھے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ جب چند رکعت نماز ادا فرمائی صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو جا کر قوم کی خبر ہمیں لا کر سنائے اور خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا ساتھی بنائے۔ حذیفہ نے کہا خدا کی قسم ہم میں سے کسی نے بھی بھوک اور سردی کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ پھر نماز میں مشغول ہوئے، فراغت کے بعد دوبارہ فرمایا کہ کوئی ہے جو قوم کی خبر ہمارے پاس لائے، خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے گا۔ اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ نہلا کی کسی شخص نے جواب نہ دیا، صحابہ میں سے تین یا چار اشخاص کا نام لیا حالانکہ وہ بھی سنتے تھے اور ان کا جواب یہ تھا کہ میں خدا اور رسول کی پناہ پکڑتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اس جگہ سے اٹھائے، اور آج رات کہیں نہ بھیجیں۔ پھر آپ نے میرا نام زبان مبارک سے ادا فرمایا، میں نے عرض کیا لیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تو آج رات میری حفاظت کر سکتا ہے تاکہ قیامت کے روز تو ہمارے ساتھ ہو، میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنے پاس

اور فرمایا، اے حذیفہ! تجھے کیا چیز مانع ہوئی کہ تو نے میری بات سنی اور جواب نہیں دیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم بھوک اور سردی، میری حالت یہ تھی کہ سردی کی وجہ سے میرا ایک ایک عضو کپا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرراتے ہوئے فرمایا آگے آؤ، میں آنسرد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہو گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ، کمر اور کندھوں کے درمیان پھیرا، اور ایک کٹایت میں ہے کہ میرے سر اور چہرہ پر پھیرا اور میرے متعلق دعا فرمائی۔ اللهم احفظ من بین یدیه ومن خلفه ومن امامه ومن شمائله ومن فوقه ومن تحته، خدا کی قسم کہ خوف اور رعب مجھ سے جاتا رہا۔ پھر مجھے اشارہ فرمایا کہ قوم میں جاؤ اور ان کے حالات سے مجھے آگاہ کرو اور کسی پر دست درازی نہ کرنا، اور تجھ سے کوئی حرکت سرزد نہ ہونا چاہیے، یہاں تک کہ تو واپس میرے پاس پہنچ جائے۔ حذیفہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہتھیار پکڑے اور خندق سے گزر گیا، ایسے گرم ہو گیا کہ میں حمام میں آ گیا ہوں، جب میں مشرکین کے نزدیک پہنچا، ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا، میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنا کبھی یہ پہلو اور کبھی وہ پہلو آگ پر رکھتا ہے۔ حذیفہ نے کہا میرا ارادہ ہوا کہ میں اس کے پہلو میں تیر ماروں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر میں نے عمل کیا پھر قدرتی فوج پہنچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے پتھر آتے اور ان کے منہ اور سر پر آ کر گتے تھے، اور وہ ڈھال سے انہیں روکتے تھے مشرکین کی آگ بجھ گئی، دل مردہ ہو گئے اور رنگ افسردہ و پژمردہ تھے۔ ابوسفیان نے جب اس صورت حالات کا مشاہدہ کیا تو کہا لے گروہ قریش! ہمارا یہاں قیام طول پکڑ گیا، ہمارے چار پائے ہلاک ہو گئے۔ بنی قریظہ نے ہماری مخالفت کی، ہمارے ہتھیار بیکار ہو گئے اور اس شدید ہوانے ہماری کوئی چیز جگہ پر نہیں رہنے دی، میں یہ جا رہا ہوں، کہتا ہوا اپنے اونٹ کی طرف آیا، انتہائی تیزی کی وجہ سے اونٹ کا زانو بند کھولے بنیر اس پر بٹھی گیا، عکرم بن ابی جہل نے اسی حالت میں فریاد کی کہ لے ابوسفیان تو قوم کا پیشوا ہے، ان کو ہلاکت میں چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ ابوسفیان خجالت اور شرمندگی میں اونٹ سے اتر آیا، اونٹ کا زانو بند کھولا، اس کی نیل پکڑی اور چل دیا، لشکر گاہ میں اعلان کر دیا کہ جلدی چلو۔ تمام قریش، غطفان، کنانہ اور فزاعہ یا س و حرمان کے ساتھ وہاں سے چل دیے۔ اس سرزمین میں مشرکین اور بت پرستوں سے جو مسلمانوں کی جان و مال کے قصد سے آئے تھے، کوئی باقی نہ رہا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین اونٹوں کو لادنے میں مشغول تھے، میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے لوٹا، راستہ میں میں نے سواروں کو دیکھا جن کے سروں پر سفید پگڑیاں تھیں۔ میں نے انہیں شمار کیا وہ بیس نفر تھے۔ مجھے انہوں نے کہا، اپنے صاحب کو خبر دیجئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دشمن کے شر سے کفایت کی۔ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز میں تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی امر پیش ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ آگے آؤ، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گیا اور آپ کو کیفیت احوال سے آگاہ کیا۔ آپ نے بمسم فرمایا، آپ کے دندان مبارک سے نور چمکا، میں ابھی تک گرم تھا، پھر سردی نے مجھ میں اثر کیا۔ مجھے آپ نے اپنے نزدیک بلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک طویل وعریض کبل تھا، اس کا ایک کونہ مجھ پر ڈالا اور اپنے پلے مبارک میرے سینہ پر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راہنما پاؤں کے چھونے سے مجھے راحت ملی، چنانچہ اس کی راحت سے میں سو گیا، صبح کی نماز تک سوتا رہا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیدار کیا، اور فرمایا قہر یا تو ماں، اے بہت سونے والے اٹھ۔ مردی ہے کہ کفار کے لشکر کے بھاگ جانے کے بعد آپ نے فرمایا اب وہ ہمارے ساتھ جنگ کے لیے نہیں آئیں گے، ہم ان کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد قریش کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے باہر نکلیں۔ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ام القریٰ مکہ کی بلندیوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیے اور وہ گروہ مشرکین مقہور و مغلوب ہو گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَيَّ كُلِّ مَحَالٍ ۝



## غزوة خندق کے واقعات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ایہا نے فرمایا کہ جنگ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ، اعراب میں ایک روز مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے اور جنگ شروع کر دی، میں اس روز سعد کی والدہ کے ساتھ بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں جو مدینہ کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ ہے میں تھی اچانک میری نظر سعد پر پڑی جو وہاں سے گذر رہا تھا اور ایک بہت چھوٹی زرہ پہن رکھی تھی جو کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو ڈھانپنے ہوئے نہیں تھی۔ حالانکہ وہ عظیم الجثہ، طویل قامت مرد تھا۔ میں اس کی چھوٹی زرہ سے خوف نہ تھی کہ خدا نہ کرے اسے کوئی زخم لگ جائے، اس کی ماں نے کہا، اے سعد! جلد سے جلد تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملو کیونکہ اگر تو نے دیر کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور جا پڑے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے ام سعد! کیا اچھا ہوتا اگر تیرا لڑکا پوری زرہ پہن لیتا کیونکہ مجھے اس کے بازوؤں سے ڈر ہے، اس کی والدہ نے کہا یقیناً اللہ ماہو بقاض یعنی خدا تعالیٰ جو کرنے کا حکم ہوتا ہے کر دیتا ہے اور حکم الہی اسی طرح تھا کہ وہ مشرکین کے تیرے شہید ہو سکتے ہیں کہ جب سعد خندق کے کنارے پہنچا جہاں العرق نے کفار سے اس پر ایک تیر پھینکتے ہوئے کہا خذھا وانا ابن العرقد، اور وہ تیر اس کی رگ اٹھل پر لگا اور وہ دائیں ہاتھ پر ایک رگ ہوتی ہے کہ جب وہ منقطع ہو جائے تو اس سے خون نہیں رکتا یہاں تک کہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن العرقد کو ان الفاظ سے نفرس کی۔ غرق اللہ تعالیٰ وجھک فی النار، جب سعد کو علم ہوا کہ اس کا زخم مہلک ہے، قبلہ رو ہو کر دعا کرتے ہوئے کہا الہی اگر قریش اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگ باقی ہے تو مجھے مہلت دے اور زندگی عطا فرماتا کہ میدان

جنگ میں حتی المقدار گوشش کروں اور اگر ان کے درمیان مقابلہ باقی نہیں رہا تو مجھے شربت شہادت پلا دے لیکن مجھے اتنی مہلت دے کہ بنی قریظہ کو ان کے کیے کی سزا پاتے ہوئے دیکھ لوں، سعد اور ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دوستی اور معاہدہ تھا، مجھے ہے کہ فی الفور ان کے زخم سے خون بند گیا وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے، ان کا باقی قصہ عنقریب انشاء اللہ العزیز مرقوم ہوگا۔

**ایک جن نپ کی صوت میں :-** معجم طبرانی میں بیان کیا گیا ہے کہ آغاز جنگ میں ایک جوان حبش کی شادی حال ہی میں ہوئی تھی نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر کے گھر روانہ ہوا وہ مسلح اپنے گھر جا رہا تھا راستہ میں اس نے اپنی بیوی کو بغیر مردوں کے درمیان کھڑے دیکھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی عورت کو نیزہ سے ہلاک کر دے، اس عورت نے کہا تھوڑی دیر اپنا ہاتھ روکے رکھو اور گھر میں جا کر دیکھو کہ کیا ہے، اور بستر پر کون ہے، جب اس نے اس کے قتل سے ہاتھ اٹھایا اور گھر میں داخل ہوا تو اس نے بستر پر ایک سانپ کو سونے ہوئے دیکھا۔ وہ اس سانپ کو نیزے کی نوک پر رکھ کر باہر لایا، وہ سانپ تھوڑی دیر نیزے کی نوک پر ٹرپا اس کے بعد مر گیا، اسی وقت جوان نے بھی اپنی روح عزرائیل کے سپرد کر دی جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سانپ پہلے مر یا وہ جوان، اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا، آپ نے فرمایا اپنے ساتھی کے لیے بخشش طلب کر دو پھر فرمایا مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ہے جو ایمان لائے ہیں اگر اس قسم کی کوئی چیز تمہارے سامنے ظاہر ہو تو تین روز تک اس کے نزدیک نہ جاؤ اس کے بعد اگر ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

**ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ،** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ، جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے کے دوران اس عظیم پتھر کو جو خندق میں ظاہر ہو گیا تھا توڑنے میں مصروف تھے، کدال اٹھاتے وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر تین پتھر بندھے ہوئے دیکھے، یہ اس بات کی نشانی تھی کہ تین روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تناول نہیں فرمایا، آپ کی بھوک کے تصور سے میں پریشان ہو گیا میں اٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کروں اور

چپکے سے آپ کو اپنے گھر لے جاؤں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت ہو تو چند آدمیوں کو ساتھ لے آؤں۔ لقصہ میں گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا اسے میں نے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا اس نے ایک صاع جو جو موجود تھے ان کا اٹاپیس کر گوندھ دیا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ حقیقت بیان کی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کر لیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ نفیر کے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کھانا کس قدر ہے، میں نے جو کچھ تھا عرض کر دیا، فرمایا کثیر طیب، پھر فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ دیگ کو چولہے سے نہ اتارے اور نہ ہی تنور میں روٹیاں لگائے جب تک میں نہ آجاؤں اور وہاں موجود نہ ہوں، پھر تمام اہل خندق کو آواز دی کہ جاہر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ اس کی درخواست ہے کہ تمام آئیں، جاہر نے گھر میں آکر کہا اے ضعیفہ! تجھ پر افسوس ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور ابھی پہنچنا چاہتے ہیں۔ عورت نے کہا، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ طعام کی مقدار کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ بیوی نے کہا، اللہ ورسولہ اعلم۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر پہنچے دیگ اور آٹے کے پاس گئے اور اپنا لعاب دہن دیگ اور آٹے میں ملایا اس کے بعد حق تعالیٰ سے برکت کی دعا کر کے فرمایا کہ روٹی تنور میں لگاؤ جب پختہ ہو جائیں باہر نکالتے اور پیالے میں توڑ کر ڈالتے اس کے ساتھ شنبو با ملا کر دس دس آدمیوں کو بٹھاتے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر کھالیتے پھر وہ اٹھ جاتے، اسی طرح ایک ہزار بھوکوں کا پیٹ بھر دیا۔ جب آپ تنور سے دور ہوتے تو فرماتے کہ دونوں کو ڈھانپ دو اور جب واپس تنور پر آتے تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہوتا اور دیگ گوشت سے بھری ہوئی ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم نے بھی کھایا اور پڑوسیوں کے پاس بھی بھیجا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے طعام بھی ختم ہو گیا۔ اس معجزہ کو کئی طریقوں سے بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ایک قول کے مطابق زیادہ موزوں ہے۔ واللہ اعلم۔

بشیر ابن سعد کی بیٹی نے کہا کہ خندق کے زمانہ میں میری والدہ کھجوروں میں برکت :- بنت رباح نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں کہ انہیں اپنے والد اور ماموں کے پاس لے جاؤں تاکہ وہ ناشتہ کر لیں میں ان کی تلاش میں جاتی تھی اسی اثناء میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا اے میری بیٹی میرے پاس آؤ، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی آپ نے پوچھا تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں جنہیں اپنے باپ کے پاس لے جا رہی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے آگے بڑھا دیا میں نے وہ آپ کے ہاتھ پر رکھ دیں پھر آپ کے فرمان کے مطابق کپڑا پھیلا دیا اور کھجوروں کو اس کپڑے میں ڈال دیا اور ایک مرد کو کہا اس نے تمام اہل خندق کو کہا کہ آئیں آپ کے فرمان کے مطابق اس نے تمام لوگوں کو جمع کیا انہوں نے حسب منشا کھجوریں کھائیں اور لوٹ گئے ابھی کھجوریں اسی طرح باقی تھیں کہ اس کپڑے کے اطراف کو جنہیں کھینچا ہوا تھا گرا دیا۔

ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس غزوہ میں وہ واقعات عجیبہ اور معجزات بدیہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں جو ظہور پذیر ہوئے لیکن اس مختصر میں اس سے زیادہ بیان کرنے کی گنجائش نہیں واللہ اعلم۔

غزوہ خندق میں مدت جنگ بعض مورخین نے کہا ہے کہ بیس روز تھی بعض نے ستائیس روز اور بعض نے چوبیس روز کہا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ جب محاصرہ کو انتیس روز گزر گئے مخالفین نواح مدینہ میں منتشر ہو گئے اس غزوہ میں انصار کے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ سعد بن معاذ، انس بن اوس، عبداللہ بن سہیل، طفیل بن نعمان اور کعب بن زید رضی اللہ عنہم ان پانچ افراد کے نام سیرت کی کتابوں میں درج ہیں، مشرکین میں سے تین شخص ہلاک ہوئے۔ عمر بن عبدود، نوفل بن عبداللہ خزندی اور عثمان بن خبیر جو عبدالدار سے تھا اس غزوہ میں اسے تیر لگا اور مکہ لوٹ گیا اور اسی تیر کے زخم سے ہلاک ہو گیا۔

**غزوہ بنی قریظہ** - ماہرین فن سیرت و تاریخ نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جب عنایت خداوندی کی نسیم لاتباسوا من روح اللہ کی طرف سے چلنا شروع ہوئی اور مطلع آمال سے صبح اقبال نمودار ہوتی دکھائی دی تو قادر مطلق کی تقدیر سے مخالفین و اہل عناد ذلیل و خوار ہو کر لوٹے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف اطمینان خاطر کے ساتھ واپس آنے صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے گھر میں آرام کیا۔ سلمہ اور آلات حرب اتار دیئے، ہتھوڑی دیر آرام سے بیٹھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اپنے جسم اور سر سے گرد و غبار دھو رہے تھے کہ گھر سے باہر کسی شخص نے ہم پر سلام کہا۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم باہر گئے میں آپ کے پیچھے گھر میں آئی میں نے دحیہ کلبی کو دیکھا، اس کے چہرہ پر عبا پرچہ  
 ہوا تھا اور سفید اونٹ پر سوار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر اور چہرہ سے گرد و غبار اپنی  
 چادر سے صاف کرتے تھے وہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ جب آپ واپس گھر میں  
 تشریف لائے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ کے گھر  
 میں تھے غسل کے بعد ظہر کی غازا داکر کے خوشبو طلب فرمائی تاکہ خود کو معطر و مطیب بنائیں کہ سفید  
 چمکدار پگڑی باندھے اونٹ پر سوار نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا آپ کو فتح دے۔ آپ نے  
 ہتھیار اتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔ جلد اٹھئے اور ہتھیار پہنیے اور  
 بنی قریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ خدا کی قسم! میں جا کر ان کے قلعہ کو اس طرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جیسا  
 کہ انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال کو طلب فرمایا  
 اس نے مدینہ میں اعلان کر دیا کہ اے اللہ کے شاہسوارو! سوار ہو جاؤ، ہر سننے والے فرما ہر دار کو  
 دوسری غازی بنی قریظہ میں گذارنی چاہیے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں بھنڈا  
 عنایت فرمایا اور لشکر سے پہلے روانہ فرما دیا۔ خود اپنے زرہ پہنی، ڈھال کندھے پر رکھی، نیزہ ہاتھ  
 میں لیا اور اس گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام صیقا تھا اور ایک اور گھوڑا ساتھ لے لیا، عبداللہ  
 ام مکتوم کو مدینہ میں غلیفہ بنا کر حضرت علی کے پیچھے روانہ ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تیار ہو کر  
 شہر سے باہر نکلے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف،  
 حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے، حضرات مہاجرین و انصار کے اعیان و اشراف  
 ہر کاب تھے حضرت بلال کے بھائی خالد بھی نیزہ بدست ساتھ تھے۔ دشمنان اسلام کی تعداد  
 تقریباً تین ہزار تھی۔ ان کے پاس چھتیس گھوڑے تھے، راستہ میں قبیلہ بنی النجار کے پاس پہنچے۔  
 دیکھا کہ وہ تمام مسلح، صف کشیدہ انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ  
 تم لوگوں نے کس کے حکم سے ہتھیار پہنے ہیں انہوں نے کہا دحیہ کلبی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ہتھیار پہن لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو جبرائیل علیہ السلام تھے جو گئے ہیں تاکہ  
 ان کے قلعہ میں زلزلہ ڈالیں، مغرب اور عشا، کا درمیانی وقت تھا جبکہ بنی قریظہ کے پاس پہنچے۔  
 بعض صحابہ نے وقت کی رعایت کرتے ہوئے عصر کی غازا داکر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبی کو جانے میں تعجیل اور مبالغہ پر مجبور کیا۔ اور دوسری جماعت نے نبی کی وجہ سے بنی قریظہ میں جا کر ادا کی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ملامت یا عتاب نہیں ہوا۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں بنی قریظہ کے قلعہ کے نزدیک پہنچا اس قوم میں سے ایک شخص نے قلعہ کے اوپر سے مجھے دیکھا اور پکارا، قد جاءکم قاتل عمرو دوسرے نے کہا قاتل علی عمرو اصدار علی صقرا قصمہم علی ظہرا بوم علی امرا اہتک علی اسرا۔ میں نے کہا، الحمد لله الذی ظہر الا سلام و مع الشوک؛ جب شاہ مرداں نے قلعہ بنی قریظہ کی دیواروں کے ساتھ بھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم سے زبان درازی شروع کر دی، حضرت علی نے ابو قتادہ کو بھنڈے کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود سربراہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے قلعہ کے نزدیک نہ جائے، جلد ہی خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ مجھے دیکھیں گے تو وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعہ کے نزدیک پہنچے فرمایا یا اخوة القرۃ و الخنازیر۔ خدا اور اس کے رسول کے حکم سے نیچے اترو۔ ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا احسنا و احسارکوا اللہ، یعنی دور ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ یہودیوں نے کہا یا ابا القاسم ما کنت جہولا ولا فاحشا، یعنی آپ ہرگز جاہل اور دشنام طرازی نہ تھے۔ آج اس بڑے کام کا ارتکاب کیوں کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے مگر چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور جتے ہیں کہ اس بات سے اس قدر متاثر ہوئے، کہ جو نازیبا نہ آپ کے ہاتھ میں تھا گر پڑا اور آپ کے دوش مبارک سے چادر زمین پر گر پڑی۔

اسید بن الحصر نے یہود کو مخاطب کیا کہ اے دشمنان خدا! ہم اس قلعہ سے اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تم بھوک سے نہیں مرجھاتے۔ اب تمہاری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو اپنے سوراخ سے سر تو باہر نہیں نکال سکتی ہے۔ یہود نے کہا اے ابن حصر! کیا ہم تیرے دوست نہیں ہیں۔ خزرج سے نہیں ہیں، یہی تم سے یہ توقع نہیں تھی، اسید نے کہا کہ ہم میں اور

تم میں کوئی عہد و پیمانہ اور دوستی نہیں ہے۔ تم نے تمام معاہدوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن وقاص سے فرمایا کہ وہ یہودی تیر پھینکتے رہیں۔ ان میں سے بھی بعض لوگ تیر پھینکتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوٹ آنے کی اجازت مل گئی۔ اپنے ٹھکانوں پر واپس آگئے اسی طرح پندرہ روز اور ایک قول کے مطابق بیس روز گزار گئے سعد بن وقاص نے کہا اس غزوہ میں ہم کھجوروں پر گزارہ کرتے تھے، سعد بن عبادہ کھجوروں کو اونٹوں پر لاد کر ہمارے پاس بھیجتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، کھجوریں اچھا طعام ہے۔

جب محاصرہ نے طول کھینچا، حق تعالیٰ نے یہود کے دل میں خوف پیدا کر دیا، انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور نباش بن قیس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، قال اللہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا وان لنعترف لانا وترحمنا لنكونن من الخاسرین ہم بنی نضیر کی طرح جلا وطنی اختیار کرتے ہیں ہمارے خون نہ بہاے اور چھوڑ دیجئے تاکہ ہم اپنے عیال و اطفال کے ساتھ باہر چلے جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی نہ ہوئے، پھر انہوں نے اطلاع بھیجی کہ ہم اپنے تمام احوال اور سامان سے دست بردار ہوتے ہیں۔ آپ اجازت فرمائیے کہ ہم اپنی بیویوں کو بچوں کے ہاتھ بگڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں، یہ درخواست بھی قبول نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لا الی ان تنزلوا علی حکمی۔

نباش نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ان تک پہنچایا وہ اپنے معاملہ میں حیران رہ گئے، کعب بن اسد جو ان کا مقتدری تھا نے بنی قریظہ کے روسائی کو جمع کیا اور حنی بن رخطب اس عہد کی بنا پر جو اس کے ساتھ تھا اس کے قلعہ میں آیا اور اس مجلس میں حاضر ہوا، پھر کعب بن اسد نے ان کے ساتھ خطاب کیا اور کہا اے یہود! خدا کی قسم! تم تمام جانتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور ہم اب تک حسد کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں لاتے، اب تین کاموں میں سے ایک کام کرو۔ ایک یہ کہ اس معرفت کی بنا پر تم پر ان کے متعلق ہے ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی فرمانبرداری اختیار کر لو تاکہ تمہارے بیٹے عورتیں اور اموال و نفوس محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے، اور

تو دیت پر دوسری کتاب کو اختیار نہیں کرتے، کعب نے کہا اگر یہ نہیں کر سکتے تو اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو، قلعہ سے باہر نکلیں اور جنگ کریں اگر مغلوب ہو جائیں تو ہمارے بعد ہماری عورتیں اور بچے ذلت نہ دیکھیں، اگر غالب آجائیں گے تو بیوی بچے کم نہیں ہوں گے، بنی قریظہ نے کہا بے گناہوں کو قتل کرنے کا کوئی سبب نہیں، کو نسا دل اس کام کے لیے تیار ہو گا۔ اپنی اولاد کے قتل کرنے اور اپنے جگر گوشوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ کعب نے کہا اگر تم اس امر پر راضی نہیں ہو تو آج شنبہ کی رات ہے ان کے دل ہماری طرف سے مطمئن ہیں آج رات شیخون ماریں مگن ہے ہم کامیاب ہو جائیں بنی قریظہ نے کہا شنبہ کی حرمت کو کیسے باطل کریں وہ لوگ جو ہم سے پہلے تھے انہوں نے اس امر کی رعایت نہیں کی مسخ اور فسق میں مبتلا ہو گئے۔ جب یہودی تنگنائے حیرت میں پڑ گئے ابولبانا بن عبد المنذر اوسی کو جو ان کا دوست اور ہم عہد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کیا تاکہ اپنی جہم میں اس سے مشورہ کریں۔ ابولبانا قلعہ میں آیا، اس کی عزت و تکریم کر کے انہوں نے اس کا استقبال کیا، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ شدتِ حال اور رنج کی اس سے شکایت کی۔ ابولبانا کو ان پر رحم آیا۔ پھر بنی قریظہ کے اشراف نے ان سے مشورہ کیا کہ مصلحت کیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتراؤ میں یا نہ ابولبانا نے کہا ہاں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی فیصلہ ہمارے قتل کا ہو گا۔ ابولبانا بھتا ہے میں اس وقت پشیمان ہوا اور استرجاع کیا یعنی انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، کعب بن اسید نے پوچھا تجھے کیا ہو ابے میں نے کہا میں خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کی ہے میں قلعہ سے نکل آیا، گریہ چھ پر طاری ہوا چنانچہ میری داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ملے بغیر مدینہ آ گیا اور اس مسجد میں جو ام سلمہ کے دروازہ کے سامنے ہے آ گیا اور خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا اور میں نے جی میں کہا کہ کوئی شخص مجھے اس ستون سے نہیں کھولے گا مگر نماز کے اوقات میں جب تک کہ میری توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ چند دن رات اسی طرح بندھا رہا اس کی بیٹی آتی اور اس کے منہ میں کھجوریں ڈال دیتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے حال کا علم ہوا تو فرمایا اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آ جاتا اس کیلئے استغفار کرتا، اب میں اس کو نہیں کھولوں گا تا وقتیکہ حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ کرے اور ایک



روایت میں ہے کہ پندرہ روز کے بعد ابولہبانہ کی توبہ کی قبولیت کے متعلق وحی نازل ہوئی جب یہودی قریظہ عاجز و بیقرار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد سلم کو حکم دیا کہ اس نے مردوں کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیئے اور عبداللہ سلام کو ان کی عورتیں، بچوں اور اموال واسلحہ کے ضبط کرنے پر متعین فرمایا، اس قلعہ میں ایک ہزار پانچ سوتلواریں، تین سوزریں، ایک ہزار پانچ سو ڈھالیں اور بے شمار اثاثہ اور برتن تھے اور یہودیوں کے اونٹ، چوپائے اور بھیر بکریاں حد و شمار سے باہر تھے، اسی اثاثہ قبیلہ اوس کے اعیان و اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ لطف و احسان کے منظر ہیں اور سبکی و نرمی کے منبع ہیں آپ نے بنی قینقاع کے متعلق جو ابن ابی کے حلیف تھے، مہربانی فرمائی اور سات سو افراد کو جن میں سے چار سو زورہ پوش تھے، بخش دیا اب بنی قریظہ کے متعلق جو ہمارے حلیف ہیں اور نقض عہد سے پشیمان ہیں مہربانی فرمائیے اور ان کے جرائم کو معاف فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ جب ان کا مہالذہد سے بڑھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میں سے ایک شخص ان کے متعلق حکم کرے انہوں نے کہا ہاں، یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا سعد بن معاذ ہے جو کچھ وہ کہے گا اس معاملہ میں اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو مدینہ میں سعد کو لانے کے لیے بھیجا وہ اس تکلیف کی وجہ سے جو انہیں پہنچی تھی اس غزوہ سے بچھے رہ گئے تھے، لامحالہ ایک جماعت نے انہیں بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اس سے پہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں پہنچیں۔ قبیلہ اوس کے کچھ لوگ اس سے ملے اور اسے کہا اے اباعمر، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بنی قریظہ پر حکم مقرر فرمایا ہے اور وہ تیرے حلیف تھے، ہم وطن ہیں اور جنگوں میں انہوں نے تیری امداد و اعانت کی ہے، دوسرے تمام لوگوں سے اعراض کیا ہے، اب ان کی امید کی آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں۔ تو نے ابن ابی کو دیکھا کہ اس نے اپنے ہم سوگندوں بنی قینقاع کی نجات کی خاطر کس قدر عمدہ کوشش کی۔ مجاری التماس یہ ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق شفقت و احسان کا طریق اختیار کرنا اور اس قسم کا فیصلہ کرنا کہ وہ قتل کی مصیبت سے بچ جائیں، اوسلوں نے ہر چند اس قسم کی باتیں کیں لیکن سعد نے ان کو

کو کوئی جواب نہ دیا آخر کار جب ان کا اصرار اور الحاح حد سے بڑھ گیا، اس نے کہا اس کا وقت نہیں ہے، راستہ میں خدا تعالیٰ نے سعد کو ملامت کرنے والوں کی ملامت سے محفوظ رکھا اس بات سے وہ ناامید ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ تمام کے قتل کا حکم کرے گا، جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجلس ہمایوں کے قریب پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قوموا! یہاں اپنے سردار کے لیے اٹھو، بنی اشمل کی ایک جماعت نے جو سعد کی قوم سے تھی اسے سواری سے اتارا، جب وہ بیٹھ گئے قبیلہ اوس کا ایک گروہ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گفتگو کی مجال تھی کہا، اے اباعمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجنی قریظہ کے فیصلہ کی باگ آپ کے قبضہ اختیار میں دے دی ہے، اس جماعت کے سابقہ حقوق کا خیال کرتے ہوئے اس کے متعلق شفقت و احسان کا طریقہ اختیار کریں سعد نے اوسیلوں سے کہا کہ خدا تعالیٰ کا عہد و میثاق تم پر ہے کہ جو کچھ میں حکم کروں اس پر تم راضی ہو اور میرے حکم سے تجاوز نہیں کرو گے تمام نے جواب دیا ہاں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور انتہائی تعظیم و تکریم کا لحاظ کرتے ہوئے خطاب سے اجتناب کرتے ہوئے کہا جو شخص بھی یہاں ہے تمام میرے حکم پر راضی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فیصلہ وہی ہو گا جو تو کرے گا، سعد نے کہا میں حکم کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کریں ان کی عورتوں اور بچوں کی گردن میں علامی کا طوق ڈالیں اور ان کے اموال کو مسلمان آپس میں تقسیم کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سعد! تو نے ان کے متعلق وہی حکم کیا جو خداوند تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے فیصلہ کیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا بنی قریظہ کے مردوں کے ہاتھوں کو باندھ کر مدینہ میں لائے اور حضرت اسامہ بن زید کی سر میں قید کر دیا۔ ان کے بچوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں جو بنی النجار کی ایک عورت تھی، محفوظ و مضبوط کر دیا، چند پھیلے کھجوروں کے ان کے آگے ڈال دیئے، چونکہ ان کے ہاتھ مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے منہ کے بل گر کر کھجوروں کو کھاتے تھے۔ اس دن کی رات کو جو ملک عدم کو سدھارے، صبح کو تواریت کے درس میں مشغول ہوئے اور ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی وصیت کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مناسب جگہ پر خندق کھودی گروہ درگروہ امامہ کے گھر سے باہر لاتے تھے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پھینچی ہوئی تلواروں سے ان کی گردنیں مارتے تھے اور ان کے خون

کو خندق میں بہاتے تھے، جب حمی بن اخطب کو ہاتھ باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! آخر کار خدا تعالیٰ نے تجھے میسر ہاتھ میں گرفتار کیا اور مجھے تم پر حاکم کیا، حمی نے کہا میں اپنے آپ کو آپ کی دشمنی میں ملامت نہیں کرتا لیکن من خذل یخذل میں اپنے نفس کی عزت چاہتا ہوں خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح دی، کوئی خوف نہیں، اس قسم کی بہت سی مصیبتیں بنی اسرائیل پر آئی ہیں۔ جتھے ہیں کہ جب حیدر کرانے حمی کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچی حمی نے کہا میری درخواست ہے کہ میرے کپڑے جسم سے نہ اتارنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات میرے نزدیک قتل کرنے سے آسان ہے پھر حمی نے گردن اوپر کھینچی، امیر نے تیز تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا اور اسفل السافلین میں بیچ دیا۔ پھر کعب بن اسید کو گردن کے ساتھ ہاتھ باندھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسید! تو نے ابن جلاس کی نصیحت سے کیوں نفع حاصل نہیں کیا، کہ اس نے تمہیں میری متابعت کا حکم دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو میرا سلام ان کی خدمت میں پہنچانا اس نے کہا اے ابوالقاسم! تو اسیت کی قسم اگر یہود سرزنش اور عیب نہ کرتے کہ میں تلوار اور قتل کے خوف سے مسلمان ہوا ہوں تو یقیناً آپ کی تصدیق کرتا اور آپ کی متابعت کرتا لیکن اس اعتراض کو دور کرنے کی خاطر دین یہود پر مرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا دیا، اس روز صبح سے شام تک حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما، بنی قریظہ کے قتل میں مصروف رہے جب رات ہو گئی تو مشعل کی روشنی میں ان کی زندگی کو موت کی شام میں بدل دیا، وہ چار سو افراد تھے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ چھ سو تھے، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ نو سو تھے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں میں ایک بوڑھا زبیر بن باطنامی تھا، جس نے جنگ بعاث میں ثابت بن شماس کے ذمہ ایک حق ثابت کیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس کا اسے بدلہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ احسان جو زبیر نے ثابت پر کیا تھا عرض کیا، اس نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ میں اس کا بدلہ ادا کروں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہالیوں ہو تو زبیر کو مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبیر کو میں نے تجھے بخشا۔ ثابت نے زبیر کو بشارت دی، زبیر نے کہا وہ بوڑھا جو عورت اور بچوں سے جدا ہو جائے زندگی سے اسے کیا فائدہ،

ثابت نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اور درخواست کی کہ زبیر کے عیال و اطفال کو غلامی کی قید سے آزاد فرمائیں۔ آپ نے اس کی اس درخواست کو بھی قبول فرما کر تمام کو اس کے سپرد کر دیا۔ پھر زبیر نے کہا کہ وہ اہل و عیال جو ایک بوڑھے کی کفالت میں ہوں، جس کے پاس ایک دانہ بھی نہ ہو، بغیر مال کے بوڑھا بد حال ان سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ثابت نے یہ بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دی اور استدعا کی کہ اسے کچھ مال اور عیال کا خرچہ عنایت فرمائیں، یہ سوال بھی قبول کر لیا گیا، ثابت نے زبیر کو تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی بشارت دی۔ زبیر نے ثابت سے پوچھا اس شخص کا کیا ہوا جس کا آئینہ چینی کی طرح چہرہ تھا، ماہ رخسار، خورشید دیدار دوشیزگان کا نظارہ کرتا تھا یعنی کعب بن اسد، ثابت نے جواب دیا وہ قتل ہو گیا، پھر اس نے کہا، بزرگ شہر کہاں ہے جو لوگوں کو جنگ پر ابھارتا تھا اور ان کو ضرورت پر طعام دیتا تھا اور غریبوں اور مسکینوں کا علم کھاتا تھا یعنی حمی بن اخطب، ثابت نے کہا وہ بھی قتل ہو گیا، زبیر نے کہا وہ درست تدبیر کا مالک کہ جب وہ کھی جماعت کی طرف متوجہ ہوتا انہیں متفرق کر دیتا اور جس عقدہ کو کھولنا چاہتا کھول دیتا یعنی نباش بن قیس جو اب دیا کہ وہ بھی عدم آباد کو روانہ ہوا۔ اسی طرح بنی قریظہ کے ایک ایک رئیس اور سردار کا حال پوچھتا رہا اور ان کے قتل کی خبر سناتا رہا۔ پھر زبیر نے کہا اے ثابت! خدا کی قسم! ساتھیوں کی جدائی اور اجاب سے دوری موت سے زیادہ تلخ ہے اب میں اپنی سابقہ خدمت کے حق کی بدولت میری اس تلوار سے مجھے بھی اپنے دوستوں کے پاس پہنچا دے۔ ثابت اس کی اس بات سے بہت برہم ہوا فی الفور اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے قتل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ثابت نے تلوار زبیر کو دی جس سے اس نے اپنا سر جسم سے جدا کر دیا۔

جب مسلمان بنی قریظہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم کھل گیا، نزع کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر ہانے موجود تھے اس کے سر کو اپنے زانو مبارک میں رکھے ہوئے فرماتے تھے، الہی! سعد نے تیرے راستہ میں زحمت برداشت کی، تیرے رسول کی تصدیق کی، حقوق اسلام جو اس کے ذمہ تھے ادا کیے، اس کی روح کو بہترین طریقہ کے ساتھ جس طرح اپنے دوستوں کی ارواح کو قبض کرنا ہے، قبض کر، سعد نے جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی آواز سنی، اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ! میں گواہی  
 دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا ہیں آپ نے محققہ رسالت کی تبلیغ کی، اور اپنے سر کو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو مبارک سے اٹھایا اور معذرت کر کے منزل جمالیوں میں بھیج دیا، بقوٹی  
 دیر بعد خدا کی رحمت نے اپنے پاس بلا لیا، استبرق کا عامہ باندھے ہوئے جبرائیل علیہ السلام حاضر  
 ہوئے اور کہا اے محمد! آپ کے صحابہ میں سے یہ کون تھا جو فوت ہوا جس کی روح کے لیے  
 آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ خدا کا عرش کانپ اٹھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 میں ابھی ابھی سعد کے پاس تھا اسے عالم سکرات میں پھوپھو کر آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس کے گھر تشریف لائے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی، صحابہ نے اس کا جنازہ اٹھایا اور بقیع کی طرف  
 روانہ ہوئے نقل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ  
 سعد طویل القامت، عظیم الجثہ مرد تھا ہمیں اس کا جنازہ بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ سعد کی لاش کو ملائکہ اٹھائے ہیں اور جابر بن عبد اللہ انصاری  
 سے منقول ہے کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تاکہ سعد کی جنازہ  
 کی نماز ادا کریں، جب ہم نے نماز جنازہ ادا کر لی اسے سپرد خاک کرایا اور مٹی کو اس پر درست کیا،  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل تسبیح پڑھی ہم نے بھی آپ کے ساتھ موافقت کی پھر آپ نے  
 تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تسبیح اور تکبیر میں کیا حکمت  
 تھی؟ آپ نے فرمایا جب اس نیک بندے کو قبر میں دفن کر دیا قبر نے اس پر تسبیح کی مٹی سے تسبیح و  
 تکبیر کہی حتیٰ کہ اس کو نجات مل گئی۔ اے غافل انسان اور اے اللہ فراموش کر دینے والے اس  
 حدیث میں تامل کر اور سوچ، کیا تجھے معلوم ہے کہ سعد بن معاذ کون تھا، سعد بن معاذ وہ ہے جس کے  
 متعلق صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا کہ سعد کی موت سے عرش الہی ہل گیا آسمان کے دروازے کھل گئے، ستر ہزار فرشتے اس کے  
 جنازہ میں حاضر ہوئے، جب مقررین اور صدیقین کا یہ حال ہو تو کٹھنکاروں اور نافرمانوں کا کیا  
 حال ہوگا۔ ایک بزرگ نے اپنی مناجات میں کہا ہے اگر سطوت کی آگ، غیرت کا شعلہ فضائے عالم  
 جبروت میں جلائے، اطاعت گزاروں کی تمام نیکیوں کو جلا دے اور اگر لطف و کرم کی ہوا چلنے لگے

تو نازاں گنہگاروں کی جان کو خوشبو پہنچے۔

لطف تو اگر بندہ نوازی کند یا خور کم تو کار سازی نکند

مشک نیست آب حبلہ وریا ہا یک جامہ مصیبت نازی نکند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ بنی قریظہ کی ایک عورت میرے پاس

بیٹھی تھی کہ اچانک آواز آئی کہ فلال کہاں ہے اور اس عورت کا نام لیا، اس عورت نے کہا

میں اس جگہ ہوں، اس نے کہا نکل باہر آ۔ وہ اسی طرح ہنستی ہوئی اٹھی اور کہا مجھے قتل کرنے کے لیے

بلاتے ہیں، میں نے کہا عورتوں کو قتل کرنے کا دستور نہیں تھے یہ خصوصیت کیوں ہے۔ اس نے کہا میں

بنی قریظہ میں سے ایک شخص کی بیوی تھی اور میں ایک دوسرے کے ساتھ پوری محبت تھی جب غلہ

نے طول پکڑا میرے شوہر نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر قابو پا لیا تو مردوں کو قتل اور عورتوں

کو قید کر لیں گے میں نے کہا افسوس کہ ہمارا وصال جلد ختم ہو جائے گا اور جدائی کی مصیبت میں

تبدیل ہو جائے گا۔ مجھے تمہارے بغیر زندگی پسند نہیں ہے۔ میرے خاندان نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو

مسلمانوں کی ایک جماعت ہمارے قلعہ کی دیوار کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے یہ چچی کا پھران کے سر پر پھینک

دے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی مارا جائے اور تجھے اس کے قصاص میں قتل کریں۔ میں نے ایسا

ہی کیا اور پھر دیوار سے لڑھکا دیا وہ جماعت بھاگ گئی پھر خالد بن سوید کے لگا اور وہ مر گیا، اس

وقت مجھے وہ اس کے بدلے بلاتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بوجہ گذر گیا مجھے قتل

کے مقابل اس کا ہنسنا اور بشاشت کرنا نہیں بھولا۔ مروی ہے کہ جب بنی قریظہ کے قتل کرنے سے

فارغ ہوئے ان کے مال کو تقسیم کیا گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ ملا۔ چنانچہ سوار کو تین حصے

دینے اور اس سے خمس جدا کر دیا، قیدیوں میں سے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے ریکازہ بنت

عمر کو مخصوص فرمایا۔ اور ملک یمن کے ذریعہ اس میں تصرف کیا آپ نے چاہا کہ اسے آزاد کریں اور

اس سے نکاح کر لیں آپ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے یہ طریقہ

آسان ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کا ایک گروہ قباجد میں بھیجا انہیں

فروخت کر کے اس سے گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض عثمان بن عفان

رضی اللہ عنہ اور بعض عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کر دیئے۔ وھذا اخر قضیة

## ہجرت کے پانچویں سال کے بعض واقعات

غزوہ خندق سے مراجعت کے بعد ابوسفیان ایک روز قریش میں بیٹھا ہوا تھا اور کہتا تھا کہ تم میں کوئی شخص ہے جو مدینہ میں جائے اور فرصت پا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا بدلہ لے وہ بازار میں تنہا جاتے ہیں اور تبلیغ میں اس قدر مشغول ہیں کہ دوست دشمن کی تمیز نہیں کرتے۔ ایک اعرابی یہ بات سن کر ابی سفیان کے گھر گیا اور خلوت میں اس سے کہا اگر تو میری مدد کرے تو میں اس مہم کو پورا کر دوں گا، کیونکہ میں راستوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ خنجر بھی تیز رکھتا ہوں اور مجھے کسی کا خوف بھی نہیں، ابوسفیان نے اس اعرابی کی دلجوئی کی ایک اونٹ زاد راہ کے لیے اسے دیا اور وصیت کے پوشیدہ کرنے کی تاکید کی اعرابی کو اسی رات مکہ سے باہر نکال دیا۔ اعرابی منازل میں اصل طے کرتا ہوا توڑے ہی عرصہ میں مدینہ جا پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا جو قبیلہ بنی الاشمل میں تھے۔ اس نے اپنا اونٹ مضبوط باندھا اور پیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں چلا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ کی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیحت کرنے میں مصروف تھے۔ درس سے آپ کی نظر ابوسفیان کے فرستادہ پر پڑی، صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے فرمایا یہ شخص دھوکا دینے کا خیال رکھنا ہے لیکن ہمارے اور اس کے درمیان لطف الہی حاصل ہے۔

اعرابی نے نزدیک آکر پوچھا تم ہی عبدالمطلب کے بیٹے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا ابن المطلب۔ اعرابی فی الفور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا گویا کہ وہ کسی مشورہ کے طور پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اسیر بن حصیر نے اسے پکڑ لیا اور کہا اے طعون! رسول خدا سے دور ہو اور اس کی گھر میں لاٹھ ڈال کر لیا کہ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے، اور یہ عیار اور مکار آدمی ہے وہ اسید کے پاؤں میں گہ پڑا اور فریاد کی کہ میرا خون معاف کر دو، اسید نے اسے مضبوط جکڑ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، سچ کہو تیرے آنے کا کیا سبب ہے۔ اگر تو سچ کہے گا تو یہ سچ

تجھے نفع دے گا وگرنہ حق تعالیٰ مجھے تمہارے خیال سے آگاہ کر دے گا، اعرابی نے امان طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی اور اس نے تمام صورتوں میں حال عرض کر دی۔ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اسیر نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھے امان دے دی، تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن تیرے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اعرابی نے پوچھا وہ کیا ہے، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی وحدانیت کی گواہی دے اور میری رسالت کا اعتراف کر لے۔ اعرابی نے کہا، اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ میں کبھی شخص سے نہیں ڈرا لیکن جب میں نے آپ کو دیکھا میری عقل جاتی رہی اور کمزوری نے مجھ پر غلبہ کیا آپ کو میرے مافی الضمیر سے آگاہ کیا گیا حالانکہ میرے اور ابوسفیان کے علاوہ کوئی اس راز سے آگاہ نہیں تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو امام کرنے والا، حافظ اور مدد دینے والا خدا ہے۔ اعرابی یہ باتیں کہتا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، اعرابی چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا پھر واپسی کی اجازت ہوئی، اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس جدید جرم کے بعد جو شیطانی لشکر کے سپہ سالار ابوسفیان سے سرزد ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمیری اور ابوسلمہ بن اسلم کو فرمایا کہ مکہ جاؤ اور اگر فرصت پاؤ تو ابوسفیان حرب کو قتل کر دو۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کے مطابق مکہ معظمہ کی طرف سفر اختیار کیا حرم کے طواف کے وقت ایک کنیز ان کے حال سے واقف ہو گئی اور چلائی کہ اسے اہل مکہ یہ عمرو بن امیہ ہے اس سے غافل نہ ہونا۔ جب مکہ کے لوگ اس حال سے واقف ہو گئے، وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ابوسلمہ بھاگ کر مدینہ لوٹ آئے، عمرو بن امیہ ضمیری مکہ کے پہاڑوں اور غاروں میں چھپ گیا، عگرد کہتے ہیں کہ ان دنوں عثمان بن مالک میسر سے سننے آیا میں نے اس کے سینہ میں خنجر مارا اس نے ایسا فرہ مارا کہ مکہ والوں نے اس کی آواز سن لی لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور میری تلاش نہ کی میں ایک غار میں گھس گیا اس غار میں مجھے ایک یک چشم آدمی دکھائی دیا جو دوپہر کی گرمی کی وجہ سے اپنی بھینٹوں کو سایہ میں لایا ہوا تھا، تیکہ کے وقت اس نے یہ بیت پڑھا۔



اور چند سست الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی زبان سے ادا کیے میں نے کچھ دیر تو صبر کیا یہاں تک کہ وہ ملعون سو گیا پھر میں نے کمان کا گوشہ اس کی صحیح آنکھ پر رکھا اور اس قدر دیا یا کہ اس کے دماغ تک پہنچ گیا اسے دبائے رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا جب میں غار سے باہر آیا قریش کے دو جاسوس میرے نزدیک آئے میں نے ایک کو تیر مارا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا دوسرا بھاگ گیا، میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گیا، میرا ساتھی بھی عافیت کے ساتھ تھا، ابوسفیان کو جب حقیقت حال کا علم ہوا اس نے اپنی حفاظت کے لیے مزید انتظامات کرنا شروع کر دیئے

بلال بن حارث مزنی قبیلہ مزنیہ کے چار سو اشخاص کے بلال بن حارث مزنی اسلام لائے :- ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ تم جہاں کہیں بھی ہو گے مہاجرین میں داخل ہو گے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے شہروں کو مراجعت کی۔

## عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

اسی سال ذوالحجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ ابن الجراح کو سیف البحر کی طرف بھیجا، اس سفر میں ان کی خوراک صرف کھجوریں تھیں۔ روایت ہے کہ ابتدا میں ہرمرد اور عورت ایک کھجور پر گزارہ کرتا تھا آخر نصف کھجور پر قناعت کی ایک مدت تک اسی طرح گزارہ کرتے رہے جب ان کی حالت بہت تازک ہو گئی حق تعالیٰ نے سمندر سے ساحل پر ایک پھلی پھینک دی جسے تین سو آدمی ایک تک کھاتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ فرمایا میں اپنے اونٹ کے ساتھ اس کی ایک سہلی کے نیچے سے گذرا، دشمن سے ڈر بھڑ ہوئے بنیر مدینہ کو لوٹ آئے۔ واقعتی سے نقل ہے کہ جب اس سفر میں توشہ کم ہو گیا، قیس بن اسد نے عبادہ سے کہا کون ہے جو اونٹ کھجوروں کے عوض فروخت کرے اس شرط پر کہ اونٹ اب دے دے اور کھجوریں مدینہ میں جا کر لے،

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا اس جوان پر تعجب ہے کہ باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے حالانکہ خود اس کے پاس کوئی چیز نہیں، قیس نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سخت باتیں کیں اور کہا میرا باپ پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے اور وہ قرض جو میں مجاہدین کے لیے لوں گا وہ کس طرح اس کی ادائیگی نہ کرے گا۔ اس کے بعد قیس نے ایک شخص سے پانچ اونٹ دو وقت خرما کے بدلے خریدے اور ضرورت کے وقت انہیں ذبح کیا جب اس سفر سے لوٹ کر مدینہ میں آئے سعد بن عبادہ اس جو دو احسان کی وجہ سے جو اس کے بیٹے نے مجاہدین کے لیے لیا تھا خوش ہوا اور از روئے نوازش اپنے بیٹے کی تعریف کی اور چار خلستان اسے بخش دیئے۔ اونٹوں کو فروخت کرنے والا جب مدینہ پہنچا سعد نے اس کی قیمت اس کے سپرد کی اس شخص کو نئے کپڑے پہنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کی مروت سے آگاہ ہو کر فرمایا این من بیت جواد رضی اللہ عنہ۔

نواب

## ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات

حادیان اخبار نبوی اور رادیان آثار مصطفوی نے یوں بیان  
 ثمامہ دامن اسلام میں؟ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے سال اپنے اصحاب  
 کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی انہوں نے اتفاقاً ثمامہ بن اثال کو پکڑ لیا اور قید کر لیا اور حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے مسجد کے ایک ستون کے  
 ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے اس سے پوچھا عنک یا ثمامہ، اس نے جواب  
 دیا میرے پاس بھلائی ہے۔ اے محمد! اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو صاحب خیر کو قتل کیا ہوگا اور  
 اگر انعام کریں گے تو شکر گزار پر انعام کیا ہوگا۔ اور آپ کا مطلوب مال ہے تو وہ بھی بتا دیجئے دوسرے  
 روز پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سوال کیا اور ثمامہ نے وہی جواب دیا تیسرے روز بھی  
 وہی معاملہ اسی طریق سے ہوا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دیں۔ ثمامہ نے  
 مسجد سے باہر جا کر غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور بلند آواز سے استہمد ان لا الہ الا اللہ واشہد

ان محمد رسول اللہ کہا، پھر کہا اے پیغمبر خدا میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی دین آپ کے دین سے اور کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ دشمن نہیں تھا، اب میرے نزدیک آپ کے شہر اور دین سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے یا رسول اللہ میں مکہ میں عمرہ کے لیے جاتا تھا آپ کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اب آپ کا کیا حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو بشارت دے کر مکہ بھیجا تاکہ وہ عمرہ ادا کرے جب وہ حرم میں پہنچا ایک شخص نے کہا تو صابی ہو گیا ہے اس نے کہا میں دین اسلام میں آیا ہوں اور حق کا راستہ اختیار کیا ہے۔ خدا کی قسم کہ تمام تجھے گندم کا ایک دانہ نہیں بھیجے گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم نہ دیں جب اپنے ملک میں پہنچا اس نے لوگوں سے کہا اب غلہ مکہ میں نہ لے جائیں قریش اس صورت سے تنگ آگئے انہوں نے ایک خط مدینہ بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ تمام کو کہیں کہ وہ حسب سابق عمل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجال شفقت و مرحمت اجازت فرمادی کہ تمام کی سرزمین سے غلہ مکہ نے آئیں جس سے مکہ کی عشرت آسانی میں تبدیل ہوگئی۔

ماہرین فن تاریخ اور ناقلین احادیث فرماتے ہیں کہ جب عاصم بن ثابت غزوہ بنی مہیمان ۱- اور خبیث بن عدی کا واقعہ ظہور پذیر ہوا، مذکورہ واقعہ کے اظہار کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز عمل سے طول اور رنجیدہ رہتے تھے اور فرصت کے متلاشی تھے کہ بنی مہیمان سے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کی تھی، انتقام لیں یہاں تک کہ ہجرت کے چھٹے سال دو سو مہاجرین و انصار سواروں کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے، منازل و مراحل طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچے جہاں مسلمان شہید ہوئے تھے، وہاں عاصم اور ان کے ساتھیوں کے لیے استغفار کر کے بخشش کی طلب کی۔ بنی مہیمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی طرف آمد کی خبر ہوگئی وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر قلعہ بند ہو گئے اور اپنی جان اس ہلاکت سے بچالے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ قیام فرمایا، اور اطراف و جوانب میں سر پایا بھیجے، جب آپ قبیلہ غساقان کے پاس پہنچے اور ایک روایت کے مطابق امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کربلاء النعیم بھیجا۔ یہاں تک کہ قریش کو لشکر اسلام کی اطلاع پہنچی تو ان میں بے چینی پیدا ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مقررہ جگہ پر پہنچے لیکن انہیں وہاں کوئی مخالف دکھائی نہ دیا۔ اس جگہ سے لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

تھل گئے۔

بریدہ نے جو اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کلاب تھے کہہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسق ان گئے تو دائیں بائیں سے احتیاط کرتے ہوئے والدہ کی قبر کی زیارت کی، وضو فرمایا اور والدہ کی قبر کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائی آپ کی آنکھیں آنسوؤں میں تر ہو گئیں ہم بھی آپ کی موافقت میں روئے، جب قبر سے واپس آئے صحابہ کی طرف التفات فرما کر پوچھا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا ہم نے کہا شاید امت کے متعلق ناقابل برداشت کوئی حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے ہم روئے، آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ قبر میری والدہ کی ہے۔ میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور حق تعالیٰ سے ان کی مغفرت طلب کی۔

اسی سال محمد بن مسلمہ کو تین سو سو اوروں کے ساتھ موضع خزیرہ میں بنی کلاب کی سرکوبی ۱۔ بنی کلاب کی ایک جماعت پر بھیجا اور وصیت فرمائی کہ اچانک ان کے پاس پہنچ جاؤ۔ محمد بن مسلمہ دن کے وقت پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر کرتے اور اچانک ان پر حملہ آور ہوئے چند کافروں کو قتل کر دیا بعض بھاگ گئے، ان کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو ہانک کر مدینہ میں لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکالنے کے بعد صحابہ میں تقسیم کر دیں۔ کہتے ہیں کہ ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریاں تھیں، محمد بن مسلمہ اس سفر میں انیس روز رہے۔

اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایک سوا شخص کے ساتھ فدک پر حملہ ۱۔ قبیلہ سعد بن بکر کے پاس فدک کی طرف بھیجا، سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں یہ بات پہنچی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ یودخبر کی امداد کریں تاکہ وہ مل کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوں، وہ فوجوں کو قتل کرنے والا، لشکر کو الٹ دینے والا نصرت شعار لشکر کے ساتھ رات کو قطع مسافت کرتا اور دن کو پوشیدہ رہتا تھا یہاں تک کہ وہ موضع سمع میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک مشرک کو دیکھا اس سے مخافتین کے احوال دریافت کیے اس نے کہا میں تمہیں ان کے پاس لے جاتا ہوں بشرطیکہ میں امان میں رہوں اس کی درخواست قبول ہوئی، ان کی بے خبری میں مسلمانوں کو ان تک پہنچا دیا، بنی سعد نے شکست کو غنیمت جانا ان کے پاس سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان اونٹوں میں سے حضرت علی بن ابی طالب

نے چند بہت اچھے اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیے، جس کو الگ کیا اور باقی لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اور صبح و سلامت اس سفر سے مدینہ واپس آگئے۔

اس سال غزوہ ذی قردہ جسے غزوہ قبا بھی کہتے ہیں وقوع پذیر ہوا۔ مسلمانوں نے غزوہ قبا کا نام لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ربیع مدینہ سے باہر نکلے، یس ابو طلحہ انصاری کے گھوڑے پر سوار تھا، طلوع آفتاب کے وقت اچانک عبدالرحمن بن عیینہ بن حصین فزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شیردار اونٹنیوں کی چراگاہ میں پہنچا، شتر بان کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو لوٹ لے گیا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے گھوڑا ربیع کو دیا تاکہ وہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے پھر میں ایک ٹیلے پر چڑھا اور تین مرتبہ پوری قوت سے نعرہ مارا، پھر تیز تلوار اور تیروں کے ترکش کے ساتھ جو میرے ہمراہ تھا، ان کے پیچھے بھاگا، جب میں ان کے نزدیک پہنچا ان کی طرف تیر پھینکا اور ہر تیر کے ساتھ ان میں سے کھسی نہ کھسی کو زخمی کر دیتا، اس صحرا میں درخت بہت تھے جب کوئی سوار میری طرف آتا میں درخت کے پیچھے بیٹھ جاتا اور اسے تیر کے زخم سے دور رکھتا، کبھی پہاڑ پر چڑھ جاتا اور ان کی طرف پتھر پھینکتا۔

القصہ میں نے ان کو اس طرح تنگ کیا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو چھوڑ کر میرے سامنے سے بھاگ گئے، میں نے اونٹوں کو مدینہ کی طرف بانگ دیا اور پھر ان کے پیچھے گیا، تیروں کے زخموں سے تمام کو عاجز اور سراسیمہ کر دیا، یہاں تک کہ وہ نیزے اور چادریں پھینکے جاتے تھے۔ تاکہ میں ان میں مشغول ہو کر جنگ سے باہٹھا اٹھا لوں۔ میں جب ان کے پاس پہنچتا تو ان پر پتھر رکھ دیتا اور انکے پیچھے جانا یہاں تک کہ تیس نیزے اور تیس چادریں میں نے ان سے لیں۔

اس وقت کفار کی ایک جماعت ان کی مدد کو پہنچ گئی، ان میں سے چند افراد میری طرف متوجہ ہوئے اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار درختوں سے ظاہر ہوئے، سب سے آگے احزم اسدی اور اس کے پیچھے ابو قتادہ فارسی اور مقداد اسود کنڈی وغیرہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار حنیزہ مقدمہ الجیش میں متعین کیا تھا ظاہر ہوئے۔ جب مشرکین کی نظر مسلمانوں پر پڑی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ احزم ان کے پیچھے روانہ ہوا میں نے پہاڑ سے اتر کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ میں نے کہا جلدی نہ کرو اتنی دیر صبر کرو کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جائیں۔ احرم نے کہا اے سلمہ! اگر تو اللہ جل و علا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ جنت اور دوزخ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو میں نے اس کی باگ سے ہاتھ اٹھالیا، احرم نے اپنے آپ کو عبد الرحمن عینیہ تک پہنچایا اور اسے نیزہ مارا لیکن وہ کارگر نہ ہوا اس کے بعد عبد الرحمن نے احرم کے نیزہ مارا اور اسے شہید کر دیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسی اشارہ میں ابو قتادہ انصاری اس کے نزدیک پہنچ گیا عبد الرحمن نے نیزے کے ساتھ اس پر بھی حملہ کر دیا اور اسے زخمی کر دیا۔ ابو قتادہ نے نیزے کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ جب عبد الرحمن قتل ہو گیا ہم کفار کے تعاقب میں روانہ ہوئے مخالفین ایک گھائی میں داخل ہو گئے جس میں پانی کا چشمہ تھا جسے ذی فروہ کہتے تھے، مشرکین نے پہلے اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس سے پانی پئیں چونکہ ہم ان کے قریب تھے اس خیال کو چھوڑ کر تیزی سے بھاگے۔ میں اکیلا اس جماعت کا شام تک تعاقب کرتا رہا۔ ان سے دو اونٹ پکڑ کر واپس آیا، جب میں فروہ میں پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ اس جگہ قیام فرماتے، بلال رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ان اونٹوں میں سے جو غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ملے تھے ایک اونٹ ذبح کیا ہوا تھا۔ اس کے جگر اور کوبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھون رہے تھے جبکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمائیے کہ میں اپنے ساتھ ایک سو آدمی جنہیں میں خود منتخب کروں لے کر مخالفین کے پیچھے جاؤں اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی کر، میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو معزز و مکرم کیا میں ایسا ہی کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، رات کا وقت تھا آپ کے سامنے کے دندان مبارک آگ کی روشنی میں دکھائی دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے کوح کے بیٹے! اذما ملک ذابیح اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اس وقت قبیلہ عطفان میں ان کی ضیافت کرتے ہیں اس کے بعد ایک شخص نے ان کے قبیلہ میں آکر کہا کہ اس جماعت کو ایک عطفانی نے روک کر اونٹ ذبح کیا تھا جس وقت اونٹ کا چمڑا اتار رہے تھے غبار پھیل گیا اور وہ اس خیال سے کہ اسلامی لشکر کی گردوغبار ہے بھاگ نکلے، سلمہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج

کے روز بہترین سوار ابو قتادہ ہیں اور بہترین پیادہ سلمہ ہیں۔ مجھے سوار اور سپہیل کا حصہ دیا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار دلیف بنایا اور مدینہ کو واپس آگئے۔

**عنکل اور عرنبہ** :- علیہ وسلم پر ایمان لائی چونکہ مدینہ کی ہوا ان کے مزاج کے موافق نہیں تھی تمام بیمار ہو گئے۔ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذی الحدر کے نزدیک جو قبائے پاکس ہے، کوہ عبد کے نزدیک بھیجا تاکہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پشیا بٹیں اور صحت یاب ہو جائیں وہ لوگ چند روز وہاں رہے اونٹوں کا دودھ اور پشیا بٹیتے تھے یہاں تک کہ ان کی بیماری، صحت میں تبدیل ہو گئی۔ پھر دھوکا کر کے ایک دوسرے سے اتفاق کر لیا اور صبح کا وقت تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پندرہ اونٹ لے کر چل دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو پتہ چل گیا وہ ان کے پیچھے گیا اور ان کے پاس پہنچ گیا، انہوں نے جنگ شروع کر دی اور یسار کو بکڑ لیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے پیٹ اور زبان میں کانٹے چھپو دیئے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو ابن جابر فہری کو بیس سواروں کے ساتھ ان کے پیچھے بھیجا وہ پوری تیزی کے ساتھ گیا اور اس جماعت کو بکڑ لیا اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا، ان تمام کے ہاتھ پاؤں باندھ باندھ کر مدینہ میں لائے، ان میں سے ایک قتل ہو گیا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر غابہ میں تھے۔ گرز ان کو اسی طرح مقید غابہ لے گیا راستہ میں مجمع السبول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آیت کریمہ کے تقاضا کے مطابق انما جزاء الذین یحارون اللہ ورسولہ  
و یعون فی الارض فسادا وان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیکم وارجلہم  
من خلاف او ینفقون من الارض۔ اسی واقعہ میں نازل ہوئی تھی ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے ان کی آنکھوں میں بطور قصاص گرم سلاخی پھیری گئی اور ان کو چپانسی بے دی گئی۔

روایت کی گئی ہے کہ ہجرت

بارش کے لیے نماز استسفار ۱۰۰ کے چھٹے سال سخت قحط پڑا اور انتہائی مہنگائی ہو گئی۔  
مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فیض دروانے

بند ہو گئے بارانِ رحمت منقطع ہو گئی، ہماری بھیتی زراعت اور مویشیوں کے دودھ میں بہت کمی ہو گئی۔ ہمارے چوپائے اور مویشی ہلاکت میں پڑ گئے اور لوگوں کا آرام محنت اور فراغت، مشقت میں تبدیل ہو گئی۔ تیراضی علی الاطلاق جل و علا سے دعا فرمائیے کہ اپنے حسان اور بخشش کے بادلوں کے رشتات سے بادۂ حرمان کے پیاسوں کی امیدوں کے باغ کو تازہ اور سیراب کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فلاں روز شہر سے باہر نکلو اور صدقات اپنے ساتھ لے لو تاکہ صحرا میں جا کر بارش طلب کریں، جب مقررہ دن آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کپڑے پینے اور خشوع و خضوع سے لوگوں کے ساتھ مصلحا کی طرف روانہ ہوئے، اذان اور تکبیر کے بغیر دو رکعت نماز ادا فرمائی، کہتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ، اور دوسری رکعت میں جل انتک الگاشیہ بلند آواز سے پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے، صحابہ کی طرف رخ کیا اور تقال کے طور پر اپنی پاک چادر الٹائی تاکہ عشرت و تنگی، فراخی اور کشادگی میں تبدیل ہو جائے اور اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر ایک تکبیر کی پھر مجربینا زبان سے بارش کی دعا فرمائی، راوی کہتا ہے کہ ابھی ہم اسی مقام میں تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا آسمان میں نمودار ہوا اور آسمان پر پھیل گیا اور موتیوں کی طرح آسمان سے بارش کے قطرات مسلسل گرنے لگے شروع ہوئے چنانچہ متواتر سات دن رات بارش ہوتی رہی، ہفتہ گزرنے کے بعد مسلمانوں نے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے اور کانات گرنے لگے اور لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہو گئی دعا فرمائیے تاکہ حق تعالیٰ جل و علا بارش کو دوستوں سے روک لے اور آفتاب عالم تاب بادل کے پردہ سے باہر نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم زاد کی برداشت نہ کر سکتے پر تعجب کر کے مسکرائے کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے پھر دعا فرمائی۔ اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الاکام والضراب و بطون الادویۃ و منابت الشجر، جب حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے فی الفور قدرت کے فرشتے نے سیامی رنگ بادلوں کے سر پر وہ کوسرائی عالم کی دہن کے حشر سے کھنچ لیا اور خورد شدہ مہتاب کی چکدار شعاعوں کو حرکت گاہ زبردی منظر اور سبز آسمان پر ارباب بصارت کی نظر میں جلوہ گاہ نازکے تحت اعزاز پر ظاہر کر دیا طیبیہ کے گرد و نواح میں بارش برستی تھی اور شہر میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا تھا روایت ہے کہ جب رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ حال مشاہدہ فرمایا، تبسم فرما کر کہا خدا تعالیٰ



ابوطالب کو بدلہ دے اگر وہ زندہ ہوتے ان اشعار سے اس نے پڑھے تھے اس کی آنکھیں روشن ہوئیں  
 کون ہے جو وہ اشعار پڑھ کر سنائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان  
 اشعار کو سننا چاہتے ہیں اور ابوطالب کے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے، بعض ارباب سیرت نے  
 ان کا یوں ترجمہ کیا ہے:-

خدا داد باراں باماشنگان	تب عظیم پیغمبر انس و جان
ازاں یافتہ روزی اتیام ما	وزان گشتہ سیراب انعام ما
بنو ہاشم اندر پناہ دے اند	ہم طالب عزد جاہ دے اند
بہر رزم غالب محمد بود	بنصرت بر حمان موید بود
نداریم مادست از دانش	دگر گشتہ گردیم پیرا منش

**حج کی فضیلت** - جمہور اہل سیر و اخبار کے قول کے مطابق اسی سال حج خانہ کعبہ فرض ہوا اور  
 بعض کہتے ہیں کہ نویں سال فرض ہوا اور جمہور کی دلیل آیت کریمہ

واستوالحج والعمرة لله : کا چھٹے سال میں اترتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد اقامت  
 کی تکمیل ہے، دوسرے گروہ کے پاس بھی دلائل ہیں اور یہ مقام اس قسم کے مسائل سے متعرض ہونے کا  
 نہیں۔ واللہ اعلم۔ اس سال اطراف و جوانب میں سرایا بھیجے گئے جو کتب متناذرہ میں مفصل بیان ہوئے  
 اس کتاب میں بڑے بڑے واقعات بیان ہوں گے۔

**صلح حدیبیہ** - اس سفر کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال ذیقعد میں خواب

اور اپنے دست مبارک میں خانہ کعبہ کی چابی پکڑی، بعض صحابہ نے سر منڈوائے اور بعض نے سر کے  
 بال چنے اور عرفات میں توقف کیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب  
 بیان کیا تو وہ خوش ہوئے اور خیال کیا کہ یہ عظیم واقعہ اسی سال ظہور پذیر ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سفر کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوئے اور صحابہ سے بھی فرمایا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کجاوہ ڈال کر قصوی اونٹ پر سوار ہوئے، ماہ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ دو شنبہ کے روز مدینہ  
 روانہ ہوئے اور عبد اللہ ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اکثر صحابہ کے پاس تلوار کے سوا

کوئی ہتھیار نہیں تھا کیونکہ وہ عمرہ کی نیت سے جا رہے تھے۔ اور بعض صحابہ مثل امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ نے اسلحہ کے متعلق پورا اہتمام کیا لیکن آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم نہیں فرمایا۔ ہدی کے اونٹوں کو جمع کیا ان کی تعداد ستر ہو گئی اور ابو جہل کا ادب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا اور فتح بدر کے بعد وہ آپ سے مخصوص ہوا تھا، ان اونٹوں کی دیکھ بھال فاجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد ہوئی جس کے ساتھ بھی ہدی کے اونٹ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدارتے ہوئے انہیں نشان زدہ کیا اور قلاوہ پینایا۔ اور ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا اس طریقہ پر کہ اللہ لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک، والملك لا شریک، عام صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی اور عبا ابن بشر کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کا خلیفہ بنایا اس سفر میں ایک ہزار چار سو اور ایک روایت میں ایک ہزار پانچ سو بیس اور ایک روایت میں ایک ہزار چھ سو مرد تھے، ازدواجات مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں، جب مشرکین مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ہوئی، تمام نے اتفاق کر لیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور گرد و فواج کے قبائل اور جماعتوں سے مدد طلب کی تمام ان کی امداد طلب کی تمام ان کی امداد کے لیے تیار ہو گئے، اور ان کی فرمانبرداری کی، تمام نے متفق ہو کر انتظام کر کے بلدح میں جو مکہ کے باہر ایک مقام ہے میں چھاؤنی بنائی اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کو دو سو سواروں کے ساتھ لشکر کا خلیفہ بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمان میں پہنچے بشر بن سفیان جسے آپ نے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہوا تھا وہاں آیا اور کہا یا رسول اللہ قریش نے حرم کی طرف آپ کی پیروی کر کے پورا انتظام کر کے مکہ کے باہر بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ سے روکیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر رنجیدہ تر ہوئے مہاجرین و انصار کے اشراف داعیان سے مشورہ کیا پہلے خود خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مصلحت کس بات میں ہے ہم ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کی طرف جائیں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے اور انہیں لوٹ لیں تاکہ ان میں شکستگی پیدا ہو ممکن ہے اپنے گھر بار کی خاطر قریش سے جدا ہو جائیں پھر قریش کے ساتھ آسانی سے غمٹ لیں گے۔ صدیق اکبر

نے عرض کی یا رسول اللہ اس سال ہم زیارت کعبہ اور عمرہ ادا کرنے کی نیت سے نکلے ہیں ہمارا  
کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں تھا اگر آپ کو قریش زیارت کعبہ سے روکیں تو اس وقت ہم ان سے  
جنگ کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرما کر کہا خانہ خرا کی طرف جاؤ  
لیکن خالد بن ولید عمیم میں بیٹھے رہیں تم دائیں راستہ پر ہو جاؤ تاکہ ہم ان کی بے خبری میں ان کے  
سر پر پہنچ جائیں۔ کتھے ہیں کہ مسلمان دشوار گزار راستہ پر چل دیئے چنانچہ ان کا اکثر گزر گھاٹیوں اور  
پہاڑوں میں سے تھا اس راستہ کے آثار چڑھاؤ سے تنگ آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان زخموں  
پر مرہم رکھتے ہوئے فرمایا یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جب پتھر تلے ٹیلوں سے  
گزر گئے اور ہموار زمین پر پہنچ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نستقر اللہ ویوتب الیہ۔ راوی  
کہتا ہے کہ خرا کی قسم خالد بن ولید مجاہدین کی توجہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ ان کے گھوڑوں  
کے سمول کے خبار کو دیکھا اور سپاہ اسلام کے حملے سے شکست کو غنیمت جانتے ہوئے بھاگ کر قریش  
سے جا ملا اور حقیقت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پشتہ کے قریب  
جو حدیبیہ کے قریب ہے پہنچے تو وہ قصویٰ جس پر آپ سوار تھے بیٹھ گئی صحابہ نے ہر چیدائے ڈانٹا  
چھڑکا مگر وہ نہ اٹھی، لوگوں نے کہا غلالت، قصویٰ، قصویٰ تھک گئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
قصویٰ کے متعلق فرمایا کہ وہ تھک نہیں گئی۔ تھک جانا اس کی عادت نہیں ہے۔ لیکن اسے ہاتھی  
کو روکنے والے نے روک دیا یعنی جس نے محمود نامی ہاتھی کو کعبۃ اللہ سے روک دیا وہی قصویٰ کو  
روکنے والا ہے اور تم ہاتھی کا قصہ اور کعبہ کے تعرض سے اس کا رک جانا، اصحاب فیل کے قصہ میں  
بیان ہوا قصویٰ کے بیٹھ جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ  
قدرت میں محمد کی جان ہے کہ قریش مجھ سے جو سوال بھی کریں گے جس میں حرم کی تعظیم ہو میں اسے  
قبول کر لوں گا، اس کے بعد ناکہ کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی اور راستہ سے منحرف ہو کر اس کنویں کے  
پاس جو حدیبیہ کی حدود میں ہے اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا پھر بیٹھ گئی، جو تھوڑا پانی اس میں تھا  
صحابہ کے کھینچنے سے ختم ہو گیا، لوگ پیاس سے شکایت کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا اسے کنویں کی گہرائی میں لے جائیں راوی کہتا ہے کہ فی الفور  
پانی نے جوش مارا کہ ایک ہزار چار سو اشخاص اپنے تمام چوپایوں کے ساتھ سیراب ہو گئے چونکہ یہ



کی خدمت عماریہ میں عرض کیا کہ بنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی، عرب کے چند قبائل کے ساتھ اتفاق  
 کر کے حدیبیہ کے کنوئیں پر اترے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ آپ کو کعبہ کی زیارت سے روکنا۔ اور اگر  
 آپ باز نہ آئیں تو آپ سے جنگ کریں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم جنگ و قتال کیلئے نہیں  
 آئے بلکہ ہمارا مقصد کعبہ کا طواف اور عمرہ ادا کرنا ہے، قریش کو جنگ کی بڑی خواہش ہے اور ان  
 کی یہ خواہش ان کے لیے نقصان دہ ہے اگر وہ پسند کریں تو میں مدت متعین کر دوں تاکہ ہم اس میں  
 ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں اور مجھے تمام کے ساتھ چھوڑ دیں اگر میں مغلوب ہو گیا تو ان کا مقصد  
 حاصل ہو جائے گا اور اگر ان پر غالب آیا تو وہ بھی اگر چاہیں تو دوسروں کی طرح متابعت کریں مگر نہ  
 مصالحت کے زمانہ میں جنگ و قتال اور حرب و جدال سے فراغت ہوگی۔ قریش اگر ان باتوں سے جو  
 میں نے کہی ہیں انکار کریں تو مجھے اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان  
 کے ساتھ جنگ کروں گا اور اس وقت تک لڑتا رہوں گا کہ میں قتل ہو جاؤں اور یقیناً خدا تعالیٰ  
 اپنے دین کی امداد کرے گا اور اپنے حکم کو نافذ کرے گا، بدیل نے کہا، یا محمد آپ نے جو کچھ فرمایا  
 میں اسی وقت قریش تک پہنچاتا ہوں یہ بات کہہ کر مجلس سے اٹھا اور مشرکین کی لشکر گاہ میں گیا،  
 اور قریش سے ملاقات کر کے انہیں کہا، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات سنی ہے اگر تم پسند کرو  
 تو میں بیان کروں، حکم بن عاص اور باقی بیوقوفوں نے کہا میں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں  
 لیکن عقلاء اور اصحاب رائے نے کہا کہو اس سے تم نے کیا سنا ہے، بدیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے سنا تھا، کہہ دیا، اس کے بعد کہا اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں  
 تم اتنی جلدی نہ کرو کیونکہ وہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں اور تمہارے ساتھ جنگ کرنے  
 کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، دستور یہی ہے کہ تم بھی غصہ کی تلوار کو دو قار کے نیام میں رکھو اور ان کے  
 ساتھ جنگ و قتال سے اپنے ہاتھ روک رکھو۔ کفار اس خیال سے کہ بدیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے طے کر کے چاہتا ہے انہیں فریب دے۔ انہوں نے اس سے اعراض کیا، اسی شاندار میں عدوہ بن  
 مسعود تقفی اٹھا اور کہا اے گروہ قریش! کیا میں تمہارے فرزندوں اور تم میرے باپ کی طرح نہیں  
 ہو انہوں نے جواب دیا، ہاں، اسی طرح ہے۔ کیا تم مجھے اپنے متعلق خیانت اور عداوت سے متم  
 رکھتے ہو، انہوں نے کہا نہیں، پھر عدوہ نے اپنی وہ امداد اور سابقہ حقوق جو ان کے متعلق ادا کیے

بیان کر کے کما دہ معاملہ جو محمد تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں، پسندیدہ اور متحسن ہے اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں جا کر ان سے بات کروں تاکہ معلوم ہو کہ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کوئی مخالفت نہیں ہے، عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی باتیں جو بدیل سے کی تھیں اسے بھی نہیں عروہ نے کہا اسے محمد مجھے بتائیے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کا استیصال کر بھی دیا تو کونسا کام کیا۔ آپ سے پہلے کسی شخص نے اپنی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جو آپ کر رہے ہیں اور اپنے اصل اور بنیاد کی ہلاکت کی کوشش کرتے ہیں اور اگر آپ ان سے مغلوب ہو گئے تو آپ خود جانتے ہیں کہ حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں یقیناً آپ نے چند اوباشوں کی جماعت اپنے اود گرد جمع کر لی ہے اور جب وقت پڑے گا تو آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اور خود بھاگ جائیں گے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ بات کہیں رہے تھے عروہ کو لکھا کہ کہا پھر بتوں کی تذلیل کر کے کہا اسے عروہ! تو کہتا ہے کہ ہم بھاگ جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ جائیں گے عروہ نے پوچھا یہ شخص جو حد سے بڑھ رہا ہے باتیں کر رہا ہے کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق ہیں، اس نے کہا، اے ابو بکر! مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ حق جو آپ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے اور میں ابھی تک اس کا بدلہ نہیں دے سکا۔ وہ مانع نہ ہوتا تو میں آپ کا جواب دیتا اور اس بات کی سزا آپ کی گود میں ڈالتا حضرت ابو بکر صدیق کا حق اس پر یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں عروہ پر قرض ہو گیا تھا۔ دست اجاب میں سے ہر ایک نے اس کی مدد کی اور ایک ایک دو دو گائیں اسے دیں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دس گائیں اسے دیں، کہتے ہیں کہ عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور گفتگو کے وقت اپنا ہاتھ بڑھاتا جو آپ کی دائرہ مبارک تک پہنچتا تھا۔ مغیرہ ابن شبیبہ رضی اللہ عنہ سر پر خود پینے تلوار ہاتھ میں لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کھڑے تھے جب عروہ کا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائرہ مبارک تک پہنچتا تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارا کہہتا، ادب کا خیال رکھ اور اپنے آپ کو حد ادب سے نہ بڑھا، جب مغیرہ کی تنبیہ اور منع کرنا کئی بار ہوا، عروہ نے کہا یہ بات کرنے والا کون ہے لوگوں نے کہا مغیرہ بن شبیبہ ہے عروہ نے کہا اے غدار! میں تیرے غدر کی اصلاح اور تیرے معاملہ کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور تو مجھے اس طرح بدلہ دیتا ہے، کہتے ہیں کہ مغیرہ کا بدلہ

یہ تھا کہ تیرہ آدمیوں کے ساتھ بنی مالک سے اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ گئے، اس نے بنی مالک کو مغیرہ پر ترجیح دے کر انہیں عمدہ عطایا اور مناسب ہدایا عطا کیا وہ جماعت جب اسکندریہ سے لوٹی، راستہ میں ایک رات شراب نوشی میں مشغول ہوئے جب نئے نئے میں دھت سو گئے مغیرہ نے انتہائی رشک اور حسد سے جو اس کے نفس پر غالب آ گیا تھا ان کو قتل کر دیا اور ان کے اموال اور سامان پر خود تصرف ہو گیا اور مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ سے فرمایا تمہارا اسلام مقبول ہے لیکن اس مال کی ضرورت نہیں، میں اس میں سے خمس نہیں لیتا، جب مکہ میں اس واقعہ کی خبر ابوسفیان کے پاس پہنچی عروہ بن مسعود ثقفی کو بتایا عروہ پھر بنی مالک کے پاس کہ مسعود بن عمر دیکھا گیا اور گفت و شنید کی تاکہ اس معاملہ کی اصلاح کرے بڑی کوشش کے بعد اس نے مغیرہ کے مقتولین جن کی تعداد تیرہ تھی کی دیت دینا قبول کر لی حالانکہ وہ مراست قصاص لینے پر تے ہوئے تھے اور مغیرہ کی قوم اور خاندان سے جھگڑا اور جنگ کرنا چاہتے تھے عروہ کی کوشش اور لطائف وکیل سے ان کا جھگڑا ختم ہوا، عروہ کی بات اور مغیرہ کے غدر کا جو اس نے اظہار کیا وہ یہی قضیہ تھا منقول ہے کہ عروہ بن مسعود اس مجلس میں کن انھیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا تھا اور ان کے حالات کو ملاحظہ کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی روایت اور تعظیم و احترام کو دیکھ کر حیران ہوتا تھا، لامحالہ اس کے بعد اس نے مشرکین سے کہا اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے بااقتدار ملوک و سلاطین کی مجلس گیا ہوں، کسریٰ، قہصر اور نجاشی کی ملازمت کی ہے لیکن ان بادشاہوں کے ملازمین میں سے کوئی بھی اپنے بادشاہ کی اتنی رعایت نہیں کرتا جتنی اصحاب محمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں جب آپ لعاب دہن پھینکتے اور وہ اس کے کسی ساتھی کے ہاتھ پر آتا وہ اسے اپنے رخسارہ پر نل لیتا اور اپنے حسن و جمال کا زیور اور فرخ و مباحث کا ذریعہ بتاتا، جب کسی کام کا حکم دیتے ہیں جو کسی ادنیٰ کے کرنے کا ہوتا ہے بزرگ ترین شخص اسے کرنے کے لیے بھاگتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے ہیں تعظیم کی خاطر اپنی آواز پست کر لیتے اور انتہائی عزت و احترام کی وجہ سے آپ کے چہرہ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، حاصل کلام یہ کہ عروہ نے کہا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس طرح متفق دیکھا کہ وہ تلوار مارتے ہیں اور اپنے قتل ہونے سے نہیں ڈرتے اور دوست کو غیروں کے سپرد نہیں کرتے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سردیے بغیر جنگ سے منہ نہیں موڑتے، با تم سے

دل کی حسرت نکال لیں غرض یہ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ میدان صلح میں آئے ہیں تم ان کی التماس کو قبول کر لو اور اسے اپنے ضروری امور میں سے شمار کرو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہارا ناصح ہوں اور تمہارے ساتھ شفقت کی وجہ سے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، محمد وہ مرد ہیں جو اس گھر کی تنظیم کے لیے آئے ہیں اور شوق سے اس قدر ہدایا لائے ہیں۔ قریش نے کہا، اے عزدہ! تم کی نصیحت ہم پر اثر نہیں کرتی اور ان باتوں کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے اس ارادہ پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کو خانہ کعبہ کی زیارت نہیں کرنے دیں گے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں اور طواف کریں۔

بنی کنانہ کے رؤساء میں سے ایک شخص جسے جلسیٰ کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی آرزو کرتے ہوئے قریش سے اجازت طلب کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر گاہ کو روانہ ہوا۔ جب لشکر کے قریب پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مرد اس قوم سے ہے جو ہمدی کی تعظیم کرتی ہے قربانی کے اونٹوں کو اٹھاؤ تاکہ وہ دیکھے، صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو آئے جلسیٰ نے جب یہ حال دیکھا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ زائر ہیں، جنگ جو نہیں ہیں اس نے اپنے آپ سے کہا سبحان اللہ! یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص ان کو طواف کعبہ سے روکے، فی الفور آنحضرت سے ملے بغیر لوٹ گیا اور قریش سے کہا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے اونٹوں کو اشعار اور تقلید کیا ہوا ہے اور بیت کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے اس میں کوئی مصلحت دکھائی نہیں دیتی کہ انہیں طواف کعبہ سے روکو جلسیٰ کو بھی قریش نے امانت دار نہ سمجھا اور اس کی باتوں کو نادانی اور سادہ لوحی پر محمول کیا اور کہا اے جلسیٰ تو بدوی آدمی ہے سلطنت کے امور سے تجھے کوئی واقفیت نہیں۔ جلسیٰ ان کی اس بات سے غضبناک ہوا اور کہا خدا کی قسم! ہم تمہارے ساتھ موافق نہیں ہیں کہ کوئی خانہ کعبہ کی تعظیم کے لیے آئے اور بیت اللہ کی تعظیم کرے ہم اسے منع کریں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جلسیٰ کی جان ہے کہ اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کعبہ سے روکا میں تمام اجاشیوں کے ساتھ تم سے جدا ہو جاؤں گا، قریش نے اس سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا اے جلسیٰ پھوڑم تیری مرضی کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ



میں قیام فرمایا، سب سے پہلے جسے مکہ بھیجا تاکہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے اور آنے سے آگاہ کرے خراش بن امیہ کعبی خراشی تھا اسے ثعلب نامی اونٹ دے کر مکہ بھیجا تاکہ انہیں بتائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب خانہ کعبہ کی زیارت ہے جنگ و قتال نہیں قریش نے اس کے اونٹ کو باندھ لیا اور اس کے قتل پر متفق ہوئے اجامش نے اسے نجات دلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا جب خراش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حالات عرض کیے تو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ جا کر قریش کو بتادیں کہ ہم جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لیے آئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ کے قلب اور پرورش ہے کہ قریش کی عداوت میرے متعلق کس قدر ہے اور آپ میری شدت طبع کو کافروں کے متعلق جانتے ہیں اگر انہیں مجھ پر قابو پانے کا موقع ملتا تو بلاشبہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے مکہ میں بنی عدی سے کوئی شخص نہیں جو مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجے تو بہتر ہو گا۔

کیونکہ وہ قریش کے نزدیک بہت عزیز ہیں اور ان کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار مکہ میں بہت ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بات مقبول ہوئی اور اسے پسند کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو سفیان اور دوسرے سرداران قریش کے پاس جائیں اور ہمارے مافی الضمیر سے آگاہ کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد عمل کیا اور چل پڑے اور مقام یلدح میں مشرکین کے پاس پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچایا کہ آپ تو خانہ کعبہ کی زیارت کی خواہش رکھتے ہیں جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے کفار نے بیگانہ و آشنا اپنے اسی موقف پر مضرتھے کہ ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کی زیارت کرنے دیں۔ اس کے بعد ابان بن سعید بن العاص عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے ساتھ سوار کر کے مکہ میں گئے اور ذی النورین نے سید الثقلین کے پیغام کو ابو سفیان اور دیگر اشراف کی ایک جماعت کو جو قوم کے ساتھ شہر سے باہر نہیں آئے تھے پہنچایا مگر ان کو بھی قوم کے ساتھ متفق پایا۔ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کا دل چاہتا ہے تو اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں۔ تمام مشرکین نے اس بات سے غضبناک ہو کر خود عثمان رضی اللہ عنہ کو داپس جانے کی اجازت دے دی کہتے ہیں کہ

جب ذی النورین مکہ کی طرف گئے تو مسلمانوں نے خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عرض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں جو حرم میں جا کر خاند کعبہ کی زیارت کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے اسی اشارہ میں دس صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ میں گئے جن کے نام یہ ہیں: کوز بن جابر، عبد اللہ بن امیہ، حاجب بن ابی بلتعقہ، عبد اللہ بن سہیل، عمرو بن عباس، عباس بن ربیعہ، ہشام بن العاص، عبد اللہ بن حذیفہ، ابوالردم بن عمرو، عمرو بن وہب الجحی، اور عاتب بن عمرو رضی اللہ عنہم۔ جب ذی النورین کے جانے اور وہاں قیام کو کئی دن گذر گئے، اسلامی لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دس مہاجرین کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں شیطان نے یہ ندا دی کہ اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر اسلامی لشکر میں پھیلی، حضور بیعت رضوان :- صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے ساتھ نکیہ لگا کر صحابہ سے بیعت لی اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا کہ بت پرستوں سے جنگ کریں اور صحابہ سے عہد لیا، حق تعالیٰ نے اس بیعت کی قرآن میں خبر دی۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ جب بیعت سے فارغ ہوئے تو خبر آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا گیا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ غائب ہیں اور خدا اور رسول کے کام گئے ہوئے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اس بیعت کی فضیلت سے محروم رہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں دست مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے ہاتھ کو فرمایا یہ ہاتھ میرا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت لی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بزرگی و فضیلت کا کیا کہنا کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کا ہاتھ ہے اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ جدی بن قیس منافق کے بغیر کوئی شخص بیعت سے پیچھے نہیں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یدخل الجنة کل من بايع تحت الشجرة الا صاحب الجمل الاحمر۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس صحرا میں جدی بن قیس کو اونٹ تلاش کرتے ہوئے دیکھا ہر چند میں

نے اسے جھاکہ او اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لو۔ نہ مانا اور کہا میں اپنے اونٹ کو بیعت سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ منقول ہے کہ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا ان کے دل میں خوف اور غم پیدا ہو گیا۔ مکرز بن حفص قریش سے اجازت لے کر اسلامی لشکر میں آیا جب دُور سے ظاہر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے جو آ رہا ہے وہ سچا آدمی ہے تم اس کے ساتھ بات نہ کرنا اور خود اس سے گفتگو فرمائی، اسی اشار میں مشرکین نے سہیل بن عمرو کو بلا کر کہا کہ تم جا کر ہمارے او محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جس طرح مناسب سمجھو صلح کرادو، جب سہیل دور سے جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی فرمایا سہیل امرنا یعنی ہمارا کام آسان ہو گیا پھر سہیل نے کہا اے محمد اسیروں کی ایک جماعت جو آپ کی قید میں ہے اس کو آزاد کر دیجئے۔ جہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے پچاس قیدی تھے، حدیبیہ میں قیام کے دوران محمد بن مسلمہ جو اسلامی لشکر کی حفاظت پر متعین تھا اس وقت قریش نے ان پچاس افراد کو رات کے وقت اسلامی لشکر میں اس امید پر بھیجا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کوئی ان کے ہاتھ آجائے گا اتفاقاً وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان تمام کو باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ نے ان کو قید میں رکھنے کا حکم دیا، جب سہیل نے اپنے قیدی طلب کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک قریش عثمان اور ہمارے دس دوسرے آدمیوں کو نہیں بھیجے ہیں انہیں نہیں بھیجوں گا۔ سہیل نے کہا آپ حق بجانب ہیں اس کے بعد حوالب بن عبدالعزی اور مکرز بن حفص نے سہیل بن عمرو سے اتفاق کر کے کسی کو مکہ بھیجا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آدمیوں کو بھیج دیں تاکہ مشرکین کے قیدی جو مسلمانوں نے گرفتار کیے تھے ان کو واپس بھیجیں، جب مشرکین کو علم ہوا کہ جب تک عثمان اور ان کے ساتھیوں کو نہیں بھیجیں گے ان کے قیدیوں کو نجات کی کوئی صورت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان دس افراد کو جن کے نام مذکور ہوئے واپس بھیج دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس گروہ کو جنہیں مسلمانوں نے مقید کیا تھا آزاد کر دیا اس کے بعد حوالب بن عبدالعزی، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو نے معاہدہ اور مصالحت کی گفتگو شروع کی، سہیل نے گزارش کی کہ قریش آپ سے صلح کرتے ہیں بشرطیکہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں نرمی برتتے ہوئے قریش کے ساتھ اس طرح صلح کی کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش میں جنگ

نہیں ہوگی ان دس سالوں میں قتال و جدال مرفوع اور آلات حرب نہیں اٹھائے جائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں میں آمد و رفت ہوتی رہے گی، ایک دوسرے کے اموال اور جانوں سے تعرض نہیں کریں گے اور مشرکین میں سے ہر شخص جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاہدہ میں شامل ہوگا قریش اس سے تعرض نہیں کریں گے اور جو شخص قریش کے ساتھ معاہدہ کرے گا مسلمان اس سے مزاحم نہیں ہوں گے۔ جب مسلمان آئندہ سال عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں گے تو اسی میں ان کے درمیان میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کے حلیف سے بالکل تعرض نہیں کریں گے، مشرکین میں سے جو شخص بغیر اجازت مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے گا اور اپنے دین سے بیزار ہو کر دارالاسلام سے مل جائے گا اسے واپس بھیج دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے جو شخص عیاذ باللہ مرتد ہو کر قریش کے ساتھ پناہ لے گا اسے وہ نہیں بھیجیں گے۔ آخری شرط سے صحابہ کو تعجب ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شرط کو قبول کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا جب اس جماعت میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے واپس کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی اور راستہ پیدا کر دے گا اور جو شخص ہم سے اعراض کرے گا اور مشرکین کے پاس جائے گا اس سے ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ مشرکین کے ساتھ ہی رہنے کے زیادہ مناسب ہے۔

حدیبیہ کا ایک خونچکاں واقعہ :- امی مجلس میں منقول ہے کہ معاہدہ کے وقت میں اسی مجلس میں حاضر تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں مربع شکل میں بیٹھے ہوئے تھے اور عبدالبن بشر اور مسلم بن اسلم خود پہنے آنسو رسول اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا، اس کی آواز گفتگو کرتے ہوئے کبھی بلند اور کبھی پست ہو جاتی تھی جب سہیل اپنی آواز میں بات کرتا تو عبادہ اور مسلم اسے ڈانٹتے ہوئے جتھے مجلس عالی کا وہ ملحوظ خاطر رکھیں اور اپنی آواز میں بات نہ کریں مسلمان رسول اللہ علیہ وسلم کے گرد صف باندھے کھڑے تھے، ام عمارہ کبھی ہیں گو یا وہ مجلس اب بھی قائم ہے اور اسی طرح میری نظر میں ہے اسی دوران ابو جندل ابن سہیل بن عمرو جو اس سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا بھاری بند کے ساتھ کلمہ شہادت

جیسا ہر آنکھ کی دھولان سے مسلمانوں کی طرف لڑھکتا ہوا آیا۔ سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد! یہ پہلی بات ہے جس پر معاہدہ ہوا ہے اس کو میرے سپرد کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ہم کتابت سے فارغ نہیں ہوئے، سہیل نے کہا اس صورت میں ہمارے اور آپ کے درمیان مصالحت ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ایک شخص کو میرے لیے مستثنیٰ کر دو اور اسے میرے سپرد کر دو۔ وہ نہ مانے ہر چند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مبالغہ و اصرار کیا لیکن سہیل بن عمرو نے قبول نہ کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سہیل! تم از کم اس کے بعد اسے تکلیف نہ دے، مگر زین جھنص ضامن ہوا کہ اس کے بعد ابو جندل کو تکلیف نہیں دے گا، جب ابو جندل کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اسے مکہ میں واپس لے جانے لگا۔ اس نے فریاد کی اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے سپرد کرتے ہو حالانکہ میں مومن اور مسلمان ہو کر آیا ہوں اور تمہارے پاس پناہ حاصل کی ہے، شاید آپ لوگوں نے نہیں سنا کہ انہوں نے مجھے کیا کیا دکھ دیئے ہیں، میں نے اسلام کی خاطر کفار سے گونا گوں تکالیف برداشت کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو اور دل خوش رکھو اور ثواب کی امید رکھو اور فضل الہی پر بھروسہ رکھو کہ وہ تجھے اور باقی مسلمانوں کو جو مکہ میں ہیں معذرت کشادگی اور راہ نجات عطا کرے گا اب اس جماعت کے ساتھ شرط طے ہو گئی ہے، معاہدہ کی خلاف ورزی ہمارا دستور نہیں اس کام میں صبر بہتر ہے بزرگوں نے کہا ہے :-

بصیر از بند کو در مرد دستہ کہ صبر آمد کلید بند بستہ

کہتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے ابو جندل کو مسلمانوں سے لے کر اپنے ساتھ لے لیا تاکہ مکہ میں لے جائے عمر بن الخطاب ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابو جندل سے کہا صبر کر یہ مشرکین کی جماعت ہے اور ان کا خون کتے کے خون کے برابر ہے اور اپنی تلوار کا قبضہ اس کے آگے کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ ابو جندل تلوار میان سے پھینچ لے اور باپ کو قتل کر دے۔ ہر چند کتابہ اور تصریح سے اپنے باپ کو قتل کرنے پر ابھارا علامہ پدری اسے کام کرنے سے روکتا رہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے امید تھی کہ ابو جندل مجھ سے تلوار لے کر سہیل کو پوری تکلیف پہنچائے گا لیکن وہ باپ کے قتل کرنے میں بخلی کرتا تھا بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابو جندل کو باپ کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے تھے ابو جندل نے انہیں کہا آپ اپنے باپ کو کیوں

قتل نہیں کرتے، جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے سے منع کیا ہے ابو جندل نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں۔

ہم پھر سہیل کے معاہدہ کے ذکر کی طرف رجوع کرتے ہیں، سلف کے آثار کو معاہدہ تحریر کیا گیا :- نقل کرنے والوں نے یوں کہا ہے کہ شرائط صلح اور تعداد کے بعد جب

قلم دوات اور لکھنے کے تمام سامان مرتب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ کی کتابت کے لیے

اوس بن خولی انصاری کو طلب کیا، سہیل نے کہا کہ اس کتاب کو آپ کا چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھے گا یا عثمان رضی اللہ عنہ، سہیل کے التماس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا

لکھو، بسم اللہ الرحمن الرحیم، سہیل نے کہا خدا کی قسم عم رحن کو نہیں جانتے کہ کون ہے، لکھو باسم اللہم

مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بغیر کوئی دوسری چیز نہیں لکھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی لکھو باسم اللہم حضرت علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمان کے مطابق عمل کیا پھر فرمایا، لکھو، ہذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے اسے لکھا سہیل نے کہا ہم آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے، اگر ہم جانتے کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول

ہیں تو ہم آپ کو ملک اور اس کے گھر سے کیوں روکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی!

رسول کے لفظ کو مٹا دے اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت علی کو۔ رسول۔ کا لفظ مٹانے کے لیے کہا، علی نے کہا خدا کی قسم! میں آپ کی وصف رسالت

محو نہیں کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا اے علی! رسول اللہ کے لفظ کو مٹانے

وگرنہ ہم اس مصالحت سے بیزار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحیفہ کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ پھر

ہاتھ تلوار کی طرف لے گئے تاکہ مشرکین کو اس حکم سے معزول کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اے علی! چھوڑ دے اس کو! حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ کا ادب و احترام مانع ہے کہ میں

اس کلمہ کو محو کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحیفہ کو لے کر رسول اللہ کے لفظ کو محو کر دیا،

بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی سے فرمایا کہ وہ لکھے۔ مسلمانوں میں سے ابو بکر بن محافہ، عمر بن الخطاب،

عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابو عبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ اور ابو جندل

بن سہیل رضی اللہ عنہم کے اسماء اس عہد نامہ میں تحریر کیے اور کفار میں سے حویطب بن عبد العزی،

مکرز بن حفص اور ایک دوسری جماعت نے اپنی شہادت اس پر ثبت کی، بنو خزاعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہوئے اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ توسل حاصل کیا۔ جب صلحنامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے علی! تیرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا، اس واقعہ کا کچھ حصہ یہ ہے کہ لشکر صفین میں جو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ و قتال نے طول کپڑا آخر کار صلح پر فیصلہ ہوا جب عہد نامہ لکھتے تھے کاتب نے لکھا یہ کتابت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا لفظ امیر المؤمنین کو مٹا دو اور لکھو ابن ابی طالب، اگر میں جانتا کہ علی امیر المؤمنین ہے تو میں اس کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور اس کی اتباع کرتا۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو صدق یا رسول اللہ، اس کے کاتب سے کہا جس طرح معاویہ جت ہے لکھ۔

علماء فن ریٹیلوں لائے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ حدیبیہ پر صحابہ کے تاثرات :- روز صحابہ رضی اللہ عنہم بہت غمگین و محزون ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسی سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا نتیجہ ظاہر ہوتا اور فتح مکہ حاصل ہوتی اور مسلمان شاد کام مسجد حرام میں داخل ہوتے اور زیارت کعبہ کے شرائط بجا لاتے اور کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کے دل میں شبہات پیدا ہوئے جو ان کے عقیدہ کے مناسب نہیں تھے۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا، کیا آپ پیغمبرِ برحق نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، فرمایا کیا ہم حق پر نہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر؟ آپ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا تو پھر ہم یہ سب خست، حقارت، منقصت اور ذلت کیوں قبول کرتے ہیں اور اس قسم کی صلح کر کے لوٹ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، وہ میرا معاون و مددگار ہے اور ایک قول کے مطابق کہ فرمایا، میں خدا کا رسول ہوں وہ مجھے صنایع نہیں کرے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہم وعدہ نہیں فرمایا کہ ہم مکہ جاؤں گے، کعبہ کا طواف کریں گے فرمایا ہاں! لیکن اس سال نہیں، اے عمر! ہم نہ کرو تم خانہ کعبہ میں جا کر طواف کرو گے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح غمگین اور اندوہناک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باہر آیا اور حضرت ابو بکر

کے پاس گیا اور گذشتہ باتیں ان سے کہیں، ان سے بھی وہی جواب سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ایک قول کے مطابق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ عمر وہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وحی سے کرتے ہیں اور صلیحت اسی میں ہوتی ہے تم آپ کی رکاب سے ہاتھ نہ اٹھاؤ اور آپ کے قول و فعل سے اعراض نہ کرو۔

ابو عبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول میں اور جو کچھ آپ کہتے یا کرتے ہیں سچ اور درست ہوگا اے عمر! شیطان کے فریب سے خدا کی پناہ پکڑو اور اپنے نفس کو متم جانو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قدر مدت ہوئی میں اس اعتراض کی وجہ سے جو میرے دل میں پیدا ہوا استغفار کرتا اور صدقات اور نیک کاموں کا نماز، روزے اور غلام آزاد کرنے کے ذریعہ توسل حاصل کرتا ہوں تاکہ میری جرات کا یہ کفارہ ہو جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے تھے کہ آپ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ ایسا ہوگا اور جواب دیا کہ ہاں جیسا کہ مذکور ہوا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں بھول گیا کہ جنگ احد میں تم بھاگ گئے تھے اور میں تمہیں بلاتا تھا اور تم میں سے کسی کو میری طرف متوجہ ہونے کی مجال نہیں تھی اور تم بھول گئے کہ جنگ احزاب میں جبکہ دشمن اعلیٰ و اسفل سے حملہ آور ہوئے تھے اور جو خدا کا وعدہ تھا پورا ہوا اور ایک ایک وعدہ جو خدا تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کے وعدہ کو پورا کرنے پر مشتمل تھا دوستوں کو یاد دلایا یہاں تک کہ تمام انصاف کرتے ہوئے کہا خدا اور اس کا رسول جو فرمائیں درست ہے اور جہاں تک آپ کے فکر کی سانی ہے ہمارا فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ معرفت الہیہ اور اس کی حکمت و اسرار کی کما حقہ پہچان رکھتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاہ کے سال مکہ میں آئے اور سر مبارک تراشا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ هذا لسی وعدتم۔ اور جب فتح مکہ کے روز کلید خانہ کعبہ دست مبارک میں پکڑی حضرت عمر کو بلا کر فرمایا، هذا الذي قلت لكم۔

صلح حدیبیہ کے اثرات :- صلح حدیبیہ کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ آغاز بعثت سے معاہدہ تک کے مسلمانوں کے ساتھ برابر تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی فتح صلح حدیبیہ کے برابر نہیں تھی لیکن ہماری عقل و ہاں تک نہیں پہنچی تھی۔



اور یہ ایک راز تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تھا لیکن بندے تعجیل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ جلد بازی سے منزہ اور مبرا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حجۃ الوداع میں میں نے دیکھا کہ سہیل بن عمرو قربانی کا اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے نحر کیا اور سہیل بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سر تراش مقرر کیا یہاں تک کہ آپ کا سر تراشا میں نے سہیل کو دیکھا کہ آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم کے مونے مبارک لیتا تھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر ملتا تھا اور اسے دنیا کے مقاصد اور آخرت کی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ ایک وہ دن تھا کہ حدیبیہ کے روز صلح نامہ کے عنوان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے پر راضی نہیں ہوتا تھا اور محمد رسول اللہ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اس نے کہا، اللهم مالک

الملک تؤتی الملک من تشاء وتوزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیّدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں اور کفار

کے درمیان مصالحت کے قواعد مستحکم ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرو اور سروں کو منڈو دو، کسی شخص نے بھی ایسا نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کو نحر کرنے اور سر منڈوانے کے لیے فرمایا، کسی شخص نے بھی عمل نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خشم آلود ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خمیہ میں تشریف لے گئے۔ ام سلمہ اہمات المؤمنین میں ذہانت و فطانت میں ممتاز تھیں، ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس برہمی کے متعلق پوچھا، اس سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلمہ! مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ میں نے ہر چند لوگوں کو قربانی کے اونٹ ذبح کرنے اور سر ترشوانے کے لیے کہا لیکن کسی شخص نے میرا حکم نہیں مانا باوجودیکہ میری بات سننے تھے، مجھے دیکھتے تھے۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کو معذور سمجھیے ان کا خیال تھا کہ اس سال فتح مکہ حاصل ہوگی، مطلوب کے نہ ملنے کی وجہ سے اور جو کچھ مشرکین کا مقصد تھا ہوا اگر آپ چاہتے ہیں کہ صحابہ نحر اور حلق کریں تو اٹیٹھے اور باہر جائیے اور کسی سے بات کیے بغیر اپنے قربانی کے اونٹ کو ذبح کر دیجئے اور سر تراش دیجئے۔ جب اس کام کا آغاز آپ کی طرف سے ہو گا تو صحابہ کے لیے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہو گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے اپنے اونٹ ذبح کر دیئے بعض نے سر منڈوا

دئے اور بعض نے بال چنے لیکن کثرت غم و اندوہ سے جوان پر طاری تھا۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللهم اغفر للمخلفین۔ بعض نے کہا ہے، والمقصرین خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے تین مرتبہ اللهم اغفر للمخلفین اور دوست بچتے والمقصرین اور چھٹی مرتبہ فرمایا والمقصرین صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مخلفین کے لیے آپ نے مکرر دعا فرمائی اور مقصرین کے لیے ایک ہی مرتبہ پراکتفا کیا۔ صحابہ کے جواب میں آپ نے اپنی معجز بیان زبان سے ارشاد فرمایا، کیونکہ انہوں نے شک نہیں کیا۔

ابو جہل کا اونٹ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور اس کی سرانے میں آگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شتر ہاں اس کی طلب میں گئے قوم کے بیوقوفوں کا ارادہ ہوا کہ اونٹ کو روک لیں لیکن سہیل بن عمرو نے انہیں اس حرکت سے منع کیا، اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو سوا اونٹ اس کے بدلے دے دو اور یہ اونٹ رکھ لو، قریش نے قاصد بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم ابو جہل کے اونٹ کے بدلے سوا اونٹ دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ قربانی کا اونٹ نہ ہو تا تو تمہاری درخواست مان لینا اور کہتے ہیں کہ قربانی کے سبب اونٹ جن میں ابو جہل کا اونٹ بھی شامل تھا، ناحیہ بن جندب کو دئے تاکہ وہ مکہ میں لے جا کر مردہ میں ذبح کر کے ان کا گوشت فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اس بات میں حکمت ابو جہل کے اونٹ کو مکہ میں جا کر ذبح کیا یہ ہتی کہ مشرکین شکستہ خاطر ہو جائیں۔ باقی تمام قربانی کے اونٹوں کو حدیبیہ میں قربان کر کے مستحقین میں تقسیم کر دیا، بعض بچتے ہیں کہ قربانی کے تمام اونٹوں کو حدیبیہ میں ذبح کیا گیا، جب قربانی کی مہم، ہر ترانے اور بال کم کرنے سے فارغ ہوئے حق تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی جس نے مسلمانوں کے بالوں کو اڑا کر مکہ میں لے جا کر حرم کو پراگندہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بالوں کو لے کر درخت پر ڈال دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے از وہام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو ایک دوسرے سے لے لیا۔ حضرت ام عمارہ فرماتی ہیں کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک تار حاصل کیا اور ہمیشہ اسے دھو کر جس مرنے کے مریض کو پلاتی اس سے وہ شفا یاب ہوتا رہا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ سے انا فتحناک فتحا قریبا۔ واپسی کے وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

کوئی چیز پوچھی آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں نے آپ سے کہا تقلنک انک اسے عمر اتونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو ناپسند کیا اسی وجہ سے آپ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے اپنا اونٹ تیز بھاگایا یہاں تک کہ لشکر سے آگے بڑھ گیا اور میں ڈر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ صلح کو ناپسند کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کی وجہ سے میرے متعلق قرآن نازل ہو جائے۔ جب میں نے محوڑا فاصلہ طے کر لیا میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو جھٹکا تھا اسے عمر بن الخطاب، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو طلب فرماتے ہیں، اس طلب سے میرا خوف اور زیادہ بڑھ گیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تیزی سے پہنچا اور سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور خوشی دسرور کے آثار آپ کے چہرہ سے ظاہر تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ سے کوئی چیز پوچھی تھی میں نے اس کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ میں وحی میں مشغول تھا آج رات مجھ پر سورہ نازل ہوئی ہے جسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند کرتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذنا فتحنا لک فتحا مبینا۔ کی قرأت شروع کی صحابہ کو مبارک دی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک دی مفسرین کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ یہ صلح کی فتوحات کا مقدمہ تھی کیونکہ اس صلح کے بعد وہ لوگ جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے، آزاد ہو گئے اور مشرکین سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے آیات حسنت ان پر پڑھتے تھے، اس لیے گمراہی کی وادی میں مٹھکنے والوں کی ایک کثیر جماعت راہ راست پر آگئی۔ چنانچہ اس میں سے کچھ پہلے مذکور ہوا۔ صلح کے زمانہ میں ہی فتح خیبر حاصل ہوئی جو فتوحات اسلام میں سب سے بڑی فتح ہے چنانچہ ان اوراق میں شرح و سطر سے بیان ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ، اور مفسرین کی ایک دوسری جماعت فتح مبین سے فتح مکہ مراد لیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو نصیر کی مدینہ میں آمد :- جب سید کائنات علیہ افضل الصلوات و ارحم الرحیمات حدیبیہ سے مراجعت فرما کر مدینہ میں پہنچے، ابو نصیر جو بنی زہرہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں پہنچا۔ اور افس بن شریف اور ازہرن عبدعوف نے ایک مکتوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا اور اس مکتوب کو ان کے بھنے کے مطابق بنی عامر کے ایک مرد کو ثنائی مدینہ میں لایا اور ابی بن کعب نے خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ

کر سنایا۔ مضمون یہ تھا کہ ہماری التماس ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صلح کے مطابق جو حدیبیہ میں تحریر ہوئی ابونصیر کو واپس بھیج دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابونصیر کو ان کے سپرد کر دیا۔ ابونصیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے مشرکین کی طرف بھیجتے ہیں۔ لاجمالہ وہ مجھ پر مصائب ڈھائیں گے اور میرے دین میں فتنے پیدا کریں گے۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انا اعطینا القوم عیداً اولاً یصلح فی دیننا العذر۔ تو جانتا ہے کہ ہم نے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ہمارے دین میں عذر یعنی نقص عہد نہیں ہوتا۔

از عہدہ عہد اگر بروں آید مرد از پرچہ گھاں پری فزوں آید مرد

اور اس طرح فرمایا، فانطلقا فان الله سيجعل لك وللمسلمين فرحاً۔ پس جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے اور باقی مسلمانوں کے لیے جو کمہ میں ہیں جلد نجات عطا فرمائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ابونصیر کو تسلی دی، وہ دوسرے سے پکڑ کر مکہ کی طرف لے گئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے آرام کے لیے ٹھہر گئے ابونصیر نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز ادا کی اور زاد راہ جو اس کے پاس تھا اٹھایا اور کھانے والی چیزیں جو اس کے ساتھ تھیں اپنے سامنے رکھیں اور ان دو ساتھیوں کو کہا کہ وہ بھی اس میں سے کچھ کھائیں انہوں نے کہا ہمیں تمہارے طعام کی ضرورت نہیں ابونصیر نے نرمی اور مہربانی سے کہا اگر تم مجھے کھانے کی دعوت دیتے تو میں اسے قبول کرتا انہوں نے اپنا دسترخوان بچھایا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے ابونصیر نے عامری سے کہا تمہاری تلوار مجھے بڑی عمدہ دکھائی دیتی ہے۔ اس نے نیام سے تلوار نکال کر کہا ہاں بڑی عمدہ تلوار ہے، میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے اور کارنامے سرانجام دیئے ہیں ابونصیر نے کہا تلوار مجھے دکھاؤ میں احتیاط کروں گا عامری نے غفلت سے تلوار دے کے ہاتھ میں پکڑا دی ابونصیر نے ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کر دیا، کوثر نے بھاگ کر جان بچائی اور دوسری غاڑ کے وقت مدینہ میں پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دور سے دیکھا فرمایا ہذا رجل قدر والی وعزاز، اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا بلاشبہ اس مرد پر خوف طاری ہے جب کوثر نزدیک پہنچا اس نے کہا میرا ساتھی قتل ہو گیا اور مجھے بھی خطرہ ہے، ابونصیر عامری کی تلوار حاصل کیے اس کے اونٹ پر بیٹھا اور اسی وقت مدینہ میں پہنچا اور مجلس جمالیوں کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنے عہد سے بری الذمہ ہو گئے مجھے آپ نے واپس بھیج دیا، حق تعالیٰ

نے مجھے نجات ان سے بخشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دلیل بانہ سورج و لوکان معہ احب الحاصل  
 ابو نصیر عجب جنگ کی آگ جلانے والا ہے اگر کوئی شخص اس کی امداد و اعانت کرے۔ یہ بات ابو نصیر کے  
 فرار پر دلالت کرتی تھی اور اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ جو لوگ مکہ میں مسلمان محسوس و ممنوع ہیں اس  
 کے ساتھ مل جائیں جب ابو نصیر اس رمز اور اشارے پر واقف ہوا بلا توقف بھاگ کھڑا ہوا اور مقام  
 عمیق جو دریا کے کنارے تھا قیام کیا راستہ میں کسی جگہ نہ رکا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گروہ  
 کو جو مکہ میں مجوس تھے پیغام دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو نصیر کے متعلق کیا فرمایا، جب یہ  
 خبر ابو جندل بن سہیل بن عمرو کو پہنچی اس نے فرار پر فرار کو ترجیح دی اور ابو نصیر سے جا ملا، مسلمان ایک  
 ایک کر کے اس کے پاس جانے لگے یہاں تک کہ ستر افراد اور ایک روایت کے مطابق تین سوا اشخاص  
 اس کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ جگہ قریش کے کارواں کی گذرگاہ تھی انہوں نے لوٹ مار کو غنیمت جان  
 کر قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا، مشرکین اس حرکت سے تنگ آ گئے۔ انہوں نے ابو سفیان بن حرب کو  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قسم دیں اور صلہ رحمی کا واسطہ  
 دے کر کہے کہ ابو نصیر اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ میں طلب کریں۔ ابو سفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو اس امر کی دلالت کرتے ہوئے کہا قریش کہتے ہیں کہ ہم اس شرط سے درگزرے اس کے بعد جو بھی محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پاس جانے گا امان میں ہوگا۔ اور ہمیں اس معاملہ میں کوئی مضائقہ اور اعتراض نہیں ہوگا۔  
 منظر رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کے سوال کو قبول فرمایا، ابو نصیر کو خط لکھ کر ارسال  
 فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ چلے آؤ۔ ابو نصیر عالم نزارع میں تھا جب نامہ ہمایوں پہنچا اسے ہاتھ  
 میں پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملتا تھا اور شدت فراق سے روتا تھا یہاں تک کہ وہ رحمت الہی کے جوار میں  
 پہنچ گیا، ابو جندل اور اس کے باقی ساتھیوں نے ابو نصیر کی تجنیز و تکفین کی اسے دفن کر کے مدینہ کی طرف  
 روانہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آہ کر میسہ  
 هو الذی کف ایسہو عنکو وایدکو عنہم۔ ابو نصیر کے قصہ میں نازل ہوئی۔

## شہان وقت کی طرف خطوط

ماہرین فن سیرت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوئی کہ تمام سلاطین کو خطوط

لکھیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ وہ خط جس پر  
 ہر نہ ہوا اعتبار نہیں کرتے، لامحالہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر سونے کی انگشتری تیار کی گئی اور  
 صحابہ میں سے جن کی استطاعت تھی انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 موافقت میں پہن لیں، اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی کہ یہ فعل  
 مسلمانوں پر حرام ہے فی الفور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے انگشتری اتار دی صحابہ رضی اللہ عنہم  
 نے بھی ایسا ہی کیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو چاندی سے انگوٹھی بنائی گئی۔  
 کہتے ہیں کہ انگوٹھی کا حلقہ اور نام کی جگہ چاندی کی تھی اور آپ کے حکم پر محمد رسول اللہ کو تین سطروں  
 میں نقش کیا گیا سطر اول پر کلمہ اللہ، دوسری پر رسول اور تیسری میں نام محمد تھا، علماء کا اس کے پسینے  
 میں اختلاف ہے کہ دائیں ہاتھ کی خضر میں تھی یا بائیں ہاتھ میں اور اختلاف روایات سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ انگوٹھیاں متعدد تھیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک کانگین چاندی، دوسرے کا لوہے جس میں  
 چاندی ملی ہوئی تھی اور ایک انگوٹھی کانگین پتھر کا تھا جو بلادِ حبشہ سے لائے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ خاتمِ آپ کے پاس تھی اس کے  
 حضور کی انگوٹھی :- بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور تبرک پہنچی نہ کہ وراثت کے  
 طور پر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاصل کی پھر چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگشتری  
 سے سرفراز رہے یہاں تک کہ چاہ اوئیس میں گورپڑی ہر چند اس کو نہیں سے پانی نکالا گیا لیکن انگوٹھی نہ  
 مل سکی اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اس وقت سے لوگوں کے دل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 کی طرف سے متفرق ہو گئے اور ان کی مخالفت ان کے دلوں میں پیدا ہوئی۔

آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چھ بادشاہوں کی طرف خط لکھے گئے اور ہر  
 فرمانِ نبوی :- ایک خط اپنے ایک صحابی کو دیا اور وہ اپنے مقصد کی طرف چلے گئے حبشہ کے  
 بادشاہ نجاشی کا مکتوب عمرو بن امیہ صغریٰ کو دیا اور ہر قتلِ حاکمِ روم کا مکتوب دجیہ کلبی کو فرمانِ رولے  
 عجم یعنی خسرو پر دیز کا مکتوب عبد اللہ خداذہبی کو، والی سکندریہ مقوقس کا رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کو،  
 حارث بن ابی شمر غسانی جو کہ شام کا بادشاہ تھا کا مکتوب شجاع بن وہب اسدی کو اور یامہ کے والی  
 یوہدہ حنفی کا خط سلیط بن عمرو عامری کو دے کر ان بادشاہوں کی طرف بھیجا اور ایک دوسری روایت

کے مطابق یہ چھ مکتوب لکھے اور ساتویں مکتوب کو منذر بن ساوی بزرگ بحرین کی طرف بھیجا گیا اور یہ مکتوب علاء مخزومی کو دے کر اس کے پاس بھیجا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہر قاصد کو جس مملکت کی طرف بھیجا گیا اس کی زبان مختلف تھی مگر صبح جب وہ بستر سے اٹھے ان ممالک کی زبان سے آگاہ ہو گئے تھے یہاں تک کہ تمام قاصد اس ملک کی زبان جانتے تھے۔ اور اس زبان میں بات کر سکتے تھے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ تھا، لیکن نجاشی، جس کا نام صفحہ ابن ابجر تھا اس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خط لکھے کہ بھیجے ایک مکتوب میں اسے دین اسلام کی دعوت اور پیغمبرِ آخر الزماں کی رسالت کا اعتراف اور پیغمبری کا اقرار اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت اور شریعتِ محمدی کو قبول کرنے کی دعوت تھی جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کر دیا اور جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابہ جو حبشہ کی طرف تھے کو بھیجنے کے متعلق تحریر تھا اور دوسرے مکتوب کا مضمون یہ تھا کہ ام حبیبہ و خندہ ابوسفیان جو مہاجر ت حبشہ میں سے ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب کرے اور مدینہ میں روانہ کر دے جب پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو عمرو بن امیہ ضمری، نجاشی کے دربار میں لائے اور پہلے خط کو پیش کیا، صاحبِ دولت، تختِ سلطنت و رفعت سے اتر کر، تواضع و مسکنت کی زمین پر آ بیٹھا پہلے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیں خام مکتوب کو ادب سے بوسہ دیا اور پھر آنکھوں پر رکھا اس کے حکم پر اس مکتوب کو پڑھا گیا چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اور عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ حالات نجاشی کی دعوت پر مشتمل تھا اسی وقت جعفر کو طلب کیا گیا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دولتِ اسلام سے سرفراز ہوا، اس سلسلہ کے انتظام کے بعد ابن امیہ نے دوسرا خط بادشاہ کے سپرد کیا جبکہ اس میں ام حبیبہ کے خطبہ کا ذکر تھا نجاشی نے اس کے خطبہ اور عقد نکاح میں پورا اہتمام کیا چونکہ ازدواج کا واقعہ ہجرت کے ساتویں سال وقوع پذیر ہوا اس لیے اس سال کے واقعات میں ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ۔

نجاشی نے باہقی دانست کا ڈبہ منگوایا اور وہ دونوں مکتوب اس میں محفوظ  
 نجاشی کا تاثر ہے۔ اور مضبوط کر کے رکھ دینے جب تک یہ مکتوب اس ملک میں رہیں گے اہل حبشہ  
 میں خیر و برکت اور سکون و اطمینان رہے گا صاحبِ اعلام نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا نام گرامی اب تک حبشہ کے بادشاہوں کے پاس چلا آتا ہے اور وہ اس کا بجد احترام کرتے ہیں۔

حضرت دجیہ کلیہ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم روم ہرقل کے لیے خط لکھا اسے

دجیہ کلیہ کو دیا اور فرمایا پہلے بصرائے شام جاؤ تاکہ لہجہ کا حاکم کوئی معتاد آدمی تمہارے ساتھ کر کے خط کو ہرقل کے پاس بھیجے، دجیہ کلیہ حسب الارشاد روانہ ہوئے جب بصرائے شام پہنچے حارث بن ابی ثمر عیسائی نے جو اس خط کا حاکم تھا عدی بن حاتم طائی کو اس کا ساتھی بنا کر ہرقل کے دارالحکومت روانہ کیا اتفاقاً ہرقل اس وقت بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔

اس نذر کی وجہ سے جو اس نے مانی ہوئی تھی کہ جب خسرو پر وزیر جس نے مالک روم کے بعض حصوں پر قبضہ کر رکھا تھا اور رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے وہ پیادہ اور برہنہ پا بیت المقدس جائے گا۔ اور

وہاں مسجد اقصیٰ میں عبادت کرے گا جب خدا تعالیٰ کے فضل سے رومی فارسیوں پر غالب آگئے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے قیصر نے چاہا کہ وہ اپنی نذر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو اس کے فرمان

کے مطابق قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک راستہ میں فرش بچھا دیئے اور ان پر گل و ریاحین بکھیر دیئے گئے وہ ان پر چلتے ہوئے بیت المقدس گیا اور اپنی نذر کو پورا کیا۔ جتنے میں کہ ہرقل بخومی مسائل کے

استخراج میں مہارت تامہ رکھتا تھا ایک رات احکام نجومیہ میں سے ایک امر اس پر ظاہر ہوا جس سے وہ سخت پریشان ہوا صبح کے وقت اسی متعجب اور متعجب شکل میں مسجد حکومت پر بیٹھا، جب خواص نے اور

ارباب اختصاص نے اس کے چہرہ پر رنج و ملال کے آثار دیکھے، بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ رات فلک کے روضاع میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک زبردست بادشاہ جو تختہ کی

سنت کی رعایت کرتا ہے ظاہر ہوا ہے۔ عنقریب اس کا دست تصرف ہماری سلطنت پر دراز ہوگا کوئی قوم ہے جس میں تختہ کار و اج ہے نہ مارنے کہا وہ گروہ جو اس سنت کو ادا کرتا ہے یہودیوں میں مصلحت یہ

دکھائی دیتی ہے کہ اپنے ملک کے حکام کو آپ احکام نافذ کریں کہ جس جگہ بھی یہودی ملیں ان کو قتل کر دیں اسی دوران میں قیصر نے سنا کہ حارث بن ثمر عسائی جو لہجہ کا حاکم ہے کی طرف سے ایک قاصد آیا

ہے اور عرب کا ایک شخص اپنے ساتھ لایا ہے اور عجیب و غریب حالات بیان کرتا ہے جو عرب میں رونما ہوئے ہیں قیصر کی فرمائش پر اعرابی کو حاضر کر کے اس سے صورت کا استفسار کیا اس نے جواب دیا کہ ہم

میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعوے کرتا ہے ایک جماعت اس کی تصدیق کر کے اس کی رفاقت میں کمر بستہ باندھی ہے اور ایک گروہ نے اسے ہٹلایا اور تکذیب کی اور مخالفت میں تلواریں کھینچ لی



ہیں اور جنگ و مقاتلہ تک نوبت پہنچی، جانین میں سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اور اب تک ان میں جنگ جاری ہے۔ قیصر نے کہا اس شخص کو باہر کسی گوشہ میں لے جا کر تحقیق کرو کہ کیا یہ مختون ہے یا نہیں جب انہوں نے تحقیق کی تو انہوں نے اسے مختون پایا۔ قیصر نے کہا عرب ختنہ کرتے ہیں اس نے کہا ہاں ہر قتل نے کہا بخوبی دلائل سے جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ اس جماعت کی سلطنت کا ظہور ہے۔

جب وحیہ کلبی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ نامی ہر قتل کے دربار میں قاصدِ نبویؐ :- کو ہر قتل کے ہاتھ میں دیا اور ہر قتل کو معلوم ہوا کہ مکتوب عربی میں ہے تو اس نے ترجمان کو بلایا اس نے خط کے مضمون کو پیش کیا وہ خط دین اسلام کو قبول کرنے و ساکس شیطانی اور ہوا جس نفسانی سے بچنے کی دعوت پر مشتمل تھا خط کے آخر میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔

یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشکر

بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تو لو فقولوا الشہدوا

بما ن مسلمون۔ کہتے ہیں کہ جب ہر قتل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے مضمون پر واقفیت

حاصل کی اپنے خواص اور ارکان سلطنت سے کہا، تلاش کرو کہ اپنے ملک میں کوئی ایسا شخص ہے جو نبوت

کا دعویٰ کرنے والے کی قوم میں سے ہو تاکہ میں اس سے اس کے متعلق صحیح صحیح حالات دریافت کروں۔

لوگوں نے جستجو کی انہیں ابوسفیانِ حرب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ غزہ میں مل گیا، جو تجارت کی

غرض سے اس ملک میں آئے ہوئے تھے، اسے ہر قتل کے فرمان کے مطابق بیت المقدس میں لے گئے

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان تجارت کیلئے

شام گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق غزہ پہنچے ہوئے تھے اور ایک نقل اس طرح ہے کہ بیت المقدس

میں تھے اور ہر قتل کو اس قافلہ کے آنے کی خبر ہوئی اس نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا اور ان کے سر پر آرد

لوگوں کو طلب کیا، بزرگانِ روم بھی وہاں حاضر تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوسفیان

نے کہا کہ جب ہر قتل کا قاصد ہمیں بلانے کے لیے آیا اور ہمیں بادشاہ کی مجلس میں حاضر کیا گیا میں نے

دیکھا کہ بادشاہ عظمت و شوکت کے ساتھ تاج حکومت سر پر رکھے تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اشراف و

علمائے روم اس کے اندام و خواص اور یہود و نصاریٰ کے علماء تمام وہاں جمع ہیں جب ہمیں اس کی

مجلس میں لائے تو ہر قتل نے ترجمان بلایا اور ہم سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا سب سے زیادہ قریبی

کون ہے میں نے کہا میں قربت کے لحاظ سے اس سے زیادہ قریب ہوں اس نے پوچھا کہ تمہاری قربت کس نوعیت کی ہے میں نے کہا وہ میرا چچا زاد بھائی ہیں یہ بات اس اعتبار سے کہی کہ اپنے آپ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جد کے قائم مقام رکھا کیونکہ اس کا دادا امیہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ہاشم وہ دونوں آپس میں بھائی تھے چنانچہ ابوسفیان کو کہا ہر قل نے مجھے اپنے نزدیک بلایا اور میرے دونوں کو میرے پیچھے رکھا پھر ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق ابوسفیان سے چند حالات پوچھوں گا، اگر وہ غلط بیانی سے کام لے تو تم اس کی تکذیب کرنا۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! اگر مجھے بھٹلائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سی جھوٹی بیڑیاں باندھتا، اس کے بعد ہر قل نے پوچھا کہ اس شخص کا اصل و نسب تمہارے درمیان کیسا ہے میں نے کہا کہ وہ ہم میں نسب کی شرافت اور حسب کی بزرگی کے ساتھ مشہور ہے۔ اس نے پوچھا، اس کے آبا، واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے میں نے کہا نہیں، اس نے کہا، دولت مند اور قوی لوگ اس کی متابعت کرتے ہیں یا فخر اور کمزوری میں نے کہا زیادہ تر کمزور اور مفلس ہیں، اس نے کہا، اس کے متبعین روز بروز بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا بڑھ رہے ہیں، اس نے کہا کوئی شخص اس کی ملت سے مرتد ہو کر پھر گیا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا وہ عذر کرتا ہے یعنی عہد توڑتا ہے میں نے کہا نہیں اب تک یہ بات اس سے مشابہہ نہیں ہوئی لیکن اب ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ اور مصالحت ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس عہد کو پورا کرے گا یا نہیں، ابوسفیان نے کہا قیصر کے ساتھ گفت و شنید میں اسی قدر بات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقص کی ہو سکتی تھی سے زیادہ کچھ داخل نہ کر سکا۔ خدا کی قسم! قیصر نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اس کے بعد کہا کیا وہ تمہارے درمیان کبھی جھوٹ سے متہم ہوا تھا میں نے کہا نہیں اس نے کہا تمہارے درمیان مقابلہ و جنگ ہوئی؟ میں نے کہا لا، اس نے کہا اس کا نتیجہ کیا نکلا، میں نے کہا کبھی پر غالب آئے اور کبھی ہم نے ان پر غلبہ کیا یعنی روز بدر اور جنگ احد، اس نے کہا وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتے ہیں، میں نے کہا خدا نے لاشریک کی عبادت اور کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے آبا و اجداد کی متابعت سے دست کش ہو جاؤ اور کہتے ہیں کہ نماز، روزہ ادا کرو صدق، پاکدامنی اور صلہ رحمی اختیار کرو۔ ابوسفیان نے کہا جب بات یہاں تک پہنچی ترجمان نے ترجمان سے کہا اسے کہو کہ پہلے میں نے اس شخص کے نسب کے متعلق پوچھنے کے لیے وہ ہمارے

درمیان شرف نسب کے ساتھ مشہور و معروف ہے۔ اسی طرح انبیاء شریف النسب ہوتے ہیں تاکہ اتباع کرنے والوں کے دامن پر عار کا غبار نہ پڑے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کبھی شخص نے تمہارے دربار میں اس سے پہلے اس کی قوم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا تو نے کہا نہیں اگر کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ اس کی تقلید کرتا ہے، میں نے پوچھا کہ اس کے آباء و اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے تو میں کہتا کہ دعویٰ نبوت کو وسیلہ بنا کر اپنے باپ کی سلطنت کو طلب کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی اتباع دو تہند اور قوی لوگ کرتے ہیں یا غریب اور کمزور، تو نے کہا فقراء اور کمزور کرتے ہیں۔ یقیناً انبیاء کے پیروکار زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ اس کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تو نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا کام اسی طرح ہوتا ہے کہ بتدریج زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ حدِ جمال کو پہنچ جاتا ہے میں نے پوچھا کہ کوئی شخص اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پھر گیا ہے تو نے کہا نہیں صحیح اور درست ایمان اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کی حلاوت جان میں داخل ہو جاتی ہے اور جان سے گھل مل جاتی ہے اور اس کا جدا ہونا ناممکن ہوتا ہے میں نے پوچھا کہ خدا کرتا ہے؟ تو نے کہا نہیں پیغمبر عہد کو نہیں توڑتے کیونکہ ان کا مقصد اخروی سعادت کو حاصل کرنا ہے اور جو شخص دنیا کی لذات کا طالب ہوتا ہے وہ عہد کو توڑنے کی پروا نہیں کرتا، میں نے پوچھا کہ وہ تم میں کبھی بھوٹ سے متسم ہوا تو نے کہا نہیں اس بات سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں پر بھوٹ باندھنے سے ہاتھ روکتا ہے وہ خدا تعالیٰ پر بھوٹ نہیں باندھے گا میں نے پوچھا کہ تمہاری لڑائی کیسی ہوتی ہے تم نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آتا ہے اور کبھی ہم نے اس پر غلبہ حاصل کیا، انبیاء اور رسولوں کا اسی طرح حال ہوتا ہے، کبھی وہ دشمن کے غلبہ میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن آخر کار فتح و نصرت انہیں حاصل ہوتی ہے، میں نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے تم نے کہا، خدا تعالیٰ کی عبادت، اس کی وحدانیت کا اعتراف اور غار و روزہ کا حکم کرتا ہے یہ حالات انبیاء کی پسندیدہ عادات و صفات ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صفات تو نے بیان کیے ہیں اگر وہ واقعہ کے مطابق ہیں تو وہ محض سبب ان ممالک پر غالب آجائیں گے اور ان کا حکم ان ممالک میں نافذ ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ ان صفات سے موصوف پیغمبر معجوت ہوگا لیکن میرا گمان یہ نہیں تھا کہ تمہاری قوم سے ہوگا بلکہ ایک دن آئے گا کہ مجھے اس کی پابوسی کا شرف حاصل ہوگا۔ میں کوشش کرتا ہوں تاکہ اس سعادت کو حاصل کر سکوں اور آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوں اور آپ کی متابعت کا حلقہ

اپنے کانوں میں اور فرمانبرداری کی قسم اٹھانے والوں پر رکھوں اور ایک روایت ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں اس وقت قیصر کے اعتقاد کو متزلزل کروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب اور افتراء اس کی نظر میں ظاہر کروں میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں اس کی ایک مجال اور انہونی بات کہوں تاکہ اس کا جھوٹ بادشاہ پر ظاہر ہو جائے۔ ہر قتل نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا وہ کھتا ہے کہ میں ایک رات مکہ سے بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے مکہ میں واپس آ گیا۔ جب میں نے یہ بات کہی بیت المقدس کا ایک خادم وہاں موجود تھا اس نے کہا ہاں میں اس رات کو جانتا ہوں اور وہ ملاقات جو اس رات ہمارے مشاہدہ میں آئیں ایک یہ تھی کہ ہماری عادت تھی کہ رات ہم بیت المقدس کے دروازے بند کر دیتے تھے اس رات ہم نے ہر چند دروازہ بند کرنے کی کوشش کی نہ کر سکے ہم نے وہاں کے تمام لوگوں کو جمع کیا لیکن ہم اسے حرکت دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ ہم نے اسی طرح دروازہ کھلا پھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو چوپایہ کے دروازہ کے نزدیک باندھنے کے آثار دکھائی دیئے۔ پھر ہر قتل نے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کو لایا جائے اور مجلس میں پڑھا جائے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ہدایت سے اس کی پیشانی سے پسینہ بننے لگا جو کچھ اس کے دل میں تھا اس نے بیان کیا، رومیوں میں قیل و قال اور بحث و مباحثہ شروع ہو گیا، آوازیں بلند ہوئیں اور ان کی قرباء و فغان مسلسل ہونے لگی یہیں مجلس سے باہر لے آئے۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ جب ہم ہر قتل کے دربار سے باہر نکلے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابی کثیفہ کا کام یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ملک بنی الاصفہان سے خوف کھاتا ہے، ایک گروہ نے کہا کہ ابی کثیفہ بنی مغزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے قریش کی مخالفت کی اور بت پرستی سے روگردانی کی اور شرفیائی یا شامی جو ایک ستارہ ہے کی پرستش کرتا تھا قریش کبھی دین کی مخالفت کی وجہ سے اس شخص کی طرف نسبت کر کے اس لفظ کا اطلاق آپ پر کرتے تھے اور ایک گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ایک شخص کا نام تھا اور عربوں کی عادت ہے کہ جب کسی شخص کا عیب اور منقبت طوور پر نام لیں تو اسے اس جہد کی طرف جو غیر معروف اور گمنام ہو کی طرف نسبت کرتے ہیں اس تقدیر پر کہتے ہیں کہ ابو کثیفہ آپ کے اجداد پدری، مادری یا رضاعی تھا اسے قریش کے درمیان شہرت جاہ اور عزت و وقار نہیں تھا اس سبب سے کبھی دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ابوسفیان نے کہا کہ اس روز سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ غالب آئے گا اور اس کا کام پوری رونق اور ظہور

حاصل کرنے کا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے میسر دل میں اسلام پیدا کر دیا۔

ہرقل دحیہ کلبی سے خلوت میں ملا اور اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر کے کہا، خدا ہرقل کے تاثرات کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ پیغمبرِ برسل اور نبیِ مکرم ہے اور وہی پیغمبرِ منتظر ہیں جن کی صفات ہم نے آسمانی کتابوں میں پڑھی ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ رومی مجھے ہلاک نہ کر دیں وگرنہ میں ان کی متابعت کرنا اب مصلحت اس میں ہے آپ رومیہ میں جائیں وہاں ایک شخص ہے جو فنِ کمانت میں ماہر اور علمِ نجوم میں کامل ہے اس کا نام ضغافر ہے اور وہ عیسائیوں کا مقتدا اور پیشوا ہے، اسے یہ حال بتائیں اگر وہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر کے اس کی نبوت کا اعتراف کرے تو تمام عیسائی اس دین کو قبول کر لیں گے اور میں بھی اپنے پوشیدہ اعتقاد کو جو آپ سے میں نے بیان کیا ہے اظہار کر سکوں گا۔ کہتے ہیں کہ ہرقل نے ضغافر کو ایک خط لکھا اس میں تمام کیفیت کو بیان کیا اور دحیہ کلبی کے ہاتھ ضغافر کے پاس بھیجا۔ جب ہرقل کے مکتوب کو دحیہ کلبی نے ضغافر کے پاس پہنچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اس کے سامنے بیان کیے، ضغافر نے کہا خدا کی قسم وہ حق پر ہے اور ہم نے انہیں ان ہی صفات کے ساتھ اپنی کتاب میں پڑھ کر پہچانا ہے اور ان کی نبوت میں ہمیں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ اپنے گھر میں آیا اور سیاہ کپڑے جو اس نے پہن رکھے تھے اتارے اور سفید لباس زیب تن کیا، عھصا لاتھ میں لیا اور کینسہ میں آیا کینسہ میں تمام اشراف جمع تھے وہ اٹھا اڈا کہا اے گروہِ رومیاں! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ احمد عربی کی طرف سے ہمارے پاس ایک مکتوب آیا ہے اس مکتوب میں ہمیں دینِ حق کی دعوت دی گئی ہے، ان کی نبوت و رسالت کی حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور احمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ نصاریٰ نے جب یہ شہادتِ ضغافر سے سنی تمام یکدم اچھل پڑے اور ضغافر پر حملہ آور ہوئے اور اسے مار مار کر شہید کر دیا، دحیہ کلبی وہاں سے لوٹ کر ہرقل کے پاس آئے اور تمام حالات بیان کیے ہرقل نے کہا میں نے اس کا اظہار آپ سے نہیں کیا تھا، کہ مجھے عیسائیوں کا ڈر ہے، خدا کی قسم! ضغافر قوم میں مجھ سے زیادہ بزرگ تھا اور عیسائیوں کی اس کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔ جب انہوں نے اس کے ساتھ یہ کیا تو میسر ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے۔ کہتے ہیں جب ضغافر کی خبر ہرقل کو پہنچی بیت المقدس سے جہاں وہ زیارت کے لیے گیا تھا دار السلطنت ٹھہس میں آیا اور علمائے روم کو اپنے عمل میں

چلایا اور حکم دیا کہ محل کے دروازوں کو مقفل کر دیں اور خود محل کے بالاخانے میں آکر روٹیوں سے خطاب کیا اور کہا، اے گروہِ رومیوں! تمہیں نجات و فلاح کی رغبت ہے، اور سیدھا راستہ جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو حاصل کرو۔ اب حصول مطالب مقاصد احمد کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اگر تم سعادت الہدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی متابعت میں جلدی کرو جب علماء اور قسبوں نے ہر قتل سے یہ بات سنی تمام لوگ متفرق ہو کر بھاگنے لگے چونکہ محل کے دروازے بند تھے باہر نہ نکل سکے، جب ہر قتل ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا، اس کے حکم پر انہیں پھر واپس لے آئے، انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ میں نے یہ بات تمہارے امتحان آزمائش اور دین میں صلاحیت دیکھنے کے لیے کی تھی چونکہ میں نے تمہیں اپنے دین میں ثابت قدم پایا ہے۔ شاباش دی اور انہیں نوازا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو گئے اور تمام نے اسے سجدہ کیا اور خوشی و رضامندی کا اظہار کیا۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ہر قتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور مسلمان ہوا یا نہیں اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور اس لیے وہ دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوا اس تاریخ کے دس سال بعد غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور مسلمانوں کو شہید کیا چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہو گا، اور دوسرا یہ مسلک ہے کہ غزوہ تبوک میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بھوٹ کتا ہے بلکہ اپنی نصرت پر قائم ہے یہ روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ وہ دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوا واللہ اعلم۔

خسر و پرویز کے متعلق نقل ہے کہ جب عبد اللہ خذافہ خسر و پرویز نے حضور کے خط کو پھاڑ دیا۔ رضی اللہ عنہ پرویز کے دارالسلطنت میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پرویز تک پہنچا یا جب اسے مضمون کی اطلاع ہوئی اور اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک اس سے پہلے تحریر فرمایا ہے اس لیے غضبناک ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور زبان سے احمقانہ باتیں کہیں اور عبد اللہ خذافہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی مکتوب کا جواب لکھا جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرق کتالی مرق اللہ ملکہ۔ خسر و پرویز نے میرے خط کو ٹکڑے کیا ہے خدا تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے کر دے گا اور خسرو نے انتہائی شقاوت اور بدبختی سے بازاں کی طرف جو ولایت میں اس کا گورنر تھا پیغام بھیجا کہ ان دنوں میں سننا ہے کہ ایک شخص حجازی عرب میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، تم اپنے معتبر دو مرد بھیجو۔

جو اسے مضبوطی سے باندھ کر میرے پاس لے آئیں۔ بازاں نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے خازن جس کا نام بانویہ تھا اور جو شجاعت میں بڑی شان رکھتا تھا قریش کے ہی ایک شخص جس کا نام خزمرہ تھا وہ بھی حالات ظاہری سے آراستہ تھا کے ساتھ عرب میں بھیجا۔ اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزمرہ کے پاس لے جائیں اس سلسلہ میں ایک مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور بانویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق و تفتیش پر مقرر کیا، وہ حسب الحکم اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، جب وہ طائف میں پہنچے، سرداران قریش کی ایک جماعت مثل ابوسفیان، صفوان بن امیہ وغیرہ وہاں تھے ان سے مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق دریافت کیا مشرکین نے کہا وہ یرثب میں رہتے ہیں۔ جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی حقیقت حال سے آگاہ ہوئے تو بہت خوش ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کا حسب دلخواہ فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ کسریٰ جیسا بادشاہ اس کی دشمنی پر اتر آیا ہے۔ بازاں نے فرستادہ منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ بانویہ نے بات شروع کی اس نے کہا کہ شہنشاہ کسریٰ نے بازاں کو جو کہ مین کا گورنر ہے ایک خط لکھا ہے جس کا مضمون یہ کہ آپ کو اپنے خاص معتمدین کے ساتھ کسریٰ کے پاس بھیجے بازاں نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو خزمرہ پر ویز کے دارالسلطنت میں لے جائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر آپ خوشی سے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں تو بازاں ایک خط جو آپ کی عذرخواہی اور عفو تقصیرات پر مشتمل ہو لکھ کر دے گا تاکہ آپ کے گناہ تقصیرات معاف کر دے اور آپ نے حکم نہ مانا تو کسریٰ کی سطوت و دبدبہ آپ کو آپ کی قوم کے ساتھ ہلاک کر دے گا۔ اور شہروں کو خاک کے برابر کر دے گا اور بازاں نے ایک خط آپ کی طرف بھیجا ہے، مضمون یہ کہ فرمانبرداری کرتے ہوئے روانہ ہو جاؤ، اور والی مین کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیغام جس کا نہ سر تھا نہ پاؤں سنا، مسکراتے ہوئے ایلچیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ایلچیوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھئے اور ہمارے ساتھ چلیے تاکہ ہم شہنشاہ کے پاس پہنچیں اور اگر آپ حاضر ہونے سے قاصر رہے تو بادشاہ ایک عرب کو بھی اپنی جگہ پر نہیں رہنے دے گا، قتل کرنے کا یا جلا وطن کر دے گا۔

نقل ہے کہ بانویہ اور خزمرہ باوجودیکہ جرات کر کے بے ادبانہ گفتگو کی لیکن مجلس ہمایوں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ان پر ایسی مسلط تھی کہ ان کا جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا اور

قریب تھا کہ ان کے جوڑے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں، اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کی بجائے صرف مکتوب لے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم اپنی قیام گاہ پر واپس چلے جاؤ، کل آؤ تاکہ مصلحت کے مطابق عمل کیا جائے۔ جب قاصد سفیر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے باہر آئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر ہمیں وہ اپنی مجلس میں اس سے زیادہ روکتے تو خوف تھا کہ ہم ہیبت سے ہلاک ہو جاتے، دوسرے نے کہا زندگی بھر ایسی ہیبت مجھ پر نہیں ہوئی جیسا کہ آج اس مرد کی مجلس میں طاری ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ اسے خدا کی تائید حاصل ہے اور اس کا کام خدا کا کام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب بانو یہ اور خروخرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے سنہری دستانے ان کے ہاتھوں میں تھے ریشمی لباس پہنے ہوئے اور سیمیں کمر بند، وارٹھیاں منڈوائے اور مونچھیں اس قدر بڑھائے ہوئے تھے کہ ان کے لب بھی چھپے ہوئے تھے۔ جب اس شکل و صورت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا، ویلکما من امر کما لہذا یعنی اس حالت میں تم کس قدر دوزخ کے لائق ہو، تم کو کس نے کہا کہ وارٹھیاں منڈوا دو اور مونچھیں بڑھاؤ، انہوں نے کہا ہمارے پروردگار یعنی خسر و پردیز نے ہمیں حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں وارٹھی بڑھاؤں اور مونچھوں کو قطع کروں، القصد جب بازاراں کے قاصد دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا اپنے صاحب بازاراں کے پاس یہ خبر لے جاؤ کہ میرے پروردگار نے گذشتہ رات تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے، سات گھنٹے رات گزرنے پر اس کے بیٹے بشریہ کو اس پر مقرر کیا اس نے اس کے پیٹ کو چیر دیا ہے اور وہ سنہ شبہ کا دن تھا۔ جمادی الاول کا مہینہ مکہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح بازاراں سے جا کر کچھ دو کہ عنقریب میرا دین کسریٰ کی مملکت میں ظاہر ہوگا اگر تو مسلمان ہو جائے تو جو ملک اس وقت تمہارے تصرف میں ہے وہ میں تمہارے ہی قبضہ میں رہنے دوں گا اور تجھے فارسیوں پر حاکم بنا دوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہیمانی سونے چاندی سے بھری ہوئی خزیرہ کو وی جو بطور ہدیہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھی، پھر قاصد اجازت لے کر مدینہ سے باہر نکلے، قطع مسافت کے بعد عین میں پہنچ کر جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ بازاراں سے بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا، اے ملک! ہم بہت سے بادشاہوں کے دربار میں گئے خدا کی قسم!



کسی مجلس میں اس طرح خوفزدہ نہیں ہوئے جیسا کہ اس مرد کی مجلس میں ہوئے ہیں، بازاں نے پوچھا کہ اس کے کوئی محافظ اور نگہبان ہیں انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ تنہا گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا ہے، بازاں نے کہا خدا کی قسم جو تم اس سے نقل کرتے ہو وہ بادشاہوں کی کلام کے مشابہ نہیں ہے میرا خیال ہے کہ وہ نبی مرسل ہے اور میں اس خبر کا منتظر ہوں جو میرے لیے اس نے بھیجی ہے۔ اگر وہ مطابق واقع ہوئی تو اس کی نبوت میں کوئی قیل و قال نہیں ہے اور خدا کی قسم کوئی بادشاہ اس پر ایمان لانے میں مجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا۔ اسی اشارہ میں شیر و بید مر خسرو کا مکتوب بازاں کے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خسرو کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ فارس کے اشراف و اعیان کو بغیر کسی قصور کے جو قتل کا سبب ہو قتل کر دیتا تھا اور جماعت میں تفرقہ ڈالتا تھا، تم میری اطاعت کرو اور لوگوں سے میری اطاعت کی بیعت لو اور اس صاحب دولت جس نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے سے بالکل تعرض نہ کرو جب تک کہ میرا حکم تمہارے پاس نہ پہنچ جائے۔ بازاں کو جب اس قضیہ کا علم ہوا بلا تاخیر صدق و اخلاص سے کلمہ شہادت پڑھا اور میں اور فارس کے لوگ جو اس کے پاس ملک میں تھے انہوں نے بھی اس کے ساتھ موافقت کی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ نقل ہے کہ خسرو جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر بند بننا تھا کو ذوالفخرہ کہتے ہیں اور فخرہ رومیوں کی لغت میں مکر کو کہتے ہیں اب بھی اس کی اولاد کو اسی کلمہ سے یاد کرتے ہیں۔

**مقوقس کے پاس حضور کا فرمان** :- جب حاطب بن ابی بلتعنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچایا اس خط کا اس نے بہت احترام کیا اور جواب میں اچھی باتیں کہیں اور مکتوب شریف کو ہاتھی دانت کے ڈب میں رکھا اور حاطب کو خلوت میں طلب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے متعلق استفسار کیا، حاطب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف مجال اور جاہ و جلال کی نشانیاں دیکھی اور سنی تھیں بیان کیں، مقوقس نے جو کچھ سنا اسے ان اوصاف کے مطابق اور موافق پایا جو عیسیٰ علیہ السلام نے پیغمبر آخر الزماں کے متعلق بیان کی تھیں اس نے کہا یہ وہی رسول ہے جس کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور وہ غالب آئے گا اور ان کے ساتھی ہمارے ملک میں آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کا جواب بڑے عمدہ طریق سے لکھا اور چار ترک لوندیاں، ایک کا نام ماریہ دوسری اس کی بہن شیریں نام کی تھیں دوسری دو لوندیوں کے نام معلوم نہیں، ایک خواجہ سرا، بیس جوڑے کپڑے،

ہزار شقال سونا، ایک سفید اونٹ جس کا نام دلدل تھا اور ایک گدھا جس کا نام یعفور تھا بطور تحفہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور ایک سو شقال سونا، پانچ جوڑے کپڑے حاطب کو دیئے، لیکن  
ایمان نہ لایا جب حاطب مدینہ میں واپس آیا تحائف اور مکتوب پیش کیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
جس نے اپنے ملک پر بخیلی کی اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ جتھے میں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے  
زمانہ خلافت میں فوت ہوا اور ماریہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سریر رکھا اور اس سے ابراہیم پیدا  
ہوئے اور شیریں کو حسان بن ثابت کو بخش دیا، دلدل کو اپنی سواری کے لیے مختص کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی وفات کے بعد وہ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کو ملا جس پر وہ سواری کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دلدل ہلاک ہوا اور یعفور  
حجۃ الوداع میں فوت ہو گیا۔

جب شجاع و ہب اسدی نامہ مبارک شام کی سرحد پر لے جا کر  
حارث بن عمر غسانی کے شہر میں پہنچے تو حارث اس وقت اس  
ملک کا والی تھا غوطہ دمشق میں گیا ہے ہر قل جو بیت المقدس میں آیا ہوا تھا، شجاع بھی غوطہ کی طرف گیا۔  
وہاں چند روز رہا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ حارث کا ایک دربان جس کے دل میں اسلام کی محبت تھی شجاع  
کا معاون بن گیا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی حارث کے پاس پہنچا یا اس بد بخت نے  
نامہ نامی کو زمین پر پھینک دیا اور زبان سے نازیبا باتیں کیں اور جرات کرتے ہوئے اس نے حکم  
دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعلبندی کریں اور ایک  
درخواست ہر قل کے پاس بھیجی، ہر قل نے اسے کہا کہ اس خیال کو چھوڑ دو اور میرے پاس پہنچو، تاکہ صلحت  
کے مطابق عمل کریں پھر حارث نے شجاع کو طلب کیا اور اسے سو شقال سونا دیا اور واپسی کی اجازت  
دی۔ اور حوطلب بن حارث نے چند کپڑے اور کچھ سونا زادراہ کے طور پر شجاع کو دے کر عرض کیا کہ  
میرا اسلام پیغمبر خدا کی خدمت میں پہنچانا شجاع منزلیں طے کرنے کے بعد مدینہ میں پہنچا اور صورت حال  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہلاک ملکہ، حارث کا ملک  
تباہ ہوا۔ فتح مکہ کے روز حارث جنم رسید ہوا اور دو زخیوں کے گروہ میں شامل ہو گیا اور اس کا ملک  
جبلہ بن ابی عسفانی کی طرف منتقل ہو گیا۔ سیرت کی بعض روایات میں آیا ہے کہ حارث مسلمان ہو گیا تھا

لیکن اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اسے ظاہر کیا تو قیصر مجھے قتل کر دے گا لیکن جہور اس پر میں جو مذکور ہوا۔

**پیامہ کی طرف مکتوب نبوی :-** جب رصیط بن عمر و عامری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہوزہ کو مکتوب کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو رصیط کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آیا۔ عمدہ اور دلکش جگہ میں قیام کرنے کو کہا اور اس کی ضیافت اور جہانداری کی شرائط کو پورا کیا اس کے بعد جواب میں ایک مکتوب لکھا کہ وہ دین جس کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کس قدر عمدہ ہے، لیکن میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں اور عربوں کے دل پر میرا خوف اور رعب طاری ہے۔ اپنے ملک کے بعض حصوں کا انتظام آپ میرے سپرد فرمائیے اور اسے میرے قبضہ قدرت میں دے دیجئے تاکہ میں آپ کی متابعت کروں اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ پھر رصیط کو قیمتی لباس پہنایا اور شاہانہ جہانیزوں سے نواز کر روانہ کیا اس نے مدینہ میں اگر کیفیت حالات اور مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں پیش کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوسا لنتی سبایۃ من الارض ما فعلت ، اگر وہ مجھ سے کھجور کی ایک گھٹلی کے برابر بھی زمین طلب کرے تو میں اسے نہیں دوں گا ہلاک ہو وہ اور تباہ ہو اس کا ملک، کھتے ہیں کہ جب فتح مکہ ہو گیا، جبریل علیہ السلام نے ہوزہ کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیامہ میں کذاب اور ابن سدا اس پیدا ہوگا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد قتل ہو جائے گا۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت نہیں فرمائی تھی کہ مسئلہ کذاب یمن نے نبوت کا دعویٰ کر آغاز کر دیا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قتل ہوا چنانچہ اس کا قصہ اس کے بعد تفصیلاً مذکور ہو گا، انشاء اللہ۔

**دیگر مکاتیب نبوی :-** یہ وہ چھ مکتوب ہیں جن پر ارباب سیرت متفق ہیں لیکن بعض دوسرے جنہوں نے ساتویں مکتوب کو زیادہ کیا ہے وہ منذر بن

ساہی کا مکتوب ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء محقرمی کو دے کر بحرین میں منذر کے پاس بھیجا تھا، کھتے ہیں کہ جب علاء نے بحرین میں منذر سے ملاقات کی اور نام مبارک اسے پہنچایا، مضمون پر واقفیت کے بعد فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا اور رعیت کے بعض لوگ بھی اس کی

موافقت کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے بعض نے عماد اور دشمنی کا طریقہ اختیار کیا، منذر نے اپنے حالات دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی مخالفت احاطہ تحریر میں لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عماد کے ہاتھ مکتوب بھیجا۔ وہ خط ملنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لکھو کہ مملکت تیرے سپرد ہے۔ متفقین کے ساتھ نرمی اور ہر بانی کا طریق اختیار کرو اور دین و شریعت کی تعلیم دو، اور مخالفین پر جبر نہ مقرر کرو مسلمانوں کو جو جس کا ذبیحہ نہیں کھانا چاہیے اور ان کے ساتھ سلسلہ مناسبت کو بھی قائم نہ رکھیں، جزیہ وصول کرنے کا کام عماد ہجرتی کے سپرد کیا حاصل کلام یہ کہ وہ بادشاہ جن کے نام خطوط تحریر کیے گئے نجاشی اور منذر بن سائبی نے اسلام قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور باقی صحیح قول کے مطابق مخالفت اور کفر میں رہے۔

## خولہ بنت ثعلبہ اور اس کے خاوند اوس بن صامت کا ظہار :- خولہ نے کہا میں اوس

اس سے میری متعدد اولاد تھی آخری عمر میں وہ بوڑھا، فقیر، تکلیف دہ اور بد خلق ہو گیا۔ ایک روز اس نے مجھے مباشرت کے لیے بلایا میں انکار کرتی تھی چونکہ وہ کم ظرف تھا فوراً غصہ میں آ گیا اور مجھے کہا، انت علی کظہرابی، اور گھر سے نکل گیا غصہ فرو ہونے کے بعد وہ واپس آیا اور میرے ساتھ صلح کرنا چاہی اور محبت کرنا چاہی میں نے قسم اٹھائی کہ یہ صورت نہیں ہو سکتی جب تک میں کیفیت حال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہ کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا میں گئے اس کے مطابق عمل کروں گی، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گذشتہ واقعہ کو بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے متعلق کوئی حکم وارد نہیں ہوا عرف عرب میں ظہار طلاق کا حکم رکھتا تھا، خولہ نے کہا میرا معاملہ بہت دشوار ہے اگر میں اپنے فرزندوں کو اس کے پاس چھوڑتی ہوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو ان کی نگہداشت نہیں کر سکتی۔

۸ مگر زعیب درمی کرد گار بکشا ید

جب حضرت خولہ نے اپنا واقعہ بیان کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک گوشے میں جا کر اپنا سر سجدہ میں رکھ کر اپنی حاجت قاضی الحاجات سے طلب کی اور جب اس نے دعا کی اللہ سزائی اشکوہا ایک وحدتی وحشتی و فراق روحی و وحدانی، اس نے ابھی سجدہ

سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام پہنچ گئے اور سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات اور ظہار کا حکم اور اس کے کفارہ کا ذکر تھا انا میں :- قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا وتشتکی الی اللہ۔ واللہ یسمع تجاودکما دالایۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حق تعالیٰ کے اس قدر جلد قبولیت پر تعجب کرتے ہوئے فرماتی ہیں :-

حضرت خولہ اپنا واقعہ خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اس طرح بیان کیا کہ کسی نے نہ سنا اور باتیں میں نے بھی نہ سنیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے فی الفور سنیں اور اس کے لیے آیت بھیجی ۔

جب ظہار کا کفارہ متعلق ہو گیا، بوڑھا اوس فقر و فاقہ سے بے طاقت تھا، غلام آزاد کرنے پر قادر نہیں تھا، اتنا بوڑھا تھا کہ مسلسل دو ماہ کے روزے نہیں رکھ سکتا تھا، ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاتا ہوا لیکن وہ مفلس تھا کہ اس کی ادائیگی سے بھی قاصر تھا۔ اتفاقاً ایک شخص آیا اور کھجوروں کا ایک تھیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ اس قدر تھیں کہ اوس کا کفارہ ان سے پورا ہوتا تھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا ان کھجوروں کو لے جاؤ اور فقرا میں تقسیم کر دو تاکہ تمہارا کفارہ اس سے ادا ہو جائے۔ اوس نے عرض کی کہ مدینہ میں مجھے اپنے سے زیادہ کوئی گھرانہ غریب دکھائی نہیں دیتا، اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں انہیں اپنے گھر والوں پر خرچ کروں تاکہ چند روز ان غریبوں کو قوت لایموت حاصل ہو، ایک روایت ہے کہ اسے اس کی اجازت مل گئی۔ علمائے کرام اور فقہائے عظام نے اس صورت کو صاحب واقعہ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے اور اسے قرض پر محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

**اونٹوں اور گھوڑوں میں مسابقت :-** اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں اور گھوڑوں کو بھگانے کی اجازت فرمائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اونٹ تھا جسے غضبا کہتے تھے اور کوئی اونٹ اس پر سبقت نہیں لے جاتا تھا۔ ایک بدوئی آیا جس کے پاس ایک کزور اونٹ تھا وہ اپنے اونٹ کو غضبا سے آگے بڑھا لے گیا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو بڑا دشوار گزار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے منبرمایا حق علی اللہ ان لا یرفع شیاً من الدنیا الا وضعتہ۔ ہاں ہر حال کو زوال اور اثر نہ

کو وبال ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ کا انتقال ہوا اور ماں نے اسی سال وفات پائی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدفن میں حاضر ہوئے ایک اور روایت ہے کہ اس کی قبر میں اترے جس وقت اسے قبر میں اتارتے تھے فرمایا من اراد ان ينظر الى امرأة من الحور العين

فلينظر ههنا -

دسواں باب

## ساتویں سال کے واقعات

ماہرین فن روایت نے یوں روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر - حدیبیہ سے مراجعت فرمائی، مدینہ میں چند روز ٹھہرنے کے بعد، رؤساء مہاجرین و

انصار اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہودی خیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے سامان حرب و ضرب کی تیاری میں اور لشکر کی ترتیب میں مشغول ہوں پھر فرمایا میرے ساتھ وہی شخص نکلے جو صرف جہاد کی نیت رکھتا ہو یعنی جس کا مقصد دنیاوی حقیر مال اور غنیمت حاصل کرنا ہو اس غزوہ میں میرے ساتھ موافقت نہ کرے۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر کی طرف متوجہ ہونا منافقین اور مدینہ کے یہودیوں پر بہت شاق گزارا جانے لگا تھا کہ مسلمان خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو یہودی بنی قریظہ اور بنی انضیر

کے ساتھ کیا۔ انتہائی بغض و عناد کی بناء پر جس یہودی کا کسی مسلمان پر قرض تھا سخت تقاضا کرتا اور درشتی سے پیش آتا۔ کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے بعد اللہ بن ابی حدرہ سلمیٰ پر پانچ درم تھے، سایہ کی طرح

ہر وقت اس کے پیچھے پڑا رہتا اور اس حقیر سی رقم کی خاطر اسے بہت پریشان کرتا۔ ایک مرتبہ عبد اللہ نے اسے کہا کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل خیبر کے احوال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے، مجھے

اس قبضہ میں ان قلعوں کے فتح ہونے تک مہلت دے اور غنیمت کا کوئی حصہ میرے ہاتھ آجائے۔ ابو بکر نے کہا، یہودی خیر کے ساتھ جنگ کو دوسری جنگوں کے ساتھ قیاس نہ کرو، تو روایت کی قسم کہ خیبر میں دس ہزار

جنگجو مرد میں وہ تمام بہترین نشاندہ باز اور تیر انداز ہیں، عبداللہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو ہمیں دشمنوں سے ڈراتا ہے حالانکہ تو ہماری امان میں زندگی گزارتا ہے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میرے اور یودیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا بڑھا کہ ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ میں نے صورت واقعہ عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا مگر مبارک ہلائے اور آہستہ بات کی جو میں نے سنی، یہود نے کہا یا ابا القاسم! اس شخص نے میرا عرض دینا ہے، میں اب اس سے طلب کرتا ہوں تو مال مٹول کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق اس کو دے دو۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے دو کپڑے تھے ایک کو تین درم سے میں نے فروخت کر دیا اور دو درم اور ملا کہ یہودی کو دے دیئے۔ پھر سلم بن اسلم نے مجھے ایک کپڑا عنایت فرمایا میں دو کپڑوں کے ساتھ غزوہ خیبر میں گیا اس سفر میں حق تعالیٰ نے مجھے بہت نعمت عطا فرمائی، خدا تعالیٰ کی مہربانی سے قیدیوں میں سے ایک عورت جو ابو شعم یہودی کی رشتہ دار تھی مجھے ملی، جب میں مدینہ میں واپس آیا اس عورت کو بھاری قیمت کے عوض اس کے پاس فروخت کیا۔

ساہان جنگ تیار کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عقیقہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور ایک ہزار چار سو مردان کا رزار کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ عکاشہ بن محسن اسدی کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا اور یمینہ کو حضرت عمر بن الخطاب کے سپرد کیا اور یمیرہ کو ایک اور سپہ سالار کے سپرد کیا کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں دو سو گھوڑے تھے، ان میں سے تین گھوڑے خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور بہت سے اونٹ تھے۔

عبداللہ ابی سہول منافق نے یہود خیبر کے پاس اطلاع پہنچائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں تم جنگ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا بلکہ صحرا میں ان سے جنگ کرنا۔ کیونکہ تم کثرت تعداد کی وجہ سے ان پر فائق ہو، اہل خیبر کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کا علم ہوا۔ کنانہ بن ابی الحقیق کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ اپنے خلفاء یعنی عطفان کے پاس بھیجا اور امداد طلب کی اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خیبر والوں کی طرف بالکل توجہ نہ دی اور ایک روایت یہ ہے کہ چار ہزار جنگجو مرد اس قبیلہ سے باہر نکلے، پہلی منزل میں انہوں نے آسمان سے آواز سنی کہ جو کچھ تم پیچھے چھوڑو گے اسے یہود غارت ہو گیا۔ اس لیے وہ پھر واپس چلے گئے اور بعض سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ

عظفان اپنے عقب میں حرکت محسوس کرتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ مسلمانوں نے ان کے گھروں پر حملہ کر دیا ہے اس لیے خوفزدہ ہو گئے اور دابس چلے گئے۔ اس صورت کو ارباب سیرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجربات میں سے شمار کیا ہے کہتے ہیں کہ اس وقت سلام بن مشکم ان کے حاکم کو ایک بیماری تھی میوہ کے سرداروں نے اس کے مکان پر جا کر اس سے مشورہ کیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلنا مناسب ہے یا قلعہ بند ہونا زیادہ موزوں ہوگا۔ سلام نے کہا عبد اللہ ابی سلول کی رائے ہے اور میری رائے بھی یہی ہے کہ باہر نکلو اور اپنے آپ کو محاصرہ کی تنگنائے میں بند نہ کرو لیکن چونکہ تقدیر الہی ان کی ہر باری کی توجہ متوجہ تھی سلام کی رائے کے برعکس قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے قلعوں کی تعمیر کی کوشش کی اور ان سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے سلم بن رکوع کہتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تخیل کی طرف متوجہ ہوئے ایک رات راستہ میں اپنے دوستوں کے التماس پر عامر بن سنان بن الاکوہ ایک رجز پڑھنا تھا اور ادٹوں کو اس حدی سے ہانکتا تھا کہ صحابہ پر اس کے عمدہ نغمہ سے رقت طاری تھی اور ادٹ بھی خوشی سے رلاں ڈال دیتے تھے۔ سوار اور سواریاں بڑی تیزی سے راستہ طے کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ حدی پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا، عامر بن سنان، آپ نے فرمایا: رحمہ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق یہ دعا فرماتے وہ بلاشبہ درجہ شہادت کو پہنچتا۔ جب یہ کلمہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہا، عامر کے لیے شہادت واجب ہوئی پھر کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے عامر کے لیے درازی عمر کی دعا کیوں نہیں فرمائی تاکہ درست اس کی آواز سے نفع اندوز ہوتے۔ عامر کی شہادت کا قصہ اسی غزوہ میں اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہوگا۔

ایک اور روایت ہے کہ عامر جب حدی پڑھنے سے خاموش ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ رواہ کو اشارہ فرمایا تو اس نے یہ کام شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بھی فرمایا۔ اللہم الرحم، اس کی شہادت کا تذکرہ غزوہ موتہ میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔ جب اسلامی فوج صہبائے مقام پر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد راستہ بتانے والوں کو بلایا اور انہیں فرمایا کہ ہمیں ایسے راستے سے لے چلو جو عظفان اور خیبر کے درمیان ہو تاکہ ہم انہیں میوہ خیر کی امداد سے روک سکیں۔ صلاح مشورہ سے کہ فیصل راہری میں صاحب بصیرت تھا۔ مرحب کے راستہ پر چلا۔

عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کے آگے طلحہ کے طور پر بھیجا۔ عباد نے



جا کر یہودیوں کے ایک جاسوس کو پکڑا اور خیبر والوں کے حالات دریافت کیے اس نے جواب دیا کہ اہل خیبر نے کنانہ بن الحقیق، ہوزہ بن قیس اور ابی کو اپنے خلفاء یعنی غطفان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اہل خیبر کی امداد کو آئیں عینیہ بن بدر بہادر مدوں کی ایک جماعت کے ساتھ خیبر کے قلعہ میں آیا ہے اب دو ہزار جنگجو جن کے نزدیک دزم اور دیزم ایک ہی حیثیت رکھتی ہے منتظر ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و مقابلہ کریں عباد نے کہا بظاہر تم مخالفین کے جاسوس ہو، جب اسے چند تازیانے مارے اور کہا کہ تجھے کوئی چیز سچ کے بغیر نجات نہیں دے سکتی۔ ابو ابی نے کہا مجھے امان دو تاکہ سچ کہوں۔ جب اسے امان دے دی تو اس نے کہا کہ قوم تمہارے آنے سے خوفزدہ ہے اور بنی قریظہ اور بنی النضیر کے واقعے سے اس کے دل میں ایسا رعب طاری ہوا ہے کہ کسی وقت وہ جدا نہیں ہوتا۔ مدینہ کے منافقین نے ان کے پاس خبر پہنچائی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف متوجہ ہے لیکن نہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اور جہاں تک ہو سکے جنگ کرو کیونکہ تمہاری تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے، تمہارے پاس آلات حرب بھی زیادہ ہیں، جب عبد اللہ ابی سلول اور اس کے متبعین کے قاصد نے ان کا پیغام پہنچایا کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے بھیجا تاکہ تمہارے لشکر کی کیفیت اور تعداد تحقیق کر کے صحیح خبر پہنچاؤں۔ عباد جاسوس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا تو اس نے محاطہ حالات بیان کیے۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے جاسوس کے قتل پر اصرار کیا عباد نے کہا میں نے اسے امان دی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا، وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور قتل سے بچ گیا، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی خزندہ کے راستہ سے خیبر کے قلعوں کے درمیان آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک اس بستی پر پڑی

تو آپ نے یہ دعا پڑھی، اللهم رب السموات السبع وما اظلمن ورب الارض السبع وما اقلن ورب الشياطين وما اضلن رب الرياح وبادرين، اسانک خسیعہ القویۃ وخیر ما فیہا، ذبک من شرھا ومن شر ما فیہا۔ اور کہتے ہیں کہ صحابہ کو بھی فرمایا انہوں نے بھی یہ دعا پڑھنے میں آپ کی موافقت کی۔ اسی طرح شہروں اور قصبوں کے دیکھنے کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے، اس کے بعد صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اذ خلوعکم، بروکۃ اللہ اور ایک روایت میں ہے قدموا بسبغ اللہ یراں تک کہ جب اس منزل میں جو منزلہ کے ساتھ موسوم تھی نزول فرمایا۔ نازا دار کرنے کے لیے ایک جگہ مقرر فرمادی۔

جب اہل خیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ملی پوری احتیاط کر کے وہ رات کو مکمل سوا قلعہ کے باہر بھیجے اور وہ کما حقہ محاللات کی کیفیتیں دیکھتے تھے، اتفاقاً جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے فوج میں پہنچے خدا تعالیٰ نے غیند کو ان پر مسلط کر دیا، چنانچہ صبح تک کسی ایک شخص نے بھی حرکت نہ کی، صبح اٹھنے والے مرنوں نے بھی صبح اذان نہیں دی۔ چار پائے بھی حرکت نہیں کر سکے، طلوع آفتاب کے وقت سیودی غیند سے بیدار ہوئے، اپنی کھیتی باڑی کے لیے اپنے بیل وغیرہ لے کر باہر نکلے، انہوں نے کلیفنت لشکر اسلام کو دور سے دیکھا فی الفور لوٹے اور کہا واللہ محمد والجمیش، یعنی محمد فوج کے ساتھ ہے جو قسم پر تقسیم ہے۔ مقدمہ، دو بازو، قلب اور ساقہ، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی تو فرمایا خیریت خیر، اما اذا نزلنا بسامۃ قوم فساء صباح المنذین، جب سیودی قلعوں میں بند ہو گئے سلام بن مشکم کو اسلامی لشکر کی خبر پہنچی، اس نے قوم سے کہا اگرچہ تم نے ابتدا میں میری بات پر عمل نہیں کیا اب جنگ و قتال میں جہاں تک ہو سکے کوشش کرو اور پوری کوشش کر دو کیونکہ جنگ میں قتل ہونا قید ہو کر ہلاک ہونے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ میو نے جنگ کا پختہ ارادہ کر کے اہل و عیال کو قلعہ میں محفوظ کر دیا اور خوراک و طعام جو ذخیرہ کیا ہوا تھا تمام نعمتوں کے ساتھ منضبط و محکم قلعہ میں محفوظ کر دیا اور بہادران کا رزار قلعہ لفظ میں جمع ہو گئے، سلام بن مشکم باوجود یکہ سبب ضعیف تھا اس قلعہ میں آیا لیکن اس قلعہ کے فتح ہونے سے پہلے اس پر دوزخ کا دروازہ کھل گیا اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیودیوں کے ساتھ جنگ پر ابھارا اور آخر دی ثواب کے حصول اور بلند درجات حاصل کرنے کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا، اگر صبر کرو گے فتح پاؤ گے اسلامی لشکر نے جنگ شروع کر دی اور تیر اندازی شروع کر دی، وہ واقعات جو اس جنگ میں ظہور پذیر ہوئے ان میں سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ جو محمد بن مسلم کا بھائی ہے اس روز بہت جنگ کی سخت جنگ، گرمی اور سہیادوں کے بوجھ سے تھک کر چور ہو گیا قلعہ کا عم کے سایہ میں اس خیال سے کہ اہل قتال میں سے یہاں کوئی نہیں، سو گیا، کنانہ بن ابی العتین یا مہرب میوئی علی الاطلاق الروداتیں نے اس کی طرف ایک پتھر لٹھکا دیا وہ پتھر اس کے خود پر گرا، خود اس کے سر میں دھنس گیا اس کی پیشانی کا چڑھ اس کے چہرے پر آ گیا، مسلمان اسے اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی کے چڑھے کو اپنی جگہ پر کیا اور اس کا سر کٹ پے

سے مضبوط باندھ دیا وہ اسی دوران اسی زخم سے شہید ہو گیا۔ دوسرا واقعہ: جناب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جگہ جو آپ کے لیے مقرر کی گئی ہے چند وجوہ سے مناسب نہیں، ایک یہ کہ اہل قلعہ کے تیر یہاں پہنچتے ہیں دوسرے یہ کہ چارے اور بچھڑوں کے درمیان جگہ بہ اس وجہ سے متعین ہو جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مخالفین کے شب خون سے اس جگہ ہم امن میں نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع رجیع کو مقرر کر کے غروب آفتاب کے بعد اس منزل میں قیام فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام گاہ کے ضبط و ربط پر مقرر ہوئے۔ روزانہ مسلمان قلعہ کی دیواروں کے قریب جاتے اور جنگ کرتے تھے، تیسرا واقعہ: کہتے ہیں کہ جناب بن منذر نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں تک یہ بات پہنچائی کہ کھجوروں کے درخت یہودیوں کے نزدیک فرزندوں سے زیادہ محبوب ہیں پہلے حکم فرمایا کہ ان درختوں کو کاٹ دیں اور ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں تاکہ یہود کی حسرت زیادہ ہو صحابہ رضی اللہ عنہم سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے میں مصروف ہوئے یہاں تک چار سو خرما کے درخت اکھاڑ دیئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا خدا تعالیٰ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ خیبر فتح ہو گا اور وعدہ کو پورا کرنا اس کی صفت ذاتی ہے۔ پس اس تقدیر پر خرما کے درختوں کو کاٹنے سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں کو کاٹنے سے ہاتھ اٹھالیں، جو چار سو درخت کاٹ دیئے گئے تھے انہی پر اکتفا کی۔ چوتھا واقعہ: کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کی نگرانی کر رہے تھے، آپ نے ایک یہودی کو پکڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لانے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لے چلو مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، یہودی نے کہا یا ابا القاسم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں صحیح بات آپ سے عرض کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی، یہودی نے کہا میں قلعہ نطا سے آ رہا ہوں، اہل خیبر کی یہ خبر ہے کہ مسلمانوں کی سختی اور ہمدردان اہل اسلام کے دبدب سے وہ سخت مخالف ہیں خصوصاً آج کی جنگ سے، ان کا ارادہ ہے کہ آج رات قلعہ شمش میں منتقل ہو جائیں، اسامان جنگ اور قیمتی ذخائر کو ایک جگہ چھپا دیا ہے میں اس جگہ کو جانتا ہوں، جب کل پہ

قلعہ فتح ہو جائے وہ جگہ میں صحابہ کو دکھا دوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ، یہودی نے کہا میرے اہل و عیال اس قلعہ میں ہیں انہیں مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے انہیں تجھے بخشا، دوسرے روز قلعہ نفاطح ہو گیا، قلعہ شق بھی فتح ہو گیا اور وہ یہودی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ پانچواں واقعہ منقول ہے کہ ایک روز مسلمان ایک سخت قلعہ کی جنگ کے محاصرہ میں مشغول تھے، مرحب یہودی قلعہ سے باہر آیا اور میدان مبارزت میں جو لانی کرتا تھا اور عامر بن الاکوع جسے حدی پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے استنار کی تھی مرحب کے مقابلہ میں آیا اس یہودی نے عامر کو تلوار ماری اس نے سر پر ڈھال آگے کر دی اس کی تلوار سر میں لگی، عامر نے مرحب کو تلوار ماری لیکن وہ خطا گئی اور عامر کے اپنے زانو پر آ کر لگی اور اپنی تلوار کے زخم سے وہ مجروح ہو گیا اور اسی زخم سے وہ فوت ہو گیا، جب خیبر سے لوٹے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن الاکوع کو جو عامر کا چچا زاد بھائی تھا طول اور غلین دیکھا اس سے اس کا سبب دریافت کیا اور ایک قول یہ ہے کہ سلمہ بن الاکوع رتنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ درست کھتے ہیں کہ عامر کے عمل بیکار گئے کیونکہ وہ اپنی تلوار کے زخم سے قتل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہوں نے غلط کہا اور خطا کی یقیناً اس کے لیے دوا ہے۔ آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا مجاہد مجاہد چھٹا واقعہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر کے محاصرہ کے دنوں میں قلعہ طعام کی وجہ سے مسلمان بڑی سختی اور زحمت میں تھے، ایک روز قلعہ صعوب سے بیس بھیریں باہر نکلیں اور انہیں وہاں نزدیک ہی جراتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص چاہیے جو ان بھیروں میں سے کوئی چیز لائے تاکہ آج وہ ہماری خوراک بنے، ابوالمیسر کعب بن عمرو انصاری نے آگے بڑھ کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس خدمت کو بجا لاؤں گا اس کے بعد وہاں کو گرہ دے کر بہن کی مانند بھاگنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی سرعت رفتار کا مشاہدہ کیا فرمایا اللھم متعنا بہ، ابوالمیسر اجڑ میں پہنچا اور دو بھیروں کو بغل میں لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر ان دنوں بھیروں کو ذبح کیا، گوشت کو پکایا اور لشکر میں ہر شخص اس سے مخطوط ہوا۔ اور ابوالمیسر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں پرورد دعا کی بدولت لمبی عمر پائی اور اس سے خاص و عام کو بہت نفع ہوتا تھا، رضی اللہ عنہ۔ ساتواں واقعہ، رنقل ہے کہ صعوب کے قلعہ کے محاصرہ کے دوران بھوک کی شدت

کی وجہ سے سخت دشواری ہوئی یہاں تک کہ قریب المرگ پہنچ گئے خوراک کی قلت کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ سے دعا مانگی کہ وہ قلعہ جس میں زیادہ طعام ہو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو، پھر جناب المنذر کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اسلامی لشکر نے یکدم حملہ کیا اور وہ گروہ جس نے بھوک کی شکایت کی تھی صعب قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اور جنگ میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ ساز و سامان اور بے شمار کھانے اس قلعہ سے حاصل ہوئے، بہت زیادہ شراب کو بہایا۔ اٹھواں واقعہ: عبداللہ خنڈا جو کہ مسلمان تھا مگر کبھی کبھار شراب پی لیتا تھا اس روز اہل خبیر کی شراب سے اس سے چند گھونٹ شراب پی اس مجرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین مبارک سے اسے تہیہ فرمائی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر اس کے ساتھ ہی معاملہ کیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا، خدایا اس پر لعنت کر کتنی بار اسے اس ناپسندیدہ کام سے منع آیا ہے مگر وہ باز نہیں آتا اور کسی کی تہیہ کو خاطر میں نہیں لانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! ایسا مت کہو وہ خدا اور اس کے رسول کو دل سے دوست رکھتا ہے۔ نواں واقعہ: کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں سلمان قلعہ قوص کے محاصرہ میں مشغول تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں درد تھا، اس وجہ سے بنفس نفیس میدان جنگ میں موجود نہیں رہ سکتے تھے لیکن روزانہ ہاجرین و انصار میں سے کسی ایک سردار کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر جنگ کے لیے بھیجتے تھے چونکہ قلعہ قوص دوسرے قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا وہ جلد فتح نہیں ہو رہا تھے نقل ہے کہ ایک روز امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنگ کے درپے ہوئے اور جھنڈا اٹھا کر حامیان اسلام کے ساتھ کی دیواروں کے پاس پہنچے کوشش کی اور انتہائی جدوجہد کے باوجود چہرہ فتح مراد کے آئینہ میں ظاہر نہ ہوا۔ دوسرے روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر بہادری کی جماعت کے ساتھ کفار کے ساتھ لڑے اور دنوں گروہوں میں عظیم جنگ ہوئی لیکن اس رات بھی بے نیل مرام لوٹے۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ کی اور بڑی کوشش اور جدوجہد کے باوجود حسبِ سابق مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کو قلعہ کی دیواروں کے پاس لے گئے ہر چند وہ بے انتہا کوشش کرتے لیکن فتح حاصل نہ ہوئی، رات کے وقت جب شام نے انبوسی فام حجرے پر سیاہ شامیانہ کھینچا، خواجہ

کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے یوں فرمایا کہ لا عظیمین الروایۃ عند ارجلا کواراغبیر  
 ذرار یدجب اللہ ورسوٰہ ویدجبہ اللہ ورسوٰہ یفتح علی یدہ ، اور کہتے ہیں کہ حضرت علی  
 بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے شروع سے آشوبِ حتم کی وجہ سے اس میں حاضر نہیں تھے  
 اور مدینہ میں بٹھیرے ہوئے تھے، اسی اشارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ان کے ضمیر پر گراں  
 گزری اور اس فروردیرہ کی جدائی کی تکلیف آنکھوں کی تکلیف سے بدرجہا بڑھ گئی، تکلیف کے باوجود  
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے متوجہ ہوئے، سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ زبان مبارک سے ادا فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم  
 کے درمیان جوش و خروش پیدا ہوا کہ دیکھیں کل ہم سے جھنڈا کسے ملتا ہے، بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت کا گمان تھا کہ صاحبِ علم وہ ہو گا اور  
 قریش کی ایک جماعت ایک دوسرے سے کجی کہے کہ اس مرد سے مراد علی بن ابی طالب  
 نہیں ہیں کیونکہ وہ آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے مدینہ میں ہیں اور وہ اپنے تئیموں کی جگہ کو بھی نہیں دیکھ  
 سکتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز آرزو حیدر رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچی فرمایا اللہم لا معنی  
 لہما منعت ولا مانع لہما اعطیت، خداوند! کوئی شخص وہ چیز کسی کو نہیں دے سکتا جسے تو روک لے اور  
 کوئی روک نہیں سکتا اس چیز کو جسے تو عطا کرے، علی الصبح جبکہ سنہری بال صحیح کے مرغ نے نذر سے منور  
 پروں کو ظہور کی شان و شوکت کے ساتھ اس لاجوزی محل پر پھیلائے۔ جنگ کی فیر و زمندی کے سعادت  
 مندوں نے جو میدان کارزار میں چھتے کی مکر میں نیچے ڈالتے تھے اور جنگ کے سمندر میں مگر چھ کے منہ میں قدم  
 رکھتے تھے، لی مع اللہ کے سلطان اور شہنشاہ دین پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جمع  
 ہوئے اور ان سپہ سالاران لشکر میں سے ہر ایک اولک جزاء اللہ کو یہ گمان تھا شاید اس سعادتِ عظمیٰ  
 اور وسعتِ کبریٰ سے وہ سرفراز ہو۔ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
 دو زانو ہو کر بیٹھا اور پھر اٹھا اس امید پر کہ میں علمدار بنوں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ  
 اس دن کے سوا میں نے کبھی امارت کو پسند نہیں کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر آئے تو  
 فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے ہر طرف سے کہا کہ اس کی آنکھیں اس طرح دکھتی ہیں کہ  
 اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے لاؤ، علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر لائے آنحضرت

بنے آپ کے سر کو اپنی ران پر رکھ کر اپنی لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگائی فی الغور آشوب چشم جاتا رہا اور آپ کی نرگسی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ان کے لیے دعا فرمائی اللہم اذهب عنه الحور والمقر، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے میں سردی اور گرمی سے کبھی بھی متاثری نہیں ہوا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں آپ روٹی سے بھرا ہوا لباس پہنتے تھے اور اس کی پردہ نہیں کرتے تھے اور سخت سردیوں میں تنگ لباس پہنتے تھے اور اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھر آپ کی آنکھوں کو تکلیف نہیں ہوئی، اللہ امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آشوب چشم سے آزاد ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا آپ کو دیا، زرہ بھی پہنائی اور ذوالفقار آپ کے مکر میں باندھی اور فرمایا جاؤ اور جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ دے دے کسی طرف طعنت نہ ہونا، حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے جب کچھ فاصلہ طے کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماذا اقال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا قاتلہم حتی یشہدوا الا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ ؛ فاذا فعلوا

ذالک منعوامنادا ماٹھم واموامھم الاتجھما وحسابھم علم اللہ اور ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم اٹھا لیا اور راستہ میں آگے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ساتھ جنگ کروں اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہوجائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی یا علی، جنگ میں جلدی نہ کر، تو سیدھا چلا جاسیاد تک کہ ان کے میدان میں جا ترے پھر انہیں اطلاع دے، خدا کی قسم اگر تیرے طفیل ان میں سے خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لیے یہ بات بہتر ہے خدا تعالیٰ کے راستہ میں سرخ رنگ اونٹوں کی قربانی سے بہتر ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے دین کی تائید میں چل پڑے اور قلعہ قوص کے نواح میں پہنچے، اپنے جھنڈے کو ایک پتھر کے ٹیلے پر گاڑ دیا جو قلعہ کے دروازے کے پاس تھا، اس وقت یہودیوں کے ایک عالم نے جو قلعہ کے اوپر تھا پوچھا، اے علمبردار! تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ حیدر بکر نے جواب دیا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں، یہودی نے اپنی قوم سے خطاب کر کے کہا، غلبتمو دعا انزل علی موسیٰ موسیٰ علیہ السلام کی تواریت کی قسم ہم مغلوب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اپنی قوم کو ساتھ لیکر جنگ کے لیے آیا حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا، جنگ شروع کی اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا اس

وقت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے یہودی کو جہنم رسید کر دیا، مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل پر جانے کا علم ہوا، بہادران خیر کے ایک گروہ کے ساتھ سلاح ہو کر پورے بغض و غضب سے انتقام لینے کی خاطر باہر نکلا، کھتے ہیں کہ وہ قوی جنگجو تھا اس روز اس نے دوزخ میں پہنچی ہوئی تھیں اور دوزخ میں شامل کیے ہوئے سر پر دو عمامے باندھ کر ان کے اوپر خود رکھے میدان میں آکر یہ رجز پڑھا۔

قد علمت خیرا فخر حرب  
اشرب احیانا وحننا اضرب  
ان اللحمی للحمی لا یقرب  
شاک السلاح بطل محرب  
اذا المحروب اصلب ملہب

جب وہ رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آیا اس نے اس قدر جرات و بہادری کا اظہار کیا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہوئی لامحالہ شاہ مردان، شیریزدال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کی طرف چلے آئے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انا الذی یشہنی امی حیدر  
عیل الزراعین غلیظ التصبرہ  
خبر کام احام ولایت شسورہ  
او قیہم بالصاع قیل سنددہ

کہتے ہیں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اسے قتل کر رہا ہے جب حضرت علی نے پہلا مصرع جو آپ کو شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا پڑھا اسے اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی لیکن قضائے الہی کو تبدیل نہیں کر سکا، میدان میں آکر پہل کرتے ہوئے اس نے حضرت علی کو تلوار کا وار کرنا چاہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس کے سر پر ذوالفقار کا وار کر دیا جو ڈھال، خود اور دونوں عماموں سے گزرتے ہوئے اس کے دانتوں تک پہنچ گئی اور ایک روایت ہے کہ گھوڑے کی زین تک دو ٹکڑے کر دیا، پس مسلمان حضرت علی کی مدد سے میدان جنگ میں آئے اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہودیوں کے سات سردار اور بہادر حضرت علی کی تلوار سے قتل ہوئے، باقی یہودی شکست کھا کر اپنے قبائل کی طرف بھاگ نکلے، کہتے ہیں کہ شاہ مردان ان کے پیچھے روانہ ہوئے، اسی اثناء ایک مخالف نے حضرت علی کے ہاتھ پر اس طرح ضرب لگائی کہ آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی اور ایک دوسرے یہودی نے جو سردار تھا ڈھال اٹھا کر بھاگ گیا حضرت علی اس واقعہ سے بہت غضبناک ہوئے اور قلعہ قوص کے دروازہ پر پہنچے اور خندق سے



کو در کفر لاد توڑ ہاتھ کے ساتھ دروازہ کے حلقہ کو پکڑ کر قلعہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر اسے ڈھال بنا لیا۔  
 امام باقر سے منقول ہے کہ جب حضرت علی نے خیر کے دروازہ کو پکڑ کر بلایا اور اکھاڑا تو وہ تمام قلعہ اس  
 طرح پلٹنے لگا کہ پی بن اخطب کی مٹی تخت کے اوپر سے گر پڑی اور اس کا منہ زخمی ہو گیا، جنگ سے فراغت  
 کے بعد اس دروازہ کو اسی ہاتھ درواپشت کے پیچھے پھینک دیا، کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے سات طاقتور  
 آدمیوں نے متفق ہو کر ہر چند کوشش کی کہ اسے الٹا دیں نہ اٹا سکے۔ چالیس آدمی اٹھے تاکہ اسے علی لکھاٹھیں  
 تو وہ بھی نہ اٹھا سکے، قال الشاعر علی لومی باب المدینہ نجیو وثمانین انشور انفاکم  
 بسلام، اور بعض روایات میں وارد ہے کہ اس کا وزن آٹھ سو من تھا، حضرت علی سے مروی ہے کہ خیر کے دروازہ  
 کو میں نے دھانی طاقت سے اکھاڑا، جہاں طاقت سے نہیں اکھاڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ چالیس  
 آدمی اس دروازہ کو اٹھانے سے عاجز آگئے تو حضرت علی کو تعجب ہوا اور اس قوت و طاقت پر انہوں نے  
 ناز کیا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد، علی کو اس دروازہ کو دوبارہ اٹھانے کیلئے فرمائیں  
 حضرت علی دروازہ کو اٹھانے کے لیے گئے ہر چند کوشش کی لیکن اسے جنبش تک نہ دے سکے، جبرائیل علیہ السلام  
 نے فرمایا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں تاکہ علی کو معلوم ہو جائے کہ وہ نہیں تھا بلکہ ہم تھے، لاجلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 نے کہا کہ میں نے روحانی قوت سے اکھاڑا ہے جہاں قوت سے نہیں۔ القصد جب قلعہ قوس کے باشندوں اور  
 خیر کے تمام قلعوں کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کا عجیب کام مشاہدہ کیا، انہوں نے تمام  
 قلعوں سے الاماں الاماں کی فریاد کی، حضرت علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی،  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اہل خیر کو انان دے دی اس شرط پر کہ ہر مرد ایک اونٹ، کا بوجھ طعام  
 لاد کرے جائیں اور ان شہروں سے باہر نکل جائیں، نقدی، اسلحہ اور تمام سامان مسلمانوں کے پاس چھوڑ جائیں  
 اور کوئی چیز پوشیدہ اور مخفی نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا سامان ظاہر ہو جائے جو انہوں نے بتایا نہ ہو جیسے وہ  
 ایمان سے خالی ہوتا ہے اسے بھی نابود کر دیا جائے گا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں میں  
 خیر کی خبر پہنچی، بہت خوش و مسرور ہوئے، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کفار کی ہم سے فارغ ہو کر سید ابراہار  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے متوجہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال  
 کے لیے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے، علی سے معاف کیا، دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا اللہ  
 بلغی تبارک الم شکور و صمد، ک المدکور قد رضی اللہ عنک و رضیت ،

یعنی تمہاری سچی مشکور اور کردار مذکور کی خبر مجھے پہنچی، خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں  
منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو حضرت علی پر  
رقت طاری ہو گئی، پوچھا یہ گریہ شادی ہے یا گریہ اندوہ، عرض کیا، یہ خوشی کی گریہ ہے، میں کیوں خوش نہ  
ہوں اور شادمانی نہ کروں کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں  
تم سے راضی، خدا عزوجل جبرائیل، میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں، کہتے ہیں کہ قلعہ نمود میں جس کا  
دالی کنازن بن ابی الحقیق تھا ایک سو ڈھال چار سو تلواریں، ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں تھیں جو ملیں اور  
بے شمار مال دا سباب جمع کیا امتعہ کے علاوہ احوال سے محسوس نکالا، کہتے ہیں کہ جب قلعہ نطاہ مفتوح ہوا کنازن  
نے ایک اونٹ کے چڑے میں جو سونے، زیور اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا اور باپ سے اسے وراثت  
میں ملا تھا مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے جو اس کے دل پر طاری تھا اسے دیرانے میں دفن کر دیا، چونکہ  
مکہ میں لوگوں کی شادیوں اور جشن کے موقعوں پر بطور زمین بھیجتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔  
فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قلعہ میں آئے کنازن کو بلا کر اس سے اس خزانہ کے متعلق دریافت  
فرمایا اس کے متبعین نے جواب دیا یا ابا القاسم! سامان جنگ کی تیاری اور ضروریات میں خرچ ہو گیا اور  
اس سے کچھ بھی باقی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہوا تو تمہارا  
خون مباح ہو گا اور تمہیں امان نہیں ہوگی، انہوں نے کہا ہاں، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت علی اس  
قضیہ پر گواہ ہوئے اور یہودی کی ایک جماعت کو بھی گواہ بنایا خیبر کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کنازن سے  
کہا، محمد جو کچھ تجھ سے طلب کرتے ہیں اگر تمہارے پاس ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے تو محمد کو بتادو  
وگرنہ خدا کی قسم حق تبارک و تعالیٰ اسے اس پر مطلع کر دے گا اور تو ذلیل ہو گا اور بھی نصیحت آمیز درشت  
باتیں کہتا ہے کہ میں لیکن کنازن نے اس کی نصیحت کی طرف کوئی التفات نہ کی حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ فرمایا کہ وہ خزانہ کہاں ہے، کنازن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا  
کہ آسمانی خبر کی بنا پر تم جھوٹے نکلے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بن ابی الحقیق  
کے بڑے شہلہ سے پوچھا کہ تجھے اس خزانہ کی کوئی خبر ہے اس نے کہا مجھے اس قدر معلوم ہے کہ کنازن فلاں  
نوابہ کے گرد گھومتا پھر تاج ہے ہو سکتا ہے کہ وہ خزانہ اس خرابہ میں ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
زیادہ کو مسلمانوں کی ایک جماعت دے کر بھیجا انہوں نے تلاش کر کے اس خزانہ کو نکال لیا، چونکہ اس عند

کی وجہ سے جو ان کی طرف سے ظہور پذیر ہوا یہود کا خون بہا، اس فریب اور دھوکے کی وجہ سے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو محمد مسلمہ کے پروردگار اس نے اپنے بھائی محمود کے بدلے اسے قتل کر دیا  
 لیکن باقی یہود اور ان کی عورتوں کے خونِ معاف کر دیئے اور ان کے احوال سے درگزر کیا، اہلِ خیبر سے  
 مسلمانوں کو بے شمار مال و اسباب اور چوپائے حاصل ہوئے قیدیوں میں گناہ کی بڑی صفیہ بھی تھی جو حیرہ گلی  
 کے حصہ میں آئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض معتدبہ چیز دے کر اس سے صفیہ کو لے لیا اور  
 اسے آزاد کر کے صفیہ کی آزادی کو مقرر کر دے، کہ اپنے نکاح میں لائے اور اہمات المؤمنین میں شامل فرمایا  
 نقل ہے کہ فتحِ خیبر سے پہلے صفیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اس کی گود میں گرا، صفیہ نے اس خواب کو  
 اپنے شوہر گناہ سے بیان کیا، گناہ نے کہا کہ شاید تو یہ خواہش رکھتی ہے کہ تو اس بادشاہ کی بیوی بن جو ہماری  
 زمین میں آباب ایک سخت تھپڑ اس کے چہرہ پر مارا چنانچہ اس کی آنکھوں کے گرد نیلی چڑگیا، شب زفاف میں  
 بھی اس تھپڑ کا نشان، ابھی باقی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو صفیہ نے واقعہ بیان کیا۔  
 سوال واقعہ، غنائمِ خیبر کا جمع کرنا اور ان کی تقسیم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرد بن عمرو بیاضی کو تم فرمایا  
 کہ غنائمِ خیبر کو قلعہ لفظ میں جمع کرے، اس نے حسب الارشاد اسباب و اموال، اسلحہ اور بے شمار حیوانات  
 اس قلعہ میں جمع کر دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی ندا کرتا تھا کہ اوزد الخاط و الخاط و الخاط و الخاط و الخاط  
 عار و سنار و نار یوم التمام یعنی بومی اور زنی کی مقدار بھی جس منہ خیبر کے غنائم میں سے لی ہو وہ  
 پوشیدہ و مخفی نہ رکھے اور اہل غنیمت کے پاس پہنچا دے یقیناً غنیمت میں خیرانہ، بقا و صحت میں مشرک عیب  
 اور استنش و دوزخ کا سبب ہوگی، کہتے ہیں کہ ایک سیاہ غلام تھا کہ نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر  
 کا سامان اس کے پاس ہوتا تھا وہ فوت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں ہے  
 اس کے حالات کی تفصیلات کی تو اس کے سامان میں سے غنائمِ خیبر میں سے ایک پشمینہ نکلا جس پر اس نے تقسیم  
 سے پہلے تصرف کیا تھا۔ القصد جب تمام غنائم جمع ہو گئے زیر بن ثابت کو فرمایا، اس نے اہل لشکر کو جمع کیا  
 ایک ہزار چار سو مرتھے، جسے نکالنے کے بعد ان غنائم کو ان لوگوں پر تقسیم کیا، مرد کو ایک حصہ اور گھوڑے  
 کو دو حصے دیئے وہ عورتیں، جو لشکر کی خدمت کے لیے تھیں اور مرسلوں اور زخمیوں کے اعلان و علاج کے لیے تھیں  
 انہیں کچھ دے دیا مگر حصہ مقرر نہیں دیا اور وہ لوگ بوخیبر کی جنگ میں موجود نہیں تھے غنائمِ خیبر میں سے  
 کچھ نہیں دیا صرف ماہر بن حبشہ کو دیا۔

گیارہواں دفعہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وارد ہوئے کہ جب خیمہ کے قلعے  
 یہودیوں کا آنحضرت کو زبردیا ہے۔ فتح ہو گئے زینب بنت حارثہ یہودی جو

مرتب کی نو بزرگہ تھی، جب اسے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دستی اور نشانہ کے گوشت کو پسند  
 کرتے ہیں اس نے بکری ذبح کی اور اس کی دستی اور دونوں کندھوں میں زہر پلایا اور بھول کر شام کے  
 وقت یہ بکرے کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے  
 فرمایا اے رات کا کھانا کھا لیں، بکری کا گوشت، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوتا کے گوشت سے ایک  
 لقمہ اٹھا کر نہ میں، بلکہ جب اسے چنایا، اشارہ میں صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اس طعام سے کھانے سے  
 ہاتھ اٹھاؤ، کیونکہ یہ گوشت مجھے کہتا ہے کہ میں زہر آلود ہوں بشرطیکہ اگر جس نے اس میں سے ایک لقمہ اٹھا کر  
 کھا لیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چبائے، ذرا بہتہ اور نفرت محسوس کی، میں نے ارادہ  
 کیا کہ اسے منہ سے نکال دوں، اور باہر پھینک دوں، پھر میں نے سوچا، ایسا نہ ہو کہ آپ کو کھانے سے انقباض  
 پیدا ہو، بشرطیکہ چہرہ اٹھنے سے پہلے بزدلیاں ہو گیا اور ایک، الہیہ بارہ گرفت ہو گیا اور ایک روایت  
 ہے کہ اسی وقت فوت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر زینب اور رؤسائے یہود کو حاضر کیا۔  
 اور ان سے فرمایا تم سے سوال کرتا ہوں، سچ کہو گے، انہوں نے کہا ہاں، ان سے پوچھا تمہارا باپ کون  
 ہے، انہوں نے کہا فلاں، آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو تمہارا باپ فلاں شخص ہے، یہودیوں نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تشدد سے کہا پھر فرمایا میں تم سے ایک اور پوچھوں، ہاں سچ بتاؤ گے، انہوں نے کہا ہاں  
 اگر ہمارا جواب ٹھیک نہ ہو تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جائے گا جبکہ پہلے معلوم ہو گیا یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بکری کے گوشت میں زہر پلایا تھا، زینب نے کہا ہاں، میں نے  
 یہ جرات کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ایسا کرنے کا کیا سبب تھا، زینب نے جواب دیا کہ آپ  
 نے میرے باپ، خاندان زاد رچھا کو قتل کیا، میں نے کہا کہ آپ اگر دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں تو لوگوں کو اس  
 سے نجات دہرائے، میں نے فرمایا تو ذرا سجانہ و نغانی آپ کو اس سے آگاہ کر دے گا اور آپ کو کوئی  
 منتر نہ نہیں پہنچے گی بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو ممانہ کر دیا اور ایک گروہ کہتا  
 ہے کہ اسے قتل کر دیا اور کہتے ہیں کہ قتل کے بعد چھ ماہی دی گئی۔

چنانچہ میں نے مقتولین سے کہنے میں کہ جنگ بر سر ہندوستان شہید اور ترانو سے یہودی ہلاک

ہونے، یہودیوں پر مسلمانوں کے تسلط کے بعد ان کے غدر اور نقص عہد کے باوجود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تلامذہ کا ارادہ کیا ان پر احسان کرتے ہوئے ان کا خون، مغانہ کر دیا اور حکم فرمایا کہ وہ اس ملک سے نکل جائیں۔ خیبر کے باشندے گریہ و زاری کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کے باغات اور زراعت کی دیکھ بھال کریں ہماری درخواست ہے کہ ہمیں اجرت پر رکھ لیں تاکہ ہم کما حقہ زراعت کی ضروریات پوری کر کے تمہاری جمعیت خاطر کا سبب بنیں۔ ہمیں اصل ملکیت میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت پر رحم کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ اس ملک میں کھیتی باڑی اور نگہداشت یہودیوں کے سپرد ہوگی بشرطیکہ وہ نصف پیداوار بیت المال کے سپرد کریں اور نصف اپنی محنت کے عوض خود لیں۔

اسی اثنا میں حجاج بن علاط سلمی جو مال و دولت کی کثرت میں مشہور تھا بارہواں واقعہ ہے۔ اور بنی سلیم کی زمین میں جو سونے کی کان تھی وہ اسی کے تصرف میں تھی تجارت کے لیے باہر نکلا ہوا تھا، آنسر در صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر خیبر میں سن کر خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوا اور گرد وہ صحابہ میں شامل ہو گیا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں لوگوں کے پاس میری بہت عزت ہے اور ام شیبہ جو میری بیوی ہے کو میں نے بہت سامان دے رکھا ہے۔ اگر اہل مکہ کو میرے اسلام کی خبر ہوگی تو ایک جہہ بھی مجھے نہیں دیں گے، مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں جا کر ان سے کچھ لے سکوں یہ بات آپ کی اجازت پر موقوف ہے جب اسے ہر بات

کننے کی اجازت مل گئی، کتا ہے کہ جب میں خیبر سے باہر نکلا منزلیں طے کرتا ہوں جب مقام بیضار میں پہنچا تو میں نے قریش کی ایک جماعت کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حالات دریافت کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ حجاج آ رہا ہے اس سے تحقیقی بات معلوم کر سکتے ہیں پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ سے پوچھا انہوں نے کہا، ہم نے سنا ہے کہ وہ قاطع رحم خیبر کی طرف متوجہ ہے۔ اس کے متعلق تجھے کچھ خبر ہے میں نے کہا ہاں، ایسی خبر ہے جو تمہاری خوشی و فرحت کا باعث

ہوگی انہوں نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا محمد اور اس کے ساتھیوں کو شکستِ فاش ہوئی ہے اس کے بعض ساتھی قتل ہو گئے ہیں اور بعض گرفتار ہوئے ہیں اور محمد بھی گرفتار ہو گیا ہے اور اہل خیبر نے کہا ہے کہ ہم اسے یہاں قتل نہیں کریں گے بلکہ مکہ میں جائیں گے تاکہ وہاں ہم اور قریش وہاں اس سے اپنے مقتولین کا انتقام لیں۔ میں اب جلدی حرم میں آیا ہوں تاکہ تمہیں یہ خبر پہنچاؤں اور اپنے مال جمع کروں اور خیبر میں جا کر تاجروں کے جانے سے پہلے وہاں کے عمدہ سازو سامان کو جو مسلمانوں سے اہل خیبر کو ملا ہے خرید کر اس سے نفع حاصل کروں۔ حجاج کہتا ہے کہ جب انہوں نے مجھ سے یہ خبر سنی تو مکہ میں آئے اور شور مچا دیا کہ اسے آلِ غالب! محمد گرفتار اور قید ہو گیا اور اسے مکہ میں لارہے ہیں تاکہ قریش کے سینوں کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اسے قتل کریں۔ نقل ہے کہ جب یہ خبر قریش میں پھیل گئی تو حجاج نے مشرکین سے درخواست کی کہ اس کا مال جو لوگوں کے پاس تھا جمع کرنے میں مدد دیں۔ اس خبر کی خوشی میں انہوں نے اتفاق کر لیا یہاں تک کہ حجاج نے اپنا مال قبضہ میں لے لیا اور اس بہانہ سے جو اس کی بیوی کے پاس مال تھا وہ بھی لے لیا اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمان جو مکہ میں تھے اس خبر کے سننے سے رنجیدہ ہو گئے اور اندوہ و غم کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب بد حال ہو گئے لیکن اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن اس حال سے آگاہ ہو کر خوش ہوں اور طعنہ زنی کریں اپنی حویلی میں لوٹ آئے اور ان کے کہنے پر ان کے بیٹے قثم نے اونچی آواز سے رجز پڑھنے شروع کر دیئے مسلمانوں نے عباس کے گھر سے قثم کی آواز سنی تو وہ تیزی سے وہاں جمع ہو گئے اسے انہوں نے بہت خوش دیکھا اس سے انہیں کچھ تسکین ہوئی۔ پھر عباس نے اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ یکسی وحشت ناک خبر ہے جو تیری طرف سے بیان کی جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ اس بات سے بہتر ہے جو تو کہتا ہے۔ حجاج نے کمائیں دوپہر کے وقت آپ کے گھر آؤں گا اور ایسی خبر بتاؤں گا کہ آپ بھی خوش ہوں گے لیکن ضروری ہے کہ گھر کو آشنا دیگانہ سے خالی رکھے اور اس سربستہ راز سے کسی کو آگاہ نہ کریں۔ اس خوش خبری کے عوض عباس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور نذرمانی کہ شکر گذاری میں ایک اور غلام کو آزاد کرے گا۔ حجاج وعدہ کے مطابق دوپہر کو عباس کے گھر آیا اسے اپنے مسلمان ہونے اور یہود کی بربادی کی اطلاع دی اور کہا کہ

تین روز تک اس خبر کو ظاہر نہ کرنا اور کسی سے ذرہ برابر بھی یہ بات نہ بتانا۔ حجاج نے عباس کو دوداع کر کے اسی رات مدینہ کا عزم کیا جب تین روز حجاج کے جانے سے گزر گئے، عباس نے عمدہ لباس پہنا، خوشبو لگائی اور حجاج کے گھر گئے اور اس کی بیوی کو حالات سے آگاہ کیا پھر مسجد حرام میں آئے جب طواف سے فارغ ہوئے تو قریش نے ان سے کہا اے ابوالفضل یہ کیسا فخر ہے جس کا آپ اظہار کرتے ہیں بشاید آپ چاہتے ہیں کہ وہ محمد کی مصیبت کی آگ جو مشعل ہے کو اس طرح ٹھنڈا کریں۔ عباس نے کہا ایسا نہیں ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا ہے۔ آل ابی التحیق کی گردن مار کر یہود کے اموال کو غنیمت میں لے لیا ہے اور عورتوں اور ان کے بچوں کو قید کر لیا ہے۔ حجاج نے تم سے مال لینے کی خاطر فریب دیا ہے۔ قریش نے کہا آپ نے یہ باتیں کس سے سنی ہیں آپ نے کہا اسی مخبر سے جس کی خبر سے تم خوش ہو۔ کافر یہ سن کر متغیر اور غمگین ہو گئے اور مسلمان شاداں و فرحاں، جب حجاج کو گئے پانچ روز گزر گئے تو فتح خیبر کی خبر حد تو اترا تو کوشش گئی، قریش حجاج کے فریب سے تعجب کرتے تھے اور اس کو صحیح و سالم اور مال و دولت کے ساتھ واپس چلے جانے پر افسوس کرتے تھے، اور اسلام کے جھنڈے بلند ہونے سے ان کے دلوں پر ایسا رعب اور خوف طاری ہو گیا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

### تیرھواں واقعہ

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے نزدیک پہنچے محیصہ بن صلح فدک :- مسعود کو فدک کی طرف جو کہ خیبر کے قلعوں سے انتہائی آخری طرف تھا بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دے اور اگر سرکشی کریں تو انہیں ڈرائے، محیصہ نے حسب الارشاد عمل کیا۔ انہوں نے کہا کہ عامر، یاسر، حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب قلعہ نطاظ میں مقیم ہیں ان کے پاس دس ہزار جنگجو مرد ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے، محیصہ نے جب دیکھا کہ اہل فدک مصالحت کا ارادہ نہیں رکھتے دو روز کے بعد اس نے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ یہودیوں نے کہا اس قدر توقف کریں کہ ہم اپنے رؤسا سے مشورہ کر لیں اور کچھ لوگوں کو آپ کے ساتھ کر دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر صلح کے قواعد مستحکم کریں اسی اشارہ میں قلعہ ناطم کے باشندوں کے قتل کی خبر ان کے پاس پہنچی

وہ بہت غمگین ہوئے انہوں نے محیصہ سے کہا جو کچھ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خیمہ کے متعلق آپ سے کہا ہے اسے پوشیدہ رکھیں ہم آپ کو غور توں کے تمام زیورات دیتے ہیں جب ان کی درخواست قبول نہ ہوئی تو اپنے ایک رئیس کو جس کا نام یروشع تھا یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ صلح کی مہم طے کرے بعض کہتے ہیں کہ صلح اس بات پر ہوئی کہ یہود فدک بڑی قیل و قال کے بعد اس بات پر رضامند ہوئے کہ اپنی زمین و جائیداد کو نصف کریں، نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور نصف ان کے لیے ہو اس لیے جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو جلا وطنی کا حکم دیا تو فدک میں انتظام کرنے والے بھیجے تاکہ نصف جو اس جماعت سے متعلق تھی اور پچاس ہزار درہم جو زمینوں کی قیمت تھی بیت المال سے انہیں دینے کا حکم دیا اور مسجد اقصا میں یہ عبارت مرقوم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فدک کی طرف امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور مصالحت حضرت علی کے ہاتھ سے ہوئی اس طریق پر کہ حضرت علی ان کے خون کا قصد نہ کریں اور اس کی خاصی پیداوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگی، پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا، حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں کا حق دو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ خویش کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہؑ ہے۔ جو اوطافدک کو اسے دو اور فدک میں خداؤ رسول کے لیے جو کچھ ہے اسے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا کو بلایا اور اس کے لیے تحریر لکھ دی کہ یہ اس کے پاس ثبوت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اسے پیش کیا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے جو انہوں نے میرے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے لیے لکھی ہے۔

### چودھواں واقعہ

راویان حدیث و سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جہشتہ کے مہاجرین کی آمد ۱- کہتے ہیں کہ جب خیبر کے قلعہ فتح ہو گئے تو جعفر بن ابی طالب اس کی بیوی اسماء بنت عمیس، اشعرہ جماعت کے ساتھ جن کا سردار موسیٰ اشعری تھے جنہوں نے نہ سے جہشتہ کو ہجرت کی تھی، پہنچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ ان دو باتوں



میں سے میں کس پر زیادہ خوش ہوں، جعفر کی آمد یا فتح خیبر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے فتح میں سے ان کو حصہ دیا یہ ان کی خصوصیت تھی۔

### پندرہواں واقعہ

یہ پہلے عبداللہ حبش کی زبردستی، بعثت کے سال زفاف ام حبیبہ بنت ابوسفیان :- اپنے خاوند کے اتفاق سے مسلمان ہوئیں ان کا نام آملہ تھا، حبیبہ نام کی ایک لڑکی ان سے متولد ہوئی اسی لیے ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئیں، دوسری مرتبہ جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو کہتے ہیں کہ ان کا خاوند آخر کار عیسائی ہو گیا اور ارتداد کی حالت میں فوت ہو گیا، لیکن ام حبیبہ اسلام پر ثابت قدم رہیں یہاں تک کہ انہی دنوں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بطور قاصد حبشہ میں گیا۔ ام حبیبہ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اسے ام المؤمنین کہہ کر پکارتا ہے، خواب کی یہ تعبیر کر کے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہوگی انتظار کر رہی تھیں یہاں تک کہ عمرو نجاشی کی مجلس میں پہنچا اور سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات کو پہنچایا گذشتہ سال کے واقعات میں اس کی شرح گذر چکی ہے، مروی ہے کہ نجاشی کی ایک لونڈی تھی جس کا نام ابرہہ تھا اسے نجاشی نے ام حبیبہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے یہ خوش خبری سنائے اور اسے نکاح کے لیے دلیل مقرر کرنے کے لیے کہے، ام حبیبہ یہ پیغام سن کر بہت خوش ہوئیں اور جو زیور بھی ہاتھ پاؤں اور انگلیوں میں تھے اسی خوشی کے صلہ میں ابرہہ کو بخش دیئے اور خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے ایک مجلس منعقد کی اور جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے کو جمع کیا اور ام حبیبہ کا بذریعہ دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا نجاشی نے خود خطبہ پڑھا۔ چار سو شقال سونا اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ دسترخوان بچھایا اور نقد مہر خالد بن سعید کو دیا اور اسے ام حبیبہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے جب وہ درہم و سونا ام حبیبہ کے پاس پہنچے اسی وقت پچاس شقال سونا اس میں سے ابرہہ کے پاس بھیجا اور معذرت کی کہ خوشخبری سنانے کے روز اس کی مناسب خدمت نہیں کر سکی اب یہ حق رقم قبول کر لے پس ابرہہ نے جو پہلے لیا تھا اور اس کے آخری تحفہ کو جمع کیا اور ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا اور کہا آپ اس کی زیادہ حق دار ہیں کیونکہ آپ

شہر کی خدمت میں جا رہی ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں ان کے دین میں ہوں اور ہمیشہ ان پر درود بھیجتی ہوں۔

مراچوں نیست میسر بکونی یار گزار تو میری سلامت سلام من بگذار  
 اور نجاشی کی عورتوں نے بہت سی خوشبو مہیا کر کے ام حبیبہ کو دی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ جب اس عقد کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے شرجیل بن حسنہ کو بھیجا وہ انہیں مدینہ لے آیا مدینہ میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا اور ابرہہ کا سلام اور وہ کیفیت جو گذری عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ام حبیبہ کی عمر ان دنوں تیس سال سے کچھ اوپر تھی۔ معتبر کتابوں میں ان کی مرویات سنسٹھ احادیث ہیں۔ ان میں سے دو متفق علیہ ہیں اور دو فرد مسلم میں صحابہ اور صحابیات کی ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔ ان کی وفات چوالیس ہجری میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

### سولہواں واقعہ

کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر زفاف صفیہ بنت حی بن اخطب؛ سے لوٹے وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور صبا کے مقام پر پہنچے اس جگہ صفیہ کے ساتھ زفاف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس جگہ کو مہوار کریں اور اس پر فرش بچھادیں، کھجوریں، روغن اور پنیر جمع کیا اور طعام تیار کیا اور صفیہ کی دعوت دلیما اس طعام سے دی۔ منقول ہے کہ صفیہ کی شب زفاف میں البرایوب انصاری نے تمام رات سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے گرد پہرہ دیا جب صبح ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال کی اطلاع ہوئی دس مرتبہ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ کے حق میں نظر کرم رکھتے تھے اور اس کے حالات کا بہت اہتمام فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالقات میں سے وہ بھی تھیں۔ کتب معتبرہ میں دس احادیث ان سے مروی ہیں ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے، ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل واقع ہوئی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے واسطہ یا انہیں

کیں بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے واسطے سے بیان کی ہیں۔ مثل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن اسماء وحنظلہ وخیثم۔ ان کا سال وفات مختلف فیہ ہے ان کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے۔

### سترھواں واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سوچ کا پلٹا ہوا۔ منزل صہبائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہوا تھا کہ وحی کے آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوئے اور نزولِ وحی کا زمانہ اس قدر طویل ہوا کہ شاہِ خورشید دارالملک مغرب کی طرف چلا گیا۔ جب وحی ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات شروع کی اور کہا خداوند! علی اگر تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھا تو سوچ کو اس کے لیے لوٹا دے تاکہ وہ عصر کی نماز ادا کر سکے حق سچاؤ و قضا نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی۔ ڈوبا ہوا سوچ پھر لوٹ آیا۔ چنانچہ اس کی شعاعیں پہاڑوں اور جنگلوں پر پڑنے لگیں تمام روئے زمین کی مخلوق نے اپنی کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا اور بہت متعجب ہوئے۔

### اٹھارھواں واقعہ

کہتے ہیں کہ جب وادی القریٰ کے یہودیوں نے آنحضرت غزوہ یہود وادی القریٰ؛ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق سنا۔ بعض مشرکین کی امداد کے لیے اسباب جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے، اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور صفیں باندھ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفیں درست کرنے کا حکم فرمایا اور اپنے جھنڈے کو اپنے ماتحتوں میں سے ایک سردار کے سپرد کیا اس نے مخالفین کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے کر کہا کہ ایمان لے آؤ تاکہ تمہاری جانیں اور اموال محفوظ رہیں۔ اور تمہارے حساب خدا تعالیٰ کے سپرد ہوں۔ انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا اور جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص صفت سے باہر میدان میں کھڑا ہو کر مبارز طلب کیا۔ حضرت زبیر نے اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، دوسرا جرأت کر کے میدان جنگ میں نکلا۔

اسے بھی زبیر نے دوزخ میں پہنچا دیا ایک اور بہادر آگے بڑھا اسے حضرت علی نے قتل کر دیا۔ دوسرے دو اشخاص کو ابورجانہ نے قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس روز دس یا گیارہ اشخاص مخالفین کے قتل ہوئے۔ جب شام نے اپنے سیاہ تاریکی کے ہاتھ سے عالم اجسام کو ڈھانپ لیا فریقین اپنی اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔ علی الصبح جب شاہ غور شید نے اپنے نور کا سنہری بستر عالم ظہور کے تخت تخت پر ڈال دیا تو مخالفین نے دونوں طرف سے میان سے تلواریں کھینچ لیں اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب سورج بلند ہوا مخالفین میں پوری کمزوری پیدا ہو گئی اور تمام بھاگ نکلے۔ سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو بے شمار نعمت اور وافر غنیمت ہاتھ آئی یہ فتح دوسری فتوحات کے علاوہ تھی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

### انیسواں واقعہ

قصہ لیلۃ التعریس :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ خیر سے مراجعت فرمائی رات کے آخری حصہ میں آپ پر نیند نے غلبہ کیا، سونے کے لیے اترے بلال سے فرمایا کہ تم آج رات جاگتے رہو اور ہمارے لیے صبح کا خیال رکھو اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نیک مرد چاہیے جو آج رات جاگتا رہے اور صبح کی نماز کے وقت ہمیں جگائے بلال نے عرض کی یا رسول اللہ میں یہ کام کروں گا پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے اور صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال کو بیداری اور حفاظت کی نصیحت کی۔ بلال نماز میں مشغول ہوئے جس قدر وہ پڑھ سکتے تھے پڑھی اور پھر اپنے کجاوے کے ساتھ تکیہ لگا لیا اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک انہیں نیند آگئی۔ تقدیر الہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر نیند غالب آئی اس وقت بیدار ہوئے جب تیز دھوپ نکل آئی۔ کہتے ہیں کہ جو شخص سب سے پہلے بیدار ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو پکارا وہ فی الفور بڑا کر اٹھ بیٹھے اور معذرت کرنے لگے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ پر غالب ہوئی تھی مجھے بھی وہی صورت پیش آئی۔ حضرت بلال نے کہا تمام دوست مجھے ملامت کرنے لگے خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تاریک منزل سے کہ وادی شیطان ہے، کوچ کریں کچھ فاصلہ گئے پھر اتر پڑے، وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی اور صبح کی نماز باجماعت قضا ادا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں کو اس حال سے مضطرب پایا آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا یقیناً خدا تعالیٰ نے ہماری جائیں قبض کی ہونی بھٹیں اگر وہ چاہتا تو اس وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں واپس کرتا جب تم میں سے کوئی شخص سو جائے یہاں تک کہ اس کی نماز فوت ہو جائے یا نماز بھول جائے تو جب وہ بیدار ہو یا یاد آئے اپنی نماز قضا کرے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا من نام عن الصلوة اولینہا فلیصلہا اذا ذکرہا قانہا و قنہا۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا یقیناً شیطان بلال کے پاس آیا وہ کھڑا نماز ادا کر رہا تھا اسے تیکہ دیا اور خواب کو اس کی نگاہ میں آراستہ کیا اور اسے آراش دیتا تھا جیسا کہ بچے کو سلاتے ہیں پھر بلال کو بلایا اور واقعہ کی کیفیت اس سے پوچھی ، بلال نے اسی طریق پر جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے تقریر کی حقی بیان کی صدیق اکبر نے کہا۔ اشہد ان لا اله الا اللہ وانک رسول اللہ۔

### بیسواں واقعہ

اسے عمرۃ القضیہ اور عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں۔ اہل سیر رحمہم اللہ تعالیٰ **عمرۃ القضا یا :-** نے یوں بیان کیا ہے کہ جب اس سلطان تخت بسالت و رسالت اور برہان تخت جلالت علیہ افضل الصلوة و اکمل الخیات نے فتح مندی کے ساتھ خیبر سے مراجعت فرمائی، مکہ و مدینہ کے نواح میں جو لوگ تھے ان کی طرف سرریے بھیج کر اس کے بعد فرمایا کہ تمام عمرہ کے اسباب کی تیاری کریں اور فرمایا کہ وہ تمام صحابہ جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اس سفر میں ساتھ دیں اور کوئی شخص ان میں سے پیچھے نہ رہے وہ لوگ جو اس وقت زندہ تھے انتظامات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ چھ سو اشخاص ان کے علاوہ تھے جو بیت رضوان میں ساتھ نہیں تھے، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور دس ہزار اشخاص اور دس ہزار گھوڑوں کے قصابے شمار ہتھیار از قم خود، ذرہ اور تلوار اور ساٹھ اونٹ ہدی ایک روایت کے مطابق

ستر اونٹوں کے ساتھ ماہ ذی القعدہ ۱۰ھ میں برکات و انعامات کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا اور اسلحہ کو بشر بن سعد کے سپرد فرمایا ان دونوں سعادت مند دوستوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کر دی اور ان کو پہلے روانہ کر دیا بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلح کی شرطیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ کوئی ہتھیار مکہ میں نہیں لائیں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی نیام میں، آپ نے فرمایا میں انہیں حرم میں نہیں لے جاؤں گا لیکن یہ احتیاط کے طور پر لے جاتا ہوں کہ اگر قوم خلاف کرے اور عہد توڑے تو ہتھیار ہمارے نزدیک ہوں۔ جب محمد بن مسلمہ اور بشر بن سعید مرا مظران پہنچے قریش کی ایک جماعت نے ان سے ملاقات کی اور حالات دریافت کیے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کل یہاں نزل فرمائیں گے، ان میں اضطراب پیدا ہوا وہ تیزی سے مکہ پہنچے اور قریش کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لے کر مرکز بن مفضل کو بھیجا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلحہ لے لانے کی حکمت دریافت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو دوستی کو دیا تھا۔ مرکز نے لوٹ کر جو سنا تھا قریش کو کہہ دیا، ان کو اطمینان بڑا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے ہدی کے اونٹوں کو لے جا کر پہلے ذی طوی میں توقف کیا اور ام حبیبہ کو دوسرے مقام پر جسے بطن یابح کہتے تھے اتارا۔ ایک جماعت کو ان کی حفاظت پر مقرر کر کے خود ناقہ قصوی پر سوار ہوئے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، کچھ پیدل اور بعض سوار تلواریں حامل کیے ہوئے روانہ ہوئے۔ تبلیہ کہتے ہوئے حجوں کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سوار مسجد حرام میں تشریف لائے۔ عبداللہ بن رواحہ نے قصوی کی نیکیل پکڑی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیہ کہہ رہے تھے اور ابن محجن کے تھے جو آپ کے دست مبارک میں تھا استیلام حجر فرمایا کہ سواری کی حالت میں طواف کیا۔ صحابہ نے بھی آپ کے حکم سے طواف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ صحابہ پہلے تین چکروں میں تیزی کے ساتھ چلیں اور باقی چار میں حسب دستور، تیزی سے مقصود یہ تھا کہ اس دوران میں مشرکین کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے ساتھ آئے ہیں جسے مدینہ کے بخار اور اس ہوائی عھونت نے سست کر دیا ہے۔

جب قریش نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ مسلمان چست و چالاک، تندرسنت اور طاقتور ہیں تو ایک دوسرے سے کہا وہ جماعت جس کے متعلق ہم گمان کرتے تھے کہ مدینہ کی سرزمین کی حرارت سے انہیں ضعیف اور کمزور کر دیا ہے وہ اب صبح المزاج اور تندرست ہیں اور جرأت و بہادری سے موصوف ہیں۔

عبداللہ رواح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کے دوران رجب پڑھتے تھے جس کا آفت زریں تھا۔

خلوانی الکتانہ عن سبیلہ فانزل الرحمن فی تنزیلہ  
فی صحف بتلی علی رسولہ بان خیر القتل فی سبیلہ

کتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبداللہ رواح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اور اللہ جل ذکرہ کے حرم میں تو شعر پڑھتا ہے، آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اس کے یہ شعر کفار میں تیرے زیادہ کارگر ہیں، پھر عبداللہ رواح کو فرمایا کہو، لا الہ الا اللہ وحدہ و نصر عبده اعز جنده، و هزم الاحزاب عدہ۔ ابن رواح نے یہ ذکر شروع کر دیا صحابہ نے بھی اس کی موافقت کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے اور صفاد مردہ کے درمیان سعی کی۔ آپ نے حکم دیا کہ ہدی کے جانوروں کو مردہ کے قریب رکھیے کیوں کہ یہ قربان ہے۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہدی کے اونٹوں کی قربانی دی اور عمر بن عبداللہ عدوی کو طلب کیا اور اس نے سر مبارک مونڈا۔ صحابہ نے بھی متابعت کی پھر صحابہ کی ایک جماعت کو جس نے عمر ادا کر لیا تھا کہ وہ بطن نخلہ جائیں اور گھوڑوں کے نگہبانوں کو بھیجیں تاکہ وہ بھی عمرہ ادا کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے باہر آئے ظہر کی نماز تک وہاں ٹھہرے اور ایک روایت یہ ہے کہ اس مرتبہ کعبہ میں داخل ہونا میسر نہیں ہوا تھا کیونکہ صلح میں کعبہ میں داخل ہونا مذکور نہیں ہوا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو فرمایا، اس نے کعبہ کی چھت پر غاڑ کیلئے اذان کہی اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ سے زیادہ میسر نہیں ہوئی۔ حرم سے فارغ ہونے کے بعد جعفر بن ابی طالب کو فرمایا کہ میمون بنت حارث بلالیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب کرے۔ میمون نے اپنی ہم کو عباس کے سپرد کیا جو کہ میمون کی بہن کے خاوند تھے حضرت عباس نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا عقد نکاح باندھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تین روز گزر گئے، چوتھے روز سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مقررہ وقت گزر چکا ہے، جلد ہمارے ملک سے باہر نکل جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں تمہارے درمیان رہ کر میمونہ کی عروسی کروں اور تمہارے لیے طعام تیار کروں تو کیا ہرج ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں آپ کے طعام کی ضرورت نہیں، اے محمد! آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس عہد کی بنا پر جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہوا ہے ہماری سرزمین سے باہر چلے جائیں۔ سعد بن عبادہ جو حاضرین مجلس میں سے تھا سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ کی سخت باتوں سے ضبط نہ کر سکا، سہیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

كذبت لا املك، ليست باذمك والارض اسك لا اخرج بها الا طائعا،  
تو نے جھوٹ کہا تیری ناں مرے، یہ نہ تیری زمین ہے نہ تیرے باپ کی ہم یہاں سے اپنی خوشی سے  
ہی جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم فرمایا سعد کو تسلی دی اور آپ کے حکم سے کوچ  
کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ مکہ میں رات کو کوئی شخص نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف  
روانہ ہوئے اور اپنے غلام عرم میں چھوڑے تاکہ وہ میمونہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم تھی  
لے آئے۔ کہتے ہیں کہ ام عمارہ دختر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام سلمہ بنت  
عمیس کے ساتھ مکہ میں رہتی تھی جو کہ اس کی جائے پیدائش تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے  
اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہ ہم کیوں اپنی چچا زاد بہن کو مشرکین میں چھوڑ کر  
جا رہے ہیں، مناسب ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ام عمارہ  
کو ساتھ لو جانے سے منع نہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ الزہراء کے ہوج میں  
بٹھا کر مدینہ لے گئے۔ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو حضرت علی، جعفر اور زید بن حارث  
رضی اللہ عنہم کے درمیان اس کی کفالت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ ہر شخص اس کی پرورش کا مدعی تھا  
چونکہ اس کی خالہ حضرت جعفر کے گھر تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر اس کی دیکھ بھال  
کرے حضرت جعفر اس بات سے بہت خوش ہوئے اور نجاشی کے ملازمین کے دستور کے مطابق،  
انتہائی خوشی سے ایک قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھومنا کیونکہ حبشہ کی رسم تھی کہ جب



بادشاہ انہیں خوش کرتا تو وہ ایسا کرتے تھے۔

**ایکسواں واقعہ :-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ عساکر بن جبلیہ کو خط لکھا اور اسے قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کا جواب، اپنے اسلام لانے کی اطلاع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک اسلام پر ثابت رہا پھر نصرانی مذہب کی طرف پھر گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں خانہ کعبہ کے طواف کے لیے آیا ہوا تھا ایک فرازی مرد نے اپنا پاؤں اس کی چادر پر رکھ دیا جس سے اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے فرازہ کے منہ پر طانچہ مارا جس سے اس کی پیشانی ٹوٹ گئی۔ فرازی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور مقدمہ دائر کر دیا امیر المؤمنین نے جہلہ کو بلایا اور قصاص یا اسے راضی کرنے کے لیے کہا، جہلہ نے کہا میں جو کہ بادشاہ ہوں ایک کمترین شخص کے بدلہ میں مجھے قصاص لیتے ہیں آپ نے فرمایا اسلام نے تمہیں برابر کر دیا ہے تجھے اس پر کوئی فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے جہلہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں نصرانیت اختیار کر لوں گا امیر المؤمنین نے فرمایا اگر تو ایسا کرے گا تو میں تیری گردن مار دوں گا، اس نے کہا آج رات مجھے مہلت دیکھئے تاکہ میں سوچ لوں جب رات ہوئی وہ بھاگ گیا اور قسطنطنیہ میں جا کر عیسائی ہو گیا اور ارتداد کی حالت میں مر گیا۔ عیاذ باللہ۔

**فرد ابن عمر** کو **زرمان مسلمان** ہو گیا :- کی سرزمین عمان پر گورنر تھا مسلمان ہو گیا اس نے

ایک خط پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا اور سعد بن سعد کو دیا جو اس کا ایک ملازم تھا۔ اور چند تحائف دے کر مدینہ بھیجا جب فردہ کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اسے پڑھا گیا اس کا مضمون یہ تھا کہ ہماری طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جاتا ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے و السلام علیک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قاصد کو بڑی عزت بخشی اور حضرت بلال سے فرمایا کہ اسے گھر لے جاؤ اور اس کی جہان نوازی کرو اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا کہتے ہیں کہ اس کے ہدیہ میں

ایک اونٹ تھا، قبائلسندس طلار اور زری کی ہونٹی وغیرہ چیزیں تھیں، اونٹ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق کو دیا، قبائ کو عمر مہ بن نوفل کو بخش دیا۔ ایک گھوڑا اور گدھا تھا ان کو رسید عدی کو دیا تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کرے اور جو نفیس کپڑے تھے وہ عورتوں کو دے دیئے اور فردا کے مکتوب کا جواب اس طرح لکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فردا بن عمرو کو لکھا جاتا ہے کہ ابا بعد تمہارا قاصد ہمارے پاس پہنچا جو کچھ تم نے بھیجا تھا اس نے ہمیں پہنچایا اور تیرے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ یقیناً خدا تعالیٰ نے تمہیں سیدھا راستہ عنایت فرمایا ہے اگر تو نبی کرے گا اور خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا نماز قائم کرے اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو دونوں جہان کی سعادت حاصل کرے گا۔ پھر حضرت بلال سے فرمایا اس نے پانچ سو درہم مسودہ کو دینے اور اسے واپس بھیج دیا۔ نقل ہے کہ جب فردہ کے مسلمان ہونے کی خبر روم کے بادشاہ کے پاس پہنچی اس نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے تو مملکت تجھے دیتا ہوں اس نے کہا کہ میں اس سے نہیں بھر سکتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ سچے پیغمبر ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی لیکن آپ اپنی مملکت کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ نے اسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

**عمر کا قتل**؛ عبد اللہ ابی خدر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت پر امیر بنا کر احکم کی طرف بھیجا، ابو قتادہ اور عکرم بن ختامہ اس سریر میں تھے۔ عامر بن الاضبط اشجعی انہیں راستہ میں ملا۔ عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا مسلمانوں سے ملاقات کے وقت اس نے انہیں تحیت و سلام کیا۔ مسلمانوں نے جواب نہ دیا اور عکرم نے اسے قتل کر دیا جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور عکرم خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عتاب فرمایا کہ تو نے ایک مسلمان کو کیوں قتل کیا ہے۔ عکرم نے کہا موت سے بچنے کے لیے عامر نے اظہار شعار مسلمانوں کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے اس کے دل کو چرایا تھا کہ تجھے اس کے قصد و ارادہ کا علم ہو گیا؟ زبان سیرجہ اور دل کی ترجمان ہے اور کہتے ہیں کہ آیت کریمہ: - یا ایہا الذین امنوا اذا حضر بتم ف سبیل اللہ فقتلوا ولا تقولوا لمن القوا الیکم السلام لست مومنا

یتغون عرض الحیوة الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرة (الایہ) علم کی شان میں  
نازل ہوئی۔

نقل ہے کہ عالم آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھ کر التماس کی تاکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے خدا تعالیٰ سے بخش طلب فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس  
کی اس ناملائم حرکت سے شکستہ خاطر تھے فرمایا لا غفر الله لکے، عالم روتا ہوا مجلس سے اٹھا  
اور اپنے آنسو اپنی چادر سے صاف کرتا تھا اور افسوس کرتا تھا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس کے متعلق بددعا فرمائی تھی عالم ایک ساعت کے بعد اور ایک روایت میں آٹھ روز کے بعد  
فوت ہو گیا جب اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ تین مرتبہ یہی حال ہوا زمین  
پھر باہر پھینک دیتی آخر کار اسے پتھروں کے درمیان پوشیدہ کیا جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے سمع مبارک میں پہنچی فرمایا زمین عالم سے بڑے لوگوں کو نکل گئی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے تمہیں کلمہ  
شہادت کی حرمت کو دکھایا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں وہ نشانی  
دکھائے کہ قبل ہر من کس قدر عظیم گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: لوزال دنیا ولھون علی اللہ من سفک الدم امرأ مسلم بغیر حق  
عصمتہا اللہ من هذا الفعل۔

گیارہوا سے باب

## سالِ ششم کے واقعات

علمائے فن سیرت اور فضلاء علم حدیث و خبر نے  
خالد بن ولید ایمان لاتے ہیں۔ یوں بیان کیا ہے کہ اس سال خالد بن ولید،

عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری دولت ایمان سے آراستہ ہوئے۔ خالد کہتے  
ہیں کہ جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے  
اور عثمان میں پہنچے ہوئے تھے قریش آپ کو روکنے کے لیے حرم سے وہاں پہنچے۔ میں نے ایک

روز دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز گزارتے ہیں میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس وقت میں آپ کو کوئی نقصان پہنچاؤں، نہ پہنچا سکا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا تعالیٰ ان کا نگہبان و محافظ ہے، مخالفین پر غالب آئیں گے اور فتح و نصرت حاصل کریں گے، پھر میں نے سوچا کہ قریش کی قوت و شوکت باقی نہیں رہی نجاشی کے پاس ہم نہیں جاسکتے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا ہے۔ میں دل میں سوچتا تھا کہ قیصر کے پاس چلا جاؤں نصرانی یا یہودی دین اختیار کروں پھر میں نے سوچا کہ اپنے ملک میں قیام کروں تاکہ دیکھوں کہ پردہ غیب سے کیا ظور ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لیے متوجہ ہیں میں ایک طرف پھپ رہا۔ میرا بھائی ابوالولید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں آیا ہوا تھا اور میری تلاش میں تھا۔ مجھے نہ پا کر اس نے میری طرف ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے یاد فرمایا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ خالد صاحب عقل و کمال اور جامع شرف و جلال ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جس پر اسلام مخفی رہے اگر مسلمان ہو جائے اور اپنی شجاعت کو مسلمانوں کے اتفاق سے مشرکین پر ظاہر کرے یقیناً اس کے لیے بہتر ہوگا اور ہم اس پر دوسروں کو ترجیح نہیں دیں گے، اے بھائی جلدی کر اور اس دولت کو حاصل کر لے کیونکہ بہت سی بھلائی تجھ سے فوت ہو گئی ہے والسلام۔ خالد کہتے ہیں کہ جب میں مکتوب کے مضمون سے آگاہ ہوا اسلام کی رغبت میرے دل پر غالب آئی میں نے مدینہ کی طرف کوچ کا عزم کر لیا اور کلمۃ الرقیق ثم الطریق کے مقتضار کے مطابق صفوان امیہ کے پاس گیا کہ یا ابا دہب! آپ نہیں دیکھتے کہ ہم ایک لقمہ خوراک میں زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور دولت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا طنظہ سوب و عجم کو گھیرے ہوئے ہے اگر مصلحت ہو تو اس کی خدمت میں پہنچیں، اس کا شرف ہمارا شرف ہے صفوان نے انکار کا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور کہا اگر تیرے بغیر قریش کا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں محمد کی متابعت نہیں کروں گا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص میرے ساتھ نہیں آئے گا کیونکہ اس کا باپ اور بھائی جنگ بدر کے روز قتل ہوئے ہیں اس کے بعد عکرمہ بن ابوجہل سے ملاقات کی اور اسے سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت دی اس نے بھی انکار کیا اور نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں ان کی موافقت سے ناامید ہو گیا۔ مجھے عثمان بن

طلحہ دکھائی دیئے اسے میں نے نصیحت کی۔ عثمان نے میری درخواست قبول کر لی ہم دونوں مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب ہم مدینہ میں پہنچے ہمیں عمرو بن العاص وہاں ملے انہوں نے ہم سے ہمارے حالات دریافت کیے اور ہماری آمد کے متعلق سوال کیا ہم نے اسے صورت واقعہ سے آگاہ کیا، اس نے کہا میں بھی اسی کام کے لیے حبشہ سے آیا ہوں بس ہم سب مل کر مدینہ میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آمد سے آگاہ ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یقیناً مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہماری طرف پھینک دیا ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے میں نے سفر کے لباس کو عمدہ کپڑوں سے تبدیل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا شرف حاصل کرنے کے لیے چل دیا۔ راستہ میں میرا بھائی ابوالولید مجھے ملا اور کہا جلد چلو کیونکہ تمہارے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی ہے اور خوش اور مسرور ہیں اور ملاقات کے منتظر ہیں۔ میں بھائی کی بات سے تیز چلنے لگا یہاں تک کہ مجلس جماعوں میں پہنچ گیا جب آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثم مبارک مجھ پر پڑی تبسم فرمایا میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے خذہ پیشانی سے جواب دیا میں نے کہا اشہد ان لا اله الا الله وانک رسول الله۔ فرمایا حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے تجھے ہدایت دی۔ اے خالد میں دیکھتا تھا کہ تیرے پاس عقل و خرد ہے اور مجھے امید تھی کہ تجھے نیکی کا راستہ حاصل ہو جائے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے مقام کفر میں حق تعالیٰ کے ساتھ کس قدر غنا و برتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھے بخش دے اور میرے گزشتہ جرائم کو معاف کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد اسلام گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ میں نے کہا اس کے باوجود آپ میرے شیفع بنیے۔ فرمایا الہی! خالد کے ان گناہوں سے درگزر فرما جو اس سے پہلے راہ حق کو بند کرنے سے ہوئے، اس کے بعد عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبیدری ایمان لائے۔

واقعی کہتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ذات السلاسل میں شرف ایمان سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت سے میں قصر شریعت کے قواعد گرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی نشان ظاہر ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں کسی جگہ بھیجوں گا

انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہتے ہیں کہ اسی اثنار میں کہ عمرو امارت کا انتظار کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ بنی خزاعہ کی ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ مسلمانوں پر کسی جگہ پر حملہ آور ہوں اس بنا پر عمرو بن العاص کو ایک سو افراد کے تھے مقرر فرمایا کہ مخالفین کا قلع مع کرے اور حکم دیا کہ عمرو اس جماعت پر امیر ہوگا۔ اور وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہو کہ اس سرزمین جو سلسل کے نام سے موسوم ہے اترے، جب عمرو مدینہ سے باہر نکلے اور مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے سنا کہ بطارقہ کے اعراب نے بنی خزاعہ کے ساتھ موافقت کی ہے۔ اس وجہ سے فکر مند ہو کہ ایک قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور مدد طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق شامل تھے مقرر فرمایا کہ عمرو بن العاص کی مدد کریں اور دوسرے گروہ پر ابو عبیدہ جراح کو امیر بنایا الوداع کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ کو کہا اختلاف نہ کرنا۔ یہ جماعت عمرو بن العاص کے ساتھ ملی۔ عمرو نے ابو عبیدہ سے کہا کہ چونکہ آپ میری امداد کیلئے آئے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ میرے پیچھے نماز ادا کریں ابو عبیدہ نے کہا پہلی قوم کی امارت تمہارے سپرد ہے اور لوگوں کی حکومت میرے سپرد ہے عمرو نے اس معاملہ پر گفتگو شروع کر دی ابو عبیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یاد آگئی انہوں نے مخالفت چھوڑ کر اس کے پیچھے نماز ادا کی جب عمرو کو ابو عبیدہ کی مدد پہنچ گئی تو مخالفین کے ملک کو لوٹنا شروع کر دیا بہت سے مویشی ان کے ہاتھ آئے بقصد حاصل ہونے کے بعد وہ مدینہ لوٹ آئے۔

جب عمرو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آپ نے اس سے مسلمانوں کی متابعت اور مخالفت کے بارے میں استفسار فرمایا عمرو نے عمدہ کوششوں کو جو ان سے مشاہدہ کیے بیان کیے مسلمان سپاہیوں سے بھی دریافت فرمایا کہ عمرو نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا تمام نے اظہار شکر گزاری کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچائی کہ ایک روز صبح کے وقت اس نے حالت جنابت میں نماز پڑھا دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت حال دریافت کی تو عرض کی کہ شدید سردی تھی مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہوا میں نے غسل نہیں کیا اؤ حکیم علی الاطلاق جل ذکرہ نے فرمایا ہے ولا تلتقوا بایدیکم الی التہلکة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو کی بات پر مسکراتے ہوئے فرمایا دیکھو اس نے اپنے لیے کس طرح خلاصی کی

راہ پیدا کر لی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب عمرو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مخلوقات میں سب سے محبوب آپ کے نزدیک کون ہے آنسرد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ۔ عمرو نے کہا میرا سوال مردوں سے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا باپ، عمرو نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر، اسی طرح عمرو سوال کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دوستوں کے نام زبان مبارک سے ادا کرتے جاتے تھے، عمرو کو معلوم ہو گیا کہ لشکر کی امارت و حکومت فضیلت کا سبب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی محبت نہیں ہے۔

صاحب تصفیٰ کہتا ہے کہ اسماء کے مواضع میں موع ہوا ہے موتہ ہمزہ کے عزوہ موتہ ۱۔ ساتھ شام کی سرزمین میں بلغاریہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ کہتے ہیں

کہ اس جگہ سے بیت المقدس تک دو منزلیں ہیں اور ہمزہ کے بغیر اس کا معنی ضعف ہے مثل جنون اور اغماذ، شرح صحیح بخاری میں ہے اسی لیے اکثر رواۃ نے بغیر ہمزہ کے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ آیا ہے۔ واقعی کہتا ہے کہ اس لشکر کو بھیجے گا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بصری کی طرف ایک خط لکھا کہ حارث بن اعمر از دلی کو دیا تاکہ وہ اس کے پاس پہنچا دے۔

حارث حسب الارشاد روانہ ہو گیا، جب وہ موتہ پہنچا شرجیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امرا میں سے تھا اسے راستہ میں ملا اور پوچھا کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس نے کہا میں شام جا رہا ہوں،

شرجیل نے کہا شاید تو محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہے حارث نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، شرجیل نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹیچیوں میں

سے صرف یہی شہید ہوا جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ کی توجہ شام کی طرف ہو گئی صحابہ کرام نے تمام اسلحہ جمع کیا اور لشکریوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی جب یہ لشکر تیار ہو گیا زید بن

حارثہ کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا کہ اللہ کی قہنسا سے جب زید کو حادثہ پیش آجائے، جعفر بن ابی طالب ان کا امیر ہو گا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو عید اللہ رواجہ امیر ہو گا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو

مسلمان ایک شخص کو امیر بنالیں۔ اس مجلس میں ایک یہودی تھا اس نے کہا یا باقائم! اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں جس کسی کا امارت کے لیے آپ نے نام تجویز کیا ہے تو وہ قتل ہوں گے

کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام جب لشکر دشمنوں کی طرف بھیجتے تھے اگر سوا شخص کو بھیجیں

طریقہ پر متعین کرتے تھے تو تمام قتل ہو جاتے تھے، پھر یہودی نے زید سے کہا اسے زید میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں تو تو اس سفر سے نہیں لوٹے گا، زید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خوب گفتار نیک کردار پیغمبر ہیں۔ جب لشکر روانہ ہوا تو تیبہ الوداع تک ساتھ آئے اور وہاں توقت فرمایا۔ فوج بھی آپ کے گرد صف بستہ کھڑی ہوئی۔ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کے نام پر جنگ کرو، اپنے اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو جو شام میں ہیں وہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو الگ تھلگ صوامع میں گوشہ نشین ہوں گے ان سے تعرض نہ کرنا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، ان کے درختوں کو نہ کاٹنا اور ان کے مکانات کو بھی نہ گرانا نقل ہے کہ عبد اللہ روانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا کام ارشاد فرمائیے جس کی میں محافظت کروں آپ نے فرمایا تم ایک ایسے شہر میں جاؤ گے جہاں سجدے کم ہیں تجھے چاہیے کہ وہاں سجدے زیادہ کرے حضرت عبد اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ فرمائیے، فرمایا خدا تعالیٰ کو زیادہ پاؤ کیونکہ وہی تمہاری خواہشات کو پورا کرنے میں تمہارا معاون ہے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ کو لشکر کی امارت پر مقرر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ امید نہیں تھی کہ زید کو مجھ پر آپ حاکم مقرر فرمائیں گے۔ فرمایا، اے جعفر! تو روانہ ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ تیری بھلائی کس چیز میں ہے۔ زید بن ارقم سے نقل ہے کہ عبد اللہ راجح کی حمایت کے سایہ میں زندگی گزارتا تھا اور یتیم کو اس کی مانند نہیں سمجھتا تھا جب موتہ کی طرف روانہ ہوئے میں نے ان کا ساتھ دیا اور منازل طے کرنے میں ان کا رالین تھا ایک رات وہ شہر چڑھ رہا تھا جس سے مجھے شہادت کی بُرائی میں رونے لگا اس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا، بیٹا! تجھے کیا نقصان ہے اگر خدا مجھے درجہ شہادت پر فائز کر دے میں دنیا کے حوادث اور اس کے مصائب سے نجات پاؤں اور راحت حاصل کروں۔ اس کے بعد اپنے کجاوے سے نیچے اترا اور سجدہ میں سر رکھ دیا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت دعا کی اور نماز میں مشغول ہوئے اور چند رکعات نماز ادا کی جب قاضی الحاجات کی مناجات سے فارغ ہوئے مجھے کہا اے فرزند! غالباً خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور مجھے شریب شہادت چکھائے گا اور اس خوشگوار نعمت کو مجھے عطا فرمائے گا۔ کہتے ہیں کہ جب زید بن حارثہ مدینہ سے باہر نکلے اور لشکر نے موتہ کی طرف توجہ کی، شہر حیل کو جو حارثہ کا قاتل تھا خیر پہنچی تو وہ اسباب



جنگ و قتال مہیا کرنے میں مصروف ہوا اس نے اس قدر فوج اکٹھی کی جو حد و شمار سے باہر تھی جب مسلمان وادی القریٰ میں پہنچے تو جنگ کی نوبت آئی، سدوس جو کہ شرجیل کا بھائی تھا جنگ میں مارا گیا شرجیل جب اپنے بھائی کے واقعہ قتل سے آگاہ ہوا تو وہ خوفزدہ ہو گیا اور انتہائی خوف کی وجہ سے قلعہ بند ہو گیا۔ اور دوسرے بھائی کو قیصر کے پاس بھیجا اور اس سے امداد طلب کی قیصر نے ایک کثیر جماعت شرجیل کی مدد کے لیے مقرر کی مشرکین قبائل عرب کی ایک کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ لگنی چنانچہ مخالفین کی تعداد لاکھ سے زیادہ ہو گئی، یہ خبر مسلمانوں نے سنی رات مقام معاون میں توفیق کیا اور ایک دوڑ کے ساتھ مشورہ کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہم بھی صورت واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں یا تو ہمیں دس ہبلایں یا مدد ارسال فرمائیں۔ عبداللہ رواحہ نے لوگوں کو بہت دلانی اور کہا اے قوم! تم ابھی اس چیز کو ناپسند کرتے ہو جس کو حاصل کرنے کے لیے تم باہر نکلے ہو ہم نے لشکر کی زیادتی سے کبھی بھی فتح حاصل نہیں کی جنگ بدر میں ہمارا لشکر بہت ہی کم تھا اور دو گھوڑوں سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اب تم جنگ پر متفق ہو جاؤ کیونکہ کام دو حالتوں سے خالی نہیں شہادت یا فتح! اگر ہم غالب آگئے تو یہی مراد ہے اور اگر شہادت کی سعادت حاصل کریں تو ان دوستوں کے ساتھ جو شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہیں جا ملیں گے۔ مسلمانوں نے عبداللہ رواحہ کی بات کی تصدیق کی اور مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ موتہ کی بستی میں پہنچ گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دشمنوں کی کثرت اور ان کی تیاری کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوہریرہ! شاید تو دشمنوں کی کثرت اور تیاری سے حیران ہے۔ میں نے کہا، ہاں، اس نے کہا تم جنگ بدر میں موجود نہیں تھے کیا حق تعالیٰ نے ہمیں دشمنوں کی کثرت پر فتح نہیں دی تھی، کہتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آپس میں ملے زید بن حارثہ نے صفیں درست کر کے علم ہاتھ میں پکڑا اور میدان جنگ میں داد شجاعت دی اور اس قدر لڑے کہ نیزے کے زخم سے شہید ہوئے ان کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور گھوڑا بڑھا کر جرات بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے، مخالفین نے ان پر غلبہ کیا اور ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا حضرت جعفر نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا جب انہوں نے بائیں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے جھنڈا اتھام لیا یہاں تک کہ ایک رومی نے ان کی کمر پر تلوار ماری اور

نہیں دو ٹوٹے کر دیا اس کے بعد عبداللہ رواد نے جھنڈا اٹھایا اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ رواد نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا اس کے لڑکے نے کچھ گوشت انہیں دیا انہوں نے لیا اور منہ میں رکھا تو جعفر کی شہادت کی خبر انہیں پہنچی فوراً اسے منہ سے نکال دیا اور کہا اے نفس! جعفر دنیا سے چلا گیا ہے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے۔ علم اٹھایا اور جنگ میں مصروف ہو گئے ان کی انگلی پر زخم آیا چنانچہ وہ لٹک گئی گھوڑے سے اترے اور انگشت کو پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور جہاد دیا اور شہر پڑھا۔

هل ديت الا اصبع وميت وف سبيل الله مالقيت

پھر اپنے نفس سے خطاب کیا اور کہا اے نفس! تو میری دلہنگی اگر عورت کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے اسے طلاق دی اور اگر غلاموں کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے انہیں آزاد کیا اور اگر باغ اور بوستان پر فریفتہ ہے تو میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا۔ اب تیرے لیے دنیا میں کچھ باقی نہیں شہادت سے کیوں گریز کرتا ہے پس میدان جنگ میں آیا اور جنگ کی اور شہید ہو گئے اس کے بعد ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم اٹھایا اور کہا اے مسلمانو! اتفاق کرو اور کسی ایک کو اپنا امیر بنا لو انہوں نے کہا کہ آپ ہی اس مہم کی ذمہ داری قبول کریں انہوں نے قبول نہ کیا۔ مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اختیار کر لیا۔ ثابت نے علم ان کے سپرد کر دیا۔ خالد نے کہا آپ اس کے لیے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ معرکہ بدر میں حاضر تھے اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ ثابت نے کہا شجاعت اور پہلوانی آپ کا کام ہے میں نے آپ کے لیے جھنڈا اٹھایا تھا کہتے ہیں کہ عبداللہ رواد کے شہید ہونے اور خالد بن ولید کی امارت کے بعد مسلمان شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، خالد نے ہر چند انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قرطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے اے گروہ مسلمین! میدان جنگ میں قتل ہونا بہتر ہے کہ بھاگتے ہوئے قتل ہو جاؤ مسلمان اس بات سے قوی دل ہو کر لوٹے۔ خالد نے مسلمانوں کے اتفاق سے مخالفین پر حملہ کیا اور شدید جنگ ہوئی رات تک جنگ و قتال شروع رہا، جب صبح ہوئی اور خورشید نے اپنے زرافشاں جھنڈوں کو اس لاجوردی ایوان میں بلند کیا خالد بن ولید نے لشکر کو نئے انداز سے آراستہ کیا اور فوج کے اوضاع میں تبدیلی کو دی مقدمہ کو رخصت، ساقہ کو مقدمہ، مہینہ کو مسیرہ

اور میرے کو یمینہ کے ساتھ تبدیل کر دیا، مخالفین نے جب اوضاع لشکر کو تبدیل دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ گئی ہے اس وجہ سے ان پر بہت خوف طاری ہو گیا اور قوی رعب کے دلوں میں رونما ہوا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے، خالد بن ولید مقرر کفار کے عقب میں جا کر کماحقہ مردانگی کے جوہر دکھائے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس روز میرے ہاتھ میں دس تلواریں ٹوٹیں ایک شمشیر میانی میرے ہاتھ میں رہ گئی جب خالد دشمنوں کے عقب سے لوٹے، موتہ کی طرف متوجہ ہوئے اور قلعہ موتہ کا محاصرہ کر لیا کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قلعہ کو محاصرہ دوران قلعہ کے لوگوں نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا قلعہ کے فتح ہونے کے بعد بہت سے اشراف کو جو اس قلعہ میں تھے قتل کر دیا گیا۔

جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اس مسجد نبوی سے جنگ موتہ کا منظر: وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے تھے اہل موتہ کے تمام حالات آپ کی نظر انور کے منظر تھے چنانچہ میدان جنگ کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جب زید بن حارث نے علم اٹھایا شیطان نے ان پر نظر میں دنیا کو آراستہ کیا چاہتا تھا کہ اس وقت دنیا کی محبت کو اس کے دل میں مستحکم کرے اور موت کو اس کی نظر میں مکروہ کرے زید نے کہا یہ وہ وقت ہے کہ ایمان مومنوں کے دل میں کامل، ثابت اور راسخ ہو جاتا ہے اسے شیطان تو اس وقت دنیا کو میرے دل میں آراستہ کرتا ہے، آگے بڑھے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی فرمایا کہ ان کے لیے بخشش طلب کریں، یقیناً وہ جنت میں ہے اور جنت کے باغوں میں ٹہلتا ہے۔ زید کے بعد حضرت جعفر نے علم اٹھایا، شیطان ان کے پاس آیا اور دوسوہ شروع کیا اور دنیا کی آرزوئیں ان کی نظر میں آراستہ کرتا تھا زندگی کو موت پر ترجیح دیتا تھا وہ بھی اس کی طرف التفات کیے بغیر میدان جنگ میں آئے اور شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ کو بھی ان کی بخشش طلب کرنے کے لیے فرمایا اس کے بعد جعفر بہشت میں داخل ہو گیا اور حق تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے عوصن یا قوت، سرخ کے دو بال عنایت فرمائے جن سے جنت کی فضا میں اڑنے لگے۔ نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے

تھے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ابن الولید نے خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار پکڑی علم اٹھائے ہوئے ہے اس کے ہاتھ پر فتح ہوئی اس تلوار سے مراد خالد بن ولید تھے خالد بن ولید نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سزا فرمایا جعفر کو میں نے جنت میں فرشتے کی مانند دیکھا کہ پرواز کرتا تھا اور اسے بڑے ادب سے درجے میں دیکھا اور زید کو اس سے کم درجہ میں پایا میں نے آپ سے کہا میرا یہ گمان نہیں تھا کہ زید، جعفر سے کم درجہ میں ہوگا جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا حق تعالیٰ نے جعفر کو آپ کے ساتھ قرابت کے شرف کی وجہ سے فضیلت دی ہے۔

اسما بنت عمیس، جعفر بن ابی طالب کی زوجہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آئے اور پوچھا کہ جعفر کے بچے کہاں ہیں میں انہیں آپ کے پاس لے گئی آپ نے انہیں بوسہ دیا، سونگھا اور گود میں اٹھالیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا آپ نے جعفر کے متعلق کوئی بات سنی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، اسے شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے یحودی سے فریاد شروع کر دی، میرے پاس عورتیں جمع ہو گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسما فریاد نہ کرو، زیادہ باتیں نہ کرو اور سینہ پر ہاتھ نہ مارو یہ کہہ کر اٹھے اور حضرت فاطمہ کے گھر آئے آپ نے دیکھا کہ وہ بھی روتی ہیں اور داعیہ کہتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مثل جعفر قلبیک الباکیہ۔

اسما بنت عمیس، جعفر بن ابی طالب کی زوجہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میری روست

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک روز اسما بنت عمیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھی

ہوئی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسما یہ جعفر بن ابی طالب ہے جو جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ آیا ہے، سلام کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ میں دشمنوں سے لڑا اور بہتر زخم کھانے میں نے دایاں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا وہ قطع ہو گیا، خدا تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض مجھے دو پر عنایت فرمائے جن سے اپنی مرضی سے اڑتا ہوں اور جنت کے پھولوں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔ اسما نے کہا جو کچھ خدا تعالیٰ نے جعفر کو عنایت فرمایا ہے اسے مبارک اور گوارا ہو لیکن اگر یہ خبریں لوگوں سے کسوں کی تو تسلیم نہیں کریں گے اور مجھے جھٹلائیں گے۔ یا رسول اللہ اگر آپ انہیں

فرمائیں گے تو تصدیق اور اعتراف کریں گے۔ جب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے متعلق بیان فرمایا کہتے ہیں کہ تین یا چار روز کے بعد جب حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اصحاب موتہ کے حالات بیان کیے تھے ان کی جنگ کی خبر مدینہ میں پہنچی کہتے ہیں کہ غازیان  
 موتہ میں سے یعلیٰ بن مزیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 اے یعلیٰ میں تجھے خبر دوں یا تو خبر دے گا یعلیٰ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ وسلم آپ خبر دیجئے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح واقعات رونما ہوئے تھے بیان فرمائے یعلیٰ نے کہا اس خدا کی قسم جس  
 نے آپ کو سچائی کے ساتھ خلق کی طرف بھیجا قوم کی کوئی بات ترک نہیں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا خدا تعالیٰ نے میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا تھا اور اس زمین کو میرے سامنے  
 کر دیا یہاں تک کہ میں نے صحابہ کی جنگ کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔

## فتح مکہ

مؤرخین اور ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ اس سفر کا سبب اور اس غزوہ کا باعث یہ تھا  
 کہ صلح حدیبیہ میں چند شرائط طے ہوئی تھیں ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ ایک دوسرے کے  
 حلیفوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ بنی بکر قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے عہد میں داخل تھے پرانے زمانے میں ان دونوں قبیلوں میں جھگڑے رہتے تھے اور ان دو قبیلوں  
 میں بڑی بڑی لڑائیاں ہو چکی تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عرب میں مستحق ہو گئی قابل  
 کو اس میں اس قدر دلچسپی پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے جھگڑوں کو بھول گئے جب صلح حدیبیہ ہو گئی اور مشرکین  
 کو مسلمانوں کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا پرانے قواعد مستحکم کرنے میں مصروف ہو کر بڑے معاہدوں  
 میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنی ذیل کے ایک مرد نے بنی بکر کا ایک طاقتور سردار ابوبکر صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے چچو میں زبان کھولی وہ بکواس بنی خزاعہ کے ایک غلام نے سنی اس نے اس شخص کو  
 اس سے منع کیا اس بہبودہ گوگراہ کو اس کے منع کرنے سے کوئی اتناہ حاصل نہ کیا، اس خزاعی غلام نے  
 انتہائی غیظ و غضب میں اٹھ کر اس بہبودہ گو کے سردار منہ کو چھوڑ دیا اس نے بنی بکر کے پاس فریاد

کی اور بزنقافہ جو کہ بنی بکر کا ایک لہن ہے بنی خزاعہ کے ساتھ جنگ و قتال کے عزم سے متفق ہو کر بنی مذحج سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی درخواست کو قبول نہ کیا پھر بنی بکر نے قریش کی طرف رجوع کیا اس قوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیمانہ کو توڑ کر اسلام اور آلاتِ حرب سے بنی بکر کی امداد کی بلکہ قریش کی ایک جماعت مثل سہیل بن عمرو، حویطب بن عبد العزی، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سکر بن حنص اپنی ہیئت تبدیل کر کے اور چہروں پر نقاب ڈال کر اپنے شعبدوں کے ساتھ بنی بکر کی موافقت میں بنی خزاعہ پر شیخون مارا دونوں فریقوں میں مکمل جنگ ہوئی اور لڑائی نے طول کھینچی چنانچہ جنگ کرتے ہوئے حرم کے دائیں طرف آگئے بنی خزاعہ کے میں آدمی قتل ہو گئے۔ بنی خزاعہ نے بے چینی سے نوفل بن معاویہ کو جو کہ بنی بکر کا سردار تھا کما اے نوفل خدا سے ڈرو اور حرم کی حرمت کا خیال کرو، نوفل نے کما یہ بڑی بات اور عظیم واجب التعمیم بات ہے لیکن اب ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے حالانکہ تم حاجیوں کا سامان چوری کر لیتے ہو اور یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہیں مل رہا ہے جب خزاعہ ان کے مقابلے سے عاجز آگئے تو وہ رافع بن یدیل بن ورقا فرامی کی سران میں داخل ہو گئے بنی بکر اور سردارانِ قریش اپنے گھر وں کو واپس چلے گئے اور قریش کا خیال تھا کہ کسی شخص نے اس جگہ انہیں نہیں پہچانا جب قریش سے یہ بُری حرکت سرزد ہوئی تو اس سے پشیمان ہوئے کیونکہ عہد کا توڑنا حرم کے قواعد کو توڑنے کا مستلزم تھا چنانچہ حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ربیعہ ابوسفیان کے پاس آئے اور اسے کہا کہ یہ حادثہ واقع ہوا ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا اور ایسا فساد رونما ہوا ہے جس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر ہم نے اس کے تدارک کے لیے سعی نہ کی تو یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور بنی خزاعہ کے مقتولین کے انتقام میں ہمارا خون بہائیں گے۔ ابوسفیان نے کما میری بیوی ہندہ نے خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت خوفزدہ ہوں، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے، اس نے کہا اس نے خواب دیکھا ہے کہ حجوں کی طرف سے خون مکہ میں آیا ہے یہاں تک کہ وہ موضعِ خدمت تک پہنچا وہاں مھوڑی دیر عطر کھرا گیا ہوگا اس واقعہ سے سامعین بہت پریشان ہوئے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ تمہاری یہ جنگ میری اجازت اور مرضی سے نہیں تھی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی بھی خیال کریں گے کہ اس بُرے کام کو میں کرنے والا ہوں اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ مدینہ میں جا کر پرانی صلح کی تجدید کی

گوشش کروں اور اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچے مجھے کسی طرح مدت صلح کو زیادہ  
 بنا چاہیے۔ کچھتے ہیں کہ اس رات کی صبح کو جس رات بنی بکر سے بنی خزاعہ کو تکلیف پہنچی آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تعد حدث فی خزاعۃ امر۔ یقیناً خزاعہ  
 میں ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا خیال ہے  
 کہ قریش نقض عہد پر دلیری کریں گے حالانکہ ان کی تلوار فنا کر دی گئی ہے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا کہ انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اس امر کی وجہ سے جسے خدا تعالیٰ نے ان سے چاہا میں نے پوچھا  
 وہ امر خیر ہے یا شر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر ہوگا، بیہو نہ رہی اللہ عنہا نے کہا آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم طہارت خانہ سے باہر تشریف لائے میں نے سافر ماتے تھے نصرت! نصرت یعنی تو مدد دیا گیا  
 اور ایک یہ ہے کہ تین مرتبہ فرمایا لبیک میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کو کہتے ہیں  
 آپ نے فرمایا بنی خزاعہ سے بنی کعب کو جو مجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے بنی بکر  
 کی امداد کی یہاں تک کہ ہم پر شجون مارا۔ تین روز کے بعد عمر بن سالم خزاعی بنی خزاعہ کے چالیس  
 اشخاص کے ساتھ مدینہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے  
 کہ عمر داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور خزاعہ کا حال ادران پر بنی بکر کے ظلم کو  
 قصیدہ میں بیان کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسب یا عمرو، اسٹھے اور چادر مبارک کو زمین  
 پر کھینچتے جاتے تھے اور فرماتے تھے، اگر میں بنی کعب کی اسی طرح مدد نہ کروں جس طرح کہ اپنی مذکر تا  
 ہوں تو میں مدد نہ دیا جاؤں، پھر عمر و ادراس کے ساتھیوں کو تسلی دے کر ان کے گھروں کو لوٹا دیا  
 اور اپنے صحابہ سے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ابوسفیان اگر جدید معاہدہ کی خواہش کرتا ہے او چاہتا  
 ہے کہ صلح کی مدت کو بڑھائے حالانکہ وہ غائب و خاسر مکہ کو لوٹ جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ابوسفیان  
 انتظام کر کے مکہ سے مدینہ میں آیا، اپنی بیٹی ام حبیبہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں کے پاس  
 آیا اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنا چاہا، ام حبیبہ نے اس بستر کو لپیٹ دیا، ابوسفیان  
 نے کہا اس بستر کو مجھ سے بچاتی ہے، ام حبیبہ نے جواب دیا کہ آپ مشرک اور نجس ہیں میں نے  
 آپ کا وہاں بیٹھنا پسند نہیں کیا، اس نے کہا، بیٹی! میرے بعد تجھے شریعتاً اور تیری عادت بدل  
 گئی ام حبیبہ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی، اباجان! آپ قوم کے بزرگ اور

سردار ہیں، عزت و دانش مندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلام میں داخل نہیں ہوتے، پھر کو پوجتے ہیں جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا تعجب ہے، میری اس بے حرمتی کے باوجود کہ مجھے جہالت کی طرف منسوب کرتی ہے آیا اجداد کی متابعت کو ترک کرتی ہے اور دین محمد کی متابعت کی طرف راہنمائی کرتی ہے غصہ میں لڑکی کے پاس سے باہر نکل آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، ہر چند اس نے تجدیدِ عہد کے متعلق بات کی اسے کوئی جواب نہ ملا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہو کر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے تجدیدِ عہد کی طلب کی اور امان طلب کی حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا مجھے کوئی اختیار نہیں ہے میری امان خدا اور اس کے رسول کی امان ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور وہی درخواست کی اور وہی جواب سنا اور ایک روایت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ درستی کی اور کہا کہ اے ابوسفیان! مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس جیونٹے کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو اسی کے ساتھ میں تمہارے ساتھ جہاد کروں گا، وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا اور کہا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا میں ایک عورت ہوں اور میرے امان دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابوسفیان نے کہا آپ کی بہن زینب نے ابو العاص کو پناہ دی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پناہ کو جائز اور معتبر سمجھا حضرت فاطمہ نے فرمایا مجھے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک سے متعلق ہے، ابوسفیان نے کہا اپنے ان دو فرزندوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے کہو کہ وہ لوگوں میں آئے اور ہمیں امان دے جب وہ ایسا کرے گا قبائل عرب اور قریش پر احسان ہوگا اور ہمیشہ اس کی تعریف کریں گے اور عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی بزرگ یا بزرگ زادہ کسی قوم کی حمایت کرتا اور اپنی پناہ میں لے آتا تو کوئی شخص اس قوم سے متعرض نہیں ہو سکتا تھا اگرچہ تمام روئے زمین اس کی دشمن ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے فرزند پھوٹے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے پس ابوسفیان ان سے ناامید ہو کر حضرت علی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوالحسن ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں اور سفارش کریں تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صلح کی مدت کو بڑھا دیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ



نے فرمایا اے ابوسفیان! گوشش مت کر دو کیونکہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے اور شفاعت کی مجال نہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھ پر کام تنگ ہو گیا اور اپنی مہم کا کوئی علاج دکھائی نہیں دیتا اے علی مجھے راہ صواب دکھاؤ، حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! آپ قوم کے سردار ہیں اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہیں کہ میں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اس نے کہا اگر میں ایسا کروں تو میرے کام کو کافی ہوگا حضرت امیر نے فرمایا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ کفایت کرے لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ابوسفیان اٹھا اور ندا کی کہ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور میرا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری پناہ کو رد نہیں کریں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا اور کہا اے محمد میں گمان نہیں کرتا کہ میری پناہ کو آپ رد کر دیں گے آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان ایسا تو کہتا ہے، پھر ابوسفیان مکہ میں لوٹا اور جب اس کے غائب رہنے کا زمانہ طویل ہو گیا قریش کو گمان ہوا کہ اس نے دین حنیف کی متابعت کر لی ہے اور بت پرستی کا راستہ ترک کر دیا ہے جب ابوسفیان مکہ میں پہنچا رات کو اپنے گھر آیا اس کی بیوی ہندہ نے کہا تم نے بہت دیر کی، تیری تمام قوم نے زمانہ کی طوالت کو تیرے دین اسلام قبول کر لینے پر محمول کیا اس کے باوجود اگر جانے سے کوئی فائدہ حاصل ہوا تو فہماؤ گے شرمندگی اور خجالت کے سوا قوم کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، ابوسفیان نے صورت حال ہندہ سے بیان کی۔ ہندہ نے اپنا پاؤں اس کے سینے پر دے مارا اور کہا تو میرا بھیجا ہوا ہے اور علی نے تجھے مات دے دی درحقیقت لوگوں نے اس کی اس بات سے تعجب کیا اسے اس کی بیوقوفی پر حمل کیا، جب صبح ہوئی اور سورج کا براق آسمان کے میدان میں جولانی کرنے لگا ابوسفیان نے اساق اوٹا لیا جو کہ دو بت تھے کے پاس جا کر ڈنچ کیا اور قربانی کے خون کو ان بتوں کے سر پر مل کر کہا جب تک میں زندہ ہوں تمہاری عبادت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ ابوسفیان کی اس حرکت سے قریش نے جان لیا کہ وہ اپنے کفر و ضلالت پر ثابت قدم ہے۔ پھر مشرکین نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کام کیا ابوسفیان نے گذشتہ واقعہ سنایا تو قوم نے کہا تو نے کوئی کام نہیں کیا نہ توجہ کی خبر لایا تاکہ تیاری کرتے اور نہ ہی صلح کی تاکہ امن و امان اور اطمینان سے رہتے اور علی نے جو

پھر تمہارے ساتھ کیا کہ لوگوں کو دونوں طرف سے امان وہ ٹھٹھا و مزاح تھا جو تیرے ساتھ کیا۔

جب ابوسفیان مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کی تیاریاں ہونے انتظامات میں مشغول ہو کر حرم کی طرف پختہ ارادہ کر لیا اور اس

صورت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا اور وصیت فرمائی کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا اور قریش کے متعلق یہ دعا فرمائی؟۔ اللہم خذ علی ابصارہم لایرونی الابیۃ۔

عرب کے قبائل اور آبادیاں جو حرم کے قریب تھیں اور یشرب میں جو قیام پذیر تھے قاصد بھیج دیئے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ماہ رمضان کے آغاز میں مکمل اور صلح مدینہ میں آئے اسی طرح حکم دیا کہ مدینہ کے اصحاب اسباب سفر اور سامان جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں اور مکہ کے راستہ کی حفاظت کا حکم فرمایا کہ مسلمانوں کی توجہ کی خیر مشرکین کو نہ ہو۔

اسی آثار میں حاتم بن بلقہ نے ایک مکتوب قریش کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم صحابہ اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہیں غالب گمان یہ ہے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا قصد نہیں رکھتے میں چاہتا ہوں کہ تم پر حق ثابت ہو جائے۔ اسی لیے میں نے یہ خط لکھا ہے والسلام۔

اور وہ خط مزنیہ کی ایک عورت کہ اسے سارہ، حمرو کی لونڈی کہتے تھے اور ایک روایت کے مطابق سارہ کہتے تھے کو دیا کہ وہ اسے قریش کے پاس پہنچادے، اس عورت نے وہ خط اپنے بالوں میں

پھپھایا اور مکہ کی طرف متوجہ ہوئی ان حالات میں جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، زبیر بن عوام اور عمار یا سر رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور فرمایا کہ روضہ خانہ تک جاؤ وہاں ہمیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط

اس سے لے کر آؤ، حضرت علی ساتھیوں کے ساتھ روضہ خانہ میں اس عورت کے پاس پہنچے اس

سے مکتوب طلب کیا، عورت نے انکار کیا انہوں نے ہر چند تلاش کیا خط برآمد نہ ہوا چنانچہ انہوں

نے مراجعت کا ارادہ کر لیا حضرت علی نے فرمایا خدا کی قسم! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

بھوٹ نہیں کہا پھر حضرت علی نے میان سے تلوار کھینچ لی اور عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے

قتل کی دھمکی دی اس عورت نے جان کے خوف سے بالوں میں سے خط نکال کر حضرت علی کو دے دیا

حضرت علی نے مکتوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ اس کا سبب کیا تھا حاطب نے جواب دیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 خدا کی قسم میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے دین میں میں نے اپنا اعتقاد تبدیل  
 نہیں کیا مرتدا اور منافق نہیں ہوا میں ایک ایسا مرد ہوں جو حلفائے قریش سے ہوں ان کی جماعت سے  
 نہیں ہوں اور میرا کوئی نہیں ہے جو حرم میں میرے اہل و عیال کی دیکھ بھال کر سکے اور میرے اموال کی  
 نگرانی کرے بخلاف باقی مہاجرین کے جو آپ کے صحابہ میں شامل ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے  
 اس کا اپنا رشتہ دار وہاں موجود ہے جو اس کے مال کو اسباب اور متعلقین کی حفاظت کرتا ہے اس خط  
 سے میری مراد یہ تھی کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو جائے تاکہ میرے مال و اسباب اور متعلقین اور اہل و  
 عیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا آگاہ  
 ہو جاؤ کہ حاطب نے تمہیں سچ کہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کو خطاب کرتے ہوئے کہا،  
 قاتک اللہ، یہ بات جانتے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے  
 تاکہ آپ کے عزم کی خیر مکہ میں مشہور نہ ہو تو نے مکہ میں مکتوب بھیجا ہے تاکہ قریش آگاہ ہو جائیں اس کے  
 بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اس  
 منافق کی گردن مار دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا،  
 اے عمر! وہ اہل بدر سے ہے وان اللہ تعالیٰ قد اطلع علیٰ مبدر فقال الحمد لہ ما شئتم  
 فقد غفر لکم، اور آیت کریمہ یا ایہا الذین امنوا لاتخذوا عدوی وعدوکم  
 اولیاء، اسی باب میں نازل ہوئی اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے  
 مسجد سے نکال دو اور وہ اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اس معاملہ میں مہربانی فرمائیں  
 گے پیچھے دیکھتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر ڈالتا تھا اسی اثنا میں آپ نے فرمایا  
 اسے واپس لے آؤ جب اسے واپس لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارا جرم معاف  
 کر دیا ہے اور تو خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور تجھے چاہیے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے نقل ہے  
 کہ حاطب مہاجرین میں سے بڑے صحابی اور دانش مند اور ذہین تھے غفلت سے یہ لغزش ان سے  
 سرزد ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے مقوقس کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اسکندریہ کے

بادشاہ نے جیسا کہ اس کا کچھ حال بیان ہوا، ایک رات مقوقس نے اپنی مجلس میں جبکہ اس کے مزار اور اشرف جمع تھے حاطب کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارا صاحب پیغمبر ہے؟ اس نے کہا ہاں، اسکندریہ کے بادشاہ نے کہا جب قریش نے انہیں لکائے کا ارادہ کیا تو اس نے بددعا کیوں نہ کی تاکہ خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا۔ حاطب نے کہا کیا عیسیٰ بن مریم پیغمبر نہیں تھے؟ اس نے کہا ہاں بجز رسول تھے، حاطب نے کہا انہوں نے اپنی قوم پر جب وہ انہیں پکڑ کر پھانسی دینا چاہتے تھے بددعا کیوں نہ کی، مقوقس نے کہا تو سچ کہتا ہے، کیونکہ تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس سے آیا ہے۔

اخبار کے ناقلین نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی طرف عزم ہو گیا۔ ایام بن رخصتہ انصاری

اور کلثوم بن لُحَیْن کو غفار اور خیمہ کی طرف بھیجا اور مقبل بن سنام اور نعیم بن مسعود کو اشجع کو بلانے کے لیے مقرر فرمایا اور بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو کو قبیلہ مزنیہ کی درخواست پر متعین فرمایا اور حجاج بن علاط سلمیٰ کو بنی سلیم کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ قبیلہ بنی کعب میں جائے اور ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تھکے جانے کے لیے مخصوص فرمایا، ایک قول کے مطابق دس رمضان المبارک کو مدینہ سے نکلے اور چاہ ابو عقبہ کے پاس نزول فرمایا اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نصرت پناہ سپاہ کو پیش کیا سات سو مرد مہاجرین میں سے تھے، تین سو گھوڑے ان میں تھے تین جھنڈے مقرر فرمائے ایک علم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ایک علم زبیر بن العوام اور ایک علم سعد بن ابی وقاص کو دیا اور قبیلہ مزنیہ میں سے ہزار مرد جرار ملازم رکاب فلک فرسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور پانچ سو گھوڑے تھے اور قبیلہ اشجع میں سے ہزار افراد، سوزر ہیں اور سو گھوڑے تھے۔ بنی اسلم سے چار سو مردوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت کی سعادت حاصل ہوئی، بنی کعب سے پانچ سو جنگجو شمار کئے گئے، اور ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل قدر میں جھنڈوں کی ترتیب کی طرف توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار اور دوسرے قبائل کے درمیان تقسیم کی اور اسی منزل میں بنی سلیم سے تقریباً ہزار نیزہ گزار جن کی اکثریت گھوڑوں پر سوار تھی اسلامی فوج کے ساتھ آکر ملے اور متفرق قبائل کی بہت بڑی جماعت جن میں سے بعض کے نام سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بعض کے نام دُرُج

نہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل کی اور عباس بن عبد المطلب نے مکہ سے اہل و عیال اور سامان کے ساتھ ہجرت کی نیت سے نکل کر بیروت اسفایا یا ذوالخلیفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اپنے سامان کو مدینہ میں بھیج دیں اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو عنایت سمجھیں حضرت عباس سے خطاب فرمایا کہ آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت آخری نبوت ہے سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن امیہ بن المغیرہ المخزومی کہ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا کا لڑکا اور دوسرا چچا زاد بھائی کا بیٹا تھا۔ راستہ میں ملے کہتے ہیں کہ سفیان نے ایذا دہانت کے کسی بھی ناپسندیدہ فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے میں کوئی دقیقہ و گذاشت نہیں کیا تھا آخر کار بد حال ہو کر روم کی طرف چلا گیا۔ وہاں قیصر نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں سفیان بن الحارث بن عبد المطلب ہوں۔ قیصر نے کہا کہ اگر تم اپنی گفتار میں سچے ہو تو تم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کے چچا زاد بھائی ہو، سفیان نے سوچا کہ میں باوجودیکہ اسلام سے بھاگ کر روم آیا ہوں اور مجھے کوئی شخص نہیں جانتا مگر میری نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف کرتا ہے۔ اس بات سے اسلام کی دوستی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سفیان کے دل میں جاگزیں ہو گئی، وہاں سے واپس آ گیا اور اہل و عیال کے ساتھ ابوا کے مقام پر لشکر اسلام کے ساتھ آ کر مل گیا چند مرتبہ وہ اور عبد اللہ بن امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا کیونکہ اپنے ان دو عزیزوں سے بہت آزرده تھے اور ان کی طرف سے زیادہ سے زیادہ ایذا اور کدورت پہنچی تھی، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطرتی اور طبعی طور پر کریم اور سخی تھے آخر الامر اہل سلمہ کی سفارش پر ان کے ایمان لانے کے بعد اپنے سایہ رحمت و عافیت میں جگہ دی نقل ہے کہ جب مرا لظہران جو مکہ سے چار فرلانگ کے فاصلہ پر ہے نزول فرمایا، حکم دیا کہ آدمیوں کی تعداد کے مطابق لشکر گاہ میں آگ روشن کریں بعض اصحاب کی روایت کے مطابق تیرہ ہزار اور ایک روایت میں بارہ ہزار مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں جمع تھے، قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی کوئی خبر نہیں تھی لیکن اس غلط کام کی وجہ سے خوفزدہ اور انتقام سے لرزاں و ترساں تھے اسی اثنا میں ابو سفیان بن حرب، بدیل بن ورقا اور حکم بن خزام مل کر خبر حاصل کرنے کے لیے

مکہ سے باہر نکلے جب وہ مراثران کے ٹیلے پر آئے انہوں نے دیکھا کہ تمام دادی کو آگ نے گھیر رکھا ہے انہوں نے پوچھا کہ یکس کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا تم بخدا! یہ غزوہ کی آگ معلوم ہوتی ہے بدیل نے کہا خراعمہ کی آگ ہے ابوسفیان نے کہا کہ خراعمہ اس سے بہت کم اور حقیر ہیں کہ یہ آگ ان کی ہو، حاصل کلام یہ کہ انتہائی بدتراسی کے عالم میں بھاگ دوڑ میں مصروف ہوتے اور اس خوفناک واقعہ کی خبر پوچھنے لگے، کہتے ہیں کہ جب عباس نے مراثران میں بکثرت آگ جلتے ہوئے دیکھی اپنے دل میں کہا ہلاکت ہے قریش کی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن دیئے بغیر مکہ میں قہر و غلبہ کے ساتھ داخل ہوئے۔ اگر یہ صورت وقوع پذیر ہوئی تو یقیناً قریش برباد ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان مٹ جائے گا اس فکر و اندیشہ نے اس کے دل پر غلبہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اونٹ پر سوار ہوا اور مقام اراک تک گیا مکن ہے کوئی ٹکڑا بار یا دودھ فروش مکہ جانے والا مل جائے جو اہل مکہ کو بتائے کہ صورت حال کیا ہے۔ تاکہ وہاں کے باشندے مخالفت کی تلاطم افواج سے مصالحت کے کنارے پر آئیں اور زبان کی کنجی سے امان کا دروازہ کھولیں اور مسلمانوں کی تلوار سے امن کے قلعہ میں محفوظ رہیں، اتفاقاً عباس کا گڈر ٹیلے پر ہوا اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی گفتگو کر رہے ہیں اور آتش جلائے والوں کی جستجو کر رہے ہیں جب عباس نے ابوسفیان کی آواز کو سنا تو پہچان زیادہ بیکار کیا اباضظلمہ! ابوسفیان نے بھی عباس کو پہچان کر کہا یا ابا الفضل! میرے ماں باپ تجھ پر قربان! یہ کیا واقعہ ہے۔ عباس نے جواب دیا تجھ پر افسوس ہے یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار پورے طور پر سچ فوج کے ساتھ ہیں۔ افسوس ہے قریش پر۔ بیت

زدوست ہر کہ نصیحت نیگہ اندر گوش  
بکام دشمن اگر بنمش ز عینم مخروش  
نہ گفتت کہ چو پروانہ دور باش از شمع  
دلی چو آمدی کنوں بردن او جوش  
ابوسفیان نے کہا بیت :-

ہر کس کہ بجای ز آتش عشقش الہی نیست  
جز داغ شہادت بچینش رقی نیست  
آتش بجہاں میزنم از آہ حبسگر سوز  
بر سینہ بجز درد و غم بیچ غم نیست

اے عباس اب اس کا کیا علاج ہے؟ عباس نے کہا، خدا کی قسم! اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر فتح یاب ہوئے باوجود اپنے صبر و حلم کے تیری گردن مار دیں گے۔ تدبیر یہی ہے کہ تو

اس اونٹ پر میرے پیچھے سوار ہو جاتا کہ میں تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لے جاؤں اور تمہارے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کروں۔ ابوسفیان عباس کی بات سن کر اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھ گیا، جب لشکر گاہ میں داخل ہوئے جس آگ کے پاس سے گذرتے لوگ کھڑے ہو جاتے اور کہتے یہ کون شخص ہے جو لشکر گاہ سے بے وقت گذرتا ہے، احتیاط کرنے کے بعد کہتے یہ عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے جو آپ کے اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے انہوں نے اپنے چشمہ میں آتش عظیم جلا رکھی ہے۔ اچانک امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو دیکھا اور کچھ نہ کہا اس کے آن کی نظر ابوسفیان پر پڑی اس کو پہچان لیا۔ اپنی جگہ سے اچھلے اور کہا اے دشمن خدا! الحمد للہ بغیر کسی عہد و پیمان کے تو میرے ہاتھ آگیا ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچی اور تیزی سے پیچھے روانہ ہوئے، کہتے ہیں کہ اس جلد بازی سے ان کی عرض یہ تھی کہ عباس اسے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر ابوسفیان کے قتل کی اجازت حاصل کر لیں۔ عباس، عمر کے مقصد کو سمجھ کر پوری تیزی سے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فی الفور پہنچے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابوسفیان ہے جو بغیر ایمان اور امان کے ہاتھ آیا ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں، عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ابوسفیان کو امان دی ہے اور اسے اپنی پناہ میں لے لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بات کریں، عباس نے آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنی بغل میں لے لیا اور کہا آج رات کوئی شخص بھی ہم میں سے ان سے سرگوشی نہیں کرے گا، امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں فرماتے تھے، عباس نے کہا اے عمر! آپ کی ابوسفیان کے قتل کرنے میں یہ سب بقراری و اضطرار اس وجہ سے ہے کہ یہ بنی منافق ہے اور اگر بنی عدی سے ہوتا تو اس قدر مبالغہ نہ کرتے۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عباس! ہوش کرو اور ایسا مت کہو، کیونکہ جس روز آپ اسلام لائے میں اور مسلمان ہوئے میں تو مجھے آپ کا اسلام زیادہ پسند آیا اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے کی صورت سے بھی زیادہ۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان کے درمیان ہوا تھیں دیتے ہوئے فرمایا

اے عباس! آج رات ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھو جب صبح ہو جائے اسے میرے پاس لاؤ دوئے  
 روزِ جب سورج طلوع ہوا تو عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں  
 پہنچایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے، وقت آگیا  
 ہے کہ تو جان لے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ابوسفیان نے کہا، میرے ماں باپ  
 آپ پر قربان ہوں آپ کس قدر حلیم اور کریم ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں کہ اس قدر ظلم و ستم کے  
 باوجود آپ کی طرف سے وفاداری مشاہدہ کرتا ہوں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور  
 معبود نہیں ہے اگر ہوتا تو وہ ہمیں نفع پہنچاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کیا وہ وقت نہیں آیا  
 کہ تو جان لے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا اب تک میرے دل میں شک کا بخار تھا  
 عباس نے کہا ویک یا ابوسفیان، بات کو طول نہ دو اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کرو وگرنہ عمر اسی  
 وقت تمہارا خون بہا دیں گے، ابوسفیان نے کلمہ شہادت ادا کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ و  
اشھد ان محمد رسول اللہ۔ اس کے بعد عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان  
 ایسا مرد ہے جو فخر و شرف اور جاہ کو دوست رکھتا ہے اسے کوئی ایسا متبہ عطا فرمائیے جس کے ذریعہ  
 مکہ کے لوگوں میں سرفراز ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، من دخل دار ابوسفیان فهو  
 امن ومن القى السلاح فهو امن ومن اعلق بابہ فهو امن ودخل  
 مسجد الحوام فهو امن۔ پس ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر لوٹے  
 جب روانہ ہوئے عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوسفیان سے مطمئن نہیں ہوں جب  
 مکہ لوٹے گا تو پھر فساد و عناد کا راستہ اختیار کر کے کفر کی راہ پر گامزن ہوگا۔ مصلحت اس میں ہے کہ  
 اسے یہاں روک رکھیں تاکہ تمام لشکر اسلام کو جاہ و حشم کے ساتھ دیکھے اور ان کی بیعت اس کے دل  
 میں بیٹھ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ اور کسی تنگ جگہ پر کھڑا کر دو۔ تاکہ لشکر  
 اس کے سامنے سے گزرے عباس ابوسفیان کے پیچھے گیا اور اس کو پکارا اے ابوسفیان! اس نے  
 کہا، کیا نبی کے دل میں کوئی بد عہدی پیدا ہوئی ہے؟ اس نے کہا نبی فریب نہیں کرتا لیکن میں چاہتا  
 ہوں کہ ایک جگہ توقف کرے تاکہ لشکر اسلام کو تو دیکھ لے اور اسلحہ اور آلاتِ حرب جو دشمنوں کو دفع  
 اور قلع قمع کرنے کے لیے تیار کیا ہے مشاہدہ کرے۔ پس عباس نے ابوسفیان کو ایک گزرگاہ میں



کھڑا کیا یہاں تک کہ گروہ درگروہ اسلامی لشکر اس کے پاس سے گزرتا تھا اور ایک ایک کی عباس تعریف کرتا اور اسے دکھاتا جاتا تھا مقدمتہ بحیثیت پر بنی سلیم کے دس ہزار افراد کے ساتھ خالد بن ولید میدانِ مبارزت میں بہرام کے ساتھ مقابلہ کرتا اور نیزے کی نوک سے تارک گیواں سے ٹوپی اتارتا اس فوج میں دو جھنڈے تھے ایک عباس بن مرداس کے ہاتھ میں اور دوسرا ایک اور صحابی کے ہاتھ میں تھا ابوسفیان نے عباس سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ خالد بن ولید ہے۔ جب ابوسفیان کے پاس خالد پہنچا تو تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کی اور سواروں کے ساتھ گزرا۔ خالد بن ولید کے پیچھے زبیر بن العوام پانچ سو عرب کے بہادروں کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے سیاہ جھنڈے کے ساتھ ابوسفیان کے سامنے سے گذرا اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ عباس نے کہا تیری بہن کا بیٹا زبیر بن العوام ہے اس نے کہا ہاں۔ اس کے بعد زبیر کے پیچھے بنی غفار کے تین سو اشخاص ظاہر ہوئے اس گروہ کا علم ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا وہ بھی تکبیر کہتے ہوئے گزرے عباس نے اس جماعت کا بھی تعارف کر لیا۔ اس کے بعد بنو کعب بن عمر بن میں پانچ سو سوار مشہور تھے پہنچے اس قوم کا جھنڈا شبر بن سفیان کے پاس تھا ابوسفیان نے پوچھا یہ کون سی جماعت ہے عباس نے کہا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے ہیں اس کے بعد ایک ہزار قبیلہ مزنیہ کے لوگ پہنچے جن میں تین جھنڈے تھے جن میں چھ سو بہادر تھے اور چار علم تھے، پھر بنو لیث، بنی ضمیر اور بنو سعد بکران کے پیچھے سے قوم اشجع سے تین سو افراد کے ساتھ گذرے، عباس نے کہا حق تعالیٰ نے اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا فرمائی پھر ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! گو یا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گزرے اس نے کہا نہیں۔ ۷

ہنود گرد و شمشاہ عشق پیدا است

اور اگر تو اس لشکر کو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص میں اس لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جاہ و جلال کی افواج اور امتوں کے طبقات کے گذر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ظاہر ہوا تقریباً پانچ ہزار مشہور بہادر مجاہدین و انصاف آپ کے فلک فرما مبارک رکاب کے ساتھ تھے مسلح و متعین اور پیراستہ دادی زرہیں اور ہندی تلواریں لیے تازی گھوڑوں اور عربی اونٹوں پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے ہاتھ پر اسید بن صہیر رضی اللہ عنہما اور وہ سلطان تخت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جلال

ارکان سے گفتگو فرماتے تھے، ابوسفیان نے جب لشکر اسلام کو اس عظمت و جلال کے ساتھ دیکھا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ انتہائی حیرت و دہشت جو اس پر طاری ہو گئی تھی عباس سے کہا میں نے اس قسم کا کبھی کوئی لشکر نہ دیکھا اے عباس تیرے صحیحیہ کاملک قوی اور عظیم ہو گیا، عباس نے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے یہ نبوت و رسالت ہے۔ مملکت و سلطنت نہیں ہے۔

نقل ہے کہ اس روز سعد بن عبادہ کہ انصار کا علم اس کے ہاتھ میں تھا انصار کے ہزار اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے جاتا تھا جب ابوسفیان کے پاس پہنچا آواز دی کہ لے ابوسفیان آج قتل کرنے اور خون بہانے کا دن ہے اور آج وہ دن ہے حرمت اہل حرم کا خیال نہیں کریں گے آج وہ دن ہے کہ حق تعالیٰ قریش کو ذلیل و خوار کرے گا پھر سعد نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا اے گروہ اوس و خزرج آج تم جنگ احد کا بدلہ لے لو گے ابوسفیان نے عباس سے کہا لہ ضداً یوم الزیاد الہلاک، جب سعد ابوسفیان کو خوفزدہ کر کے چلا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص صحابہ سے پوچھا ابوسفیان نے فریاد کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی بات عرض کر کے کہا میں خدا تعالیٰ کو اور اپنی قرابت کو شفیع کرتا ہوں کہ ان کے خون سے درگزر فرمائیں اور اپنے اقربائے مقلق لطف و احسان کا طریق اختیار کریں کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک، رحیم اور صلہ رچی کرنے والے آپ ہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن عبادہ نے یہ بات سہو اور غلطی سے کہی ہے۔ آج کا دن لطف و مہربانی کا دن ہے آج وہ دن ہے جبکہ حق تعالیٰ قریش کو عزیز کرے گا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے اسی دوران میں عرض کی یا رسول اللہ! ہم سعد سے مطمئن نہیں ہیں خدا نہ کرے کہ قریش کو کوئی تکلیف پہنچائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد کو حکم فرمایا کہ اپنے باپ سے بھنڈا لے لے اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کام کے لیے مقرر ہوئے جب تمام مسلمان ابوسفیان کے سٹنخے سے گزر گئے عباس نے ابوسفیان سے کہا آپ کو مکہ جانا چاہیے اور قریش کو ڈرائیں تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں قتل اور امیر ہونے سے بچ جائیں۔ ابوسفیان بڑی تیزی سے حرم کی طرف روانہ ہوا اس روز لشکر سے اس قدر گرد و غبار اٹھا کہ نماز کے آئینہ کو عظمت کے پردہ میں چھپا دیا آسمان کا رنگ زمین جیسا ہو گیا تھا۔ بیت

زُہم ستورال درآں پہن دشت زمین شش شدہ آسمان گشت ہشت  
 کہتے ہیں کہ ابوسفیان جب مکہ میں لوٹا تو قوم نے دیکھا کہ بڑی تیزی سے آ رہا ہے اور اس کے چہرہ پر  
 غبار پڑا ہوا ہے۔ ابوسفیان کے استقبال کے لیے آئے۔ کہتے ہیں کہ قریش ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی آمد سے باخبر نہیں تھے انہوں نے پوچھا آپ کے پیچھے کون ہے اور یہ گرد و غبار کیسا ہے۔ ابوسفیان نے  
 کہا تم پر افسوس ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جاہ و جلال لشکر جو پہاڑ کی مانند لوہے میں غرق ہیں کے ساتھ  
 پہنچے ہیں۔ ان میں سے اکثریت ان بہادروں کی ہے کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کہا جو شخص  
 میرے گھر میں داخل ہو جائے گا، جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا جو شخص ہتھیار بھینک  
 دے گا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ انہوں نے کہا یہ کیسی خبر ہے جو آپ  
 ہمارے لیے لائے ہیں، اس کی بیوی منہ اس کے استقبال کے لیے باہر آئی اس نے سنا کہ اس کا خاندان  
 یہ باتیں کہہ رہا ہے برداشت نہ کر سکی اس نے اس کی دائی پکڑ لی اور اسے بہت ذلیل کیا اور کہا  
 اہل غالب! اس احمق بڑھے کو قتل کر دو تاکہ پھر ایسی باتیں نہ کرے۔ ابوسفیان نے کہا جو ذلت کی بات  
 میرے ساتھ کر سکتی ہے کہ، خدا کی قسم اگر تو مسلمان نہ ہوئی تو تیری گردن اڑا دیں گے، اپنے گھر میں داخل  
 ہو جا اور دروازے کو بند کر لے تاکہ فوجیوں کے تعرض سے تو محفوظ رہے اقصہ جب ہمایوں شمالی خجستہ  
 خضائل لشکر کے طبقات ذمی طوی میں پہنچے تو اس جگہ تو قتل کیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اشرف مہاجرین و انصار کے ساتھ وہاں پہنچ گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور سپاہ نصرت  
 انتباہ پر پڑی ان کی شوکت و تیاری آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور میں ظاہر ہوئی، ہجرت کے وقت  
 اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کیا کہ کس طرح دشمن سے بھاگے اور خوف و خشیت سے شہر سے باہر نکال  
 دیا اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر سپاہ جوار اور لشکر نامدار کے ساتھ غلبہ کے ساتھ انہیں واپس لائے  
 اسی طرح سوار پیشانی مبارک کو اونٹ پر رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی  
 اس کے بعد فرمایا کہ زیر مہاجرین کے ساتھ اعلیٰ مکہ میں داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم  
 کو خانہ کے نزدیک گاڑ دے اور وہاں سے آگے بڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا  
 انتظار کرے اور فرمایا کہ خالد بن ولید، اسلم و عقیقہ اور بلند مرتبہ بہادروں کے ساتھ مکہ کی ڈھلوان سے  
 داخل ہو اور اپنے بھٹے کو تھامے عمارات میں گاڑیں اور عبیدہ بن الجراح کو اس جماعت کے ساتھ

جس کے پاس ہتھیار نہیں تھے لہٰذا وادی کے راستے روانہ فرمایا اور بغض بغض خاص گروہ کے ساتھ دوسرے راستے سے متوجہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمان دیا کہ کوئی شخص حرم میں مقیم لوگوں سے جنگ نہ کرے اور جنگ و قتال کے لیے ہاتھ نہ نکالے لیکن اگر ضعیف الاعتقاد، کمزور عقل والے اور خود غنائی کرنے والے کم شرمی کی وجہ سے مقابلہ کریں تو ان کا قلع قمع کرنے میں مصروف ہوں۔ نقل ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو، بنی بکر اور بنی الحارث کے دلیروں اور بدیل اور حائس کی جماعت کے ساتھ خالد بن ولید کی آمد سے باخبر ہوئے تو جنگ کے لیے تیار ہوئے اور انہوں نے خالد کا راستہ روک لیا۔ موضع خندم میں فریقین آپس میں ملے اور جنگ شروع کر دی، جنگ عظیم ہوئی اور جنگ کرتے ہوئے خبر درہ تک پہنچ گئے جو مسجد الحرام کے قریب ہے مخالفین کے اٹھائیس آدمی لقمہ تیغ غازیان ہوئے۔ بیس آدمی قبیلہ بنی بکر سے تھے اس بنا پر کہ بنی بکر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے کے میں مظلوم مقتولین کے عوض تھے، خالد بن ولید کی سپاہ سے دو افراد نے شربت شہادت پیا، ایک حبیش بن الاشعر اور دوسرا کرز بن جابر تھا۔

نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے نیزہ دشمنی کی چمک دیکھی کیفیت حال دریافت فرمائی لوگوں نے کہا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن ولید کے ساتھ کوئی جماعت جنگ کر رہی ہے اور خالد مجبوراً ان سے لڑ رہا ہے جب آتش جنگ فرو ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے کہا میں نے تمہیں جنگ سے منع نہیں فرمایا تھا؟ پھر تم نے جنگ کیوں کی خالد نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے جنگ میں پہل کی لامحالہ ان کے ضرر کو دور کرنا ضروری تھا۔ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا قنار اللہ خیر ابن عباس سے روایت ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید تلوار بھینچے اہل مکہ کو قتل کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو خالد کی طرف بھیجا اور وصیت فرمائی ارفح عندہ السیف، قاصد نے آکر کہا اضع فیہم السیف یعنی ان میں تلوار رکھ اور جس پر قابو پائے قتل کر دے پس خالد نے اس روز سترہ افراد کو قتل کیا، بعض تفاسیر میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد پر عتاب کیا کہ باوجود اس بات کے کہ میں نے تمہیں آدمی بھیجا کہ قتل سے ہاتھ روک لے تو نے حکم عدولی کیوں کی خالد نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے قاصد

نے آکر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اضع فیہم السیف آنسرو صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے تجھے خالد کے متعلق کیا کہا تھا اس نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ اضع عنہم السیف۔ میں آپ کا پیغام پہنچانا چاہتا تھا کہ میرے سامنے ایک شخص آیا جس کا سر آسمان کے ساتھ اور پاؤں زمین پر تھے اس نے میرے سینہ پر رکھ کر کہا خالد سے کہو اضع فیہم السیف اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھے اس نیزہ سے ہلاک کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق اللہ وصدق رسولہ۔ جس روز میرے چچا حمزہ کو قتل کیا گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر قریش پر میں نے قابو پالیا تو ان میں سے ستر افراد کو قتل کر دوں گا اس روز حق تعالیٰ نے مجھے روک دیا لیکن آج اس نے وہ بات جو پیغمبر کی زبان سے نکلی تھی چاہا کہ پوری کر دے، یہ قضیہ اسی وجہ سے پیدا ہوا کہتے ہیں کہ اسی اثنائیں مشرکین کی ایک جماعت شکست کھا کر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلی، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا ابوسفیان اور حکم بن خرام چلانے لگے کہ اے سپہ قریش! کیوں خواہ مخواہ خود کو ہلاک کرتے ہو جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو جائے گا امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے گا امن میں ہے بشرکین ہتھیار چھینک کر گھروں میں گھس گئے مسلمانوں نے ان کے اسلحہ کو قبضہ میں کر کے اپنی قوت کا سبب بنایا جب عکرمہ ہصفوان اور باقی اوباشوں نے شمشیر کی ضرب اور مسلمانوں کی یکجہتی دیکھی تو خوفزدہ ہو گئے بعض گھروں کے سواخوں میں گھس گئے اور بعض کو وہ دیباہان کی طرف بھاگ کر زبان حال سے یہ شعر پڑھا۔

صبا بلطف بگواں عن زال اغارا کہ سہ کبہہ بیاباں تو دادہ ماہ

اس جماعت کے حالات انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوں گے۔ القصہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنسرو صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیمہ مقام حجوں میں ڈالیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے اپنے سرا اور جسم کو راستہ کے گرد و خبار سے دھویا اور پاک غسل کر کے زرہ پہنی، سر مبارک پر خود رکھا، حجوں سے خندمہ تک سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے مسلح اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مسجد حرام کی طرف متوجہ ہوئے امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دایں ہاتھ پر اور امیر بن الحصیر بائیں ہاتھ پر تھے بلال بن اماح اور عثمان بن طلحہ نے آپ

کی بھر بانی اختیار کر رکھی تھی۔ محمد بن مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہار کپڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے مکہ پر آنا فتحنا لک فتحاً قریباً۔ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور بنیر احرام باندھے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور اسے اپنی موجودگی کے نور سے منور کیا حجر اسود کو اپنے عصا سے اسیلام کیا اور زبان سے تکبیر کہی۔ اسلامی لشکر نے آپ کی موافقت کی اور تکبیر کے غلغلہ سے ہر بوڑھے اور جوان پر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر مسلمانوں کے حالات دیکھ رہے تھے لرزہ طاری ہو گیا جب مراسم طواف ادا کر کے سواری سے اترے اور کعبہ کو سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے اہتمام سے پاک کر دیا، کتب سیرت کے متون میں تحریر ہے کہ اس دن کعبہ کے اطراف و جوانب میں مشرکین نے تین سو ساٹھ بت نصب کر رکھے تھے اور ہبل سب سے بڑا بت تھا، شیطان نے ان بتوں کے قدموں کو قلعی کے ساتھ زمین میں ہموار کیا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے یا لکڑی کے ساتھ جو آپ کے دست مبارک میں تھی اس بت کی طرف اشارہ کیا اور فرماتے تھے وقل جاء الحق وذهق الباطل اور وہ بت لکڑی لگتے ہی سنگوں ہو جاتے تھے باوجودیکہ ان کے پاؤں قلعی سے مضبوط کیے ہوئے تھے اور کہتے ہیں کہ تمام بت جو مشرکین کے گھروں میں تھے اس روز منہ کے بل گر پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ رساۃ وناطلہ جو دو بت تھے انہیں توڑ دے اور ایک روایت میں ہے کہ اساف صفا کی طرف منسوب تھا اور نائلہ مردہ کی طرف منسوب تھا اور کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ ایک اصناف بن عمرو جرہم کا ایک مرد تھا اور دوسری نائلہ نامی عورت تھی۔ سہیل بھی قبیلہ جرہم سے تھی انہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا تعالیٰ نے انہیں مسخ کر دیا جو پتھر ہو گئے۔ قریش نے انتہائی جہالت اور گمراہی سے انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ جب وہ دو بت ٹوٹے تو ایک ایک سیاہ عورت نکلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نائلہ ہے اور قیامت تک تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہیں ہوگی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس بت کی طرف اشارہ فرماتے پشت کے بل گر پڑتا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چند بت اسی جگہ پر رکھے ہوئے تھے جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے اور ان بتوں کو اس جگہ پر دیکھا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پائے مبارک میرے کندھے پر رکھیے اور ان بتوں کو گرا دیجئے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تو نبوت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا تو اپنے پاؤں میرے کندھے پر رکھ اور یہ کام علی رضی اللہ عنہ نے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس امر میں مشغول ہوئے وگرنہ نبی، ولی اور فرشتوں سے کس کو یہ مجال تھی کہ یہ گستاخی کر سکتا نقل ہے کہ جس وقت شاہ مردان نے اپنے پاؤں اس شاہباز قدرت، شامہوار قاب قوسین اور پیشوائے کل مخلوقات عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھا آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ اے علی! خود کو کیسی جگہ میں محسوس کرتے ہو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ پر دے اٹھ گئے ہیں اور میرا سر عرش کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں اگرچہ تمام آسمان ہو میرے قبضہ اقتدار میں آسان ہے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا عمدہ ہے تیرا دقت کہ حق کا کام کرتا ہے اور کیسا عمدہ ہے میرا حال کہ حق کا بوجھ اٹھاتا ہوں۔ بیت

کار خود است جانناں بار غمت کشیدن خوشوقت آنکہ وارد ایگونہ کار دباے

اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اے علی! تم اپنے مقصد تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی جب بتوں کو زمین پر گراتے تھے خود کو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے سے نیچے گرا دیا اور سکرانے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکرانے کا سبب دریافت فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس لیے سکرایا ہوں کہ میں نے اتنی جگہ بند سے گرایا ہے اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تجھے کیسے تکلیف پہنچ سکتی تھی کہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا اور جبرائیل علیہ السلام نے اتارا۔ لطیفہ کا نہ تعالیٰ یقول، اے میرے بندے آج میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔ وحمدنا ہم جس جگہ اٹھانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اتارنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تو علی رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی جس جگہ اٹھانے والا اور اتارنے والا میں ہوں گا۔ امید دار رہو کہ کوئی مشقت تجھے نہیں پہنچے گی۔ اولنک بہم الدمن و ہم معتمد ون اور اس باب میں اہل اشارت نے کئی باب بیان کیے ہیں اول حضرت علی کے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر آنے میں تین حکمتیں ہیں۔

چلی حکمت یہ ہے کہ نبوت کی قوت ولی کی ولایت سے زیادہ ہوتی ہے ولی نبی کے بوجھ کو نہیں  
 اٹھا سکتا۔ لیکن نبی ولی کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا ہتھوڑا سا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے خود بیان فرمادیا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم کے شہرتھے اور انامدینہ عالم  
 اور علی اس شہر کے دلی باہیا۔ قاعدہ یہ ہے کہ دروازے کو شہر پر لگاتے ہیں شہر کو دروازہ پر نہیں  
 بناتے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ  
 حصب جہنم۔ اس فرمان کے تقاضے کے مطابق بت دوزخ کا ایندھن اور جہنم کی آتش  
 کو بھڑکانے والے ہیں۔ ہمارے آقا دولاصلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت تھی کہ آپ کا دست مبارک  
 جس کو چھو جاتا آگ اس پر اثر نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ بہت روایت میں آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم خیر النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ تنور میں  
 روٹیاں پکا رہی تھیں آپ کا تن نازنین آگ کی حرارت سے بخار والوں کی طرح گرم تھا خواجہ عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدد و اعانت کے طور پر چند روٹیاں تنور میں لگائیں فی الجملہ وہ  
 روٹیاں جو فاطمہ الزہراء نے تنور میں لگائی تھیں پکی ہوئی نکلیں اور وہ روٹیاں جو آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے لگائی تھیں کچی نکلیں فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیرت سے انگلی منہ میں دابی اور تعجب  
 کیا، اس میں کیا حکمت ہے کہ عورتیں جو ناقصات العقل والدین ہیں ان کی روٹی سچی ہونی نکلے  
 اور آپ کی روٹی کچی، وایکم مثلی ابیت عند ربی، کی کچی روٹی بڑا مشکل واقعہ ہے  
 کہ نا پختہ لگائے تو پک جائیں۔ اور پختہ لگائے تو کچی اس پر خواجہ عالم جو کہ مشکلات کو حل کرنے  
 والے ہیں نے فرمایا اے فاطمہ تعجب نہ کریں یہ بھی ہمارے معجزہ کا کمال ہے کہ روٹیوں نے ہمارے  
 ہاتھوں کو چھونے کا شرف حاصل کیا ہے، ہر وہ چیز جس کو ہمارا ہاتھ چھو جائے اس پر آگ  
 اثر نہیں کر سکتی ممکن ہے اسی مدعا پر ابو داؤد کا دسترخوان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 دست مبارک ایک مرتبہ اس سے چھو اٹھا، جب بھی وہ میلا ہو جاتا آگ میں ڈال دیتا اس کی  
 میل آگ سے جل جاتی اور دسترخوان آگ سے سفید ہو جاتا اور صاف ستھرا باہر نکلتا، اسی طرح  
 اگر اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سوار ہوتے اور بتوں  
 کو اپنے دست مبارک سے گراتے آپ کی ہتھیلی کے چھونے کی برکت سے بت آگ سے محفوظ



ہو جاتے اور فرمان انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم نافع نہ ہوتا۔  
اس بات میں نکتہ یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جو روٹی ایک مرتبہ لگتی  
اسے آگ تصرف نہیں کرتی۔ بندہ مومن کا دل جو پچھین سال مدت اسی کے قبضہ میں منقلب ہے  
قلب المؤمن من الاصبغین من اصابع الرحمن یعلیٰہا کیف یشاء۔ اگر  
آتش دوزخ سے محفوظ اور نابِ فراق سے مصون ہو تو کیا تعجب۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ کافروں  
نے وہ تمام بہت خانہ کعبہ میں رکھے چونکہ وہ ان ظہورِ یسیتی سے شرف حاصل کیے ہوئے تھے۔  
بتوں کی آلودگی سے اس اضافت سے باہر نہیں نکلا۔ بندہ مومن کا دل جو کہ ولکن یعلیٰ عبدک  
کی اضافت کا شرف حاصل کیے ہوئے تھا اگر گناہ اور مصیبت سے بیگانہ نہ ہو تو کیا عجب،  
تیسرا اشارہ یہ ہے کہ وہاں کعبہ میں تین سو ساٹھ بت انہوں نے رکھے تو بھی اس کی خدا تعالیٰ  
کی طرف اضافت ختم نہیں ہوئی یہاں ہر دن رات میں تین سو ساٹھ مرتبہ ہر بانی کی نگاہ سے  
بندہ مومن کے دل کو تقویت دی ہو تو اس کی اضافت اور اخصاص کیسے ساقط ہو سکتا ہے  
اس باب میں ایک نقل سینے نقل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں سے گزار رہے تھے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے آگے چلتے تھے اور حضرت ہارون ان کے پیچھے اور بنی اسرائیل  
ان دونوں کے درمیان، پانی کو ان دونوں کی برکت سے یہ مجال نہیں تھی کہ قوم کے جسم کا ایک  
بال بھی ٹیڑھا ہوتا۔ اسی طرح یہ کبات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا روز ہو گا اور رب العزت  
جل علا سے خطاب ہو گا کہ اے محمد! تو نے خود علی کو کہا تھا انت بمنزلہ ہارون من  
موسیٰ کے ہاں خدا وندا، حق سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے اب تدبیر یہ ہے کہ جب تیری  
امت کو قیامت کے روز دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہے، علی اور تم میں سے کسی ایک کو آگے  
اور دوسرے کو پیچھے ہونا چاہیے۔ اور امتیوں کو درمیان میں جگہ دینی چاہیے۔ تاکہ آگ کو یہ  
مجال نہ ہو کہ تیری امت کے ایک بال کو بھی جلائے۔ رجعتنا الی الحدیث نقل ہے کہ  
جب شاہ مردال کرم اللہ وجہہ نے اس بڑے بت کو جو سب سے اونچی جگہ پر رکھا ہوا تھا  
اور اسے مہل کہتے تھے زمین پر گرا کر توڑ دیا اور پارہ پارہ کر دیا۔ زیرین العوام نے ابوسفیان کی  
طرف متوجہ ہو کر کہا بت مہل جس پر احد کے روز تو فخر کرتا تھا اور اس کی شان کی عظمت کا خواہشمند

تھا کہ اعلیٰ سبیل کہا، اب وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، ابوسفیان نے کہا مجھ سے ہاتھ اٹھالے اور مجھے ملامت نہ کر۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا کوئی شریک ہوتا تو یقیناً اس صورت حال کے علاوہ اور صورت حال ہوتی۔ نقل ہے کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کی کنجی سلافہ بنت سعد کے پاس تھی جس کے کنجی لڑکے جنگ احد میں قتل ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد الحرام میں توقف فرمایا۔ بلال کو عثمان بن طلحہ کے ساتھ جو کہ سلافہ کا لڑکا ہے کنجی طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ عثمان نے والدہ کے پاس جا کر کنجی طلب کی اس کی والدہ کنجی دینے میں تاخیر کرتی تھی اور اس کا خیال تھا کہ کنجی لے کر اسے واپس نہیں دیں گے۔ ہر چند عثمان نے بہت عاجزی و انکساری سے اصرار کیا۔ منت سماجت کی اس کی والدہ تاخیر کرتی رہی جب بلال اور عثمان کو گئے ہوئے دیر ہو گئی۔ اور طلال ہونے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو بھیجا وہ حسب فرمان سلافہ کے گھر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ اے عثمان جلدی باہر نکلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ سلافہ کو جب معلوم ہوا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کنجی کے لیے آئے ہیں تو اس نے چابی اپنے لڑکے کو دے دی۔ کیونکہ بنی تمیم اور بنی عدی کے لے جانے سے بہتر ہے کہ تو لے جائے۔ حضرت ابو بکر کا سلسلہ بنی تمیم اور حضرت عمر کا بنی عدی سے ملتا ہے۔ جب حضرت عثمان کلید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا کہ چابی لے لیں۔ حضرت عباس بن حضرت عبدالمطلب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ نے زمزم کے پانی پلانے کو میرے سپرد کر رکھا ہے خانہ کعبہ کی دربانی بھی میرے سپرد کیجیے۔ عثمان نے جب یہ سنا تو چابی دینے میں متوقف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمان نے جب کنجی دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت عباس نے اپنی درخواست کو پھر دہرایا۔ حضرت عثمان نے پھر ہاتھ کھینچ لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان اگر خدا تعالیٰ اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو تو کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمان نے کہا یہ لیجیے۔ یا مامنہ اللہ۔ پھر خانہ کعبہ کو کھولا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں داخل ہوئے اور غازاد افرامی - دوسری روایت یہ ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو عثمان بن طلحہ کے ساتھ بھیجا تاکہ ملائکہ اور انبیاء کی تصویروں کو جو کفار نے خانہ کعبہ

کی دیواروں پر بنائی ہوئی تھیں۔ مٹادیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصویروں کے علاوہ دوسری تصویروں کو مٹا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بلال، اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے انہوں نے دروازہ بند کر دیا تاکہ لوگ اتر دھام نہ کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان دو پیغمبروں کی تصویروں پر پڑی فرمایا اسے عمر! میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ ان تصویروں کو محو کر دے اس قوم پر خدا کی لعنت ہو وہ چیز جسے انہوں نے پیدا نہیں کیا اس کی تصویر بناتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ قمار کے تیز نگار کی صورت میں ان کے ہاتھوں میں بنائے ہوئے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتلم اللہ، یہ لوگ شاید نہیں جانتے کہ یہ پیغمبر ہیں کبھی جو انہیں کھیلے پس آپ نے قدسے زعفران طلب کیا اور ان تصویروں کو اس زعفران سے مٹا دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پانی کا ڈول منگوا کر ان تصویروں کو دھو دیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر خانہ کعبہ کی دہلیز پر کھڑے ہوئے اور دروازے کی دونوں سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا، کھنچی آپ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند قدم آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ خانہ کعبہ کی کلید برداری کو اہلبیت کے سپرد کیجئے جیسا کہ شعایہ زرم عطا کیا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرما کر کہا کھنچی لے لو آج دنا کا دن ہے اور بعض روایات میں وارد ہے کہ فرمایا خذوها یا بنی طلحہ یا ملدۃ لا یتزعننا عنکم الی ظالم۔ از باب سیرت نے بیان کیا ہے کہ آیا کریمہ ان اللہ یا مرسو ان توؤد الامانات الحہ اھلہا۔ اسی مقام پر نازل ہوئی پھر حضرت علی سے کہا کہ میں تمہارے سپرد ایسا کام کرتا ہوں کہ اس کام سے تمہارا نفع لوگوں کو پہنچے گا نہ یہ کہ لوگوں سے تمہیں نفع حاصل ہو۔ پھر حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت با برکت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور کھنچی کو اپنے بھائی شیبہ کے سپرد کر دیا جو اب تک کعبہ کی کھنچی آل شیبہ کے ہاتھ میں ہے۔

نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے دروازہ پر سلاخوں پر رکھا ہوا تھا تو قریش کے اکثر و بیشتر سردار وہاں صاف بستہ کھڑے تھے ان پر خوف طاری تھا کہ نہ معلوم ان

کے لیے کیا حکم صادر ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبیدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب فرمایا کہ ما ذاقولون وما تظنون تم کیا کہتے اور کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اہل مکہ نے جواب دیا کہ نقول خیرا ونظن خیرا اخ کریم وابن اخ کریم وقد قدرت یعنی ہم کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ کریم کے بھائی، کریم کے لڑکے ہیں اور ہم پر قدرت پائی ہے چونکہ قریش نے اس گفتگو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ اور ان کے بھائیوں کے جرائم سے درگزر کرنے کی طرف اشارہ کیا تھا لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح جواب دیا فانی اقول ما قال اخ یوسف لا تشرت علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اور یوں فرمایا اذھبوا فانتم الطلقاء۔ جاؤ تم آزاد کیے ہوئے ہو اس کے بعد اتھالی فصیح وبلغ خطبہ پڑھا جو نصح مواعظ پر مشتمل تھا جاہلیت کی رسوم و عادات کو اکھاڑ پھینکا۔ احکام قصاص۔ دیات مغلطہ اور مخففہ خطا اور عمدہ کو بیان فرمایا اسلام سے پہلے کے دعویوں کو باطل قرار دیا۔ جاہلیت آباد اجداد کے ساتھ جاہلیت کا فخر و غرور اور نسبت کے ذریعہ بڑائی کو منع فرمایا اور فرمایا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے پر بزرگی اور فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے اور یہ آیت پڑھی یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شوعبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔ اور جب ظہر کا وقت آگیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا، اس نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز کے لیے اذان کہی، جب مشرکین نے بلال کی آواز سنی ان میں سے بعض جیسے اسیر بن خالد جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفوان شہاب میں والی مکہ کیا۔ ابو جہل کا بھائی حارث بن ہشام اور حکم بن عامر نے نامناسب باتیں کہیں ابو سفیان بن حرب جو کہ وہاں موجود تھا کہا میں تو کچھ نہیں جانتا کیونکہ میرا خیال ہے کہ مکہ کے سنگریزے بھی اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک کی بات سے آگاہ کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو طلب فرمایا جو کچھ انہوں نے کہا تھا ایک ایک

بیان فرمایا اور ہر ایک کی طرف خطاب فرمایا۔ اسے فلاں تو نے یوں کہا وہ شرمندہ ہوئے اور زبان سے کلمہ توحید پڑھ لیا، ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کچھ نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور اس کی تصدیق کی اس کے بعد کوہ صفا پر گئے اور اس پر اس قدر چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھائی دینے لگا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور واہب العظیبات جبل و علا کے حضور میں رفع حاجات کی درخواست کی پھر اسی جگہ بیٹھ گئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ قریش کے ایک ایک آدمی کو لاتے وہ بیعت کرتے تھے۔ ہر دہل کے بعد عورتوں کی باری آئی عورتیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے شرف ہوئیں اور کہتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ چادر کا ایک کونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں پکڑا ہوا تھا اور دوسرا کوز عورتوں کے ہاتھ میں دیا تھا اور آیت کریمہ کے تقاضا کے مطابق کہ یا ایہا النبی

اذا جاءک المؤمنات یتابعنک ان لالیست کن باللہ شیئا ولا لیسرقن ولا ینزینن

آخر سورت تک ان کو وصیت فرماتے تھے۔ فارغ ہونے کے بعد حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لائے وہاں غسل کیا اور چاشت کی نماز ادا فرمائی۔ اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ یوم فتح کے دوسرے روز ہوا تھا یا ظہر کی نماز کے لیے حضرت بلال کو دوسرے روز اذان کا حکم ہوا تھا

واللہ اعلم۔ پھر اپنی قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد شعب ابی طالب کی حالت :- میں چھاؤنی بنائی ہوئی تھی تاکہ اس شعب ابی طالب اور حنیف بنی کنانہ

جگہ کو دیکھیں اور گذشتہ مصائب کو یاد کریں اور فتح مکہ کی نعمت اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے پر شکر ادا کریں۔

یوسف گم گشتہ باز آید بکیناں غم مخور      کلبہ اخوان سود روزی گلستاں غم مخور

گہ بہار عمر باشد باز در صحن چمن      چتر گل در سرکش ای مرغ خوشحال غم مخور

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اہل مکہ کے قتل سے منع فرما دیا اور ان پر احسان اور مہربانی فرمائی، انصار نے ایک دوسرے سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم اور خاندان پر احسان اور مہربانی کی اور مراحم شفقت و مہربانی کو روا رکھا اپنے شہر کی رعایت کی

وہ اسی گفتگو میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے اور جب وہ آثار ختم ہوئے تو انصار سے خطاب فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاشا وکلا کہ میں اس طرح کروں میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اور اس شہر سے میں نے تمہاری طرف ہجرت کی ہے میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت ہے۔ انصار رونے لگے اور عرض کی ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دوستگی رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اور اس کا رسول اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تمہاری معذرت قبول کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے **شامان رسول کے متعلق حکم** :- گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کو جہاں بھی پائیں قتل کر دیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان گیارہ مردوں میں سے اول عبد العزی بن خنظل تھا لوگوں کو اسے قتل کرنے کا حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ فتح مکہ سے پہلے وہ مدینہ گیا اور مسلمان ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اس کے بعد آنسرہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا اس خزاعی مرد نے اس کی خدمت گاری کے شرائط ادا کیے ایک روز ابو خنظل نے خزاعی سے کہا کہ وہ کھانا میا کرے جب وہ نیند سے بیدار ہو گا تو کھائے گا۔ خزاعی نے اس سلسلہ میں سستی کی۔ ابو خنظل بیدار ہوا اور کھانا نہ پایا اس نے خزاعی مرد کو فارغ البال سوئے ہوئے دیکھا اس واقعہ سے اس کے غصے کی آگ بھوک کی آگ سے مل گئی نفس امارہ نے اسے ابھارہ یہاں تک کہ اس بیچارے کو قتل کر دیا۔ وہ ڈرا کہ اگر وہ مدینہ جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قصاص کا حکم فرمائیں گے اس وجہ سے دین سے مرتد ہو کر صدقہ کے جانوروں کو ہانک کر مکہ لے گیا۔ فتح مکہ کے روز مسلح ہو کر لشکر اسلام کے مقابلہ کے لیے نکلا اور خالد بن ولید سے معرکہ میں فرار ہو کر خانہ کعبہ میں پناہ لی، جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کی سنت ادا کر رہے تھے ایک صحابی اس سے مطلع ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یہ رہا ابن خنظل، خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ چٹھا ہوا ہے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے اسی جگہ قتل کریں حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ اسی جگہ مقتول ہوا اور کہتے ہیں

کہ ابو برہ سلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ دوم عبداللہ بن سعد بن ابی السرح امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کتابت وحی کیا کرتا تھا، قرآن کے لکھنے میں خیانت اور تبدیلی کلمات کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھا ایک مرتبہ اس نے کہا محمد نہیں جانتے اگرچہ وہ کہتے ہیں۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں ان کے لیے لکھتا ہوں بلکہ وحی جس طرح ان پر اترتی ہے مجھ پر بھی اترتی ہے اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خیانت سے مطلع ہو گئے ہیں مکہ میں بھاگ گیا اور فتح مکہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پناہ کی درخواست کی اور ان کو اپنا سفارشی بنایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خون معاف کرائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چند روز کے بعد اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور اس کی والدہ کے اپنے اوپر حقوق کا ذکر کر کے درخواست کی کہ اس کے خون سے درگزر فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا جب حضرت عثمان نے چند مرتبہ درخواست کی کوئی جواب نہ سنا آخر کار اس بہترین مخلوقات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے نزدیک جا کر مبارک اپنی بغل میں لے لیا اور کہا یا رسول اللہ! عبد اللہ کو آپ نے امان دے دی اس سلسلہ میں بہت تضرع و زاری کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، جب حضرت عثمان اور عبداللہ مجلس سے باہر چلے گئے تو حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا تم میں سے کسی ایک کے لیے کیا رکاوٹ تھی کہ اٹھ کر اس کتے کا خون بہا دیتا۔ عباد بن بشر نے کہا یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں منتظر تھا کہ آپ گوشہ چہنم سے اشارہ فرمائیں اور اگر میں کچھ بھی اشارہ سمجھ جاتا تو اس کی گردن پر تلوار مارتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پیغمبر کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ گوشہ چہنم سے خیانت کرے کہتے ہیں کہ جب عبداللہ نے امان حاصل کر لی پھر ایمان لایا لیکن شرمندگی کی وجہ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا بھاگ جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی جب آپ کو دیکھتا ہے بھاگ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں نے اس سے بیعت نہیں لی اسے امان دے دی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہاں، جب اسے وہ جرم عظیم یاد آتا ہے تو وہ

نظر کی تاب نہیں لاسکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاسلام یعموماکان قبلہ  
حضرت عثمان نے ابن السرح سے یہ کہا اس کے بعد لوگ جب زیارت کے لیے آتے کبھی خود کو  
ان کے درمیان چھپا لیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا۔ سوم عکرم بن ابی جہل تھا حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کو ایذا رسانی اور گستاخی کا قصہ مشہور ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا تھا  
کیونکہ اسے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دے دیا ہے ساحل  
سمندر کی طرف بھاگ گیا کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھوں شہید ہوئے  
تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے بسم فرمایا حاضرین  
متعجب ہوئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقام پر بسم فرمانا حکمت  
سے خالی نہیں فرمایا میرے بسم کا سبب یہ ہے کہ آئینہ غیب میں میں نے دیکھا ہے کہ قاتل اور  
مقتول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ صحابہ کی حیرانی اور بڑھ گئی کیونکہ  
کفر کے اندر اس قدر شدید تھا کہ اس کا مسلمان ہونا انہیں ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ جب وہ ساحل پر گیا  
اور کشتی میں بیٹھ گیا تاکہ وہ یمن چلا جائے قدرت الہی سے بجلی کر ٹکی اور سمندر میں مارنے لگا۔  
اہل کشتی زاری کرتے ہوئے اس کے پاس آئے کہ بظاہر اس امر کے ظہور کا سبب تیرا اس کشتی میں  
میں آنا ہے۔ اخلاص اختیار کر تاکہ ہم اس سختی سے نجات حاصل کر لیں اس نے کہا مجھے کیا کرنا  
چاہیے انہوں نے کہا کہ بول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں  
خدا تعالیٰ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس بات سے اسے تنبیہ حاصل ہوئی اس کے بعد  
اس نے دیکھا کنارہ پر ایک عورت نے سر سے چادر اتار کر لکڑی کے سر سے پر رکھی ہے اہل کشتی  
نے لنگر ڈال دیا۔ عکرم چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر آیا اس نے دیکھا کہ ام حکیم اس کی بیوی ہے حالانکہ  
ام حکیم بیعت کر کے مسلمان ہو گئی تھی، اس نے کہا اے عکرمہ! میں سب سے زیادہ کریم اور کامل  
ترین انسان کے پاس سے آئی ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات  
جس قدر کہ اس کی طاقت تھی بیان کیے پھر کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی  
کہ میرا چچا زاد بھائی آپ کے خوف سے بھاگ کر یمن کی طرف گیا ہے۔ آپ کے مکالمہ اخلاق  
سے میری درخواست ہے کہ اسے امان دے دیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے خدا تعالیٰ کی



امان میں دیا۔ ہر شخص جو اس تک پہنچے اسے چاہیے کہ اس سے تعرض نہ کرے اب لوٹ چل کر تجھے حاصل  
گئی ہے۔ عکرمہ نے کہا تو نے ان سے امان طلب کی اور انہوں نے میری اس ایذا اور ضرر سانی کے  
باد وجود امان دے دی۔ ام حکیم نے کہا ہاں ان کا کرم اس سے بھی زیادہ ہے کہ کوئی شخص اسے بیان کر  
سکے۔ اللہم وصل علی محمد نبی الرحمة وشفیع الامة صل اللہ علیہ والہ  
وسلم وعلی جمیع الانبیاء والرسولین۔ پھر کہا اے عکرمہ جلدی کر اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر  
اور کلمہ الحور احمد کہہ کر مکہ واپس آگیا۔ کہتے ہیں کہ عکرمہ کو راستہ میں ام حکیم کے ساتھ مباشرت کی رغبت  
ہوئی۔ اس نیک عورت نے اس کی درخواست کو رد کر دیا اور کہا میں مسلمان ہوں اور زیور ایمان سے  
آراستہ ہوں اور تو ابھی مشرک اور نور عرفان سے خالی ہے تو حقوق شوہری سے اس وقت تک تمتع  
نہیں ہو سکتا جب تک مسلمان نہ ہو جائے۔

جب عکرمہ مکہ کے قریب آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی آمد کا المام ہوا۔ دوستوں سے  
فرمایا۔ یا تیکم عکرمہ بن ابی جہل مومنًا مهاجرًا فلا تستبوا ابا۔ یعنی عکرمہ بن ابی جہل اس  
حال میں تمہارے پاس آیا ہے کہ مومن و مہاجر کی تحریر اس کے منشور اعمال پر لکھی ہوئی ہے۔ کسی شخص  
کو اس کے باپ کا نام برائی سے نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ مردہ کا عیب بیان کرنے سے زندوں کو عار  
آتی ہے اور مردہ سے کوئی بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔ اسی اشار میں ام حکیم اپنے چہرے پر پردہ ڈالے ہوئے  
اپنے خاوند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازہ پر آئی اور کہا یا رسول اللہ! میں عکرمہ  
کو لے آئی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوشی سے اس طرح اپنی جگہ سے اچھلے کہ چادر آپ کے  
دوش مبارک پر گر گئی۔ عکرمہ نے اگر دست بوسی کا شرف حاصل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے  
اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے محمد! یہ عورت کہتی ہے کہ آپ نے  
مجھے اپنے غم سے امان دے دی ہے اور بے خوف کر دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبح  
کہتی ہے تو میری امان میں ہے عکرمہ نے کہا لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ وانک  
عبدة ورسولہ۔ پھر انتہائی شرمندگی سے سر جھکا کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ  
سب سے زیادہ پچھے اور از روئے ظلمت سب سے زیادہ نیک ہیں ہم اپنی انتہائی بدبختی، شقاوت  
اور نادانی سے آپ کے دعویٰ کو جھٹلاتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تمہارا سوال

ہوگا اور مجھ سے ہوگا میں اسے پورا کروں گا۔ عکرم نے کہا یا رسول اللہ میری درخواست یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ہر وہ عداوت جو میں نے آپ کے ساتھ کی ہے اور ہر وہ اقدام جو کفر کے بلند کرنے اور مشرکین کو تقویت کے لیے آپ کی دشمنی کے راستہ میں جو قدم اٹھایا ہے وہ معاف کر دے اور اس قدر بے ادبی اور گستاخی جو آپ کے صحابہ کے ساتھ ہنورا اور غیبت میں مجھ سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ درگذر فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے دعا فرمائی اور کہا میں تمہاری آمد سے خوش ہوا ہوں عکرم نے کہا خدا کی قسم! ہر وہ قدم جو میں نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے لیے اٹھایا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے دوگنا وقت خدا تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے صرف کروں اور ہر جنگ جو خدا تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ کی ہے اس سے دوگنی اس کے دشمنوں کے ساتھ بجا لاؤں۔ کہتے ہیں کہ جب عکرم دولت ایمان سے مشرف ہوا اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے کمر بستہ ہوا اور کفر و فساد کی آگ کو بجھانے کے لیے انتہائی کوشش کی مسلمان ہوتے ہی جس جگہ بھی مکہ میں اسے بت کا گمان تھا توڑ دیا اور قواعد دین کو مستحکم کرنے میں بڑی کوشش کی۔ یہاں تک کہ غزوہ اخبارین میں شہید ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو تھا حویرث بن لقید تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سچو کیا کرتا تھا فتح مکہ کے روز اس نے اپنے خون کے مباح ہونے کا سنا تو اپنے گھر میں دروازہ بند کر لیا اور گھر میں چھپ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر آئے اور اس کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا جنگل کو چلا گیا ہے۔ حویرث کو جب معلوم ہوا کہ اس کو تلاش کر رہے ہیں تو وہ اتنی دیر بٹھرا رہا کہ حضرت علی چلے گئے وہ باہر نکلا تاکہ دوسرے مکان میں چھپ جائے۔ اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی آپ نے اس کی گردن مار دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پورا کر دیا۔

پانچواں مقیس بن حنابہ تھا اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن حنابہ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ غزوہ مرایسح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتا تھا سنی عمر بن عوف کے ایک انصاری نے خیال کیا کہ وہ مشرک ہے اسے غلطی سے قتل کر دیا۔ مقیس مدینہ میں آیا اور اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کیا چونکہ وہ غلطی سے قتل ہوا تھا دیت کا حکم ہوا۔ دیت لینے کے بعد

مغیس مسلمان ہو گیا۔ پھر دیت لینے کے باوجود اس انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ لوٹ گیا  
فتح مکہ کے روز ایک کونہ میں بیٹھ کر شراب پی رہا تھا۔ یثرب بن عبد اللہ شیشی کو اس کی خبر ہوئی  
اس نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

چھٹا ہبار بن الاسود تھا اس کا خون مباح ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
اس سے بہت ایذا پہنچی تھی اس کی ناپسندیدہ حرکات میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت زینب بنت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان ابو العاص بن الربیع جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی ہو گئے  
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے اس شرط پر مکہ بھیجا کہ جب وہ مکہ  
میں جائے تو حضرت زینب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دے۔ چنانچہ اپنی جگہ یہ بیان  
ہوا جب ابو العاص نے زینب کے لیے ہودج ترتیب دے کر ابو رافع حولائی جسے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت زینب کو لانے کے لیے بھیجا تھا ہبار نے ان کا راستہ روک کر حضرت زینب بنت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارا حضرت زینب ہودج سے گر پڑیں اور ان کا محل ساقط ہو گیا اور  
بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری سے فوت ہوئیں۔ اس کے اس فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر  
غصہ میں تھے کہ اہل مکہ کی طرف سر یہ بھیجنے لگے تھے اس موقع پر اہل سر یہ سے فرمایا اگر تم ہبار پر قابو  
پاؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو پھر اسے قتل کر دو جب مکہ میں تشریف لائے ہر چند اسے تلاش  
کیا مگر وہ نہ ملا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں لوٹ آئے ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے  
درمیان تشریف فرما تھے کہ ہبار نظر آیا اور پکارا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام کا اقرار کرتے  
ہوئے حاضر ہوا ہوں یقیناً میں اس سے پہلے ذلیل اور خوار تھا اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ  
ایک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور آپ کی نظر میں گنہگار  
اور شرمسار ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور اس کے اس عذر پر شرم آئی کہ اسے  
عتاب نہ کریں پس اس کے اسلام کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ اے ہبار میں نے تجھے معاف کر دیا اور  
تیرے گزشتہ گناہوں اور جرائم سے درگزر کیا۔

ساتواں صفوان بن امیہ تھا اسے جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا  
خون مباح قرار دے دیا ہے تو مکہ سے بھاگ گیا اور ارادہ کیا کہ ساحل سمندر کے راستہ خود کو

بچائے۔ عمرو بن وہب جمعی نے صورت واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے درخواست کی کہ اسے امان دے دیں اس کی درخواست قبول ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو ماہ کے لیے امان دے دی۔ عمر نے صفوان کے پیچھے جا کر اسے خوشخبری سنائی۔ صفوان اس سے متعجب ہوا اور کہا خدا کی قسم! میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک محمد سے کوئی نشانی میرے پاس نہیں لاتے۔ عمر واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ صفوان خود کو بساط قبولیت سے بہت دور دیکھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی طلب کی ہے تاکہ واپس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک عمر کو دے کر صفوان کے پاس بھیجا جب عمر نے نشانی اس کے پاس پہنچائی اس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ عمر کتنا ہے کہ آپ نے مجھے دو ماہ کے لیے امان دی ہے اس کی بات واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے چار ماہ کی امان دی۔ صفوان مشرک ہونے کے باوجود غزوہ حنین اور طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ مراجعت کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موضع جبرانہ میں پہنچے اس کا گزر ایک گھاٹی پر ہوا جو چوپائیوں سے بھری ہوئی تھی صفوان نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں اس قدر نظر ڈالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رغبت کو دیکھ کر فرمایا اے صفوان! ان تمام کو میں نے تجھے بخشا۔ صفوان اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضہ تصرف میں لایا اور کہا ما طابت نفس احد مثل هذا الا نفس نبی۔ اور اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

آٹھواں حارث بن طلاطلہ تھا وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والوں میں سے تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت علی نے اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔

نواں کعب بن زہیر تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچو کما کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے بھاگ کر جان بچائی۔ آخر کار اپنے بھائی بحیر بن زہیر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی بحیر کو بھیجا تاکہ معلوم کرے کہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام کو قبول فرمائیں گے اور اس کے خون سے درگزر کریں گے۔ بحیر آ کر دولت اسلام سے مشرف ہوا اور کعب کے پاس اطلاع بھیجی کہ آ کر مسلمان ہو جا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیں گے۔

پس وہ اسی روز خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ کعب آیا اور مسلمان ہوا اور یہ قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا۔

ان الرسول سيفـ ليتفاديه سنهل من سيفوف الله مسلول  
اعنى ان رسول الله اوعدنى والعفو عند رسول الله مامول

آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا دیکھو کیا کتاب ہے اور کہتے ہیں کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور انعام کے طور پر اسے چادر پہنائی۔ وہ ۹ھ میں مسلمان ہوا۔  
دسواں وحشی، حضرت حمزہ کا قاتل تھا۔ مسلمان اس کے قتل کے بہت آرزو مند تھے۔

فتح مکہ کے روز وہ طائف کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ہی رہائش پذیر تھا کہ طائف کا ایک وفد خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰت و اچمل التحیات کی خدمت میں جاتا تھا ان کے ساتھ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا اور کہا استہدان لاله الا اللہ وانک رسول اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وحشی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کر۔ جب اس نے کیفیت قتل حمزہ بیان کر دی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوبارہ میرے سامنے نہ آنا، وحشی کتاب ہے کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا بھاگتا تھا۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمان جنگِ مسلمہ کے لیے جا رہے تھے میں نے ان کے تھا موافقت کی اور وہ عرب جس کے ذریعہ

حمزہ کو شہید کیا تھا مسلمہ پر پھینکا اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے پشت سے نکل گیا اس کے پیچھے انصار کا ایک مرد آیا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ مجھے یہ معلوم

نہ ہو سکا کہ وہ میرے عرب سے یا اس کی تلوار کی ضرب سے قتل ہوا لیکن میں نے سنا کہ عورت چھت کے اوپر سے جھتی تھی کہ سیاہ غلام نے مسلمہ کو قتل کر دیا۔ وحشی سے منقول ہے کہ اس

نے کہا قلت خیر الناس فی الجاہلیۃ و قلت شر الناس فی الاسلام اور ایک دوسری روایت حبشی کے ایمان لانے کی کیفیت میں اس طرح وارد ہے کہ ابن عباس رضی اللہ

کہتے ہیں کہ حبشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے آپ امان دیں تاکہ میں خدا تعالیٰ کا کلام سنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ تیرے امان طلب

یہ بغیر میں تھے دیکھیں لیکن چونکہ تو امان کا طالب ہے میں نے تجھے امان دی تاکہ حق تعالیٰ کا کلام سنے اور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس کے سامنے پڑھی۔ ان اللہ لا یعفران لیشرک بہ و یعفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ وحشی نے کہا مغفرت اس کو مشیت کے ساتھ دالستہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھے بخشے گا یا نہیں اس سے بہتر چاہیے تاکہ صالح کروں پھر آیت آئی والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخرو لا یقتل النفس الہی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔ وحشی نے کہا میں نے شرک کیا ہے۔ خون ناحق بہایا ہے اور زنا بھی مجھ سے ہوا ہے۔ کیا ان سب باتوں کے باوجود خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً۔ وحشی نے کہا توبہ کے بعد عمل صالح کو شرط قرار دیا ہے۔ ایمان کی میں ضمانت دیتا ہوں لیکن عمل صالح کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ عمل صالح کر سکوں گا یا نہ کر سکوں گا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے۔ قل یا عباد الذین اسرفو علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ لا یعفر الذنوب جمیعاً انہ لہو العنصور الرحیم۔ وحشی نے کہا مجھے اور کوئی عذر اور قید معلوم نہیں ہوتی۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور وحشی کا ایمان لانا ایک اور طریق سے بھی نظر سے گزرا ہے لیکن تمام روایات کو اس کتاب میں جمع کرنے کا محل نہیں ہے واللہ اعلم۔

گیا رہا عبد اللہ زبیری تھا وہ شرعاً عرب میں سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہجو بیان کرتا تھا۔ اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا۔ فتح مکہ کے روز جب اس نے سنا کہ اس کے خون کو گرانے کا حکم دے دیا گیا ہے بھاگ کر بخران کی طرف چلا گیا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد جاہلیت کے معاملات سے پشیمان ہوا نور اسلام اس کے دل میں پیدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے اسے دیکھا فرمایا یہ ابن زبیری ہے اس کے چہرہ سے نور اسلام ظاہر ہے۔ ابن زبیری نزدیک پہنچا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مجھے اسلام

کی ہدایت فرمائی۔ یا رسول اللہ مجھ سے بہت سے جرائم سرزد ہوئے ہیں اور آپ کے دوستوں  
 کی بہت بے ادبی کی ہے اب میں تمام سے پشیمان ہو کر آیا ہوں۔ حکم آپ کا ہے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی یداک الی الاسلام۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے  
 کہ اسلام گذشتہ گناہوں کا تدارک کر دیتا ہے۔ لیکن وہ عورتیں جن کے قتل کا حکم فتح مکہ کے روز  
 ہوا۔ اول ہندابنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی  
 اس کا مشہور ہے۔ حضرت حمزہ اور تمام شہدائے احد کو اسی کی ہدایت پر مشلہ کیا۔  
 حضرت حمزہ کا جو چہ بایا اور کفر میں اس کی شدت مشہور ہے۔ القصر فتح مکہ کے بعد جب عورتیں  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہی تھیں اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ناواقفیت  
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر مسلمان ہو گئی اس کے بعد چہرہ سے نقاب الٹ  
 دیا اور کہا میں ہندہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو  
 خوش آمدی۔ ہندہ نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! اس سے پہلے میرے نزدیک تمام روئے  
 زمین میں آپ کے خیمہ کے باشندوں سے زیادہ خوار و ذلیل کوئی نہیں تھا اب یا رسول اللہ  
 آپ کے خیمہ سے بڑھ کر کوئی بھی میرے نزدیک باعزت اور دوست نہیں ہے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا اس پر بھی زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں  
 سے فرمایا میرے ساتھ بیعت کرو اس بات میں کہ کسی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں  
 کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی۔ اس موقع پر ہندہ نے کہا کیا آزاد  
 عورت زنا اور چوری کرتی ہے؟ کہتے ہیں کہ ہندہ جب اپنے گھر گئی تمام بتوں کو توڑ دیا  
 اور کہا ہم تمہاری طرف سے غرور اور فریب میں تھے۔ ایک بکری کا بچہ بطور ہدیہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور معذرت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی  
 بھڑ بھڑائیوں میں برکت کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے اس کی بھڑ بھڑائیوں میں برکت عطا فرمائی  
 ہندہ کہتی تھی کہ ہذا من یرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری اور تیسری۔ ابن حنظل کی  
 دو لونڈیاں قرینتا اور قریبہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچو کہتی تھیں قریبہ قتل ہو  
 گئی اور قرینتا بھاگ گئی اور ناواقفیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی

اور مسلمان ہو گئی۔ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک زندہ رہی۔ جو بھتی ابن مہطل ہی کی ایک لوندی تھی کہ اسی روز قتل ہوئی۔ پانچویں سارہ عبدالمطلب کی لوندی تھی اور بعض اہل سیرت کے نزدیک یہ وہ لوندی تھی جو حاطب بن بلتعقہ کا مکعب قریش کے پاس لے جا رہی تھی۔ مرتد ہو کر مکہ میں آگئی اور فتح مکہ کے روز حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چھٹی ام سعد تھی اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

نقل ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز بدیل پہلے قیام مکہ کے دوران کے واقعات :- جذب الاربع مکہ میں آیا اور خراش بن امیہ جو کہ بنی کعب سے تھا تلوار اس کے پیٹ میں گاڑ دی چنانچہ اس کی انترٹیاں باہر نکل آئیں۔ تھوڑی دیر دیوار کے ساتھ پشت لگائی اور عالم آخرت کو روانہ ہو گیا۔ جب اس خبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن ضمیر پر عکس ڈالا، انتہائی فیض و بلیغ خطبہ پڑھا اور فرمایا خدا تعالیٰ نے جس روز سے زمین و آسمان اور چاند سورج پیدا کیے ہیں مکہ کو حرمت والا حرام قرار دیا ہے اور قیامت تک محترم رہے گا۔ اور ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے کیلئے حلال نہیں ہے مگر میں خونریزی کرے۔ اور اس نقطہ کو اٹھائے۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ مکہ کے درختوں اور گھاس کو کاٹے اور اس کے شکار سے تعرض کرے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ میں خون بہانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جنگ کی اور خونریزی کی تم اسے کہو کہ اس کے پہلے اور اس کے بعد کسی شخص پر حلال نہیں تھا سوائے اس روز ایک ساعت اور پھر پہلی حرمت اسی طرح لوٹ آئی۔ اے گروہ خزاعہ! جنگ سے ہاتھ روک لو۔ میں نے حکم دیا ہے کہ اس مقتول کی دیت ادا کرو۔ اس کے بعد اگر تم کسی کو قتل کر دو گے تو دارثوں کو قصاص اور دیت میں اختیار ہوگا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کعب کو حکم دیا کہ انہوں نے سواونٹ اس مرد کی دیت ادا کی۔ اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قتال حلال ہوا وہ وہ ساعت تھی کہ قریش کے ادبائش اپنے سرداروں کی اجازت سے جمع ہو کر آتش جنگ کو بھڑکاتے تھے لاجلہ حضرت سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصرت شعار لشکر کو حکم دیا کہ شجاعت کی آستین سے



قتل و غارت کا ہاتھ نکالیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ قریش کے ادا باش ہلاک ہو گئے فرمایا کہ تلواریں نیام میں کر لیں اور جنگ سے ہاتھ روک لیں۔ لیکن خزاعہ کو دوسری ناز تک اختیار ہے کہ بنی بکر کے جس آدمی پر قابو پائیں قتل کر دیں۔

فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید کا معرکہ :- کے رتھا عزیٰ کے بت خانہ کو بر باد کرنے کے لیے حملہ کی طرف بھیجا۔ خالد قطع مسافت کے بعد اس جگہ پہنچا اور بت خانہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور واپس ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالات بیان کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہاں تم نے کوئی چیز دیکھی اس نے عرض کی یا رسول اللہ نہیں۔ فرمایا تو نے عزیٰ کو ابھی تک نہیں گرایا۔ خالد غضبناک ہو کر لوٹا جب وہاں پہنچا تو غصہ سے تلوار کھینچ لی اور عزیٰ کا حال دریافت کرنے لگا۔ اچانک ایک سیاہ اندام بزمہ عورت دیکھی۔ خالد نے تلوار کھینچ کر اس پر حملہ کیا اور کہا انک لا سبحانک رايت قد اهانک۔ انتہائی غصہ سے اس عورت کو دو ٹکڑے کر دیا اور اس مقام سے لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت واقعہ عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی عزیٰ تھی اب تمہاری ولایت میں عزیٰ کی پرستش نہیں ہوگی۔

سعد بن زید اشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ منات کا بت خانہ تباہ ہو گیا :- مشعل میں منات کے بتخانہ میں بھیجا تاکہ اس بت خانہ کو جو جاہلیت میں اوس، خزرج اور حسان کا معبود تھا خراب کر کے سعد جب منات کے بت خانہ میں پہنچا اس نے ایک سیاہ اندام پر اگندہ بالوں والی عورت دیکھی جو وہاں سے نکلی۔ سینے پر ہاتھ مارتی اور نوحہ کرتی تھی۔ سعد نے ایک تلوار کی ضرب سے اسے قتل کر دیا اور بت خانے کو ویران کر دیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگیا۔ خالد بن ولید کو نخلہ سے واپسی کے بعد حکم ہوا کہ بلیم کی طرف جائے اور بنی خزیمہ کے حالات کی تحقیق کرے حالانکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں خالد کے چچا جو فاجر بن مغیرہ کے نام سے موسوم تھا اور عبد الرحمن جو کہ عوف کا باپ تھا کو قتل کیا تھا سبب یہ تھا کہ وہ یمن کی

بجارت سے لوٹتے ہوئے یلم پینے بنی خزاعہ نے دونوں کو مال کے لالچ میں قتل کر دیا۔ جب خالد ان کے نزدیک پہنچا اس جماعت نے اطلاع پا کر بطور احتیاط اسلحہ پہن کر خالد کے سامنے آئے۔ خالد نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان رکھتے ہیں۔ خالد نے پوچھا تم ہتھیار لگا کر میرے سامنے کیوں آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور عرب کے قبیلہ میں عداوت ہے ہم نے خیال کیا کہ اس قبیلے سے آئے ہو۔ یہ معذرت قبول نہ ہوئی۔ خالد نے کہا اپنے ہتھیار پھینک دو انہوں نے حکم کے مطابق عمل کیا۔ پھر خالد کے فرمان پر ان کے ہاتھ کندھوں پر باندھ دیئے اور ہر ایک قیدی کو اپنے ایک ایک ساتھی کے سپرد کر دیا اور ہر ایک ساتھی کو کہا کہ رات کو اپنے قیدیوں کو قتل کر دو۔ بنی سلیم نے اپنے بے گناہ قیدیوں کو قتل کر دیا لیکن ہاجرین اور انصار نے اپنا ہاتھ قیدیوں کے قتل سے روک رکھا۔ بنی خزیمہ سے ایک شخص نے صورتاً واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بنی خزیمہ نے خالد کے حکم کے مطابق ہتھیار پھینک دیئے خالد نے انہیں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اس قبیلہ سے تقریباً تیس افراد کو قتل کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کا علم ہوا اٹھے اور رو قبیلہ ہو کر دست مبارک دعا کے لیے اٹھا کر تین مرتبہ کہا۔ اللھم انی الیک بما صنع الخالد۔ پھر بہت زیادہ مال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بنی خزاعہ کے تلف شدہ مال اور مقتولین کے بدلے میں بھیجا تا کہ وہ غلطی جو خالد بن ولید سے سرزد ہوئی ہے اس کا تدارک ہو اور ان بے چاروں کے زخموں پر مرہم رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد عمل کر کے بنی خزاعہ کو خوش کیا۔ حضرت علی کی واپسی اور بنی خزیمہ کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد مقتولین کے وارثوں کی سفارش اور صحابہ کی درخواست پر خالد کی تقصیر معاف ہوئی اور اس سے راضی ہوئے اور کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابی حدر اسلمی کے سپرد بنی خزیمہ کا ایک جوان قیدی سپرد کیا ہوا تھا اس جوان نے عبد اللہ سے درخواست کی وہ اسے اپنے ایک خیمہ میں جانے دے۔ عبد اللہ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے جوان کے ساتھ اس خیمہ میں آیا۔ اس نے قبیلہ کی ایک عورت سے چند باتیں کیں اور چند اشعار پڑھے

اس عورت نے اس جوان کی باتوں کا جواب دیا۔ بجدا اللہ اس مرد کو خالد کے لشکر گاہ میں لایا۔ اتفاقاً وہ جوان خالد کے حکم سے قتل ہوا۔ وہ عورت آئی اور اپنے آپ کو جوان کے ادب پر گرا دیا۔ ایک نعرہ مارا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اس صورت حال کو اہل سیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اماکان فیکم رجل رحیم۔ یعنی کیا تمہارے درمیان رحم دل کوئی مرد نہیں تھا جو ان سوختہ دلوں پر رحم کرتا۔ منثوی :-

تو بر عاشق اگر رحمی نیاری	ازاں باشد کہ معشوقی نداری
بجوئے عشق اگر داری گذاری	ز محبوب آیدت ہر دم نثاری
جو در عشق خورت یک رنگ بیند	چناں با تو بیا میرد بیاری
بیا ز عم دلت ہم تنگ بیند	کہ بستاند ز تو لفتد کہ داری
تو گر یک جاں فشانی در عشم او	ہزاروں جاں دہد در ہر دم او

ارباب اخبار نبوی اور اصحاب آثار حضرت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین :- نے اپنی تصنیفات میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب توفیق الہی سے فتح مکہ حاصل ہو گئی اور حتی سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں اور خدام کو ظاہری اور باطنی دولت و سلطنت کے مقاصد کی بلند ترین چوٹیوں اور مطالب و آرزوں کی مضبوط ترین رسی تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ عرب کے قبائل مطیع و منقاد ہو گئے اور جان و دل سے خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے، صرف دو قبیلے ہوازن اور ثقیف مخالف تھے۔ اسلامی علم سر بلند ہونے کے بعد ان دو مخنمام قبیلوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کیا کہ دیکھیے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش پر فتیاب ہوئے جب وہ ان کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر آراستہ کرے اور ہماری طرف آئے مصلحت اس میں ہے کہ ہم اس پر حملہ آور ہوں اور جنگ کے بعد حکومت مالک بن عوف الفضری کے قبضہ اقتدار میں دیں۔ مالک جو دو سخا سے متصف ایک جوان تھا اور قبیلہ عوف میں بعض کمالات کی وجہ سے ممتاز و معروف تھا

اور ایک روایت کے مطابق ہونز کا امیر مالک بن عوف النضیری تھا اور ثقیف کا پیشوا بیانہ بن عبدالولیل تھا اور کھتے ہیں کہ حادثہ بن الاسود تھا۔ پس تیار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے باہر نکلے۔ بعض قبائل جو ان قبیلوں کے قرب جوار میں رہتے تھے نصیر و حتم وغیرہ۔ انہوں نے بھی ان کی موافقت کی اور ہوازن سے کعب اور کلاب نے ساتھ نہ دیا اور عرب کے مشور قبائل کی ایک بڑی جماعت جو بکثرت اسلام سے آراستہ تھی متوجہ ہوئی۔ کھتے ہیں کہ تیس ہزار مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کربستہ ہوئے، بنی حتم سے ذرید بن الصمہ جو رائے و تدبیر میں قوم سے ممتاز تھا۔ عمر کا بڑا حصہ جنگوں کے تجربات میں گزارا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک سو ساٹھ سال اس کی عمر تھی اس کی جہان میں آنکھیں بند ہو چکی تھیں اسے بطور تبرک و تین اپنے ساتھ لے گئے۔ جب ادطاس میں پہنچے وزید نے بچوں کے رونے، عورتوں کی باتوں اور حیوانات آواز سنی۔ اس نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں لوگوں نے کہا مالک بن عوف اپنے لشکریوں کے اہل و عیال، ساز و سامان اور لشکریوں کے اموال لایا ہے۔ وزید نے مالک کو بلایا اور اس معاملہ کے متعلق استفسار کیا اس نے کہا کہ اس کے لانے کا سبب یہ تھا کہ فرج و جمعی کے رخصت لڑے اور متعلقین کی حفاظت کے لیے اور ان سے مفارقت کے خوف سے جنگ میں اہتمام کریں۔ اور فرار کا راستہ ان پر بند ہو جائے۔ وزید نے کہا یہ غلط رائے ہے۔ کیونکہ اگر گریز کا تقاضا ہوا تو کوئی چیز بھی اس سے روک نہیں سکے گی۔ اگر سلطنت تیری قسمت میں ہے تو نیزہ زن جنگجو کام کرے گا اور اگر اس کے برعکس معاملہ ظہور پذیر ہوا تو فیضیت، شرم اور عار کے سوا کوئی چیز تجھ سے یادگار نہیں رہے گی۔ پھر اس نے پوچھا کہ کعب اور کلاب کہاں ہیں۔ ان کے متعلق میں نے کچھ نہیں سنا۔ لوگوں نے کہا وہ لشکر گاہ میں نہیں آئے۔ اس نے کہا بخت و دولت تم سے دُور ہے۔ اگر تمہارا آفتاب سعادت آسمانِ رفعت پر ہوتا تو کعب اور کلاب غائب نہ ہوتے۔ کاش کہ تم بھی نہ آتے اور انہیں کچھ ملامت کی پھر مالک نے کہا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں، بچوں اور لشکریوں کے اموال کو کسی قلعے میں محفوظ رکھو اور خود جہاز جنگجوؤں اور شیر زن نیزہ گذار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں نکلو

مالک نے وزید کی نصیحت کو قبول نہ کیا اور اسے اس کی عقل زائل ہو جانے پر محمول کر کے کہا تو بڑھا ہو گیا ہے تیری عقل جاتی رہی ہے تجھے کچھ معلوم نہیں کہ تو کیا کہتا ہے۔ وزید نے کہا اے گروہ ہوازن، مالک تمہیں شرمندہ کرے گا۔ تمہاری عورتوں اور ساز و سامان کو دشمنوں کے قبضہ میں دے دے گا۔ ذلت و نقصان کی گرد تمہارے سر پر ڈالے گا۔ تمہیں چھوڑ کر خود طائف کے قلعہ میں بھاگ جائے گا اسے چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ لوگوں کو وزید کی گفتگو سے کہنے سننے کا موقع ملا اور اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہوازن کے لوگوں نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے واپسی کا قصد کر لیا۔ مالک نے کہا اے گروہ ہوازن اگر تم متابعت کرتے ہو تو فہما و گرنہ میں خود کو ہلاک کرتا ہوں اور نیام سے تلوار بھینچ لی اور تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھ لی کہ اگر آج تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو میں تلوار پر نیکہ لگاؤں گا کہ وہ میری پشت سے نکل جائے۔ ہوازن نے کہا اگر ہم مالک کی نافرمانی کرتے ہیں وہ خود کو غیرت سے ہلاک کر دے گا، وزید جو کہ بڑھا، عاجز اور نابینا شخص ہے ریاست و حکمرانی کے لائق نہیں کوئی دوسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو کہ اس اہم کام کے لائق ہو۔ اس بنا پر وزید سے اعراض کیا اور مالک سے متفق ہو گئے۔ حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کی توجہ سے اطلاع پائی عبد اللہ بن حذر اسلمی کو ان کی طرف بھیجا تاکہ تحقیقی خبر لائے اور سپاہ نصرت پناہ کو حکم دیا کہ وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ عتاب بن اسید کو مکہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ایک قول کے مطابق بارہ ہزار افراد کے ساتھ جن میں سے دس ہزار اشخاص لشکر خاصہ کے تھے اور دو ہزار خلفاء اور ایک روایت کے مطابق پندرہ ہزار فوج حنین کی طرف متوجہ ہوئی۔ اسی اثناء میں صفوان بن امیہ سے سوز رہیں طلب کیں۔ اس نے کہا اے محمد! پھین کر لیتے ہو یا عاریتاً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بطور عاریت لیتا ہوں۔ صفوان نے زہر نہیں اونٹوں پر لاد کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں، عبد اللہ بن ابی حذر اسلمی حسب الارشاد مخالفین کے لشکر میں جا کر واپس آ گیا، آدمیوں کی کثرت اور ان کے اموال و اسلحہ کی بہتات بیان کی۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا امید ہے یہ تمام اموال مسلمانوں کی عنایت بنے گا۔ نقل ہے کہ مالک بن عوف نے

تین اشخاص کو لشکرِ اسلام کی جاسوسی کے لیے مقرر کیا۔ وہ حکم کے مطابق عمل کر کے لاپتے کا پتہ اس کے پاس آئے۔ مالک نے پوچھا ہشت سے کیوں کانپ رہے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم محمد کے لشکر کے پاس پہنچے ہم نے سفید پوش مردوں کو دیکھا جو اہل بق گھوڑوں پر سوار تھے ہم نے قطعاً کبھی ایسے اشخاص نہیں دیکھے تھے۔ اب مصلحت یوں ہے کہ لوٹ جائیں، اس پر فوج بھی ان لوگوں سے ملے تو ان کی کیفیت بھی ہماری طرح ہوگی اور یہ شکست کا سبب بن جائے گی۔ مالک نے انہیں سرزنش کی اور جاسوسوں کو ملامت کی اور انہیں تاکید کر دی کہ وہ یہ باتیں کسی سپاہی کے سامنے بیان نہ کریں اور آشنا و بیگانہ سے پوشیدہ رکھیں اور دوسرے کو جاسوسی کے لیے بھیجا۔ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جو اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے باوجود مالک اسی طرح اپنی سرکشی اور قرد پر اصرار کرتا رہا۔

جب اسلامی فوج کیل کانٹے سے مسلح و آراستہ اور مکمل ہوگئی اور چونکہ کثرت تعداد اور اسلحہ سے جاہ و جلال کا منظر تھی ایک صحابی نے دیکھتے ہیں کہ وہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے مسلم بن سلامت بن دقش کو فرمایا کہ آج ہم قلت کی بنا پر مغلوب نہیں ہوں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اس بات سے کراہت محسوس ہوئی یہاں تک پسائی اور شکست جو ابتداء میں لشکرِ اسلام کو پہنچی وہ اسی بات سے تھی کہ اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور اسلحہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے خواہ لشکر قلیل ہو یا کثیر اور آیت کریمہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمَّا لَحِقَنَّ عَنكُمُ الشَّيْءُ - میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے چونکہ اسلامی فوج اس سے بے خبر تھی۔

جب مالک بن عوف، اسلامی فوج کے پہنچے ہی وادی حنین میں داخل ہوا اور فوج کو گھات لگا کر بٹھا دیا اور انہیں وصیت کی کہ جب مسلمان اس میدان میں غافل داخل ہوں حملہ کر کے کیم تیروں کی بوچھاڑ کر دی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت جب لشکرِ اسلام کو تقسیم کیا ایک علم امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک علم سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو دیا اور اسی طرح عرب کے ہر قبیلہ کو

ایک ایک علم کے تھے مخصوص فرمایا۔ چونکہ لشکر کے گزرنے کی جگہ تنگ تھی اسلامی فوج متعذر راستوں سے وادی میں داخل ہوئی۔ مخالفین نے اسے غنیمت جانا اور یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور تیر اندازوں نے اپنے ترکش مسلمانوں پر خالی کر دیئے۔ خالد بن ولید کا مقدمہ لہجیش بھاگ گیا اور جو لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے انہوں نے خالد بن ولید کی متابعت کی کیونکہ ان میں سے اکثریت کے پاس ہتھیار نہیں تھے اسلامی فوج میں اس قدر افراتفری پھیلی کہ چند محدود اشخاص کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص نہ رہا اور وہ بہادر جو اس روز ثابت قدم رہے امیر المؤمنین حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور اس کی اولاد جعفر و ربیعہ، قثم، فضل پسر ابن عباس، اسامہ بن زید اور اس کی والدہ ام امین، ابن امین کا بھائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

لا یطاق من سنن المرسلین کے تقاضا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ آپ نے ارادہ کیا کہ فاصبر کما صبرا ولا لفرم من المرسل کے مفہوم کے مطابق ان کو تسکین دیں تاکہ جنگ کریں اور اس پر صبر کریں ایک سفید اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے اسے بھگایا اور فرماتے تھے یا انصار اللہ و انصار رسولہ۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ او ایک روایت کے مطابق فرماتے تھے الی این ایھا الناس۔ لوگوں نے فرار کو اس طرح اختیار کر رکھا تھا کہ انتہائی جلدی کی بنا پر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اپنے اونٹ کو مخالفین تک پہنچنے کے لیے بھگاتے تھے۔ سفیان بن الحارث اونٹ کی نیکیل پکڑے ہوئے تھے، عباس فلک رسا رکاب تھامے ہوئے تھے وہ روکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔

دشمنوں کی جماعت سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ حضور کے جانباز وادی حنین میں :- علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے متوجہ ہوتا قتل ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس روز چار آدمیوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں رہے۔ بنی ہاشم سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت سفیان بن الحارث اور دوسرا بنی ہاشم کے علاوہ اور وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی و عباس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابوسفیان گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود بائیں طرف کی حفاظت کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا اور ایک روایت ہے کہ چار اشخاص سے زیادہ نہیں تھے جیسا کہ ابھی گذرا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ تو مسلم جن کے سینے پر کینہ سے شرک کی میل کچیل مکمل طور پر صاف نہیں ہوئی تھی، مخالفین کی طرح بائیں کرنے لگے۔ چنانچہ ایک نے کہا آج کے روز سحر باطل ہو جائے گا۔ دوسرے نے صفوان امیر سے کہا تھے تو خوش خبری ہو کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اس نے جواب میں کہا،

---

اسکت نص الله فاك لان يروى رجل من قریش احب الی من یروى من هوازن چپ رہ، خدا تعالیٰ تیرے منہ کو توڑ دے۔ قریش سے مالک و والی شخص میرے نزدیک ہوازن کے حکمران سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔ شیبہ بن ابی طلحہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف روانہ ہوئے میں نے اس خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موافقت کی کہ ممکن ہے کہ جنگ کے روز فرصت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لے سکوں۔ جب دونوں لشکر آپس میں ملے اور اسلامی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا تو شیبہ جھٹتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر کر اسباب درست فرما رہے تھے میں سواری سے اتر اور میں نے ارادہ کیا کہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف سے آؤں۔ میں نے عباس کو دیکھا کہ اپنی ڈھال کے ساتھ سد سکندری کی مانند سفید زرہ پہنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کھڑا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے گرد صاف کر رہا ہے۔ میں اس طرف سے آپ پر دست درازی نہ کر سکا۔ میں نے چاہا کہ آپ کی بائیں طرف سے آؤں۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان الحارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف مسلح کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اس طرف سے بھی موقع نہ ملا پھر میں آپ کے پیچھے سے آیا اور آپ پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ اچانک کھلی کی مانند آگ کا شعلہ ظاہر ہوا اور میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا قریب تھا کہ وہ مجھے جلا کر رکھ دے انتہائی دہشت سے میں نے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات فرماتے



ہوئے کما شیبہ اذن منی جب میں نے فرمان کے مطابق عمل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللهم اذهب عنه الشيطان، خدا کی قسم! اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر میں نے جنگ شروع کی۔ اگر اس وقت میرا باپ بھی سامنے آتا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں مبتلا ہوتا اور میرے ساتھ جنگ کرتا تو اسے بھی تلوار مارتا۔ میں نے کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی خدا جانتا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ اپنی جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بچھا دوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کو لایا گیا۔ سوار ہو کر دشمن کی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں لوٹ آئے۔ میں بھی لوٹ آیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کو دیکھوں۔ میرے آنے کی غرض صرف زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیبہ! تیرے متعلق خدا تعالیٰ کا جو ارادہ تھا وہ اس سے بہتر تھا۔ جو تو نے خود اپنے لیے کیا تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا آپ نے بیان فرما دیا وہ چیزیں بیان کر دیں جو کبھی کسی نے بیان نہیں کی تھیں۔ لانا حالہ میں نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله۔ پھر میں نے کہا استغفر لی فرمایا غفر لک۔

جب صحابہ کرام جنگ حنین میں متفرق ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح ترین روایت کے مطابق معدودے چند باقی رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت عباس سے فرمایا اے عباس دوستوں کو اس طرح آواز دو کہ اے گروہ انصار! اے اصحاب اسمہ! اے اصحاب سورۃ البقرہ! حضرت عباس بلند آواز تھے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آواز بلند کی وہ اصحاب جنہوں نے عباس کی آواز سنی اطراف و جوانب سے لبیک کہتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح و سالم پایا۔ سب سے پہلی جماعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئی وہ انصار تھے۔ انسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی آدمی ہے انہوں نے کہا نہیں لیکن یا رسول اللہ اگر آپ برکت الہام تک بھی جائیں گے

تو بھی آپ کی خدمت سے مزہ نہیں موڑیں گے اور اپنی جانوں کو آپ پر بچھاؤ کر دیں گے۔ اس کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی مدد اس نصرت پناہ لشکر کو پہنچ گئی۔ چنانچہ ایزد تعالیٰ و تقدس قرآن مجید و فرقان حمید میں فرماتا ہے۔

﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ الْجُنُودَ الَّتِي لَمْ تَرَوْهَا﴾

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنسر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آواز بلند کی اور اصحاب کو بلایا وہ دوست جو جنگ لڑنے کی اطراف و آکناف میں منتشر ہوئے تھے انہوں نے بھی حضرت عباس کی آواز کو سنا۔ حضرت عباس کی آواز سنتے ہی شہد کی مکھیوں کی طرح جو اپنے پچھتے کی طرف اڑتی ہیں تیزی سے بھاگے اس طرح سوا فراد جمع ہو گئے۔ اور مشرکین پر حملہ آور ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمہ ادا فرماتے تھے۔ الان حمی الوطیس یعنی اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی اور آتش جنگ مشتقل ہوئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ سے اترے اور ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹ کی طرف اشارہ فرمایا اونٹ فی الفور بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے فرمایا کہ شابت الوجہ ہوازن میں سے کوئی دشمن ایسا نہیں تھا جس کی آنکھیں اور منہ اس خاک سے پُر نہ ہو گیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح سواری کی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشت خاک حاصل کی اور ایک روایت میں حضرت عباس سے۔ اور دشمنوں کی طرف پھینک کر فرمایا، انہزموا ورب محمد اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اللہم الخیر لی ما وعدتہنی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دعا پڑھی اللہم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنسر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد! آج میں نے آپ کو وہ کلمہ عرض کیا جو موسیٰ علیہ السلام کو دریا عبور کرتے وقت کیا تھا۔ دو صحابہ سے جاہر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشت خاک اور سنگریزوں کو اپنی پیچھلی مبارک سے باہر پھینکا۔ سنگریزوں کی آواز میرے کانوں میں اس طرح معلوم ہوئی کہ جیسے آسمان سے طشت گراتے ہیں۔ اور آیت کریمہ

و عار میت اذ میت ولكن الله رمى وليلى المؤمنين منه بلاء حسنا۔ اسی  
 قصہ کی طرف اشارہ ہے نقل ہے کہ ہر درخت اور پتھر جو میدان جنگ میں تھا مخالفین کی  
 نظروں میں سوار دکھائی دیتا تھا گویا کہ وہ ان کی طلب میں ہیں اور جبیر بن مطعم سے روایت ہے  
 اس نے کہا کہ جب لشکر اسلام نے نیام سے تلواریں کھینچ کر کفار کا رخ کیا میں نے دیکھا کہ آسمان  
 سے سیاہ گدھوں کی مانند کوئی چیز ظاہر ہوئی جو ہمارے اور کفار کے درمیان آ کر گری۔ میں نے  
 دیکھا تو وہ سیاہ چوڑے تھے جو صحرا میں منتشر ہو گئے اور تمام وادی اس سے بھر گئی۔ مجھے کوئی  
 شک نہ رہا کہ آسمانی لشکر تھا لیکن میری نظر میں یوں دکھائی دیتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ہوازن  
 پر سست پڑی اور نصرت شعار، حدت انار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کفار سے مغلوب تھے  
 یکدم غالب آ گئے اور کفار و مشرکین مغلوب ہو گئے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ  
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے آئے۔ یہاں تک کہ اس لشکر کے  
 بعض لوگ جنگ ختم ہونے کے بعد کہتے تھے کہ وہ مرد کہاں چلے گئے جو اہل بطن گھوڑوں پر سوار  
 تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور لشکر اسلام کے ساتھ لڑ کر جنگ کرتے تھے۔ یہ بات  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا وہ فرشتے تھے اور مالک بن عوف رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا کہ میرے چند آدمی جو میدان جنگ میں موجود تھے حکایت  
 کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں اور خاک کی مٹھی ہماری طرف پھینکی  
 کوئی شخص باقی نہیں بچا جس کی آنکھوں میں وہ نہ پڑی ہو۔ ہمارے دلوں میں بے چینی پیدا  
 ہوئی اور ہم پر عظیم اضطراب طاری ہو گیا اور زمین و آسمان کے درمیان ہم نے سفید پوش  
 مردوں کو دیکھا جو اہل بطن گھوڑوں پر سوار، رسیاں دونوں گدھوں کے درمیان رکھی ہوئی تھیں۔  
 ہم میں اتنی قدرت اور طاقت نہیں تھی کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکیں۔

وادی حنین میں مشرکین میں سے ایک شخص جس کا نام ابو جزدل تھا، نے اونٹ پر  
 سوار ہو کر مسلمانوں کا رخ کیا، وہ بہادر، ظالم اور اس قدر نڈر تھا کہ عرب کے بہادر اس  
 کے مقابلہ میں میدان جنگ میں نہیں نکلتے تھے اور اس کے مقابلہ میں دستِ جرات آستین  
 جلاوت سے باہر نہیں نکالتے تھے۔ ابو جزدل تہور اور غرور سے رجز پڑھتا تھا اور مقابل

طلب کرتا تھا اور اصحاب کرام رضوان اللہ جمیعین اس مشکر کافر کے ساتھ جنگ میں توفیق کرتے تھے کہ اچانک شہید خداعلی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الوجود کی طرف متوجہ ہوئے اور تیغ ابراہیم کے زخم سے ہلاک کر کے سجیمین میں بھیج دیا۔ مسلمان اس صورت حال کے ملاحظہ سے قوی دل ہو گئے اور مشرکین ذلیل و خوار ہو گئے۔

مقتولین جنین اور مال غنیمت :- اسلامی فوج سے چار اشخاص نے شہادت حاصل کی اور اہل ہوازن و ثقیف سے ستر افراد نے دوزخ کا رخ کیا۔ اور ہوازن اور ثقیف بدترین طریقے سے میدان جنگ سے بھاگے۔ اور مال غنیمت میں چھ ہزار نوے گھوڑے، چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زائد بھٹیریں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس غیبی فتح کی بدولت بہت سے مشرکین کفار زبور ایمان سے آراستہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ (اردت) میں داخل ہو کر اطاعت و فرمانبرداری میں سر بھجایا۔ اور ایک جماعت بطن نخلہ کی طرف بھاگ گئی اور ایک گروہ اپنے اموال کی حفاظت کے لیے جو وہ ادطاس میں چھوڑ آئے تھے اس طرف بھاگ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر اشعری کو ایک جماعت مثل زبیر بن العوام، موسیٰ اشعری جو عامر مذکور کا چچا زاد بھائی تھا اور مسلمہ بن الاکواع ان لوگوں میں شامل تھا۔ ادطاس کی طرف بھگڑوں کے پیچھے بھیجا۔ اسلامی فوج منازل طے کرنے کے بعد وہاں پہنچ کر مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال میں مصروف ہوئی اور ابو عامر جو خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سریرہ کے امیر تھے درجہ شہادت پر سرفراز ہوئے اس کی شہادت کی کیفیت میں ذیل روایات وارد ہیں۔

صحیح ترین روایات یہ ہے کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عامر کی شہادت کے چچا زاد بھائی ابو موسیٰ نے کہا جب ہم ادطاسیوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئے اور لڑنے لگے دوران جنگ ہی حشم کے ایک شخص نے حضرت عامر کے زانو پر تیر مارا چنانچہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے میں ان کی طرف گیا اور پوچھا کہ یہ تیر آپ کی طرف کس نے پھینکا ہے انہوں نے اپنے قاتل کو مجھے دکھایا۔ میں اس کے پیچھے

جاتا تھا اور وہ بھاگتا تھا آخر میں نے اس سے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ بھاگتا ہے اور جنگ  
 کے لیے مقابلہ میں نہیں آتا چنانچہ وہ کھڑا ہو گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواریں سونت لیں  
 آخر کار میں نے اسے قتل کر دیا اور ابو عامر کے پاس واپس آیا اور انہیں ان کے قاتل کی  
 اطلاع دی۔ اس نے کہا کہ میرے زانو سے تیر کھینچ جب میں نے کھینچا تو اس کے زخم سے  
 خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا اپنی زندگی سے ناامید ہوا اور کہا:-  
 اے میرے بھائی کے بیٹے! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دینا اور حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کرنا کہ میرے لیے بخش طلب کریں اور مجھے لشکر کا امیر بنا دیا۔  
 حق تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی حضرت عامر مہوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے  
 جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا۔  
 آپ کے پاس ایک تکیہ تھا جسے کھجور کے پتوں سے بنایا ہوا تھا ان پتوں کے نشانات حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے پہلو پر ظاہر تھے۔ لشکر کا قصہ، ابو عامر کا پیغام اور ان کی درخواست حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا، وضو کیا اور دو رکعت نماز  
 ادا فرمائی پھر دست مبارک اٹھائے چنانچہ میں نے ان کی زیر بغل سفیدی کو دیکھا اور دعا فرمائی  
اللھم اغفر بعد اللہ بن قیس واجعله من اعلیٰ التی فی الجنہ۔ میں نے عرض کیا  
یا رسول اللہ میرے لیے بھی بخشش کی دعا فرمائیے فرمایا اللھم اغفر بعد اللہ بن قیس دینہ  
و ادخلہ یوم القیمۃ مد خلا کریمیا۔ اور جنگ او طاس میں بنی ربیعہ جو کہ ایک سمان  
 قبیلہ تھا بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ ہلکت بنو ربیعہ انہو صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجر مقبہم نقل ہے کہ وزید بن العتمہ جس کا ذکر گزرا تھا اور مشرکین  
 کا سردار تھا اور اس کی ایک سو ساٹھ سال عمر تھی کفر کی حالت میں زبیر بن العوام کے ہاتھ سے  
 قتل ہوا اور درکات جہنم میں پہنچا۔ قصہ سلامی فوج اس غزوہ سے متعلق کام لوٹی، مختلف قسم  
 کے غنائم، مویشی اور نوٹڈی غلاموں کے ساتھ سیدانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانہ عالمیقام  
 پر حاضر ہوئے۔ یہ فتح دوسری فتوحات کے علاوہ تھی جو حاصل ہوئی۔ وہاں سے واپس ہوئے۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حنین کے مال غنیمت کو جبرانہ میں جمع کریں اور اچھی

طرح محفوظ رکھیں تاکہ فرصت کے وقت تقسیم ہو اور منادی کو فرمایا اس نے ندا کی کہ من کان  
یومن باللہ والیوم الآخر فلا ینفک صحابہ میں سے جس نے کوئی چیز لی تھی واپس کر دی  
یہاں تک کہ عقیل بن ابی طالب نے اس میں سے ایک سوئی اٹھائی تھی اور اپنی بیوی فاطمہ بنت  
عقبہ کو دی تھی اس سے لے کر غنائم میں داخل کر دی اور ان غنائم کا ربط و ضبط بشری انصاری  
کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ہمیشہ شیماء - قیدیوں میں سے ایک عورت  
شیماء بنت حارث بنت عبد العزی  
تھی۔ صحابہ نے قید کے وقت اس کے ساتھ سختی کی۔ ہر چند شیماء نے کہا کہ میں تمہارے محمد کی رضاعی  
ہمیشہ ہوں مگر اس معاملہ میں اس کی بات کا اعتبار نہ کیا گیا تک کہ اسے اونٹ پر بٹھا کر کہا  
گیا کہ اس سلسلہ میں کوئی نشانی نہیں ہے۔ شیماء نے کہا مجھے تم اپنے صاحب لکے پاس لے چلو جب  
لے کر گئے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن کے بعض واقعات یاد دلانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اسے پہچان کر اٹھے اور چادر مبارک اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھایا اور حضرت حلیمہ  
اور اس کے خاندان کے متعلق استفسار فرمایا۔ شیماء نے کہا مدت ہوئی وہ اس دار فانی سے رحلت  
کر گئے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ عزت و احترام کے ساتھ  
ہمارے ساتھ رہو، یا میں تجھے کچھ مال دے دوں اور تم اپنی قوم اور ملک میں چلی جاؤ۔ شیماء نے  
حب الوطن من الایمان کے تقاضا کے مطابق اپنا وطن اختیار کیا۔ جاتے وقت حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اسے ایک لونڈی، تین غلام اور اونٹ اور بھیڑی عنایت فرما کر اس کے قبیلہ  
میں بھیج دیا۔ اور ایک روایت ہے کہ جب شیماء زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے وطن کی طرف  
متوجہ ہوئی اور مقصد پر پہنچ گئی قبیلہ کے لوگوں نے اسے کہا کہ تو نے یہ خواہش کیوں نہیں کی  
تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجات دے جرم کو معاف فرما دیتے۔ یہ حلیمہ کے قبیلہ کا ایک شخص تھا۔  
اور اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک دن ایک مسلمان کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ جب حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم بھگوڑوں کے پیچھے لشکر روانہ فرماتے تھے وصیت فرمائی کہ اگر تم نجات پر قابو  
پاؤ اسے مضبوط اور محفوظ رکھو تاکہ بھاگ نہ جائے۔ سلامی فوج حسب الارشاد عمل کرتے ہوئے

مشرکین کے پیچھے گئی اور کامیاب و کامران واپس آئے اور بخدا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے وہ قید تھا کہ شیخانے اپنی قوم اور خاندان کی درخواست پر آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمیہ اثر نظر میں پہنچ کر اپنی درخواست کو پیش کیا آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخدا کا گناہ شیخا کو بخش دیا۔ اور اس کے باقی ماندہ دوسرے رشتہ داروں کے متعلق پوچھا اس نے عرض کی کہ ایک بھائی بہن اور چچا زندہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیخا! تو لوٹ جا اور اپنی قوم کے ساتھ جو رائے میں تم سے مل کر تیری معیشت کے اسباب مہیا کر دوں گا جب جبرائیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخا سے ملاقات کی بہت سامال اسے اور اس کے رشتہ داروں کو عطا فرمایا۔

## غزوہ طائف

مؤرخین اور اہل سیرت نے لکھا ہے کہ جب مالک بن عوف ثقیف اور ہوازن کے مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ حنین سے بھاگ کر طائف کی طرف گئے جنگ اور شکست سے پہلے قلعہ دبرج کی مضبوطی میں مصروف ہوئے اور ایک سال کی خوراک جمع کر رکھی تھی جب قلعہ میں پہنچے دروازے بند کر لیے داخل ہونے اور نکلنے کے راستوں کو مضبوط کیا اور لڑنے کیلئے تیار ہو گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت واقعہ کا علم ہوا آپ نے اس قلعہ کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور فتح کا جھنڈا حضرت علی یا ابو عبیدہ جراح یا خالد بن ولید کو دے کر ہزار بہادروں کے ساتھ مقدمہ کھینچ مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے طائف کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مالک بن عوف کے محل پر ہوا آپ کے فرمان کے مطابق اس میں آگ لگا دی۔ منزلیں اور مراحل طے کرنے کے بعد قلعہ کے نزدیک نہول فرمایا۔ اہل قلعہ نے شدید تیر اندازی کر کے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔

گراں تیر بازاں کنوں آمدے بجائے نم از ابر خون آمدے  
چونکہ اہل قلعہ کے تیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر تک پہنچتے تھے آپ نے فرمایا کہ چھاننی مبارک کو بلند جگہ پر جہاں اب مسجد طائف ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی کجوریں کاٹنے کا حکم دیا جب قلعہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو تفریح و زاری کرنے لگے کہ

خدا کے لیے رحم فرمائے لشکرِ درخت کاٹنے سے رک گئے۔ آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 اِنِّی اَدْعُہَا لِلّٰہِ وَاَللّٰہُ بِالرَّحْمِ۔ مدتِ محاصرہ میں جو ایک قول کے مطابق اٹھارہ روز اور ایک  
 قول کے مطابق چالیس روز تھا۔ عظیم جنگیں رونما ہوئیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
 زخمی اور مجروح ہوئے اور صحابہ میں سے بارہ اشخاص نے شہادت نوش کیا شہدائے  
 طائف میں سے ایک عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایامِ محاصرہ میں اعلان کیا کہ اہل  
 قلعہ میں سے جو غلام اتر کر ہماری طرف آئے گا آزاد ہوگا۔ قریباً بیس غلام قلعہ سے نیچے اترے اور  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا  
 جب اہل طائف ایک مدت کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان  
 لائے اور قلعہ کی چابیاں آپ کے سپرد کر دیں اور التماس کی کہ ہمارے غلاموں کو ہمیں واپس کر  
 دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خداوند عالمیوں کے آزاد کردہ ہیں وہ قطعاً تمہاری  
 غلامی کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ  
 آپ کے سامنے لائے اس سے پہلے کہ تناول فرمائیں ایک مرغ حاضر ہوا اور اپنی چونچ اس پیالہ  
 میں ڈال کر اسے گرا دیا اور دودھ بہ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کو حضرت صدیق اکبر  
 رضی اللہ عنہ سے جو فنِ تعبیر میں مہارت رکھتے تھے بیان کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی،  
 یا رسول اللہ! یہ واقعہ اس بات پر مبنی ہے کہ اس سال آپ کو اس قلعہ کے فتح کرنے کی اجازت  
 نہیں۔ آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کی تصدیق فرمائی کہ تو نے سچ کہا میں نے بھی  
 اپنے خواب کی یہی تعبیر کی ہے۔

کہتے ہیں کہ عثمان مظعون کی منکوحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا کہ اس سال  
 یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا حضرت فاروق اعظم سے اس نے ذکر کیا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو معلوم کرنا چاہا۔ اجازت کے بعد انہوں نے کوچ کا  
 اعلان کر دیا۔ مسلمانوں نے اظہارِ رنج کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم فتح کیے  
 بغیر کیسے واپس جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قلعہ



کے پاس جا کر جنگ شروع کر دی بہت زیادہ زخم پہنچے اور واپس آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کل انشا اللہ کوچ کریں گے صحابہ خوش ہو گئے دوسرے روز قلعہ کے پاس سے اٹھ آئے۔

طائف کے محاصرہ کے دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت علی کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اس قلعہ کے اطراف میں سیر کریں اور جو بت خادے تباہ کر دیں اور بتوں کو توڑ دیں۔ شاہ مرداں جب سلامی فوج کے باہر نکلے راستہ میں مقرر کردہ صحابہ کی جماعت کے ساتھ ختم کے مبارزان و بہادران سے ایک جماعت سے ملاقات ہوئی ان میں سے ایک شخص جسے اپنے زور بازو پر کلی اعتماد تھا میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا مسلمانوں میں یہ جرات نہیں تھی کہ اس مشرک کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلیں۔ آخر کار امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا۔ ہر چند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص البربر نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے امیر لشکر جنگ کی ابتدا کرے شاہ مرداں تیریز داں اس کے روکنے سے نہ رکے اور کہا کہ جب کوئی دوسرا میدان میں نہیں نکلتا تو مجبوراً میں نکلا ہوں، لیکن اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے پھر حضرت علی اس مخالف کے ساتھ میدان میں نکلے اور تیغ ابرار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا اور ہوازن اور ثقیف کے جو بت اس علاقہ میں طے تمام توڑ دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ طائف کے دروازہ پر حضرت علی کا انتظار کرتے رہے اور یہ سلطان الاولیاء یعنی حضرت علی المرتضیٰ سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک جب علی کے چہرہ پر پڑی تکبیر کہی اور اس سے خلوت میں باتیں کیں اور راز کئے شروع کیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشاورۃ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھرت علی کے ساتھ راز کی باتیں کرتے اور خلوت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما نستجیتہ ولكن الله۔ انجامہ میں اس کے ساتھ خود راز نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ راز کہتا ہے۔

طائف سے واپسی کے وقت، غزوہ طائف کے لشکریوں میں سے ایک شخص کا اونٹ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے اس قدر نزدیک ہوا کہ اس کا غلیظ لعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گیا اور تکلیف پہنچائی وہ شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاؤں پر چابک مارا اور فرمایا اسے دور ہٹا کر چلا تو نے میرے پاؤں کو زخمی کر دیا ہے جب دوسرا روز ہوا کسی شخص کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا میں نے خیال کیا کہ کل کے معاملہ کا انتقام آپ کے دل میں ہے جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا فرمایا کل ہمارا چابک تمہیں لگا آج میں نے تمہیں طلب کیا ہے تاکہ اس کا بدلہ لے لے اور اسی بھیڑ میں مجھے دیں۔

ایک صحابی کہتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرن پہنچے آپ ناقہ قصویٰ پر سوار تھے میں ناقہ کے پہلو میں جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تازیانہ اونٹنی کو مارنا چاہا اتفاقاً وہ تازیانہ مجھے لگ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا چابک تجھے لگا؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جب ہم حجرانہ میں اترے ایک سو بیس بھیڑیں اس کے عوض مجھے عنایت فرمائیں میں نے بھیڑوں کو اس المال بنایا اور مالدار اور صاحب جائیداد ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرانہ میں چھاؤنی حجرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم :- بنائی پھر سخاوت کا ہاتھ کھولا یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو مولفۃ القلوب کہلاتے تھے کثیر عطیات دیئے کہتے ہیں کہ جس وقت غنیمت کی نقدی کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع کی ہوئی تھی ابوسفیان بن حرب جو بنجل میں مشہور تھا فرصت کو غنیمت جان کر مجلس ہمایوں میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ آج قریش میں سب سے مالدار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے ابوسفیان نے سلسلہ طبع کو تحریک دیتے ہوئے کہا ان اموال میں سے کچھ مجھے دیجئے۔ چالیس اوقیہ چاندی اسے عطا فرمائی اور اس پر مزید سو اونٹ دیئے۔ ابوسفیان نے کہا میرے بیٹے زید کو بھی عطیات سے سرفراز فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ابوسفیان کے برابر انعام اسے بھی دیا گیا پھر بھی اس کی طبع فرو نہ ہوئی اس نے کہا میرے دوسرے لڑکے معاویہ کا حصہ بھی عطا فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عطا فرمائے۔ ابوسفیان نے کہا میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کی قسم آپ کریم ہیں حالت جنگ میں بھی اور صلح کے زمانے میں بھی۔ آپ نے کرم و مروت کی انتہا کر دی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اسی طرح حکم بن خرام کو سوادنٹ عطا فرمائے آپ نے دیکھا کہ ابھی تک اس کی رغبت کچھ اور لینے کی ہے اسے سوادنٹ اور عنایت فرمائے اور دوسارے قریش مثل سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ، اسید بن حارثہ ثقفی، ابوہبل کے بھائی حارث بن ہشام، قیس بن عدی، اقرع بن حابس اور عقبہ بن حصین میں سے ہر ایک کو سو سوادنٹ بخشے اور ثقفی سرداروں اور محرم بن نوفل، سعد بن یزید، یزید بن عثمان بن نوفل، ہشام بن نوفل اور ہشام بن عمرو عامری کو پچاس پچاس اور سوادنٹ عطا فرمائے۔ علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ عطیات خمس سے تھیں یا تمام غنائم میں سے متحقق ہوئے۔ ایک گروہ خمس میں سے شمار کرتا ہے اور ایک گروہ تمام غنائم سے اور ہر گروہ کے پاس دلیل ہے جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اس روز عباس بن مرداس سلمیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اونٹ دیئے۔ عباس نے اس صورت حال سے غمزدہ ہو کر غصے سے چند اشعار کہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے علی اٹھو! اور اس کی زبان کاٹ دو۔ حضرت علی اٹھے اور اس کے ہاتھ کو کپڑ کر روانہ ہو گئے۔ عباس نے کہا تو میری زبان کاٹے گا؟ امیر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مجھے حکم دیا ہے میں اس کے مطابق عمل کروں گا لیکن وہ اسی طرح لے جاتے تھے یہاں تک کہ اونٹوں کے ذخیرہ تک پہنچے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عباس سے کہا ان اونٹوں میں سے سوادنٹ تک منتخب کر لو۔ عباس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم کس قدر کریم ہو اور کس قدر حلیم ہو اور شیخو خصلت ہو۔ عباس نے بتایا اس وقت حضرت علی نے مجھے کہا اے عباس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اونٹ تجھے بخشے اور تجھے مہاجرین و انصار میں شمار کیا اور مخلص خیال کیا اور اپنے خاص لوگوں میں شمار کیا اگر تو اہل نصرت اور اہل ہجرت میں سے ہو چار اونٹوں پر اکتفا کر اور اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ مولفہ العقب میں شمار ہو تو سوادنٹوں کو لے لو۔ عباس نے حضرت علی سے کہا تیری اس باب میں کیا رائے ہے؟ جو کچھ تمہاری رائے ہوگی میں اسی کے

ساتھ راضی ہوں اور یہ روایت بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عطیات سردارانِ قریش اور دوسرے عرب کو عطا فرمائے تاکہ ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے رغبت اور حمیت بڑھ جائے اور انصار کے متعلق اس قسم کے عطیات کا ظہور نہ ہوا کہتے ہیں کہ انصار اس صورتِ حال سے غمگین ہوئے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ اس قسم کے عطیات اور مہربانیاں قریش اور عرب کے دوسرے قبائل کے ساتھ کرتے ہیں اور ہمیں کوئی انعام نہیں فرماتے اور ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر اور چچا زاد بھائیوں میں پہنچے ہیں ان کی بھلائی چاہتے ہیں اور جہاں زحمت اور مشقت ہوتی ہے ہمیں فرماتے ہیں حالانکہ مشرکین کا خون تلواروں سے ٹپکتا ہے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچی آپ نے حکم دیا کہ انصار خیمہ میں جمع ہوں اور انصار کے سوا کوئی دوسرا وہاں موجود نہ ہو۔ جب انہوں نے حکم کے مطابق عمل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے ساتھ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اے انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ کیا تم نے یہ بات کہی ہے یا نہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے سرداروں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن جوانوں نے ان حکایات کی طرح جیسا کہ ان کا طریق ہے زبان سے ادا کی ہیں۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے پاس ایسی حالت میں نہیں آیا تھا کہ تم آگ کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے حق تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں آگ سے نجات دی۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں تمہارے پاس اس وقت آیا جبکہ تم گمراہ تھے حق سبحانہ و تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت فرمائی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے؟ حق تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے درمیان الفت و محبت پیدا فرمادی۔ تم کم تعداد تھے، حق تعالیٰ نے میری برکت سے تمہیں زیادہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں فرماتے تھے اور وہ آپ کی تصدیق کرتے تھے پھر آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیوں بات نہیں کرتے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کا فضل و احسان ہم پر بہت زیادہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اور تم یہ بات کہنے میں سچے ہو گے

کہ آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب آپ کی قوم آپ کو چھٹلاتی تھی ہم نے آپ کو سچا جانا اور تصدیق کی، کسی نے آپ کی مدد نہیں کی ہم نے آپ کی مدد و معاونت کی۔ آپ کو وطن سے نکال دیا گیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، فقر اور درویش تھے ہم آپ کے ساتھ جو دو سخاوت سے پیش آئے۔ آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو بے خوف کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کو یہاں تک پہنچایا انصار رونے لگے ان کے بوڑھوں نے ہاتھ اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی اور کہا یا رسول اللہ ہم خدا اور اس کے رسول سے خوش ہوئے خاص ہمارے اموال بھی اگر آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو تقسیم فرما دیں۔ ہماری نظر آپ کی فرمانبرداری پر ہے دنیا کے سامان پر نہیں ہے۔ ہمیں آپ کی جدائی کی فکر ہے مال کی کمی کی پرواہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش جاہلیت اور میری مصیبت سے قریب الحمد ہیں میں ان کی مصیبت کا تدارک کرنا چاہتا تھا اور ان کے دلوں کو محبت عطا کروں اور ایک قول یہ ہے کہ فرمایا اسے گر وہ انصار! تم ناراض ہوتے ہو کہ میں مال مولفۃ القلوب کو دیتا ہوں اور تمہیں تمہارے ایمان کے ساتھ چھوڑتا ہوں تمہارے کمال خلوص پر مجھے بھروسہ ہے کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو اونٹ اور بکریاں بھیڑیں لے کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم خدا کے رسول کے ساتھ اپنے گھروں کو جاؤ۔ خدا کی قسم جس چیز کے ساتھ تم لوٹو گے وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جس کے ساتھ یہ لوگ واپس جائیں گے پھر فرمایا کہ جمیل سراقہ صغریٰ جو کہ فقرا و صحابہ صفہ میں سے ہے اور اکثر غزوات میں میرے ساتھ تھا اسے ان غنائم میں سے میں نے کچھ نہیں دیا ہے اور عینیہ اور اقرع ہر ایک کو سو سو اونٹ دیئے ہیں اور دنیا سے عینیا اور اقرع سے مجھے جمیل زیادہ بہتر ہے کیونکہ مجھے اس کے اسلام پر اعتماد ہے میرا مقصد قوم کے دلوں کی تالیف ہے تاکہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور میں چاہتا ہوں کہ وثیقہ لکھوں کہ بحرن کی زمین کی پیداوار خاص تمہارے لیے ہو جو کہ بہترین جگہ ہے جو خدا تعالیٰ نے فتح سے عنایت فرمائی ہے۔ انصار پھر رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں اور اس کے مال متاع سے کوئی آسائش نہیں خدا کرے وہ دن نہ آئے کہ آپ کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن سے کوئی چارہ نہیں۔

میرے بعد تمہیں کام درپیش ہوگا صبر کی مضبوطی کو پکڑنا تاکہ بغیر شرمندگی اور نجات کے خدا اور رسول سے آلودہ نہ رہو اور ہمارا وعدہ حوض کوثر پر ملاقات ہے جس کا طول و عرض صفا اور عمارت کا درمیانی فاصلہ ہے اور اس کے پیالوں اور لوٹوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے پھر فرمایا کہ انصار میرے خاص اور میری ڈھال ہیں اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں انصار کے ہتھیاروں کا۔ خداوند انصار کو بخش دے اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو بخش۔ انصار انتہائی خوشی سے اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور خدا تعالیٰ کا انہوں نے شکر ادا کیا اور مال پر فریفتہ نہ ہوئے اور خدا اور رسول سے دور نہ ہوئے۔

اصحابِ درایت نے بیان کیا ہے کہ ہوازن کی ایک جماعت حجرانہ میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئی اور باقی قوم کے مسلمان ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اہل و عیال ہیں جو بلادِ ہند میں پہنچی آپ سے پوشیدہ نہیں اب ہم پر رحم فرمائیے اور احسان کیجئے تاکہ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے اور رحم فرمائیے اور کہتے ہیں کہ اس جماعت کے اشراف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا ابو بقران، زبیر بن سہمی و سعدی جو کہ اس جماعت کا خطیب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں حاضر ہوئے اور کہا اگر ہم حارث بن ابی شمر غسانی یا نعمان بن مشذر کی کفالت و حصانت میں ہوتے تھے تو ان کو دودھ دیتے تھے اور ہمارے اختیار و اقتدار کی باگ ڈور ان کے قبضہ میں ہوتی تھی جیسا کہ آج آپ کے قبضہ میں ہے۔ لاجلہ ہمارے ساتھ فضل و احسان کرتے تھے اور شفقت و رحمت سے دریغ نہیں کرتے تھے اب ہم آپ کی کمالِ عاطفت سے امیدوار ہیں کہ مال ہمارے اور قیدی ہم کو عنایت فرمائیں گے جیسا کہ ہم میں آپ کی رضاعی چچائیں اور خالائیں ہیں چونکہ آپ بہترین احسان کرنے والے ہیں اپنی نظر عنایت کو ہم پر نہ پھیریں۔ اور ہم جو انواع و اقسام کی ذلتوں سے خاکِ ندانہ پر گرے پڑے ہیں اپنے دستِ کرم سے ہمیں سہارا دیجئے۔

گرچہ افتادہ بخاک کرم از صد خوار  
چشمِ دارم کہ بدستِ کرم برداری

گرچہ پس ماندہ در گاہم امیدم آن است  
کہ بیک جاذبِ لطف بہ پیشم آری

حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے ان کے جواب میں فرمایا میں نے مال غنیمت میں تمہاری وجہ سے تاخیر کی اور تمہاری آمد کا انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ اور اس سلسلہ میں کوئی بات کرو۔ تم دیر سے آئے میں تمام لوگوں میں جو موجود تھے تقسیم کر دیئے۔ میرے نزدیک محبوب ترین اور سب سے زیادہ سچی بات یہ ہے کہ مال اور قیدیوں میں سے ایک چیز کو پسند کر لو انہوں نے کہا ہم اہل و عیال کو چھوڑ کر اونٹوں اور بھیڑوں کے خواہشمند نہیں ہیں جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی عبدالمطلب کا حصہ ہم نے تمہیں چھوڑا اور لوگوں سے میں تمہارے لیے درخواست کرتا ہوں تاکہ وہ بھی اپنے حصص کو چھوڑ دیں۔ جب میں نظر کی نماز ادا کروں تم کھڑے ہو جانا اور مجھے مسلمانوں کے پاس سفارشی بنانا۔ ہوازن نے نماز نظر کے بعد فرمان کے مطابق گروہ درگروہ عمل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یوں فرمایا کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس مسلمان ہو کر آئے ہیں اور میری رائے اس پر قرار پائی ہے کہ ان کے قیدیوں کو انہیں دے دیں۔ کام یہ ہے کہ جو شخص اس پر راضی ہو فرمان کے مطابق عمل کرے اور جو شخص اپنے حصہ کو نہ چھوڑ سکتا ہو خدا تعالیٰ جو مال ہمیں عنایت فرمائے ہم اسے دیتے ہیں۔ تمام حاضرین مجلس نے کہا ہم اسے دلی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ بنی ہاشم کا حصہ ہے اے گروہ ہوازن ہم نے تمہیں دیا۔ پھر مہاجرین کھڑے ہوئے اور کہا جو ہمارا حصہ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور انصار نے بھی یہی بات کہی لیکن اقرع بن جالس جو کہ بنی تمیم کا پیشوا تھا اور عینہ بن حصین فزاری اور مقدری بنی فزارہ نے کہا ہم اس کے ساتھ متفق نہیں ہیں اور عباس بن مرداس نے کہا کہ میں اور بنی سلیم اس پر راضی نہیں ہیں بنی سلیم نے اس کی تکذیب کی اور کہا جو کچھ ہماری ملکیت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راضی نہیں ہے میں اسے ایک اونٹ کے عوض جو اس کے پاس موجود ہے پہلی اس غنیمت سے جو اللہ تعالیٰ مجھے عنایت فرمائے گا میں سے چھ اونٹ دوں گا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کو مشاہدہ کیا۔ انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اپنی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سنے مالک بن عوف کے حالات دریافت کیے۔ ہوازن نے کہا کہ وہ طائف کے قلعہ میں ہے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ہمارے پاس آجائے اور مسلمان ہو جائے تو اس کے  
 اہل و عیال اور مویشی و اموال کو اسے واپس دے دوں گا اور اسے مزید سزا و نڈبختوں گا۔  
 ہوازن کے وفد نے مالک بن عوف کو خبر پہنچائی وہ خوش اور مسرور ہو کر جعرانہ میں آپ کی قدوسی  
 کے شرف سے مشرف ہوا اور زیور ایمان سے آراستہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا  
 وعدہ پورا فرمایا۔ مالک کو اس کی قوم اور چند دوسرے قبیلوں پر سردار بنا کر واپسی کی اجازت  
 فرمائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنائم کی تقسیم سے فراغت کے  
 حضور کا مکہ میں قیام :- بعد بارہ ذی قعدہ ۳ھ میں جعرانہ سے اہرام باندھ کر

مکہ میں داخل ہوئے اس کے مناسک ادا فرمائے اور مکہ کی امارات عتاب بن اسید کے سپرد  
 فرمائی اور معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو قرآن کی تعلیم اور دینی تعلیم دینے کے لیے  
 مکہ میں بھیجا اور تمام کو شرعی احکام کے نافذ کرنے اور طت کو جاری کرنے کی وصیت فرمائی اور  
 ابوسفیان بن حرب کو عراق میں جو کہ بلادِ یمن میں تھا گورنر بنایا اور کثیر بن عبد اللہ کو اس کی مدد و  
 اعانت کے لیے روانہ فرمایا۔ ان مہاسکے فراغت کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوات  
 و التسلیمات مکہ سے باہر نکلے اور مر الظهران میں آئے اور باقی ماندہ مال غنیمت اس جگہ تقسیم فرمایا  
 آخری ذی قعدہ یا اول ذی الحج میں مدینہ لوٹے اس سال لوگوں نے عرب کے دستور کے مطابق  
 حج کیا اور حج مقرر کیے بغیر عتاب بن اسید نے بھی لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا اور ایک روایت  
 کے مطابق آخری ذی قعدہ یا اول ذی الحج میں واپس آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بہی تعبیلہ کے لوگ :- بہی اور عرض کی کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہیں۔ ہم نے سنا

ہے کہ اسلام ہجرت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ فرمایا جہاں ہمیں بھی رہو تقویٰ اختیار کرو تاکہ تمہارا  
 اسلام مکمل ہو اور اگر ہجرت نہیں کر گے تو تمہارے دین و ملت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ان  
 لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق رھلہ بنت الحارث کے گھر رکھا گیا اور چند



روزان کی مہمانی کی اور ہر ایک کو چار اوقیہ چاندی دے کر رخصت کیا۔

اسی سال زینب خاتون بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئیں۔

## حضرت زینب کا انتقال :-

ان کے لیے تابوت بنایا گیا سب سے پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنا آپ ابو العاص بن الربیع کی منکوحتہ تھیں اور ان کی بیماری کا سبب وہ نیزہ تھا جو مکہ سے نکلنے وقت ہمارے مارا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا آپ کے دو فرزند یادگار زمانہ تھے ایک علی جے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ بلدہ طیبہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے روز سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا وہ بلوغت کے قریب پہنچ کر فوت ہوئے دوسری لڑکی امامہ تھیں جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی نے نکاح کیا۔

اسی سال حضرت ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

## حضرت ابراہیم کی پیدائش :-

نے پردہ غیب سے عالم شہادت میں قدم رکھا ان کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں جیسا کہ ان کا ذکر گذرایہ خوش خبری ابرار فح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابرار فح کو خوشخبری کے عوض ایک غلام بخشا اور ایک میت بٹھا اس نور چشم کے لیے ذبح کیا اور جب ابراہیم کا سر مونڈا تو بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور آپ کے حکم پر بالوں کو دفن کر دیا۔

اسی سال (ایک قول کے مطابق ساتویں سال منبر ایجاد ہوا) منبر بنانے

## منبر رسول :-

کے وقت اور ایک جگہ پر نصب کرنے میں بہت اختلاف ہے اور کتب میں مذکور ہے نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تیار ہو گیا تو حجاب کی طرف رکھا اس مسجد میں چوب فرما کا ستون تھا منبر کی تیاری سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تکیہ لگایا کرتے تھے اور وعظ فرمایا کرتے تھے، جمعہ کا روز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستون کے پاس سے گزرے اور منبر پر چڑھے، ستون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نزدیک نہ دیکھا۔ نالہ و فریاد شروع کر دی اور ایک روایت کے مطابق اس اونٹ کی مانند فریاد نکالی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستون

پھٹ گیا چونکہ حاضرین نے اسے دیکھا متعجب ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لکڑی کے ٹکڑے کی حالت پر تعجب نہ کرو صحابہ اس ستون کی طرف متوجہ ہوئے اس کے رونے کو سناہ بہت رونے وہ اسی طرح نالہ کرتا رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس ستون کے نزدیک گئے اور اسے اپنی گود میں لیا اور کہا اگر تو چاہے تو تجھے تیری اصلی جگہ پر پھر لگا دوں تاکہ پھر سرسبز اور خرم ہو جائے اور میوے پیدا کرے اور اگر تو چاہے تو بہشت کی زمین میں تجھے لگا دوں جنت کے چشموں اور نہروں سے پانی پئے۔ صالحین اور اولیاء تیرے میوے تناول کریں اس ستون نے آخرت کو اختیار کیا اور کہتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون کو گود میں لیا ہوا تھا فرماتے تھے نعمر فعلت قد فعلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ اس ستون نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ میں اسے جنت میں گاڑ دوں اور اس ستون نے کہا کہ مجھے بہشت میں گاڑ دیں تاکہ اولیاء میرے میوے کھائیں تاکہ میں کبھی بھی بوسیدہ نہ ہوں۔ میں جتنا تھا نعمر فعلت قد فعلت۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اسے دنیا و آخرت میں اختیار دیا تھا اس نے آخرت اختیار کر لی اگر میں اسے تسلی نہ دیتا تو قیامت تک وہ جدائی سے روتا رہتا۔ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حدیث منبر روایت کرتے تو کہتے کہ اے گروہ مسلمانان! جب لکڑی کا ٹکڑا رسول خدا کے شوق میں نالہ کرتا ہے تو تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ ان کی ملاقا کے مشاق رہو چنانچہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

اَلْستون رادفن کردند در زمین تا چو دم حشر گر در یوم دین

تا بدانی ہر کرا ایزد بخو اند از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

ابن کعب نے وہ ستون اٹھایا اور گھر لے گیا وہ اسی کے پاس تھا یہاں تک کہ

بوسیدہ ہو گیا اور یہ بات صحت کو پسینہ چلی ہے کہ مابین قبوی و منبوی روضۃ من ریاض الجنة۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تھے منبر کے تین پایہ تھے تیسرے پایہ پر بیٹھے تھے اور اپنے پاؤں مبارک دوسرے پایہ پر رکھتے تھے۔ جب خلافت امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی ادب کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پایہ پر بیٹھے

اور پاؤں کو پہلے پایہ پر رکھا۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلے پایہ پر بیٹھے اور پاؤں زمین پر رکھے جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر بیٹھے تھے چنانچہ مولوی رومی نے مثنوی میں بیان کیا ہے۔

قصہ عثمان کہ بر منبر برفت	چوں خلافت یافت بشائبہ نعت
منبر کہ مہتر کہ سرمایہ بد است	رفت ابو بکر و دوم پایہ نشست
بر سوم شد عمر اندر دور خویش	از برائے حرمت اسلام و کیش
دور عثمان آمد و بالائے تخت	بر شد و بگشت آل محمود بخت
پس سواش کرد شخے بو الفضول	کال دو نیشتمند بر جائے رسول
پس تو چوں جستی از ایستای برتری	چو برتت تو از ایثاں کھتری
گفت از پایہ سوم پا بسیرم	و ہم آید کہ مثال عمر ام
در دوم پایہ شوم من جائے جو	گوسیم مثل ابو بکر است او
و ہم شے نیست آں با شاہ مرا	ہست ایں پایہ مقام مصطفیٰ

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مروان کو جو اس کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا خط لکھا کہ جس طرح ہو سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو ہمارے لیے شام میں بھیج چنانچہ مروان کے حکم سے منبر کو اس جگہ سے اس ارادہ سے اکھاڑا کہ شام کو بھیجے یکدم مدینہ میں تاریکی پھیل گئی اور ایک روایت کے مطابق سورج اس حد تک معلق ہو گیا کہ آسمان میں شرارہ نظر آنے لگا اور فتنہ عظیم لوگوں میں پیدا ہوا مروان نے جب یہ حال دیکھا گھر سے باہر نکلا خطبہ دیا اور کہا کہ معاویہ کا فرمان تھا کہ منبر کو جگہ سے اکھاڑ کر بلند کروں۔ منبری کو بلا کر ایک درجہ اور بڑھا دیا اور اس کا سبب یہ بتایا کہ لوگ زیادہ ہو گئے ہیں میری خواہش تھی کہ تمام لوگ خطیب کو دیکھ سکیں اور اس کی بات سنیں اور کہتے ہیں کہ اسی حال میں تھا اگر کوئی خرابی ہو جاتی تو اس کی اصلاح اسی طریق پر کر دیتے یہاں تک کہ ۳۵ھ میں مدینہ میں آگ لگی اور منبر جل گیا۔

# واقعاتِ سالِ نہم

کہتے ہیں کہ آغاز ماہِ محرم ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لیے اعمال مقرر فرمائے تاکہ

وہ قبائل جو زیور ایمان سے آراستہ ہو گئے تھے ان کے پاس جائیں اور زکوٰۃ کا مال جو مقرر شدہ ہے جمع کر کے مدینہ میں لائیں ان اعمال میں سے ایک بریدہ بن الخنصیب رضی اللہ عنہ تھے اسے قبیلہ اسلم اور غفار کی طرف بھیجا اور بعض روایات میں اس کی بجائے کعب بن مالک بیان ہوا ہے اور عباد بن بشر کو بنی سلیم پر مقرر فرمایا اور عمرو بن العاص کو فزارہ کی طرف اور ضحاک بن ابی سفیان کو بنی کلاب، رافع بن مکث کو جہینہ اور بشیر بن سفیان کعبی کو بنی کعب کے پاس بھیجا جس وقت بشیر بنی کعب کے پاس پہنچا وہ تمیم کے کنوئیں پر تھے بشیر نے ان کے مویشی کو شمار کر کے زکوٰۃ کو وصول کرنا شروع کیا لیکن وہ خست اور ٹھینگی سے وہ مال ان کی نظر میں بہت زیادہ دکھائی دیئے بنو تمیم اور بنو کعب نے کہا خواہ مخواہ اس قدر مال ہم محمد کو کیوں دیں؟ بنو کعب نے کہا ہم ایسی جماعت ہیں جنہوں نے محمد کی متابعت کی ہے اور اس کے دین میں داخل ہوئے ہیں اور اس کی طمت میں یہ زکوٰۃ واجبات میں سے ہے بنو تمیم نے تیر و تلو از نکال لیے اور کجا خدا کی قسم! عامل صدقات پچاس اونٹوں میں سے ایک اونٹ نہیں لے جاسکتا۔

اور بشیر سے کہا کہ ان اونٹوں کے نزدیک مت آنا۔ بشیر نے جب یہ صورت ملاحظہ کی ان میں سے نکل آیا اور ان میں سے بھاگ جانے کو غنیمت سمجھا۔ انتہائی تیز رفتاری سے مدینہ واپس آیا اور جو کچھ دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کون ہے جو جا کر بنی تمیم سے بدلہ لے۔ یعیبہ بن حصین فراری نے قسم کھائی کہ میں بنی تمیم کے پیچھے جاتا ہوں اور واپس نہیں آؤں گا جب تک ان کو پکڑ کر آپ کے پاس نہیں لے آؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سوار اس کے ساتھ کر دیئے کہ اس کی

موافقت کریں۔ یہ پچاس سوار مہاجرین اور انصار کے علاوہ تھے، عینہ ان کے ساتھ خانہ نبویہ کی طرف روانہ ہوا رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے اس طرح وہ منازل و مراحل طے کرتے۔ بنی تمیم کی سرزمین پہنچے انہوں نے مخالفین کے اکثر گھروں کو مردوں سے خالی پایا انہوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا اور گیارہ مردوں گیارہ عورتوں اور تین بچوں کو گرفتار کر لیا اور مدینہ کی طرف لوٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے انہیں مضبوط و محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کے گروہ نے شل اقرع بن حابس، عطاء بن خطاب، زیرقان بن بدر، نعیم بن سعد عمرو بن الاثم اور قیس بن سعد اپنے قیدیوں کی طلب میں مدینہ کو آئے۔ جب اس بلدہ طیبہ میں پہنچے پہلے قوم اور اپنے قبیلہ کے قیدیوں سے ملے پھر مسجد نبوی کی طرف متوجہ ہونے لگے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے اور اس جماعت کو معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سے حجرہ میں ہیں بے چینی سے ہر حجرہ کے دروازہ پر پہنچتے تھے اور آواز دیتے تھے یا محمد باہر آئیے۔ ہر چند حضرت بلال اور اہل مسجد انہیں تسلی دیتے مگر وہ باز نہ آتے۔ حتیٰ کہ آنسرہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اس قوم کو کیا ہوا ہے کہ مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے۔ جب آپ نے ظہر کی نماز کے فرض ادا کر کے اپنے حجرہ ہماریں کی متوجہ ہوئے بنی تمیم کے سربراہ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کے اصحاب ہماری طرف سے مخالفت کے ظہور کے بغیر ہماری عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لائے ہیں آنسرہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا اور حجرہ میں داخل ہو گئے اور ظہر کی سنتیں ادا فرمائیں۔ پھر گھر سے باہر آکر مسجد میں بیٹھے۔ بنی تمیم میں سے اقرع بن حابس نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا اے محمد! ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم بات کریں کیونکہ ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب ہے۔ یعنی ہماری تعریف آرائش ہے اور ہماری بے ایمانی ذلت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بھوٹ کما وہ ذات خداوند جل و علا ہے کہ اس مدح آرائش اور اس کی مذمت ذلت ہے۔ تم اپنا مقصد بیان کرو۔ انہوں نے متفق ہو کر کہا کہ ہم آپ کے خطیب اور شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ فخر بیان کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما بالاشعر

بعثت ولا بالفتح جاد مدت۔ لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔ زیر مان بن بدر یا عطاء بن خطاب  
جوان میں سے خطیب اور فاضل ترین شخصیت تھی کہا اٹھیے اور خطبہ پڑھیے۔ عطاء اٹھا اور باری  
تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور بنی تمیم کا شرف و فخر بیان کیا۔ جب عطاء خطبہ پڑھنے سے فارغ ہوا۔  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس شامس کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ اس کے جواب میں  
خطبہ پڑھے۔ ثابت نے انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جو خدا تعالیٰ جل و علا کی مدح ستائش،  
شہادتیں اور مہاجرین کی خصوصیات و مناقب پر مشتمل اور تقاضائے وقت کے مطابق تھا۔  
جب ثابت عطاء کے جواب سے فارغ ہوئے زبرقان جو کہ بنی تمیم کا شاعر تھا اٹھا اور چند  
اشعار پڑھے جن میں سے بعض یہ ہیں :-

نحن الکرام فراحم یعاد لنا  
و یطعم الناس عند الحظ کلهم  
ان یقینا فلا مالح لنا اخذ  
نحن الودس و فینا یقیم الربیع  
من السدیف اذا لم یونس الفروع  
انا کذا لک عند الفجور یرتفع

حضرت حسان بن ثابت نے اجازت ملنے کے بعد چند اشعار پڑھے جن کی تعریف عطاء  
نے آسمان پر کی ان ابیات میں سے بعض یہ ہیں :-

ان الذوائب من فہر و اخونہم  
یرضی بہا کل من کانت سریرتہ  
اکرم قبول رسول اللہ سنبتعہم  
قد ہنوا سنۃ للناس یتبع  
یقوی الالہ و کل الخیر یصطنع  
اذا تفاوتت الالہوی و السبیع

بنی تمیم کی طرف سے پھر اقرع بن حابس نے چند اشعار پڑھے جن میں سے چند یہ ہیں :-

اھناک کیما نعرف الناس فضلنا  
وانارؤس الناس من کل شعر  
وان لنا المرتاع من کل عادیۃ  
یکون بنجد او بارض متھام

حضرت حسان بن ثابت پھر حسب الارشاد جواب کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا :-

نبی دارم ولا بالفتح وان فخرکم  
اہل علینا یفخرون و انتم  
یعود و بالا عند ذکر المعکام  
لنا خول ین طیرا و خادم

وافضل ما كينتم من المجدد العلى  
 فانكنتم جنتم تحصن و مالكم  
 وقادتنا من بعد ذكر المكادم  
 و امرالكم ان تقسموا فى المقاسم  
 فلا يحصلوا الله يدا و اسلموا  
 ولا يفخرو عند النبى مدادم  
 والادب محاطلة و المال اكفنا  
 على رؤسكم بالمرصقات الصوام

جب دونوں طرف سے معارضہ اٹھا کو پہنچا اقرع بن حابس نے کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم قدس سے مدد و نصرت حاصل ہے۔ کہ کوئی عزت اس سے دور نہیں رکھی۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلیغ ہے۔ پس بنی تمیم نے انصاف اور فرمانبرداری کی اور مطیع و منقاد ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو انہیں واپس کر دیا اور عمدہ انعامات دیئے اور آیت کریمہ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون ولو انهم صبروا حتى تخرج الایة ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

بجرت کے اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کی گرفتاری :- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ قبیلہ طی میں بھیجا تاکہ فلس بت خانہ کو جو ان کے ملک میں تھا خراب کرے، صحابہ حضرت علی کے ساتھ روانہ ہو گئے منزلیں طے کرنے کے بعد صبح کے وقت بغیر اطلاع و خبر قبیلہ میں پہنچے اور لوٹ مار شروع کر دی اور بت خانہ کو اکھاڑ کر جلا دیا اور بہت سامان غنیمت بھیڑ بکریاں اور اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور رئیس قوم عدی بن حاتم طائی بھاگ کر شام چلا گیا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ حاتم کی بیٹی جو کہ ایک فصیح و بلیغ عورت تھی غنیمت میں داخل کر کے مدینہ لائے اور اسے اس سرانے میں جو قیدیوں کی حفاظت کے لیے بنائی تھی جگہ دی ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے جا رہے تھے حاتم کی بیٹی گھر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر کھڑی ہو گئی اور کہا یا رسول اللہ ہلک الوالد و غاب الواخذ فامتن علی بن اللہ علیک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا وفد کون ہے اس نے جواب دیا۔ میرا بھائی عدی بن حاتم، آنسرور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خدا اور رسول سے بھاگنے والا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی اور مسجد کی طرف چلے گئے۔ جب دوسرا روز بوا حاتم کی لڑکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گزرنے کے وقت اپنی درخواست کو دہرایا اور وہی جواب سنا۔ تیسرے روز سرور انبیاء جب اس سرا کے دروازہ کے پاس سے گزرے حاتم کی لڑکی پھر کھڑی ہو گئی اور کہا یا رسول اللہ میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حاتم دنیا سے رخصت ہو گیا اور بھائی دیا رہ شام کو بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجئے اور مجھے آزاد کر دیجئے تاکہ حق تعالیٰ آپ پر احسان کرے اس مرتبہ اس عورت کی درخواست قبول ہوئی۔ طے ہوا کہ اس کے واقف کاروں کی ایک جماعت مدینہ میں آئے تو آپ اسے ان کے ساتھ وطن مالوف کو بھیج دیں گے۔ چند روز کے بعد قبیلہ طے کی ایک جماعت مدینہ میں آئی حاتم کی لڑکی نے اس صورت حال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نئے کپڑے پہنائے اور کئی قسم کے انعامات و اکرامات سے نوازا۔ اور رخصت کیا اس جماعت کے ساتھ جس جگہ چاہے چلی جائے۔ حاتم کی لڑکی اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے شام کی طرف گئی۔ جب بھائی کے پاس پہنچی بھائی نے اس سے پوچھا کہ مصلحت کیا ہے اس کی بہن نے کہا وہ پیغمبر ہے یا بادشاہ، ہر تقدیر پر اس کی ملازمت اور فرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ عدی مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جب مدینہ میں پہنچا آنسور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے وہ مسجد میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ چونکہ مدینہ مشرکین کی قیام گاہ نہیں ہے آیا ہوں۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور گھر کی طرف چل دیئے عدی نے موافقت کی۔ راستہ میں ایک بوڑھی کمزور عورت پیش ہوئی اور اس نے جو باتیں کہنی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر اس بڑھیا کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے رہے اس کی ضرورت پوری کی عدی بن حاتم نے جب یہ خلق عظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کیا اس نے اپنے آپ سے کہا یہ صفت تو انبیاء و رسل علیم السلام کی ہے جب منزل مبارک میں آئے چڑھے کا ننگہ جسے کھجوروں کے پتوں سے بھرا ہوا تھا اور عدی کے بیٹھنے کیلئے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ عدی پہلے رکا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار اور مبالغہ



کی وجہ سے اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور وہ افلاک کی چوٹی کے سرتاج یعنی سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہوئے عدی نے اپنے آپ سے کہا یہ بھی بادشاہوں کی عادت سے نہیں ہے بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے محاسن و خصائل سے ہے۔ بیٹھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی تیرا فلاں مذہب تھا اور یہ کام کرتا تھا جو تیرے مذہب و ملت میں جائز نہیں تھا۔ عدی کو اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر و مرسل ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی شاید تو اس لیے اسلام قبول نہ کرتا ہو کہ مسلمانوں کے پاس مال کم ہے اور مسلمان محتاج ہیں خدا کی قسم! عنقریب ان کے درمیان اس قدر مال ہو جائے گا کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اور ممکن ہے اسلام کے قبول کرنے میں رکاوٹ دشمنوں کی کثرت اور ارباب ملت کی قلت، خدا کی قسم اگر تیری زندگی طویل ہوئی اور تو نے لمبی زندگی پائی تو دیکھے گا کہ مسلمان زیادہ اور مسلمانوں کے دشمن کم ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک عورت قادسیہ سے تنہا اونٹ پر سوار کعبہ کے طواف کے لیے آئے گی اور اسے خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ تیرے لیے دین میں آنے سے مانع یہ بات ہو کہ تو دیکھتا ہے کہ سلطنت و حکومت ملت کے دشمنوں کے پاس ہے۔ خدا کی قسم بہت جلد تو سنے گا کہ بابل کی سرزمین کا قہر بعض مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ عدی نے کہا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے اسلام کی دعوت دی نہیں زیور اسلام ایمان سے آراستہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو واقعات بیان فرمائے تھے ان میں سے دو واقعات میں نے مشاہدہ کیے ایک قہر بابل کی فتح اور دوسرا عورت کا تنہا قادسیہ سے مکہ روانہ ہونا اور مجھے کوئی شک نہیں کہ دوسرے واقعات بھی ضرور ظہور پذیر ہوں گے۔ عدی بن حاتم کے ایمان لانے کا واقعہ اگرچہ سال دہم میں ہوا تھا لیکن ہم نے ربط کلام کی وجہ سے واقعہ سالی نهم میں اسے بیان کیا ہے۔

سید انام صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ ایک ماہ از دواج مطہرات واقعہ ایلاہ سے اخلاط نہیں فرمائیں گے اس واقعہ کے سبب میں کئی وجوہ بیان ہیں ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سال نبوت حضرت عمر بن الخطاب کے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت حفصہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گھر سے نکل کر اپنے

باپ سے ملنے کے لیے گئی ہوئی تھی چونکہ خلوت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی ماریہ کو طلب کر کے اس سے خلوت فرمائی اس وقت حضرت حفصہ باپ کے گھر سے لوٹیں دیکھا کہ گھر کا دروازہ بند ہے لامحالہ انہوں نے توقف کیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے حضرت حفصہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد رونے لگیں اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے میرے گھر میں میرے بستر پر اپنی لونڈی کی طرف التفات فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حفصہ کی بے چینی کو دیکھا فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ ماریہ کو میں اپنے اوپر حرام قرار دوں۔ اس نے کہا نہیں، اس نے انتہائی خوشی سے اس بات کی خبر حضرت عائشہ کو دی۔ کہ تجھے بشارت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔ جب حضرت عائشہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے سرفراز ہوئیں پس سبیل تعریف کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے روز اپنی لونڈی قطیبہ کے ساتھ صحبت کیجیے تاکہ باقی اوقات آپ کی ازواج سالم رہیں۔ اسی اشارہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ادا اہل سورہ تحریم کی آیات لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو چھڑکا کہ میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ اس راز پر کسی کو مطلع نہ کرنا تو نے میرے راز کو کیوں ظاہر کیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس حقیقت سے کس نے خبر دی کہ فرمایا نبی فی العلم الخبیر۔ مجھے خداوند دانائے باریک بین نے خبر دی۔ چونکہ یہ صورت بعض ازواج سے ظہور پذیر ہوئی تھی اس کی سزا تمام ازواج کو پہنچی یہاں تک کہ ایک ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف مصاحبت سے محروم رہیں۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ امہات المؤمنین نان و نفقہ کی کوئی چیز طلب کرتی تھیں اور اس کے حاصل کرنے میں تنگی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نملگین بیٹھے ہوئے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرہ کے دروازہ پر آئے دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ بند ہے اور کچھ لوگ دروازہ پر انتظار کر رہے ہیں۔ اور کسی شخص کو زیارت کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت حاصل کر کے دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منقبض دیکھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے کوئی

بات کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا باعث ہو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میری بیوی بنتِ خارجیہ ان دنوں مجھ سے کوئی چیز طلب کی ہیں جس کا میا کرنا مجھ پر دشوار تھا میں اٹھا اور اس کی گردن پر ایک تھپڑ مارا کاش آپ صورت کو مشاہدہ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم متہم ہوئے، آپ نے فرمایا یہ میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں مجھ سے نفقہ اور کچھ چیز طلب کرتی ہیں جو میرے پاس نہیں ہے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات سے متاثر ہو کر اٹھے اور ایک گھونٹہ حضرت عائشہ کی گردن پر مارا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر ان کی براہِ نکست کی اور ایک گھونٹہ حضرت حفصہ کی گردن پر مارا، صدیق و فاروق نے اپنی بیٹیوں عائشہ و حفصہ کو عتاب کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز طلب نہ کرو جو ان کے قبضہ میں نہ ہو۔ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے قسم کھائی کہ آئندہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تکالیف نہیں دیں گی جس کی وجہ سے آپ کو پریشانی لاحق ہو، ازواجِ مطہرات کو چھوڑ کر ایک ماہ تک اپنی مسجد کے بالا خانہ پر معتکف رہے اور رباح نامی غلام کو مقرر فرمادیا کہ کسی شخص کو اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دے۔ یہ خبر مدینہ میں پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے، صحابہ میں سے جو شخص بھی یہ خبر سنا مسجد میں آ جاتا۔ انہیں ملاقات کی اجازت نہیں ملی یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی یہ خبر سنی، میں مسجد میں آیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو پایا کہ وہ روتے تھے میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا، عظیم غم میرے دل پر مسلط ہو گیا وہاں سے میں اٹھا اور بالا خانہ پر آیا اور رباح سے درخواست کی کہ وہ ملاقات کی اجازت حاصل کرے۔ رباح نے میری درخواست کو کئی بار عرض کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اسخ کار میں نے بلند آواز سے کہا اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کی سفارش کے لیے آیا ہوں تاکہ اس کے مجرم کو میری وجہ سے معاف فرماویں۔ خدا کی قسم! اگر آپ مجھے اس کی گردن مارنے کا حکم فرمائیں تو میں سرتابی نہیں کروں گا۔ یہ بات کہہ کر میں واپس آ گیا۔ اچانک رباح کی آواز میں نے سنی جو کہتا تھا اے عمر! اؤمتیں اجازت مل گئی ہے، میں مراجعت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گیا میں نے السلام علیکم کے بعد عرض

کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا نہیں،  
 میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے گھر سے تکبیر کی  
 آواز سنی تو میں سمجھ گئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا اور کیا جواب سنا۔  
 دوسری روایت یہ ہے کہ زینب بنت جحش کے لیے ہدیہ کے طور پر شہد لایا گیا تھا۔  
 اس نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محفوظ رکھا۔ اور شہد کی طرف حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی رغبت کو آپ جانتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف  
 لے جاتے آپ کے لیے شربت تیار کرتیں۔ شربت کے تیار کرنے کی وجہ سے اور شہد کے  
 پانی میں حل ہونے تک وقت معیود سے زیادہ حضرت زینب کے پاس توقف فرماتے،  
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ نے آپس میں طے کیا اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں کہیں کہ آپ سے مغفیر کی بو  
 آتی ہے۔ شاید آپ نے مغفیر تناول فرمایا ہے، مغفیر مغفور کی جمع ہے اور مغفور ایک درخت  
 ہے جسے عرق پکھتے ہیں جس کی مکروہ بو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چیز سے احتراز  
 فرماتے تھے، کیونکہ ملائکہ کے ہم جلیس تھے اور وہ بُری بو سے متاثری ہوتے ہیں۔ جب حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس آئے جو کچھ انہوں نے طے کیا ہوا تھا حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مغفیر نہیں کھایا بلکہ  
 شہد کا شربت، زینب کے گھر سے پیاجے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ سے  
 کہا جو ست نخلہ عرق شہد کی مکھی نے عرق کے درخت سے شہد حاصل کیا ہے۔ فرمایا  
 اگر ایسا ہے تو آئندہ میں شہد نہیں پیوں گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس بات پر قسم کھائی اور  
 اسے وصیت کی کہ اس بات کو کسی سے مت کہو اس عورت نے قبول کر کے اس پر عمل نہ کرتے  
 ہوئے دوسری کو بتا دی۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور سورہ تحریم لائے کہ یا ایہا النبی  
 لم تحرم ما احل اللہ لک تبغی مرضات ازواجک یہاں تک کہ ان تنوبا  
 الی اللہ فقد صغت قلوبکما۔ الایۃ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب قسم  
 کھائی کہ ایک ماہ تک عورتوں سے علیحدگی اختیار کریں گے، اکثر مفسرین اور محدثین اسی

قول کی طرف مائل ہیں۔ الغرض جب ازواج مطہرات کو چھوڑے ہوئے انتیس روز گزر گئے آپ مسجد کے بالا خانے سے اترے پہلے حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قسم کھا رکھی تھی کہ ایک ماہ ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور اس تاریخ سے انتیس روز گزرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض مہینے انتیس روز کے ہوتے ہیں اور یہ مہینہ بھی انتیس روز کا ہے۔

دنیا کی نعمتوں کی بجائے محبت رسولؐ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو آیت

نازل ہوئی تھی پڑھی یا ایہا النبی قل لا ازواجکم ان کنتمن ترون الحیوة الدنیا و ذینہما فتعالین امتعکن و انسر حکن سراجاً جمیلاً۔ وان کنتمن ترون اللہ ورسولہ و الدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیماً اور پیغام کے پہنچانے کی کیفیت اور کلام کی قرأت اس طرح تھی کہ فرمایا اے عائشہ! میں ایک معاملہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو جلد جواب دے لیکن اپنے باپ کے ساتھ مشورہ کر لے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش کی طالب ہو تو آؤ تاکہ میں تمہارا مہر تمہیں ادا کر دوں اور تم سے عمدہ طریق سے جدا ہو جاؤں۔ اور اگر خدا اور رسول کو چاہتی ہو اور سرائے آخرت کو تو خدا تعالیٰ نے نیکو کار عورتوں کے لیے انتہائی عظیم اجر تیار کر رکھا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے میں باپ سے مشورہ کر دوں؟ یعنی اس معاملہ میں مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ میں خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور آپ سے میری ایک درخواست ہے کہ آپ اپنی کسی بیوی کو بھی اس بات سے واقف نہ کریں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ فرمایا میرے بتائے بغیر کسی عورت کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا اختیار کیا ہے۔

ایک زانیہ کو سزا کے رسم : واقعے سے تین سال پہلے اس عورت نے غاند سے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا ہو گیا ہے  
 مجھے پاک کیجئے یعنی شریعت کا حکم نافذ کیجئے۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے  
 عورت واپس چلی جا، خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور توبہ کر اور اس کی بارگاہ کی طرف  
 رجوع کر۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے اس عورت کی طرح دلپس  
 کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں زنا سے حاملہ ہوں۔ جب معلوم ہو گیا کہ زنا سے حاملہ ہے تو حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور صبر کر یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ سبب کو ایک انصاری  
 کے سپرد کیا گیا تاکہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے یہاں تک کہ اس کے حمل کا زمانہ پورا  
 ہو جائے جب اس نے وضع حمل کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی فرمایا اس وقت  
 اے سنگسار کرنا اس کے فرزند کو ضائع کرنا ہے اور کوئی شخص نہیں ہے جو اسے دودھ پلا سکے  
 ایک روز سبب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اپنے بچے کو گردن پر لکھنے  
 اور روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دینے ہوئے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بچے  
 کا دودھ پھڑا دیا ہے۔ اب یہ روٹی کھانے کے قابل ہو گیا ہے اب خدا تعالیٰ کے حکم کو ٹھہر پر  
 جاری کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اس کے  
 سینے کے برابر گڑھا کھودیں اسے اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا اور حکم فرمایا کہ اے سنگسار کریں  
 خالد بن ولید نے اس کے سامنے سے اس کے سر پر پتھر مارا۔ سبب کے خون کے چند قطرے  
 خالد کے چہرہ پر پڑے۔ خالد اسے گالیاں دیتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد  
 تنہی نہ کر مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی  
 جان ہے کہ سبب نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر معافی وہ توبہ کرتا تو یقیناً بخشا جاتا اس کے  
 بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تجنیز و تکفین کریں۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن فرما دیا۔

## غزوة تبوک :-

تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو حجاز اور ناحیہ شام کے درمیان ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور ایک گروہ کہتا ہے

کہ یہ حینہ کا نام ہے۔ چونکہ لشکر اسلام اس سفر میں وہاں پہنچا اس لیے یہ غزوة، غزوة تبوک کے نام سے موسوم ہے۔ اس غزوة کو فضیحہ بھی کہتے ہیں۔ بعض منافقین کی اس غزوة میں فضیحت ہوئی۔ بعض جیش العسرة بھی کہتے ہیں عسرة کی وجہ تسمیہ کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس غزوة میں بہت مشقت پیش آئی۔ ان میں سے ایک یہ کہ سفر بعید تھا، ہوا سخت گرم تھی، دشمن کا لشکر بہت زیادہ اور صاحب شوکت اور مستعد تھا، قحط سالی اور لشکر میں عسرت و تنگی اس قدر تھی کہ فقرائے صحابہ میں سے ہر دس افراد کے لیے ایک اونٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ جس پر وہ باری سے سوار ہوتے تھے اور اکثر لشکر کے پاس گرم خوردہ کھجوروں اور چند سیر جو کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پانی اس قدر کمیاب تھا کہ سوار یوں کی کمی کے باوجود زیادہ تر اونٹ ذبح کرتے اور اس کے پیٹ اور رعاء کی رطوبت سے اپنی زبانیں تر کرتے۔ لوگ مدینہ سے باہر نکلنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ ان کے پھل پکے کا وقت تھا، درختوں کے سائے پھلوں سے نفع اندوز ہونا نفس کا محبوب و مطلوب ہے، آیت کریمہ :- یا ایہا الذین امنوا لکم اذا قیل لکم ان فروا فی

سبیل اللہ انا قلتم الی الارض اذھیتم بالھیوة الدنیا من الاخرة فاما متاع  
الحیة الدنیا فی الاخرة الاقلیل۔ اسی باب میں تازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت میں دنیا بس اتنی ہی ہے کہ تو اپنی انگلی دریا میں ڈالے اور نکال لے۔ دیکھو دریا سے کس قدر رطوبت تیری انگلی میں آئی ہے دنیا، آخرت کے مقابلہ میں اس سے بھی کم ہے فاما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة الاقلیل۔

سوئے دریا عزم کن زیں آب گیر بحر تجئے وترک این گرداب گیر

مال دنیا مال مرغان ضعیف ملک عقبی دام مرغان شریعت

مال و زر سرا بود ہچمو کلاہ عمل بود کو از کلہ سازو پناہ

آنکہ زلف و جعد رعنا باشدش چوں کلاش رفت خوشتر آبدش

اس غزوة کی وجہ یہ تھی کہ اس سال شام سے ایک قافلہ آیا اور روغن زیتون اور سفید

آٹا پایا۔ اور اہل مدینہ نے کہا کہ شاہ روم نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل خدام، عاملہ اور عثمان وغیرہ عرب کے قبائل اس کے ساتھ مل گئے ہیں اور مدینہ پر حملہ کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور مقدر لشکر بٹھایا، میں پہنچ گیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہر قل کو لکھا کہ یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے اصحاب میں قحط اور تنگی واقع ہوئی اموال ضائع ہو گئے۔ اب ان کی سلطنت پر آسانی سے قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مرد قبار نامی کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ کے لیے مقرر کیا۔ یہ خبر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا قصد پختہ فرمایا خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکر کو جمع کرنے کے لیے بریدۃ بن الحویص کو اسلام کی طرف بھیجا اور حضرت ابوذر غفاری کو غفار میں نامزد فرمایا۔ اور اسی طرح اصحاب کو جو قوم اور قبیلہ کی طرف منسوب تھے رسالت کے لیے متعین فرمایا دوستوں کو لشکر کی تیاری اور فقرا، سپاہ پر تصدق کی ترغیب و تحریریں فرماتے تھے۔

صحابہ اپنی وسعت و طاقت کے مطابق جدوجہد اور کوشش

**صحابہ کا ایثار :-** کی شرائط بجالاتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

گھر کے تمام مال سے دست بردار ہو گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور اس بذل اور احسان کی بنا پر تمام نیکی کرنے والوں پر سبقت لے گئے اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی تیاری کے لیے اس قدر تحریریں کی کہ صحابہ نے اس سلسلہ میں حتی الامکان بڑی کوششیں کیں۔ میں اس روز مالدار تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں حضرت ابو بکر پر سبقت حاصل کر دوں گا تو آج ہی کر دوں گا۔ اپنے نصف مال کو آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا رکھا۔ تاکہ اسے لشکر پر خرچ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اہل دعیال کے لیے تم نے کیا چھوڑا میں نے عرض کی کہ اسی قدر دوسرا مال ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق جو کچھ ان کے پاس تھا لے آئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے مصروف پر پہنچا دیا۔ فرمایا اے



ابوبکر! اپنے خیال کے لیے تو نے کیا پھوپڑا ہے۔ بروض کی ادخرت اللہ ورسولہ۔ میں نے کہا  
اے ابوبکر میں تجھ سے کسی چیز میں بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
بینکما ما بین کلمتیکما۔ یعنی اے ابوبکر و عمر تمہارے درمیان مراتب کا فرق ایسا ہی ہے جیسا  
کہ تمہاری گفتگو میں تفاد ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت شام کی طرف تجارت کے لیے قافلہ بھیجنے  
کی تیاری کر رہے تھے کہ غزوہ تبوک کی تیاری صحابہ میں عام ہوئی۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر  
تشریف لائے دو متمدلوں کو اس لشکر کی تیاری کے لیے ابھارا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
اس مجلس میں کھڑے ہوئے انہوں نے تمام سواروں اور مراکب سے جو شام کے لیے تیار کی تھیں  
ساز و سامان کے ساتھ سوا اونٹ فرائے لشکر اسلام کے لیے مقرر کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
دوبارہ صحابہ کو اس نیچی کی طرف رہنمائی فرمائی۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوا اونٹ  
اور بڑھادیئے۔ اور تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بات کا اعادہ فرمایا۔ حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ نے دو سوا اونٹوں کو تین سو کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوستوں کو صدقہ  
کی ترغیب دی امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سوا اونٹوں کے علاوہ ہزار اشقال  
طلائے احمر کا اضافہ کر دیا اور ایک روایت یہ ہے کہ پھر تین سو آراستہ اونٹ لشکر میں فقرا کیلئے  
مقرر فرمائے اور تفاسیر میں اس آیت کی تاویل کہ مثل الذین یتقون اموالہم فی

سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائة حبة، کہتے  
ہیں کہ اس روز امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ  
لشکر اسلام کو عطا فرمائے۔ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی اور دو ہزار اشقال سرخ سونا  
بھی لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ لاجمالہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اللہم ارض عثمان فالج عنہ راض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا  
کہ خدا یا قیامت کے حساب کو عثمان سے اٹھائے اور ایک روایت ہے کہ تمام دولت مندوں سے  
چھوٹی چھوٹی چیز کا حساب ہوگا۔ عثمان کا حساب نہیں ہوگا۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ  
چار ہزار درہم لائے اور کہا میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف کو اللہ کی رضا مندی اور حصولی

ثواب کے لیے لایا ہوں اور نصف کو اہل و عیال کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ محفوظ رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت دے۔ آنسو رو صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ان کا مال اس حد تک پہنچ گیا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی جسے مرض موت میں طلاق دے دی تھی جو چار عورتوں میں سے ایک تھی اور اس کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی اس کا بربع ثمن جو اس کا حصہ بنتا تھا مبلغ اسی ہزار درہم تھے اور ایک ولایت کے مطابق اسی ہزار مثقال سونے سے اس کے ساتھ صلح کی اسی طرح تمام اشراف ماجرین انصاء نے اموال کو خرچ کرنے میں دست بردار ہو کر ان کی بعض عورتوں نے ہاتھ پاؤں کے زیورات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سجایوں میں بھیج دیئے۔

ابو حقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے رات سے صبح

غریب صحابہ کا جذبہ تشریفی؛ تک ایک شخص کے لیے پانی کھینچا اور اس سے

دو صاع کھجوریں لے کر ایک صاع اہل و عیال کے لیے چھوڑیں اور ایک صاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک صاع کھجوروں کو تمام صدقات کے اوپر رکھا۔ منافقین دینے والوں اور لینے والوں دونوں کے متعلق غیبت کرنے لگے۔

حق تعالیٰ نے ان کے متعلق ایک آیت بھیجی۔ ان الذین یلمزون المظوعین من المؤمنین

فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منهم مسخر

اللہ منهم ولہم عذاب الیم۔ القصہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال

کو ضرورت مندوں پر خرچ کیا تاکہ اپنی تیاری کریں اور نعلین خریدنے کی زیادہ ہدایت فرمائی

اور فرماتے تھے کہ جوتے پہنو کیونکہ یہ سواری کے حکم میں ہے۔ نقل ہے کہ صلحاء اصحاب رضی اللہ عنہم

میں سے چند اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سالم بن عمرو

عتبہ بن یزید، ابولیلی، عبدالرحمن بن کعب مازنی، عمرو بن عمیر، سلمہ بن صححر، عرواض بن ساریہ،

اور عبدالرحمن بن مققل بن یسار اور ایک روایت میں عمرو بن الحام ابن الجعوم اور ایک روایت

میں فخر بن لیدس بن عبدالرحمن تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پیادہ

رہ گئے ہیں ہمارے پاس گھوڑے نہیں ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ہمراہ میدان جنگ

میں پہنچیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقات سے کوئی چیز جو تمہاری مہم کو کافی ہو سر دست موجود نہیں ہے۔ یہ فقرا مجلس ہمایوں سے غمگین باہر نکلے اور رونے لگے۔ اس وجہ سے وہ جماعت گردہ بکائیں گے تھے ملقب ہوئی چنانچہ آیت کریمہ ولا علی الذین اذا ما اتوک تعلمھو

قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع قرنا الایجد و ما ینفقون۔ ان رتنے والوں کے حامل دل کی خبر دیتی ہے۔ ابن یامین عمر و بن کعب نے کہا

کہ نضری ابو نعلی اور ابن مہقل کے پاس پہنچا اور ان کی سواری کے لیے ایک اونٹ دیا اور ہر ایک کو دو صاع کھجوروں کے زاد راہ کے طور پر دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس

نے دوسرے چند افراد کو سواریاں مہیا کیں، نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خیرات کرنے کا حکم فرمایا۔ عتبہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ نے توں سے خرچ طلب

کرتا ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں لیکن میں نے اپنی عزت کو لوگوں کے لیے حلال کر دیا ہے جو شخص میری عزت سے تعرض کرے گا اس کا مواخذہ

نہیں ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبل اللہ صدقتک۔ منافقین میں سے بیاسی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور معذرت کی اور اس غزوہ میں ساتھ نہ جانے کی

اجازت طلب کی۔ وہ لوگ بنی اسد سے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت جلد خدا تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا ان کے متعلق یہ آیت آئی۔ وجاد المعذرون من الاعراب

لیؤذن بہم وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ ستصیب الذین کفروا منہم عذاب الیسو۔ اور منافقین کی ایک اور جماعت عذر بیان کیے بغیر غزوہ سے پیچھے رہ گئی۔ اور لوگوں کو

بھی جانے سے منع کرتے رہے اور شدت گرا اور ہوا سے ڈراتے تھے۔ چنانچہ آیت کریمہ فرح

المخلفون بمعقدھو خلاف رسول اللہ وکھوا ان یجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحرقل نار جہنم اسد حرا لو کانوا یففقون۔ اس جماعت کی حالت کو بیان کرتی ہے۔

جب لشکر کی مہم مرتب ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ کے باہر تثنیہ اذاع میں جمع ہوں اور امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لشکر کی پیشوائی کے لیے مقرر فرمایا

کہ امامت کے لیے قیام کریں اور کھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سلول اپنے حلیف قبائل کے ساتھ باہر آیا اور مخلص مسلمانوں کے مقابلہ میں اتر آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثینۃ الوداع سے کوچ فرمایا عبداللہ منافقین کی جماعت کے اور یہود جو اس کے ساتھی تھے لوٹ گیا اور کما محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں کے ساتھ جنگ کے لیے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ آسان کام ہے خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ ان کے اصحاب قید ہو جائیں گے اور مغلوب کر کے اطراف عالم میں متفرق کر دیا جائے گا۔ جب اس کی خبر سمع ہمالیوں میں پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے بے وفائی نہ کرتا۔ اور منافقین کی ایک اور جماعت نے غنیمت کے لالچ میں اس سفر میں مسلمانوں کا ساتھ دیا، اور آتے جاتے وقت ان سے نامناسب باتیں اور ناموافق حرکات ظاہر ہوتی تھیں چنانچہ ان میں سے کچھ قلم کی مدد سے تحریر کا لباس پہنا کر جمہور کی نظر میں انشاء اللہ لائی جائیں گی نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر گئے تو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہاں چھوڑا تاکہ امامت المؤمنین کی خبر گیری کریں۔ مدینہ کے تابعین نے کہا کہ محمد علیؑ کو اس لیے اپنے ساتھ نہیں لے گیا کہ اس کی مصاحبت اسے گراں گزری۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقین کی جب یہ بات سنی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب میں روانہ ہوئے اور موضع شرف میں آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت واقعہ عرض کی اور درخواست کی کہ مجھے ساتھ لے چلیں آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما ترضی ان تکون بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون پیغمبر تھے اور میرے بعد پیغمبر نہیں ہے اور یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ثینۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نصرت آیات مجتہدے ترتیب دینے کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے بڑا مجتہد امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر فرمایا اور دوسرا مجتہد ازبیر بن العوام کے سپرد فرمایا اور اسے فرزند کا علم اسید بن الحصیر یا ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمایا اور اسے لشکر پیش ہونے کا حکم فرمایا کہتے ہیں کہ تیس ہزار کا لشکر تھا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے بعض اسی ہزار اور ایک گروہ ایک لاکھ کھتا ہے کہتے ہیں کہ ان میں دس ہزار گھوڑ سوار اور بارہ ہزار شتر سوار تھے اور اس لشکر میں خالد بن ولید کو مقدمتہً بجیش بنایا، یمینہ کو طلحہ بن عبداللہ، میسرہ کو

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔ جب تینہ اوداع سے روانہ ہوئے ہر مقام پر لشکریوں کی جماعت پیچھے رہتی رہی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لوٹ جانے سے واقف ہوتے ہے فرماتے اگر اس میں کوئی مہملاتی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد تمہارے پاس پہنچائے گا وگرنہ اس کی حجت سے تمہیں نجات دے دی۔

**سلامی لشکر تبوک میں :-** جب لشکر قطع منازل طے کرتا ہوا تبوک پہنچا اس مقام میں دو ماہ قیام کیا اور صبح و شام کو پرج اور راستہ کے رنج سے چند روز آرام حاصل کیا ان ہی حالات کے درمیان ثابت ہو گیا کہ لشکر روم کے متعلق جو سنا تھا، کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے اشراف سے اس معاملہ میں گفتگو کی ان کی طرف سے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ آگے جانے پر مامور ہیں تو اس طرف عزم کی باگ پھیر دیجئے۔ ہم تمام آپ کے ہمراہ ہیں جس طرف متوجہ ہوں گے دل و جان سے سر کے بل چل کر تھادیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مامور ہوتا تو مشورہ نہ کرتا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رومی بادشاہ کے پاس بے شمار لشکر ہے اور سامان جنگ بھی اس کی سلطنت و حکومت کے سایہ میں جمع ہے اور تیار ہے لشکر اسلام کو آپ خود جانتے ہیں کہ کمزور اور بے سر و سامان ہے اور اس سال ان پر غزوت اور قحط سالی بھی ہے۔ ان کی شوکت و مہیبت کی شہرت ان جاہک میں ہو گئی ہے اور آپ کا رعب اور خوف ان کے دلوں پر طاری ہو گیا ہے اگر اس سال واپس جا کر آئندہ سال اس امر کے درپے ہوں تو زیادہ مناسب اور بہتر دکھائی دیتا ہے چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

**ہرقل والی روم دامن اسلام میں :-** جب ہرقل والی روم نے سنا کہ حضرت سائب بن جریج نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر تبوک میں قیام کیا ہے تو اس نے بنی عنان کے ایک شخص کو مسلمانوں کے لشکر گاہ کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات از قلم سرخی چشم، مہربانیت، صدقہ کو رد کرنا اور ہدیہ کو قبول کرنا وغیرہ معلوم کرے۔ وہ شخص حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے تبوک میں آیا اور

پوری تحقیق و تفتیش کر کے ہر قتل کی خدمت میں واپس آیا اور اوصاف، صفات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بیان کیں، ہر قتل نے ایمان و اثرات سلطنت کو جمع کر کے حکم دیا کہ ملت نصرانی کو ترک کر کے ملت عزائم اسلام کو قبول کر لو، رومی قیصر کی بات سے اس قدر مشتعل ہوئے کہ اسے سلطنت کے زوال کا خوف پیدا ہو گیا، لامحالہ اس خیال کو اس نے ترک کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ خود ایمان لاکر سعادت دارین سے سرفراز ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبرک خالدين وليد كاشكر دومته الجندل میں :- میں مقیم تھے، خالدين وليد کو فرمایا کہ

چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبد الملک جو کہ دومتہ الجندل کا حاکم تھا کی طرف جائے۔ خالد نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے سنی کلاب میں بہت تھوڑے صحابہ کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معجز بیان زبان سے فرمایا بہت جلد تو اکیدر پہاڑی کو شکار گاہ بنادے گا اور بغیر جنگ کی زحمت اٹھائے اکیدر کو گرفتار کر لے گا۔ خالد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قلعہ دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے اور قطع منازل کرتے ہوئے اس رات میں جبکہ تقدیر کے فراسخ نے چودھویں رات کے چاند کا خیمہ فضائے آسمان میں گھینچا ہوا تھا اور نور کی طنابوں کو میدان ظہور کے صحن میں پہاڑوں پر مضبوط کیے ہوئے تھا قلعہ اکیدر کے قریب پہنچا۔ اکیدر اس رات اپنی جوہلی کی چھت پر اپنی بیوی زبابہ بنت انیف کے ساتھ شراب نوشی کر رہا تھا کہ اچانک ایک پہاڑی گائے قلعہ کے دروازہ پر آئی اور اپنے سینگ قلعہ کے دروازہ پر مارنے شروع کر دیئے۔ زبابہ نے چھت کی منڈیر پر آکر صورت حال کو مشاہدہ کیا اور اکیدر کو خبر پہنچا کر کہا، تو نے کبھی ایسی رات دیکھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، کہا کبھی ایسا شکار تو نے ہاتھ سے دیا ہے، کہا نہیں، حالانکہ اکیدر کو پہاڑی گائے کے شکار کے ساتھ بہت شغف تھا، چھت سے نیچے اتر اگھوڑے پر زین ڈال دیا وہ اور اس کا بھائی حسان چند نوکروں کے ساتھ شکار کی طلب میں قلعہ سے باہر آئے۔ گائے بھاگ نکلی۔ اکیدر نے اپنی قوم کے ساتھ اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ حضرت خالد کھات سے باہر نکلے اور اکیدر کو اس کی قوم کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ حسان نے جنگ کے لیے بہادری کا ہاتھ شجاعت کی آستین سے نکالا اور پہلی ہی ضرب سے زندگی سے

ہاتھ دھو بیٹھا اکیدر تقدیر و قضا کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔ باقی نوکر قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت خالد کو تھی کہ اگر تو اکیدر پر قابو پالے تو اسے زندہ میرے پاس لانا اگر انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت خالد نے اسے کہا اگر تو چاہے تو تجھے جان کی امان دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں بشرطیکہ قلعہ کی کنجیاں دے کر اس کا دروازہ کھول دو۔ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو نیزے اور چار سو زرہ ہمارے سپرد کرے حکومت حسب سابق تمہارے پاس ہی رہے گی۔ اکیدر نے حضرت خالد کی پیشکش کو قبول کر کے اسے قلعہ کے نیچے لایا اور اس کا بھائی مصاد جو قلعہ کی حفاظت کر رہا تھا پہلے قلعہ کو کھولنے سے رکا۔ آخر کار قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا اور دونوں بھائی خالد بن ولید کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لیے چلے حضرت خالد نے لشکر کے پہنچنے سے پہلے عمر بن ابیہ صمری کو بھیجا۔ اس نے دو مہ الجندل کی فتح، اکیدر کو اس کے بھائی کے ہتھ گرفتار کرنے اور حسان کے قتل ہونے کی خبر آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی اور زینبت جو حسان کا لباس تھی بطور نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے صحابہ اس کی لطافت اور نزاکت سے بہت متعجب ہوئے۔ اور اس میں ہاتھ ملتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لنا و لیل سعد بن معاذ فی الجنة الحسن و احسن من هذا اصفیٰ۔ کہتے ہیں کہ خالد نے وہاں سے جو کچھ لیا تھا اس میں سے چند چیزیں تحفہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجیں۔ خمس کو نکال کر باقی کو اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا۔ اکیدر اور مصاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور ایک روایت ہے کہ ان سے صلح کی اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ اور مستحق اور تخصیص مغازی کی روایت یہ ہے کہ دونوں بھائی زیور ایمان سے سرفراز ہو کر مسلمان ہو گئے۔

جو معجزات اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میدان تبوک میں معجزات نبوی :- مشاہدہ میں آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ در لقیہ بن ثابت اور ایک جماعت جو نفاق میں ان کے ساتھ متفق تھی اور ایک روز سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس مرد کو دیکھو کہ یہ شام کے قلعوں کو فتح کرنے نکلا ہے اور یہ بات بہت بعید اور دشوار ہے۔ قطعاً ظہور پذیر نہیں

ہو سکتی۔ قبیلہ اشجع کا ایک شخص جس کا نام محش محشی حمیر تھا ان کے ساتھ تھا اس نے کہا مجھے یہ بات پسند ہے کہ ہماری اس بات کے بدلے ہم میں سے ہر ایک کو سو تازیانے ماریں لیکن ہمارے متعلق قرآن نازل نہ ہو۔ ان ہی حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم غیب سے منافقین کی ناپسندیدہ گفتار پر اطلاع پاکر عمار یا سر سے فرمایا اس جماعت کے پاس پہنچو وہ تباہ ہو گئے اور اس جماعت سے پوچھو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور اگر انکار کریں تو مجھ کو تم اس طرح اور اس طرح کہتے تھے حضرت عمار نے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس قوم سے کہہ دیا وہ لوگ شرمندہ و خجل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ور یقر بن ثابت نے عرض کی کہ ہم آپس میں منہی مذاق سے باتیں کرتے تھے اسی اثنا میں آیت کریمہ ولئن سألتم لیقولن انما کننا نعوذ و نلعب قل اللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستمنون لا تعذروا  
قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعت عن طائفہ منکم نعتب طائفہ بامنہم کافوا  
 مجرمین۔ نازل ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ محش ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں خدا تعالیٰ نے معاف فرما دیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ شہادت سے سرفراز ہو اور اس کی قبر کسی کو معلوم نہ ہو، دعا کا تیرنٹ نے پڑھیا اور ایک جنگ میں شہید ہوا۔ اس لاش کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

جب اسلامی فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 سفر تبوک میں بیماری سے حفاظت :- ہر کاہی میں وادی القریٰ میں پہنچی اور حجر ثمود

میں اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات سخت ہوا چلے گی کسی شخص کو تنہا اپنے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ اس جگہ کے پانی بھی نہ پییں اور نہ ہی اس سے وضو کریں اور اونٹوں کے زانو مضبوطی سے باندھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لوگوں نے عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کا ایک شخص تنہا باہر نکلا وہ خنق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ایک دوسرا شخص اونٹ کی تلاش میں باہر آیا ہوا تھا اس کو ہوائے اڑی اور کوہ طی پر پھینک دیا۔ اس زمانے والے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حق تعالیٰ نے اسے اس مصیبت سے نجات دی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف



لائے اونٹ والے کو طلی کے باشندے تھے کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔  
 جب مسلمان حجر سے گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اس متعفن ہوا اور سخت گرمی میں آسمان کے اطراف  
 سے بادل کے ٹکڑے پیدا ہوئے اور آپس میں مل گئے اس قدر بارش ہوئی کہ تمام سیراب ہو گئے اور  
 اپنی مشکیں بھر لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی خوشی و سرور سے تکبیر کی اسی حال میں بادل کھل گیا  
 اور صاف ہوا ہو گئی۔ اس صورت کے وقوع کے بعد ایک مسلمان نے ایک منافق سے کہا خلوص  
 سے ایمان لے آؤ کیونکہ اب کوئی عذر تیرا باقی نہیں رہا۔ اس نے شرم سے کہا، اس سے کیا ہوا،  
 بادل گزر رہا تھا بارش برسا کر چلا گیا۔

ایک منزل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا صحابہ اس  
 منافقوں کی جھٹیں :- کی تلاش میں جنگل کی طرف بھاگے۔ قینقاع کا ایک یہودی جو  
 مسلمان ہونے کے بعد منافق ہو گیا تھا اور زید اللصت اس کا نام تھا۔ عمارہ بن خرام جو کہ اہل عقبہ  
 اور اصحاب بدر میں سے تھے کے گھر میں کہا کیا بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والوں کی خبر  
 دیتے ہیں اور بچتے ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور نہیں جانتے کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔ جب زید منافق  
 نے بات کہی حضرت عمارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اسی وقت حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے نوبت سے یہ بات معلوم کر کے فرمایا کہ اے عمارہ! ایک شخص نے ابھی بات کہی ہے  
 خدا کی قسم میں خدا تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا تو اب خدا تعالیٰ نے  
 مجھے آگاہ کیا ہے کہ میرا اونٹ کہاں ہے فلاں وادی میں جاؤ میرا اونٹ اس جگہ ہے اس کی نیل  
 ایک درخت پر اٹھی ہوئی ہے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور  
 اس وادی میں گئے اسی حالت میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی اونٹ  
 کو دیکھا۔ درخت سے نیل کو چھڑا کر اسے لے آئے جب عمارہ اپنے گھر واپس پہنچے صورت واقعہ کو  
 گھر والوں سے کہا آپ کے آنے سے پہلے زید نے ایسے ایسے کہا اسی وقت عمارہ اٹھے اور ایک گھوٹ  
 زید کی گردن پر مار کر کہا اے مسلمانو! میرے گھر میں اس قدر بُری بوجھ اور اتنا بڑا اثر ہوا اور

میں اس سے غافل پھر وزید کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے ساتھ مجلس نہ کی اور اس کی ہمیشگی سے احتراز کیا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں ایک روز فرمایا کل چاشت چہترمہ تبوک میں برکت ہے۔ کے وقت ہم چہترمہ تبوک پر پہنچیں گے اور جو شخص بھی نہاں پہنچے اسے چاہیے کہ اس میں ہاتھ نہ ڈالے۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ دوسرے روز چاشت کے وقت ہم چہترمہ پر پہنچے دو آدمی ہم سے آگے بڑھ گئے تھے اور اس میں سے پانی لیا تھا اس وجہ سے پانی متحرک تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے پانی میں ہاتھ ڈالا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو جھڑکا اور ملامت کی پھر آپ کے فرمان پر اس چہترمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی اٹھا کر ایک برتن میں ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اپنے ہاتھ، چہرہ اقدس اور دہن مبارک اس پانی سے دھوئے اور اس پانی کو چہترمہ میں گرا دیا۔ اس معاملہ کی برکت سے اس قدر پانی ہو گیا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری میدان تبوک میں :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تبوک کی طرف روانہ ہوئے ان کا اونٹ راستہ میں چلنے سے عاجز آ گیا تھا جو کچھ ضروری سامان تھا اپنے کندھے پر رکھا اور مقصد کی طرف متوجہ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا کہ ابوذر ددر سے ظاہر ہوئے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ددر سے ایک پیادہ ظاہر ہوا ہے جس کا رخ ہماری طرف ہے آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر ہے جب وہ نزدیک آئے تو صحابہ نے اسے پہچان لیا اور کہا خدا کی قسم ابوذر ہے۔ جب مجلس میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر و قد کھڑے ہو گئے اور مرجا کہا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ ابوذر پر رحمت کرے۔ تنہا ہو گا، تنہا فوت ہو گا اور تنہا اٹھے گا۔ پھر اس سے اس کا حال دریافت فرمایا اور اس کی تاخیر کا سبب پوچھا۔ ابوذر نے تمام قصہ عرض کر دیا۔ نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں معذرت کرتے ہوئے بریدہ میں بھیج دیا وہ دوستوں، احباب سے جداواں زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ مرض موت پہنچی اس وقت دوستوں میں سے کوئی ان کے پاس موجود نہ تھا۔

صرف ان کی بیوی اور ایک غلام اس وقت موجود تھا، اس وقت ان کو وصیت کی کہ جب میں  
 مر جاؤں تو میری تجمیز و تکفین کرو اور میرے تابوت کو سربراہ رکھ دو اور اونٹ سواروں کا ایک  
 گروہ جو سب سے پہلے تمہارے پاس پہنچے اس سے کہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ابوذر  
 ہے اس جماعت سے میرے دفن کرنے میں مدد طلب کرو۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کی  
 بیوی اور غلام نے اس کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے تابوت سربراہ رکھ دیا۔ سب سے  
 پہلا مسافروں کا گروہ جو وہاں پہنچا وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا۔ جو اقبالیوں کی ایک جماعت  
 کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے جاتے تھے۔ عبد اللہ نے تابوت کا حال پوچھا غلام نے صورت واقعہ  
 بیان کی، عبد اللہ بن مسعود زار و قطار روئے اور کہا، صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہمیشی وحدک و بیوت وحدک و مبعث وحدک۔ پھر معتر سوار یوں سے اترے اس پر  
 نماز جنازہ ادا کی اور اسے دفن کیا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

عبد اللہ ذوالجبارین کی جانثاری :-  
 عبد اللہ ذوالجبارین کا باپ فوت ہو گیا تھا اور  
 وہ لڑکا تھا جو بچپن میں یتیم رہ گیا تھا اور دنیا کا  
 کوئی مال اس کے پاس نہیں تھا اس کا چچا اس کی کفالت کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا،  
 خوبصورت، مالک مال و دولت بنا اور لونڈیوں اور غلاموں کا آقا ہوا۔ زمانہ جاہلیت میں اسے  
 عبد العزیٰ کے نام سے پکارتے تھے اس کی ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے اور خود کو مسلمانوں  
 میں شمار کرے لیکن وہ اپنے چچا سے خوفزدہ تھا یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس  
 آئے تو اپنے چچا سے کہا، چچا جان! ایک مدت سے میں آپ کے ایمان لانے کا انتظار کر رہا  
 ہوں لیکن آج تک میں نے کوئی اثر آپ میں نہیں دیکھا زندگی پر مجھے کوئی بھر دوسہ نہیں ہے۔ آپ  
 سے اب میں توقع کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں کلمہ شہادت ادا کروں اور  
 آئینہ دل میں جمالی غیب، مشتاقان لاریب کو دکھاؤں۔ اس کے چچا نے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان  
 ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تو کچھ میں نے تجھے دیا ہے لے لوں گا بلکہ تجھے ننگا  
 کر دوں گا۔ ذوالجبارین نے کہا خدا کی قسم میں بتوں کی پرستش چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں اور خدا  
 اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں اور دنیا کے مال و متاع پر جو چھوڑنے والی چیز ہے

ابھی سے ہاتھ اٹھا لیتا ہوں۔ جو کچھ آپس کے ملک تھا اس سے ہاتھ بھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چچانے اس کے کپڑے بھی اتار لیے۔ ماں کے گھر آیا۔ ماں نے اس سے کیفیت احوال پوچھی اس نے کہا میں بت پرستی اور دنیا کے مال سے بیزار ہوں اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں اور مؤمن بنا چاہتا ہوں مجھے اس قدر دے دے کہ میں اسے بہن لوں۔ ماں سے ایک چادر لی اور اسے دو ٹکڑے کیا ایک کو تہ بند بنایا اور دوسرے حصہ کو اوڑھنے کی چادر بنایا وہ چادر بیکروا تھی جسے عرب بجا رکھتے ہیں چونکہ اس نے دو ٹکڑے کر کے انہیں پہنا۔ ذوالحجاء میں اس کا لقب ہو گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچا اور صدق اور خلوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر آیا۔ صبح کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حسب معمول لوگوں کے حالات معلوم کرنے میں مصروف تھے اسی حال میں آپ کی نظر عبد اللہ ذوالحجاء پر پڑی پوچھا تو کون ہے اور کس قبیلہ سے ہے اس نے عرض کی مجھے عبد العزی کہتے ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج سے تمہارا نام عبد اللہ ذوالحجاء بن ہو گا۔ ہمارے پاس قیام کرو اور ہاجرین میں رہو۔ وہ ان کے درمیان رہتا تھا اور قرآن کی تعلیم میں مشغول رہتا تھا اور مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھتا تھا جو لوگوں کی نماز اور قرأت میں مخل ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعہ یا عمر فانہ خرج مہاجر الی اللہ ورسولہ۔ کہتے ہیں کہ اسی دوران میں کہ لوگ غزوہ تبوک کا سامان مہیا کرنے میں مشغول تھے کہ یہ عبد اللہ مجلس جمالیوں میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت سے پھل لالے آؤ عبد اللہ گئے اور درخت سمرہ کا پھل لکھا لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پھل کو عبد اللہ کے بازو پر باندھا اور فرمایا خدا وندا ! میں نے اس کے خون کو کافروں پر حرام کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری یہ عرض نہیں تھی، آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو خدا تعالیٰ کے راستہ میں غزا کی نیت سے نکلا ہے اور اس راہ میں تجھے بخار آجائے اور اس بخار سے توفیق ہو جائے تو شہید ہو گا اور شہداء میں شمار ہو گا۔ جب عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف متوجہ

ہونے لوگوں نے وہاں پہنچ کر آرام کیا۔ حضرت عبداللہ کو بخار ہو گیا اور چند دنوں کے بعد وفات پائی اور اسے رات کے وقت دفن کیا گیا۔ حضرت بلال نے ہاتھ میں چراغ پکڑا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے اسے قبر میں اتارا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا وندا! اس نے رات میرے ساتھ گزاری میں اس سے خوش ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ عبداللہ بن مسعود نے یہ بات سن کر کہا کاش اس قبر والا میں ہوتا۔

پھر ناز رفتہ باشد ز جہاں نیا ز مندے کہ بوقت جاں سپردن بر سرش رسید با شتی

سہیل بن بیضا کہتے ہیں کہ عذوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سانپ سلام کرنے آتا ہے :- نے مجھے اپنا ردیف بنایا ہوا تھا، اس کے بعد مجھے بلند

آواز سے بلایا کہ یا سہیل! میں نے بھی بلند آواز سے جواب دیا۔ دوسری مرتبہ بلایا میں نے جواب دیا لوگوں نے سمجھا کہ ان کو بلاتے ہیں اطراف و جوانب سے آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ نے فرمایا من اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان معہ داء عبده ورسوله حرمہ الله علی الناس۔ پھر ایک بڑا سانپ راستہ پر نظر آیا چنانچہ لوگ اس سے ڈر گئے اور راستہ سے دور ہو گئے وہ سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا اور کھڑا ہو گیا لوگ کافی دیر تک اسے دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔ پھر بل کھا کر راستہ سے ایک طرف کوچلا گیا اور دور جا کر کھڑا ہو گیا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے آنسوؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ سانپ کون ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان دس جنات میں سے ہے جنہوں نے میرے پاس آ کر قرآن سنا تھا اس کا گھر اس کے نواح میں ہے میری آمد کی خبر سن کر سلام کے لیے حاضر ہوا ہے اور اپنی مشکلات کا حل مجھ سے پوچھا اور ان کا جواب سنا وہاں کھڑا تمہیں سلام پہنچاتا ہے صحابہ نے کہا علیک سلام درجۃ اللہ ویرکاتہ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بندوں کو سلام کہو جو کوئی بھی ہو۔

بني سعد بن ہذیم کے ایک مرد نے کہا کہ میں تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ ان میں ساتویں تھے میں نے آپ کو سلام کیا فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے عرض کی یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم استمدان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ آنسو وصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذلح وجہک اس کے بعد فرمایا اے بلال اس کے لیے کھانا لاؤ۔ بلال نے چڑے کا دسترخوان کھچا دیا اور قدرے فرما، روغن اور ملایا ہوا لایا اور اس چڑے کے دسترخوان پر رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ۔ ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں تنہا اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا کیا بات ہے کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے، فرمایا الکافر یا کل فی سبعة ہعاء والمومن یا کل فی معاء۔ واحد دوسرے روز چاشت کے وقت گیا تاکہ میں کوئی ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کی زیادتی کا سبب ہو میں نے دیکھا کہ دس اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں فرمایا اے بلال ہمیں کھانا دے۔ بلال نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے میں سے باہر نکالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرج ولا تخف من ذی العرش افتارا۔ بلال نے تھیلے کو لا کر تمام کھجوروں کو گرا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرما پر دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ صحابہ نے کھائیں کھجوریں کھجوروں کی بڑی رغبت تھی میں نے اس قدر کھائیں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور جب میں نے دسترخوان کی طرف دیکھا تو اس پر اسی مقدار میں کھجوریں موجود تھیں گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔ تین روز تک اسی طرح اس حال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے مشاہدہ کیا۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے دوران ایک رات ایک دشوار مناقین کی نشاندہی :- گھاٹی پیش آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو فرمایا کہ وہ نذاکر دے کہ اس گھاٹی پر کوئی اس وقت تک نہ جائے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر نہ چلے جائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیقہ الیمانی اور عمار بن یاسر کے ساتھ اس گھاٹی کے اوپر چڑھے حدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی ہمار پکڑی ہوئی تھی اور عمار اونٹ کو پیچھے سے ہنکار رہا تھا۔ حدیقہ کہتے ہیں کہ میں نے اچانک چودہ سوار دیکھے جو ہماری طرف متوجہ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے ہم نے خبردار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹا تمام بھاگ گئے پھر فرمایا کیا تم نے اس قوم کو پہچانا، ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اپنے پھرے ڈھانپے ہوئے تھے فرمایا یہ ایک جماعت ہے جو قیامت تک

منافق رہیں گے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ ان کی نیت اور مقصد کیا تھا ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا وہ چاہتے تھے کہ اس گھاٹی میں میرے مزاحم ہوں اور میرے اونٹ کو بھگا دیں تاکہ میں گر پڑوں اور مجھے قتل کر دیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کے پاس کیوں نہیں بھیجے کہ تمام قوم کو قتل کر دیں اور ان کے سر آپ کے پاس لے آئیں فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں عرب کہیں گے کہ ایک قوم کی مدد سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی پھر اس قوم کو قتل کر دیا پھر فرمایا خداوند ان کو دو پہلی کی بیماری میں مبتلا کر میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہلی کیا ہوتا ہے۔ آگ کا شعلہ ان کے دل میں پیدا ہو گا اور انہیں ہلاک کر دے گا پھر ان کے باپوں کے ناموں کو حدیفہ اور عمار سے بیان کیا اور حکم دیا کہ ان کو ظاہر نہ کریں اور اس قوم کو رسوا نہ کریں، حدیفہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے بہت سے ایسے منافق ہیں جو اس وقت تک جنت کا منہ نہیں دیکھیں گے اور نہ اس کی بوسو نکھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گذر جائے اور ان میں سے آٹھ دو پہلا کی تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے سینوں میں ظاہر ہوں گے اور ان کے سینوں سے آگ کے شعلے باہر نکلیں گے، اسی وجہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم حدیفہ کی شان میں کہتے تھے علمنم الشان المنافقین حدیفہ اور کہتے ہیں کہ جب کبھی جنازہ حاضر ہوتا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حدیفہ کو دیکھتے اگر وہ اس پر نماز جنازہ پڑھتے وہ بھی پڑھتے اور اگر وہ نہ پڑھتے تو وہ بھی ادا نہ کرتے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت حدیفہ کو ملتے تو انہیں قسم دیتے تھے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کا ذکر فرماتے تھے تو عمر کو ان میں ذکر کرتے تھے؟ حدیفہ کہتے نہیں نہیں یہاں تک کہ شیخ احمد غزالی نے رسالہ قدسیہ میں لکھا ہے کہ عمر جیسامر دکہ روز اول آواز اول من یصافحہ الرب بعمر سنا تھا رات کو جب حضرت حدیفہ کے دروازے پر آتا تھا کہ دھل ذکر بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع المنافقین کہتا تھا۔

ان اوراق کو ترتیب دینے والا لکھتا ہے کہ معجزات باہرہ اور کثیر واقعات جو غزوہ تبوک میں ظہور پذیر ہوئے کتب متداولہ میں مذکور ہیں۔ اس جگہ یہ مختصر ہیں کیونکہ ان سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کا عزم کر لیا تو تبوک سے واپسی :- عربیت کی باگ مدینہ کی طرف پھیر دی نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب منزل اذان میں جہاں سے مدینہ ایک چاشت کا راستہ ہے اترے، منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استدعا کرنے کے لیے آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں جو مسجد ضرار کے نام سے ملقب ہوئی ہے لے جائیں۔

ابو عامر راہب فاسق جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت اور مسجد ضرار :- عداوت کا کچھ بیان گذر چکا ہے جنگ احد اور معرکہ احین میں لشکر اسلام کی عداوت میں بڑی گوشش کی دشمنوں کی شکست کے بعد وہ ملعون شام کی طرف چلا گیا اور وہاں سے منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں عکلم جگہ جو مسجد کی شکل کی ہو لیکن حقیقت میں بت خانہ ہو بنائیں اور وصیت کی کہ اسے اس طرح کشادہ رکھیں کہ وہ اعتکاف اور رہائش کے لیے تیار ہو اور وہ اور اس کے متبعین اس میں قیام کر سکیں۔ اس لعین کا مقصد یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلے میں کرے۔ اور وہ فریب اور مکر جو منحوس دل میں پوشیدہ رکھتا ہے عمل میں لائے اس کے کہنے پر بارہ منافقوں نے اتفاق کر کے صومعہ ضرار کو جو کہ کفر تفریق اور اضرار پر مبنی تھا بنایا۔ جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تبوک کی تیاری میں مشغول تھے وہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی کہ ہم نے اپنے محلہ میں اس محلہ کے دستوں کی ضرورت کے لیے مسجد تعمیر کی ہے اگر آپ اپنی تشریف آوری سے شرف فرمائیں گے تو ہم ممنون ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اب تو یہ مہم درپیش ہے اس سفر سے واپسی کے بعد جو کچھ ہو سکے گا کرے گا جب تبوک سے واپس آئے منافقین نے ایفائے وعدہ کی استدعا کی۔ انہوں نے کہا پہلے آپ اس جگہ تشریف فرما ہوں پھر مدینہ میں تشریف لے جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس منزل سے سوار نہیں ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام پہنچے اور منافقین کے دلی خیالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور آیہ کریمہ والذین اتخذوا مسجد اضداد کفرا و تفریقاً بین المسلمین۔ آخری چار آیات تک نازل کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت مالک بن الاثم اور مغن بن عدی کو بھیجا انہوں نے مل کر اس عمارت کو جلا کر منہدم کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو بھگا کر متفرق کر دیا اور مذکورہ جگہ آہستہ آہستہ



مدینہ والوں کا مزید دکوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بن گئی۔

اریاب سیرت نے بیان کیا ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور حسب دستور سابق پہلے مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل ادا کر کے اس قدر توقف فرمایا کہ موافقین اور منافقین نے اپنی بات کہہ لی اور ہر شخص کے لیے حکم مقرر ہو گیا۔

جنگ تبوک کے پیچھے رہ جانے والے صحابی :- اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔

ابو ذر غفاری، ابو خثیمہ سالمی، کعب بن مالک، مرارہ بن الرزیع اور بلال بن امیہ۔ اور ابو ذر غفاری کا قصہ اس کا پیادہ اور تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اور راستہ میں اس کے اونٹ کے در ماندہ ہونے کا عذر بیان ہوا لیکن ابو خثیمہ کا واقعہ یوں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے چند روز بعد ابو خثیمہ گرمی کے وقت گھر میں آیا اس کی دو عورتیں تھیں ہر ایک کا ایک عرش تھا جس میں پانی چھڑکا ہوا اور ٹھنڈے پانی کے گوزے رکھے ہوئے تھے اور گونا گوں کھانے ترتیب دیئے ہوئے تھے ابو خثیمہ عرش کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اس ترتیب کو ملاحظہ کیا۔ اپنے دل سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیابان میں آفتاب کی شدید حرارت اور گرم ہواؤں میں ہوں اور ابو خثیمہ عمدہ سایہ میں ٹھنڈے پانی اور گونا گوں طعام سے آراستہ مقام میں عورتوں سے مباشرت میں ہوں انصاف سے بعید ہے اس نے قسم کھائی کہ ان دو عرش میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہوگا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ جائے۔ پس طعام کی کچھ مقدار زاد راہ کے طور پر اٹھالی اپنے اونٹ پر اسے لادا اور باہر نکل گیا ہر چند عورتیں اس سے بات کرتی تھیں کسی کے ساتھ اس نے بات نہیں کی یہاں تک کہ وہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے سنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں رعائے خیر کی لیکن ان تین صحابہ کا ذکر جو بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے۔

کہتے ہیں کہ میں تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعب بن مالک :- رہا تھا سوائے غزوہ تبوک کے کیونکہ اس میں میرا پہلے بختہ ارادہ نہیں تھا لیکن بیعت عقبہ کی رات کی بیعت میں حاضر تھا۔ اور میرا کمان یہ تھا کہ وہ اس نقصان

کا تدارک کر دے گی۔ الغرض جب لشکر اسلام سزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھا میری قدرت و قوت میں کوئی کمی نہیں تھی اور میں آسانی سے نکل سکتا تھا۔ لیکن نفس امارہ کے بہلانے نے میری ہم کو لیت و لعل میں ڈال دیا جو وہ باہر نکل سکتے ہیں اسی خیال میں تھا کہ اس کے پیچھے جاؤں۔ وہ بھی آج کل میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ ساتھیوں کے ساتھ جا ملنا مشکل ہو گیا۔ اور میں شہر میں رہ گیا۔ اسی وجہ سے میں ریخیدہ و ملول ہو گیا۔ اور اکثر اوقات گھر میں گزارتا۔ کیونکہ باہر آنے جانے میں صرف منافقین کو ہی دیکھنا پڑتا تھا اور معذوروں کی گفتگو سننی پڑتی تھی اس غیبت کے زمانہ میں صرف ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حالات دریافت فرمائے۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ کعب پیچھے رہ گیا ہے میرے قبیلہ کے ایک شخص نے اس مجلس میں کہا اس نے دو کپڑے عمدہ پہن رکھے تھے شاید ان پر مغزور ہو کر اس دولت سے محروم رہ گیا ہے اسی مجلس میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے اس سے عرض ہوئے اسے غیبت سے منع کرتے ہوئے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس سے کوئی برائی نہیں دیکھی وہ مجلس اسی قدر بات پر ختم ہو گئی۔ پھر باقی مجالس میں کوئی بات نہ ہوئی۔ جب میں نے آپ کی واپسی کی شہرت سنی ہر رات مقدمات معذرت کی ترتیب سوچتا اور دوسری رات پہلی رات کے خیالات دل سے نکال دیتا۔ آخر کار تمام ردی خیالات کو دل سے نکال دیا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ ہرگز کے بغیر کچھ نہیں کہوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں قیام فرمایا اور منافقین نے اپنے باطل عذروں کو پیش کیا اور اس کے موافق قسم کھائی چنانچہ آیہ کریمہ یعتذرون الیکم اذا رجعتو الیہم ان کے حال کو بیان کرتی ہے یہاں تک کہ میری نوبت آئی میں پہنچا میں نے سلام کیا حتم امیز تبسم فرما کر فرمایا تو کیوں پیچھے رہ گیا اور موافقت نہیں کی حالانکہ تو نے سفر کی نیت سے اونٹ خرید لیا تھا میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اگرچہ فن مباحثہ میں بہت ماہر ہوں لیکن فی الحقیقت مجھے کوئی عذر نہیں تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے سچ کہا پھر فرمایا اٹھ جاؤ دیکھیں حق و بجانہ و تعالیٰ تمہارے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ جب میں باہر نکلا میرے قبیلہ اور بنی سلیم کے قبیلہ کی ایک جماعت نے میرے خلاف زبان طعن کھولی اور مجھے بہت سزائش کی کہ تو نے دوسروں کی طرح عذر کیوں نہیں کیا اور دامن بہانہ میں پناہ نہیں لی۔ انہوں نے مجھے اس قدر لعن طعن کی کہ میں نے واپس جانے اور اس سچی بات کو ختم کرنے کا ارادہ کیا پھر میں نے پوچھا میرے

بغیر کسی اور نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں، مرادۃ ابن الریح اور بلال بن امیر۔ میں نے خور کیا کہ یہ دونوں آدمی نیک تھے۔ میں نے کہا نیک لوگوں کی حالت اور انجام کی اقتدار کا نتیجہ اچھا ہوگا بس میرے دل سے دغدغہ جاتا رہا۔ دوسرے روز یا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ مدینہ کے باشندوں کو چاہیے کہ ان تین افراد کے ساتھ معاشرت اور مصاحبت نہ کریں اور مکمل طور پر بات چیت اور لین دین ختم کر دیں اور میل ملاپ کلی طور پر بند کر دیں اور کسی بھی حالت میں ان کے ساتھ بشغول نہ ہوں اس لیے آشنا و بیگانہ ہم سے متفرق ہو گئے اور ہم پر زندگی تنگ ہو گئی۔ بلال اور مرادہ بڑھلے اور کمزوری کی وجہ سے اپنے گھر میں رہے لیکن میں جو ان تھا آتا جاتا رہتا تھا۔ نماز میں جماعت کے ساتھ حاضر ہوتا جس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس جماعوں میں حاضر ہوتا سلام کرتا اور دیکھتا کہ کیا لب مبارک جواب میں ہلاتے ہیں یا نہیں۔ اسی سلسلہ میں ان سے کہتا:

زنجیرت نیم کشتہ مانط ام جاننا تمام کش  
میان مردماں بارے بد شقائے مشرف کن  
ز تاب غنم دلم شد گرم میسونم کہ از ناگ  
سگانت عار راند از کباب نیم خام من  
کعب کہتے ہیں کہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا مجھ سے اعراض فرماتے جب میں رُخ پھیر لیتا مجھے دیکھتے، میں نے دل میں کہا:-

ارزنا بر طرف از نا زو دلم میگوید کہ نانی نظری ہمت سوئے باش ہنوز  
اتفاقاً ایک روز میں بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک قافلے والا مجھے تلاش کرتا تھا لوگوں نے اسے میری نشانی دی اس نے مجھے ایک مکتوب دیا میں نے اسے پڑھا۔ غسان کے بادشاہ کا خط تھا جو اس نے میری طرف بھیجا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ آپ کے پیشوا نے آپ پر ظلم کیا ہے اور تیرے دوست اجاب اور قبیلہ کو آپ سے جدا کر دیا ہے بلاتردد آپ ہمارے پاس آجائیں ہم آپ کی انتہائی رعایت کریں گے اور کسی حال میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کریں گے۔ جب میں نے خط پڑھا میں نے اپنے آپ سے کہا یہ ایک اور مصیبت ہے۔ ایک روٹیاں پکانے والے کے تنور کے پاس گیا اور اس خط کو تنور میں ڈال دیا اور اسے جواب بھیجا کہ میں اس آستانے سے کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گا۔

سرارادت ما آستان حضرت دوست کہ ہرچہ بر سر ما مرد و ارادت دوست

ہاں دوستوں کا دستور ہے کہ دوستوں کی جفا سے روگردانی نہیں کرتے اور وہ تکلیف جو پہنچتی ہے اسے عطا اور نعمت سمجھتے ہیں۔

گر بخواری زار خویش بر اند مارا  
بامیدش بر نشینیم و بر دربانہ رویم

گر بشیر جفا دوست دل ما بدرو  
تظل بدرخانہ اعدا نہ رویم

کعب بن مالک کہتے ہیں کہ ہم پر روشن دن رات کی مانند تاریک ہو گئے اور کوئی یار دوست ہمارے نزدیک نہیں آیا۔ میں ایک روز ابوقادہ کی سرایں گیا جو میرا چچا بھائی اور عزیز ترین دوست تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے مجھے جواب نہ دیا میں نے کہا اے ابوقادہ! تجھے خدا وحدہ لا شریک کی قسم دیتا ہوں، تو جانتا ہے کہ میں خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، روتا ہوا اور جلا بھنا اس کے پاس سے واپس آیا۔

کئی روز اس طریق پر گزے اس کے بعد حکم آیا کہ عورتوں سے جدا ہو جائیں کعب کہتے ہیں کہ میں نے پیغام بھیجا کہ عورت کو طلاق دے دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پیغام بھیجا کہ طلاق دینے کی ضرورت نہیں لیکن جماع گفتگو اور میل ملاقات کا چھوڑنا ضروری ہے۔ عورتوں کو اسی وقت ان کے رشتہ داروں اور قوم کے گھروں میں بھیج دیا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں آئی اور عرض کی کہ ہلال کمزور، لاغر اور ضعیف ہو گیا ہے اس کا سورج قریب الغروب ہے۔

بے تو ہلال دار چپٹا غم زنا ز کی  
ہر کس کہ دید گفت ہمیں دم فرو اود

اگر آپ اجازت فرمائیں تو اس کی خدمت کروں فرمایا چاہیے کہ وہ تیرے ساتھ مشغول نہ ہو ہلال کی بیوی کو شوہر کی خدمت کی اجازت مل گئی۔ کعب کے رشتہ داروں نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر صلح ہو تو تیری بیوی بھی جائے اور اجازت حاصل کرے میں نے کہا ہلال کو اجازت ملنے کی وجہ اس کا بڑھا پاتھا اور یہ چیز میری ذات میں نہیں ہے۔ مگر ہے مجھے اجازت نہ ملے جو زیادہ ملا کہ اسباب ہو گا پس اس طرح دس روز اور اسی حالت میں گزرے اس قدر مضطرب ہوئے کہ زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی چنانچہ وہ موت کی آرزو کرنے لگے۔ حتیٰ اذا ضاقت علیہ الارض بما رحبت۔ جب پچاس روز پورے ہوئے مفتح الابواب نے ان کے لیے

توبہ کا دروازہ کھول دیا اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اور آیات بینات لعدت اب اللہ علی  
 النبی والذاجرین والانصار، کوذا مع الصادقین۔ تک نازل ہوئی مفسرین کہتے ہیں  
 کہ آیت ثلث رات کا حصہ گزرنے کے بعد نازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو اطلاع دی۔  
 ام سلمہ نے رات ہی کو کعب اور اس کے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری پہنچانا چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا صبر کرو لوگوں کا ہجوم ہمارے حضور میں نخل ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز صبح کی نماز  
 کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کو اس قصہ سے آگاہ کیا۔ کعب اس روز کثرت طلال کی  
 وجہ سے گھر میں رہ گئے تھے اور وہ دوسرے دو ساتھی ہمیشہ گھر میں زندگی گزارتے تھے مصیبت  
 رسیدگان کے دوستوں کو اجازت ملی اور خوشخبری پہنچانے کے لیے ان کی طرف بھاگے۔ کعب کہتے ہیں  
 کہ صبح کی نماز ادا کر کے میں قبلہ رخ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص نے کوہ صلح  
 کے اوپر سے کہا یا کعب بن مالک اور ایک روایت ہے کہ وہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ اور بعض کہتے ہیں کہ عمر بن جرہ اسلمی تھے۔ میں سمجھ گیا کہ قبولیت کی خوشخبری پہنچی۔ اسی وقت میں  
 نے سجدہ شکر ادا کیا۔ جو کپڑے میں نے پہن رکھے تھے منادی کے لیے معین کر دیئے اس کے پیچھے ہی  
 سوار پہنچ گیا۔ اور کہتے ہیں کہ زبیر بن العوام تھے اس بشارت کو انہوں نے پختہ کیا۔ میں نے اور  
 کپڑے منگالیے اور انہیں پہنا اور مسجد کی طرف متوجہ ہوا راستہ میں جو گروہ مجھے ملتا مبارکباد دیتا۔  
 جب میں مسجد میں داخل ہوا حضرت طلحہ بن عبد اللہ اسٹھے اور میری طرف آئے مصافحہ اور مبارکباد  
 جیسا کہ طریقہ سے ادا کی میں اس کی اس عزت افزائی کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ پھر میں نے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ آپ کا چہرہ انور خوشی سے  
 چمک رہا تھا اور چودھویں رات کے چاند کی مانند درخشاں تھا فرمایا اے کعب تجھے مبارک ہو۔  
 میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف سے یا حق تعالیٰ کی طرف سے آپ نے  
 جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی عنایت بے نہایت سے اور آیات مزملہ مجھ پر تلاوت فرمائیں اور ان  
 دو دوستوں کے لیے دو خوشخبری دینے والے روانہ ہونے تھے کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری دینے  
 والے مرارہ سلکان بن سالمہ اور مبشر ہلال بن سعید تھے، سعید سے منقول ہے کہ جب میں بنی رافق  
 میں گیا اور ہلال کو بشارت دی، سجدہ میں گر گیا اور اس قدر تضرع و گریہ زاری کی کہ میں نے خیال

کیا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ اس کی جان نکل جائے اور کہتے ہیں کہ ہلال ان دنوں بہت کم کھاتے پیتے تھے اور کبھی چند دنوں تک روزہ وصال رکھتے اور ہمیشہ درد و نالہ اور گریہ و زاری کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے رحم فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائی۔

داغ دل آور کہ در میدان درد اہل دل از داغ بشناسند مرد

ای خنک چستہ کہ او گریان اوست دی ہمایوں دل کہ او بریاں اوست

در پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر میں مبارک بندہ ایست

کعب کہتے ہیں کہ دو فیقروں کو میں نے دیکھا کہ افتان و خیزال اس سلطان انس و جان کی خدمت میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی خاک پر چہرہ ملا پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی توبہ کی قبولیت کے شکرانہ میں اپنے تمام اموال کو صدقہ کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نصف اہل و عیال کے لیے رکھے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کسی چیز کے حصہ کو ذخیرہ کر لیتا ہوں اور باقی کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور ایک روایت ہے کہ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مال کا تیسرا حصہ خیرات کرنے کی اجازت فرمائی۔ کعب نے قسم کھائی کہ میری توبہ پر سچ کی برکت سے حاصل ہوئی مجھے امید ہے کہ باقی عمر بھی خدا تعالیٰ مجھے بھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اسلام کے بعد اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس واقعہ میں بھوٹ سے محفوظ رکھا وگرنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ دوسرے ہلاک ہوئے اور ان کے متعلق آیت آئی :- سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَمَّا اِذَا نَقَلْتُمُ الْيَهُودَ لَتَغْرَضُوا عَنْهُمْ۔ اِسْ آیت ہم نازل ہوئی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور ہمارے متعلق آیت آئی۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلٰى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِی الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبَ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ رُوْفٌ الرَّحِيْمُ وَعَلِی الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خَلَفُوْا حَتّٰی اِذَا صَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَصَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ شیخ ابودارق رحمہ اللہ قدس سرہ سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا تو توبہ لضعوح کی علامت کیا ہے فرمایا زمین اس شخص کی گناہوں کے باوجود توبہ کرنے والے پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ کعب اور اس کے دو ساتھیوں پر تنگ ہو گئی

اور چونکہ ان کی توبہ صدق کی برکت سے قبول ہوئی لہذا حق تعالیٰ نے سچے لوگوں کی تعریف فرمائی اور اسی آیت کے عقب میں فرمایا وكونوا مع الصادقين۔

کشف الغمہ میں روایت آئی ہے  
امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نوازش :- کہ غزوہ تبوک کے بعد ایک اعرابی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شیخوں کے طور پر مدینہ پر حملہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اس جماعت کے شر کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اصحاب صفہ کا ایک گروہ اس کے لیے تیار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور اس گروہ پر انہیں امیر بنایا اور دشمنوں کی طرف بھیجا۔ مخالفین کا قیام ایک وادی میں تھا جس میں بہت پتھر اور درخت تھے اس وادی میں گزرنا دشوار معلوم ہوتا تھا مسلمانوں نے جب اس وادی میں داخل ہونا اور حملہ کرنا چاہا اچانک مخالفین اکٹھے ہو کر اس وادی سے نکلے اور جنگ شروع کر دی چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے شربت شہادت نوش کیا اور باقی شکست کھا گئے اور مدینہ لوٹ آئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا ایک جھنڈا باندھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جب وہ منزل مقصود پر پہنچے اس وادی میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ مشرکین جو پتھروں اور درختوں کے پیچھے گھات لگائے ہوئے تھے نکلے اور مسلمانوں کی طرف رخ کیا جنگ و قتال کے بعد لشکر اسلام نے راہ فرار اختیار کی اور دارالسلام مدینہ کی طرف لوٹے اس کے بعد عمرو بن العاص جو حسن تدبیر اور دانش مندی میں مشہور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ان پر حملے کے لیے مجھے بھیجئے تاکہ الحرب خدعتہ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مغلوب کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ایک جماعت کا امیر مقرر کر کے مخالفین کی طرف بھیجا۔ وہ بھی جب دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ و قتال کیا مگر شکست کھا کر لوٹ آئے اور بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ عمرو بن العاص کی واپسی کے چند روز بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کیلئے جھنڈا تیار کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ان کے حق میں اچھی دعا فرمائی اور مسجد احراب تک حضرت علی کے ساتھ تشریف لائے۔ اور حکم دیا کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق اور عمرو بن العاص

اور صحابہ کی ایک اور جماعت اس سفر میں حضرت علی کی رفاقت کرے اور اس کی صوابدید سے تجاویز نہ کریں۔ امیر المؤمنین حضرت علی وادی الرمل کے راستے سے اعراض کر کے عراق عرب کی طرف متوجہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے لیے مخالفین کے غارت کرنے کا ارادہ کر کے دن کے وقت راستے سے ہٹ کر چلتے اور آرام و استراحت حاصل کرتے۔ جب مخالفین کے ٹھکانوں پر پہنچے لشکر کو حکم دیا کہ آرام کریں اور خود لشکر کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے اپنی رائے کا اظہار کیا جو ان کی رائے کے خلاف تھی صحابہ نے کہا ہمیں حضرت علی کی صوابدید اور رائے پر عمل کرنے کا حکم ہے ہم ان کی رائے کے خلاف نہیں کر سکتے۔ الغرض شاہ مرداں کے دل میں جو خیال آتا اس پر عمل کرتے ہوئے چلتے تھے یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچے اور حسبِ دلخواہ مخالفین سے انتقام لیا اور صاحبِ کشف النعمہ لکھتا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فتح کی بشارت دی۔ جب حضرت علی لوط کر مدینہ کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو استقبال کرنے کا حکم فرمایا اور خود بھی صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت حضرت علی کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی گھوڑے سے اترا آئے اور پیادہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! سوار ہو۔ خدا اور اس کا رسول تجھ سے راضی ہیں۔ شاہ مرداں انتہائی خوشی سے رونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ امت کے کچھ گروہ تیرے متعلق وہ کچھ کہیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لوگوں نے کہا تو بس یقیناً تمہارے متعلق چند باتیں کہتا کہ جس قوم پر بھی تو گذرنا وہ تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی۔

**اطرافِ جوانب سے وفود کی آمد :-** ہجرت کے نویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

درگاہِ مدینہ آئے اور اسلام کی سعادت حاصل کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور صحبت سے سرفراز ہوتے۔ اس سال اس قدر وفود کی آمد تھی کہ اس سال کو سنۃ الوفود کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ ہر وفد کی آمد پر لباسِ فاخرہ زیب تن فرماتے اور صحابہ کو بھی فرماتے کہ وہ بھی فاخرہ لباس اور پاکیزہ کپڑے پہنتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وفود کو پاکیزہ، صاف ستھرے اور نر بہت افزا مقامات میں ٹھہراتے اور حتیٰ الوسع ان کی



۴۴۳  
 ہمانی اور ضیافت کے شرائط بجالاتے اور ان کی واپسی کے وقت انہیں انعامات اور عطا کرنا سے  
 بہرہ مند اور محفوظ کرتے۔ وہ وفد شکر گزار اور رطب اللسان اپنے وطن واپس جاتے ان میں جو  
 اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک وفد بنی مرہ تھا اس اجمال کی  
 تفصیل یہ ہے کہ تیرہ افراد اس قبیلہ کے آکر مسلمان ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہم آپ کے رشتہ داروں میں سے ہیں اور آپ کے قبیلہ، قوم اور اقربا میں سے ہیں کہ ہماری او  
 آپ کی نسبت لوی بن غالب سے چلتی ہے آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے اور علاقہ  
 اور ان کے قبیلہ کے حالات دریافت فرمائے انہوں نے قحط اور تنگی کی شکایت کی اور دعا کی درخواست  
 کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رخ ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی اللهم اسقهم العیث اور  
 آپ کے حکم پر حضرت بلال نے ہر ایک کو دس اوقیہ دیئے اور ان کے سردار حارث بن عوف کو بارہ  
 اوقیہ عطا فرمایا۔ جب یہ گروہ اپنے مقاصد حاصل کر کے اپنے وطن پہنچا تھتق کے بعد انہیں معلوم ہوا  
 کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی اسی روز ان کے علاقہ میں مفید بارش  
 ہوئی جو ان کی خوش حالی کا موجب بنی۔

ایک اور وفد جس میں عامر بن الطفیل اور زید بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
 حاضر ہوا۔ یہ لوگ بنی عامر کی قوم اور عامر بن صعصعہ کے گروہ سے تھے صورت حال اس طرح تھی کہ  
 کہ عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن حلاب اور زید بن قیس بنی عامر کے ایک گروہ کے ساتھ اس  
 سال مدینہ میں آیا۔ عامر نے زید کے ساتھ طے کیا کہ جس وقت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں باتوں  
 میں مشغول رکھوں تجھے چاہیے کہ پیچھے سے آکر اپنی فوز زین تلوار سے اس کے خون کو بیدریغ بہا دے  
 اور ہمارے دل سے اس کی ہم سے فارغ کر دے۔ وہ مجلس ہمایوں میں پہنچے عامر نے کہا اپنے فوت  
 ہونے کے بعد خلافت میرے سپرد کر دیجئے۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر تجھے اور تیری قوم  
 کو نہیں پہنچتا عامر نے کہا اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو صحرا نشینوں کی امارات میرے سپرد کر دیجئے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو رد کرتے ہوئے فرمایا میں تجھے ان سواروں کا حاکم اور  
 سردار بناتا ہوں تاکہ راہ خدا میں جہاد کرتے رہو۔ عامر نے کہا میں اس جماعت کی سرداری کے لائق  
 نہیں۔ خدا کی قسم میں جاتا ہوں اور ایسا لشکر جہاد پیادہ اور سوار لاتا ہوں جسے حساب کرنے والے

شمار کرنے سے عاجز آجائیں گے۔ یہ بات کہہ کر زید کے ساتھ مجلس بہایوں سے باہر آ گیا اور زید کو عتاب کرتے ہوئے کہا کہ تو نے میری تجویز پر عمل کیوں نہیں کیا۔ زید نے کہا خدا کی قسم میں جب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھانا تھا تجھے درمیان میں حائل دیکھتا تھا۔ جب یہ دونوں ملعون مجلس بہایوں سے باہر نکل گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان معجز بیان سے ان دونوں شیطانوں پر نفری بھیجی تیردعا نشانہ پر بیٹھا اسی وقت عامر اور زید اپنی بُری نیت و فعل کی جزا کو پہنچے۔ حق تعالیٰ نے آسمان سے صاعقہ بھیجی جس نے زید کو جلا دیا اور عامر بن لطفیل کے گلے پر گل گھوٹو پیدا ہو گیا۔ عامر راستہ میں سلولہ عورت کے گھر ٹھہرا تھا پھر اس نے اپنے آپ سے کہا عندہ کفدة البعرو الموت حف البیت سلولہ۔ یہ کلام مثل ہے، بولوں میں کسی کو دو قسم کی ناپسندیدہ بیماریاں پیدا ہوں تو یہ جملہ کہتے ہیں۔ پھر عورت سلولہ کے گھر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جہم کا راستہ اختیار کیا۔ گھوڑے وقت میں اسفل السافلین میں جا پہنچا۔ یہ وہی دوزخی کتاب ہے جس نے ستر مسلمانوں کو بیر معونہ پر قتل کیا تھا۔

ایک اور وفد گروہ بنی اسد کا تھا اس قبیلہ کے دو افراد اگر مسلمان ہوئے اور اظہار سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے عسرت، قحط اور مشقت کے سال میں سفر کر کے اور بعید راستے طے کیا ہے اور اس سے پہلے کہ کوئی لشکر ہم پر حملہ کرتا ہم نے خوش دلی اور اپنی رضامندی سے اس ملک میں آئے ہیں اور گروہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں آیت کریمہ: - یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلا مکھو بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقتین۔ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی۔ ایک اور وفد بنی البکاء کا تھا، کہتے ہیں کہ معاذ بن عباد بن البکاء جس کی عمر ایک سو سال تھی اپنے لڑکے بشر اور مجیع بن عمرو بن احم کے ساتھ اپنی قوم میں تھا۔ معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری التماس ہے کہ اپنا دست مبارک میرے بیٹے بشر کے اٹھنا پر پھیریں کیونکہ حقوق پورا ادا کیے ہیں اور انواع و اقسام کی شفقت انجام دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جسم پر دست مبارک پھیرا اور چند اونٹ اسے انعام دیئے اور برکت کی دعا فرمائی کہتے ہیں کہ جب بنی البکاء میں قحط اور تنگی پیدا ہوئی قوم معاذ پر اس سے محفوظ ہوتی اور

سے کچھ زمین بطور جاگیر اسے دی۔ کہتے ہیں کہ وہ اصحاب صفہ میں سے تھا۔ ایک اور وفد بنی نجیب سے آیا۔ اس ایہام کی تفسیر ہے کہ اس قبیلہ سے تیرہ اشخاص اپنے اموال اور مویشی کی زکوٰۃ اپنے ہمراہ لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے سے خوش اور شادماں ہوئے اور آپ کے حکم پر انہیں پسندیدہ منزل میں ٹھہرایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع ہمایوں میں یہ بات پہنچائی کہ ہم اپنی زکوٰۃ کا حصہ اپنے ساتھ لائے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے ملک میں لے جاؤ اور وہاں کے محتاجوں اور فقرا پر خرچ کرو۔ اس قوم نے جواب دیا ہم جو چیز اپنے ساتھ لائے ہیں وہ ہماری قوم کے فقرا سے زائد ہے کہتے ہیں کہ وفد نجیب نے فرائض، سنن اور باقی احکام شریعت کے متعلق سوالات کیے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت زیادہ ہوئی اور اس قوم کی عزت و احترام میں مبالغہ کیا، دوسرے وفد کو انعام دینے سے پہلے ان سے پوچھا تم میں سے کوئی شخص رہ گیا ہے جسے انعام نہ ملا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک رہ گیا ہے جو عمر کے لحاظ سے ہم سے چھوٹا ہے اپنے چوپاؤں اور سامان کی خاطر اسے چھوڑ آئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جاؤ اسے بھیج دو۔ قوم جب گئی تو اس جوان کو بھیج دیا اس جوان نے آدابِ تحیت کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جماعت کا ایک فرد ہوں جو ابھی ابھی شرفِ ملازمت سے مشرف ہوئی ہے اور اپنی آرزوئیں پوری کی ہیں۔ میری التماس یہ ہے کہ میری ضرورت پوری کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری حاجت کیا ہے، اس جوان نے جواب دیا خدا کی قسم! وطن سے ہجرت اور یہاں آنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ مجھے دنیا کا مال و متاع دیں جیسا کہ دوسروں کو دیا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے جرائم کو اپنی معفرت سے دھو دے اور اپنی عام عفو و انعام سے میرے خاکی جسم کو دوزخ کی آگ سے رہائی بخشنے اور میرے دل کو دنیا کے سامان سے بے نیاز کر کے استغناء، فقر عنایت فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کا ماسوا سے اعراض اور بلند ہمتی مشاہدہ کی تو اس کے حال پر نظر عنایت ڈالی اور شافی زبان جو ترجمانِ اسرارِ غیب تھی سے یہ دعا فرمائی اللھم اغفر لہ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ۔ اس کے بعد ان کے برابر جو اس کے ساتھیوں کو انعام فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی عنایت فرمایا اور وہ وفد کامیابی کے بعد اپنے قبیلہ کی طرف لوٹا۔

حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو منیٰ کے مقام میں دیکھا اس جوان کا حال پوچھا انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ میں اس جوان سے زیادہ کسی کو قانع اور بلند ہمت نہیں دیکھا کہ اس کی ہمت کے ترازو میں دنیا و مافیہا مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔

گرچہ آلودہ بفقہم شرم بازار ہمتم      گر بہ آب چشمہ خورشید دامن ترکم  
بنی کنانہ سے ایک جماعت آئی اور مسلمان ہو گئی ان کا پیشوا دائلہ بن الاسقع تھا۔ منقول ہے  
 کہ جب وائلہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تبوک کے انتظامات میں موجود تھے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کام کے لیے آیا ہے اس نے عرض کی کہ میں آیا ہوں تاکہ ایمان لاؤں اور خدا اور اس کے رسول کی بیعت کروں آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے متابعت کا حکم فرمایا۔ وائلہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کیا۔ قوم اور اس کے باپ نے کہا کہ ہم خدا کی قسم ہم تیرے ساتھ ہرگز بات نہیں کریں گے لیکن اس کی بہن نے سنا اور وہ مسلمان ہو گئی اور انتظام کر کے مدینہ کو لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تبوک گئے ہوئے تھے اور لشکر آپ کے پیچھے جاتا تھا وائلہ نے کہا کون ہے جو سوار کرے اس غزوہ میں حصے کا وہ مالک ہوگا۔ کعب بن عجر نے کہا یہ کام میں کروں گا اسے اپنی سواری پر سوار کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خالد بن ولید کے ساتھ جنگ اکید کے لیے بھیجا جب خالد مال تقسیم کرتا تھا اس کا حصہ چھ اونٹ یا زیادہ اسے ملے اس شرط کے مطابق جو اس نے کی تھی اسے کعب کے لیے لے گیا کعب نے اسے قبول نہ کیا اور کہا میں نے تجھے خدا اور رسول کے لیے سوار کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اسے دنیاوی غرض سے آلودہ کر دوں۔

چوں نباشد پاک اعمال از ریا      ہمت بے حاصل چو نقش بوریا  
 ہر کر اندر عمل اخلاص نیست      در جہاں از بندگان خاص نیست  
 ہر کہ کاوش از برائے حق بود      کار او پیوستہ بار و نفع بود

سعد بن خمام سے ثعلبہ آیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھا دیا اور اس کے زانو کو باندھ دیا اور مسجد کے اندر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان تکیہ لگانے تشریف

فرماتے۔ خام نے پوچھا تم میں سے کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے صحابہ نے کہا یہ سفید کپڑوں والے تیکنے لگائے ہوئے۔ خام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے عبدالمطلب کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ خام نے کہا میں آپ سے چند چیزیں پوچھوں گا اور سونل میں اقرار اور شدت کروں گا مجھ پر غصہ نہ کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جو کچھ چاہتے ہو پوچھو اس نے کہا میں آپ کو اور آپ سے پہلے لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں! پھر خام نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ نے تجھے فرمایا ہے کہ تو ہمیں اس کی پستش کا حکم کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ان بے جان بتوں سے جن کو ہمارے باپ پوجتے تھے بیزار ہوں۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس کے بعد خام نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق مذکورہ طریق پر پوچھتا تھا یہاں تک کہ فارغ ہو گیا اس کے بعد کہا میں اس خبر پر ایمان لایا جو آپ رب کی طرف سے لائے اور میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد ہوں اور یہ امور جو میں نے آپ سے سیکھے ہیں اپنی قوم تک پہنچا دوں گا۔ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا اور اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گیا۔ سب سے پہلی بات جو اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہی بتوں کی مذمت اور ان کی برائی بیان کی۔ لات، عزیٰ، منات اور ہبل کو ذلت سے یاد کیا قوم نے کہا اے بنی ثعلبہ خاموش رہو۔ یہ کیسی باتیں ہیں جو تو کرتا ہے۔ اس سے ڈر کہ تجھے برص کی بیماری جنون یا جذام ہو جائے اس نے کہا یہ بت نہ تو تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان یقیناً خدا تعالیٰ نے رسول بھیجا ہے اور کتاب اتاری ہے جو گمراہی سے ہدایت ہے اور تمہاری بت پرستی اور جہالت کو دور کرنے والی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے ہیں۔ رادی کہتا ہے کہ خدا کی قسم ایک رات بھی نہیں گذری تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد مسجد کی تعمیر، اقامت نماز اور ادائیگی زکوٰۃ میں مصروف ہوئے اور اگر کسی چیز میں ان کا اختلاف ہوتا تھا خام سے پوچھتے تھے اور انہیں صحیح جواب مل جاتا تھا (مؤلف کتاب کہتا ہے) اس سال بے شمار وفود سید ابراہم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے جن کا مکمل ذکر اس موقع پر طوالت کا باعث ہے اس لیے اسی مقدر پر اکتفا کی۔

عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت :- اسی سال ماہ شوال عبداللہ مذکور بیمار ہوا تھا اور ڈی قعدہ میں فوت ہو گیا۔

صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے یہاں تک کہ آخری روز نزع کے وقت اس کے سر ہانے بیٹھے اور فرمایا میں تجھے یہود کی دوستی سے منع کرتا تھا تو نے میری بات نہ سنی۔ ابن ابی سلول نے کہا سعد بن زرارہ ان کا دشمن تھا ان کی دشمنی سے اسے موت سے نجات نہیں دی پھر اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سرزنش کا وقت نہیں ہے آپ کے مکالم اخلاق سے درخواست ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اپنے پرہیزگاروں کو عنایت فرما کہ اس سے میرا کفن بنائیں گے۔ اور ایک روایت ہے کہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پرہیزگار تھے ایک شعار اور دوسرا وثار، وثار کہ جو کہ تمہند تھا اسے دیا اس نے قمیض کی درخواست کی کیونکہ وہ جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس کی درخواست قبول ہوئی۔ اس کے بعد اس نے کہا ایسا اور درخواست ہے کہ جب میرے جنازہ پر نماز ادا فرمائیں تو میرے لیے بخشش طلب کریں تاکہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست بھی قبول کر لی۔ ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے غسل اور تجزیہ و تکفین کے وقت موجود تھے اور اس کے لڑکے سے جو مخلص مومن اور کامل مسلمان تھا تعزیت فرمائی۔ جب عبداللہ ابن سلول کے جنازہ کو جنازہ گاہ میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے اٹھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں وقت میں ایسا اور ایسا کیا تھا۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھے چھوڑ دے اور عمر اسی طرح منت سماجت کرتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کے لیے ستر بار اس کی مغفرت طلب کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہے اور میں نے مغفرت کو اختیار کیا ہے اور اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ بخشش مانگنے سے بخشا جاتا ہے تو میں یقیناً اس کے لیے اس سے زیادہ مرتبہ بخشش طلب کرتا اور یہ بات اس کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔ استغفر لہم و اولاستغفر لہم ان تستغفر لہم

سبعین مرة فلن يعفوا الله لہم۔ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ پر نماز جنازہ ادا کی یہ آیت

نازل ہوئی۔ ولا تصل علی احد منہم مات ابد اولاد تقو علی قبورہ اور ماہرین فن سیرت کہتے ہیں کہ اس میں حکمت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منافق کی عیادت کجیے تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے پیراہن کو اسے پہناتے ہیں اس پر نماز ادا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں باوجود یہ کہ وہ نفاق میں مشہور تھا۔ یہ بھی کہ جنگ بدر کے روز جب عباس کو مسلمانوں نے گرفتار کیا ہوا تھا اور برہنہ کیا ہوا تھا کسی شخص کا کرتہ اس کے قد پر پورا نہیں آتا تھا اس وقت عبداللہ نے اپنے کرتے کو جو اس کے قد کے برابر تھا انہیں پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان اتارنے کے لیے اپنا کرتہ عبداللہ کو پہنایا اور اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کا اکرام اس وجہ سے تھا کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے روز کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے لیکن تجھے ہم عمرہ ادا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیشوا ہیں ہم اس پر سبقت نہیں کرتے اس وجہ سے اس کی عزت تھی اگرچہ وہ غرض سے آلودہ تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جزا دیتے ہوئے اس پر نماز ادا کر کے بخشش طلب کی لیکن اس کی عیادت اس کے لڑکے او اس کے مسلمان رشتہ داروں کی وجہ سے تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ بیگانے جب لطف و کرم کو آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کریں تو آشنائی کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بچتے ہیں کہ عبداللہ ابی سلول کی موت کے دن جب منافقین نے اپنے پیشوا کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و استغنا کا محتاج دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و اکرام اس دشمن کے متعلق اس طرح دیکھے ایک کثیر جماعت نے نفاق سے توبہ کر لی۔ اور خلعت اتفاقاً زیب تن کی اور خلوص سے مسلمان ہو گئے۔ اس باب میں بعض اشکالات وارد ہیں جن کے جوابات اپنی جگہ پر ہیں۔ لیکن یہ مقام ان کا مقتضی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

نجاشی شاہِ حبشہ کی وفات :- جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس روز نجاشی فوت ہوا آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا آج ایک مرد صالح فوت ہوا ہے اٹھو اور اس پر نماز ادا کرو۔ پس ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھیں اور اس پر نماز ادا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ میں دوسری صف میں تھا یا تیسری صف میں کہ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے بخشش طلب کرو۔ اور ایک روایت ہے کہ مدینہ کی جنازہ گاہ میں گئے اور نجاشی پر نماز ادا کی۔ علما کا اس واقعہ میں اختلاف ہے یہاں تک کہ شافعیہ، حنفیہ اور بہت سے ائمہ سلف غائبانہ نماز جنازہ جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ اور حنبلیہ منع کرتے ہیں کیونکہ نماز کا تعلق میت کے ساتھ جماعت کے امام کے ساتھ تعلق کی مانند ہے اور جب امام کا حال مقتدی کو معلوم نہ ہو تو اقتدار جائز نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب جنازہ غائب ہو تو نماز اس پر جائز نہیں ہوگی۔ اور بعض علماء نے نجاشی کے قصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر نماز پڑھنا اس وجہ سے تھا کہ زمین کو آپ کے لیے لپیٹ دیا گیا تھا اور اس میت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سامنے ظاہر کر دیا گیا تھا اگرچہ مقتدیوں کی نسبت سے غائب تھا یہ معاملہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس لیے اس سے استدلال جائز نہیں، واللہ اعلم۔ اور نجاشی کے جنازہ کے انکشاف کی کیفیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس جیسی ہرگز ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز جبرائیل علیہ السلام آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو آگاہ کیا کہ آفتاب کے انجلا کا سبب یہ ہے کہ آپ کا ایک صحابی جسے معاویہ لیشی کہتے ہیں مدینہ میں فوت ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز ادا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اسے یہ مرتبہ کس عمل سے حاصل ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، شب و روز، قیام و قعود اور آمد و رفت میں قل ھو اللہ احد بکثرت پڑھنے کی وجہ سے اسے یہ مرتبہ حاصل ہوا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں زمین کو لپیٹ دیتا ہوں تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ ادا کریں اور اس کے جنازہ کو دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا، ہر درخت، جنگل اور پہاڑ جو حامل تھا ہٹ گیا اور معاویہ کے جنازہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا۔

مؤرخین اور علمائے سیرت  
امیر المؤمنین ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ حج کعبہ ادا کرتے ہیں :-  
نے یوں بیان کیا ہے

کہ آخر ذی قعدہ سال نہم ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج گزارنے کا ارادہ ہوا جب آپ نے سنا کہ مشرکین جاہلیت کی رسم کے مطابق موسم حج میں مکہ آتے اور برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف



کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ اختلاط سے کہ بہت کی بنا پر آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا لیکن تین سو اشخاص پر ابو بکر صدیق کو امیر بنا کر حکم فرمایا کہ مکہ میں جائے اور لوگوں کو مناسب حج سکھائے اور اوّل سورہ برأت چالیس آیات تک لوگوں پر پڑھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر فرمان پر عمل کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اسی اثنا میں جبرائیل علیہ السلام حق و سبحانہ تعالیٰ کا پیغام لائے۔ کہ اس پیغام کو صرف آپ یا حضرت علی ادا کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو، چونکہ حضرت علی قبیلہ و خاندان میں سب سے زیادہ قربت رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کیفیت واقعہ سے آگاہ فرمائے۔ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے پیچھے جاؤ اور اوّل سورہ برأت کو ان سے لے لو اور موسم حج میں لوگوں پر یہ آیات پڑھے اور ان چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤ، ایک یہ کہ بہشت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے، دوسرا یہ کہ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کریں۔ تیسری یہ بات کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، چوتھی یہ کہ کفار و مشرکین میں سے جس نے موقت عہد خدا اور رسول کے ساتھ باندھا ہوا ہے اس سال کے ختم ہونے تک وہ مسلمان ہو جائیں۔

حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں حج گزارنے کے ارادہ سے صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تھا جب ہم مقام عرج میں پہنچے۔ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ امامت کریں ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز انہوں نے سنی آپ نے امامت میں توقف فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے تشریف لارہے ہیں۔ پھر نے ان کے ساتھ نماز ادا کریں جب ایک لحظہ گزرا حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار پہنچے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور۔ جواب دیا کہ مامور لیکن اوّل سورہ برأت کو مجھے دیجئے کیونکہ فرمان واجب الاذعان اسی طرح نافذ ہوا ہے کہ آیات بینات کو میں لوگوں پر پڑھوں اور یہ چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آیات بینات کو علی المرتضیٰ کے سپرد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ میں پہنچے تو وہ سے ایک روز پہلے امیر المؤمنین

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور ادا اہل سورہ برأت لوگوں پر پڑھی اور چاروں باتیں لوگوں تک پہنچائیں اور موافق حج کے ہر موقف پر امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے اور احکام حج بیان فرماتے۔ اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جس بات کے لیے مامور ہوئے تھے ادا کرتے۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چار کلمات کو پہنچایا ایک شخص نے لوگوں میں سے آواز دی کہ اے علی تیرے چھپے بھائی اور ہم میں جو معاہدہ ہے اگر وہ ختم نہ ہو جائے تو ہم تیری اقتدا کرتے، امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات دشوار معلوم نہ ہوتی تو مجھے فرمایا ہے کہ واپس آنے تک تم کچھ مت کہو تو میں یقیناً تجھے قتل کر دیتا کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں پہنچے تو اور پھینچ لی اور فرمایا خدا کی قسم! جو شخص برہنہ طواف کرے گا میں اس کی تادیب کروں گا پھر جو شخص برہنہ تھا اس نے کپڑے پہن لیے۔ اور زیارت خانہ کعبہ کرنا یا اس سے احتراز کرنا۔

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی جب ان معاملات سے فارغ ہوئے تو مدینہ واپس آگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی کہ آپ نے مجھے سورہ برأت پڑھنے سے روک دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! تجھ سے کچھ غلطی تو نہیں ہوئی تو غار میں میرا ساتھی تھا اور برب توحش کو ڈر میرا ساتھی ہوگا لیکن جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ کلمات تو ادا کرے یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ واللہ اعلم بالرشاد۔

تین ہوا سے باب

## دسویں سال ہجرت کے واقعات

اس سال خالد بن ولید کو ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا گیا اور فرمایا کہ تین مرتبہ انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر قبول کر لیں تو ان میں رہو اور ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دو اگر قبول نہ کریں تو جنگ کرو۔ خالد ان کی طرف گئے اور حسب الارشاد

انہیں اسلام کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہو گئے حضرت خالد نے ان میں قیام کیا اور انہیں قرآن اور احکام شریعت کی تعلیم دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا اور کیفیت حال بیان کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کا جواب لکھا کہ جب خط پہنچے اس قوم میں سے ایک جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ جب نامہ مبارک خالد کے پاس پہنچا خالد اس قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مجلس ہمایوں میں آیا اور سلام کیا کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں ان میں سے ایک شخص قیس بن جبین کو ان کا سردار بنایا اور واپسی کی اجازت فرمائی اس کے بعد عمرو بن فزاع کو اس جماعت کے پاس بھیجا تاکہ ان پر امیر ہو اور اس جماعت کے صدقات کو جمع کرے۔ عمرو وہاں گیا وہ اس قبیلہ میں ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ انجراں درمیان مصافحہ**۔ اہل بیت نے بیان کیا ہے کہ

نصاریٰ انجراں کو ایک مکتوب بھیجا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس قوم نے مشورہ کے بعد اپنی قوم سے چودہ اشخاص منتخب کر کے مدینہ بھیجے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق کر کے دستوں کو ان کی خبر پہنچائیں۔ ان کا سردار بنی کندہ کا ایک شخص تھا جس کا نام عبدالمسح اور لقب عابت تھا۔ اہل الرائے، مستشار اور اہل انجراں کا سردار تھا۔ سید اور صاحب رجال تھا اور ایک اور مرد بنی ربیعہ سے ابوالحارث علقمہ تھا جو بڑا دلہنشا مند تھا اور باقی اعیان و مشاہیر قوم تھے اس ابوالحارث کا ایک بھائی تھا جس کا نام کز بن علقمہ تھا وہ بھی ان چودہ افراد میں شامل تھا۔ راستہ میں ابوالحارث کا اونٹ گر پڑا۔ کز نے کہا وہ شخص گرے جو ابعد ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالحارث نے کہا بلکہ تو سر کے بل گرے۔ کز نے پوچھا، بھائی جان آپ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ ابوالحارث نے کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں میں ان کے ظہور کا انتظار کرتا ہوں۔ کز نے کہا جب یہ حال ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ اور ان کی متابعت سے کیا چیز آپ کو روکتی ہے۔ ابوالحارث نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت قوم کی مخالفت کو مستلزم ہے۔ اگر اس چیز کا ہماری طرف سے ظہور ہو تو نصاریٰ کے نزدیک ہمارا کوئی

اعتبار نہیں ہے گا۔ اور انہوں نے ہمیں جو کچھ عمدہ سامان اور بہترین اموال دیئے ہیں ہم سے واپس لے لیں گے۔ اس بات سے کرز کے دل میں محبت پیدا ہوئی اس نے اپنے ادنٹ کو تیز بھگانا شروع کر دیا جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا وہ آپ پر ایمان لے آیا۔

جب مدینہ میں پہنچے تو انہوں نے ریشمی لباس پہنا اور اپنے دامن زمین پر گھسٹتے تھے۔ سونے کی انگوٹھیاں اٹھتوں میں پہن کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا اور ان سے روگردانی فرمائی۔ وہ منبر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور غار میں مشغول ہوئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انہوں نے ہرچند گفتگو کی مگر کوئی جواب نہ سنا۔ مسجد سے باہر آئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما انہیں دکھائی دیئے، سابقہ شناسائی کی بنا پر جو انہیں ان کے ساتھ تھی ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیں خط لکھ کر دعوت دی تھی ہم آکر سلام و تحیت بجالائے لیکن ہم نے کوئی جواب نہیں سنا۔ ہم نے ہرچند گفتگو کی لیکن خاموشی کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ اب تم کس چیز میں مصلحت دیکھتے ہو۔ واپس اپنے ملک میں چلے جائیں یا توقف کریں۔ اس مجمع میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے حضرت علی سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ اے ابوالحسن! آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ریشمی کپڑے اور سنہری انگشتریاں اپنے آپ سے دور کر دیجئے اور متعارف کپڑے پہن لیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جائیں اس قوم نے حضرت علی کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجلس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے راستی کے ساتھ مخلوقات کی طرف بھیجا ہے کہ پہلی مرتبہ جب یہ قوم میری مجلس میں آئی تو شیطان ان کے ساتھ تھا اس کی وجہ سے میں نے ان کو جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ گفتگو میں زبان نہیں کھولی۔ پھر گفتگو فرمائی اور ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا اور انکار و عناد میں بڑھتے رہے۔ پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خدا کے بندے تھے اور برگزیدہ اور اس کے پیغمبر تھے اس کے بعد اسقف نے پوچھا کیا آپ کو علم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا جس سے وہ پیدا ہوئے فرمایا نہیں، اسقف نے کہا پھر

پر کیسے آپ نے فرمایا کہ وہ بندہ اور مخلوق ہے حالانکہ کوئی بندہ اور مخلوق ایسا نہیں ہے کہ اس کا باپ نہ ہو۔ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں اس کا جواب نہیں دیتا اس شہر میں قیام کرو تاکہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ دوسرے روز حق تعالیٰ نے آیت بھیجی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا نندع ابناؤنا وابتناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسا وانفسکم ثم نبہل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب کر کے آیات منزلہ ان پر پڑھیں۔ انہوں نے آیت کے مضمون کا اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر مصر تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تسلیم نہیں کرتے نصاریٰ سے مباہلہ کا اعلان :- آدایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور کہیں کہ بھوٹوں پر اُمت ہو۔ تمام نے کہا ہمیں مہلت دیجئے تاکہ ہم جا کر اس معاملہ میں غور و فکر کریں اور کل آکر مباہلہ کریں گے وہ گئے اور عاتب کے ساتھ جو ان کا سردار تھا مشورہ کیا اور اسے کہا کہ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے، عاتب نے کہا اے گروہ نصاریٰ! خدا کی قسم تم یقیناً جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ظاہر دلیل لائے ہیں، مباہلہ نہ کرو۔ خدا کی قسم جس قوم نے بھی کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا ہے وہ ہلاکت سے نہیں چھوٹے اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ کرو گے یقیناً ہلاک ہو جاؤ گے جب تم اپنے دین پر قائم رہنے کو پسند کرتے ہو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اس کے ساتھ مصالحت کر لو اور جزیہ قبول کرو اور اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ۔ دوسرے روز صبح کو جب قدرت کے کارگیروں نے سنہری آفتاب کو سیما بگول فلک بولکوں پر نکالا اور تقدیر کے سناروں نے صفحہ لاجوردی پیکر زبرجدی منظر کو سونے سرخ سے قرص آفتاب کے منور چہرہ کو برانگیختہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ ہمایوں سے باہر نکلے ایک ہاتھ میں حسن کے دست مبارک پکڑے حسین کو بٹل میں لے لے اور حضرت فاطمہ الزہرا کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زہرہ و ماہ کی مانند اس آفتاب رسالت کے پیچھے روانہ ہوئے آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں دعا کروں تم آمین کہو۔ نصاریٰ نجران نے جب ان پانچ اشخاص کو اس طرح دیکھا

اور دعا اور امین کی بات کو سنا تو خوفزدہ ہو گئے ابوالمحارث جو ان میں سے دانش مند اور سمجھدار تھا  
 کہا اے دوستو! یقیناً میں چند چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ کو جگہ  
 سے ہٹا دے تو وہ یقیناً ان کے لیے ایسا کرے گا۔ ہرگز مبالغہ نہ کرنا کہ ہلاک ہو جاؤ گے اور رشتے زمین  
 پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا انہوں نے کہا اے ابو القاسم ہم آپ کے ساتھ مبالغہ نہیں کرتے۔ آپ  
 نے فرمایا تو مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ  
 انہوں نے کہا کہ ہم میں عربوں کے تھا جنگ و مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے لیکن ہم مصالحت کرتے  
 ہیں کہ ہم ہر سال آپ کو دو ہزار حملہ ہزار ماہ صفر میں اور ہزار ماہ رجب میں دیں گے کہ ہر حملہ کی قیمت  
 چالیس درہم ہوگی۔ اور آپ کے قاصد جو ہمارے ملک سے گزریں گے ان کی مہانداری کریں گے۔  
 بشرطیکہ آپ ہمیں اپنے دین میں رہنے دیں اور ہمیں اپنی ذمہ داری اور حفاظت میں لیں اور ہمارے  
 ساتھ جنگ نہ کریں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا، تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہ  
 اور تیس نیزے دیں گے اس کے بعد فریقین اس صلح پر راضی ہو گئے۔ اور صلح نامہ لکھا اس سلسلہ میں  
 صحابہ کی ایک جماعت کی گواہی اس پر ثبت کر کے ان کو دی۔

صلح نامہ منعقد ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
**نصرانی سے صلح کا معاہدہ :-** اسقف سے کہا تو گویا اپنے گھر میں گیا ہے اور اپنے گھر  
 والوں کے ساتھ سویا ہے اور اس کے بعد اپنے اونٹ کے پالان کو اونٹ کی پشت پر تونے لٹا  
 رکھا ہے، جب اسقف اپنے گھر گیا اور سویا اور پھر اٹھا اور غفلت سے اونٹ کے پالان کو اس کی  
 پشت پر لٹا رکھ دیا۔ جب وہ صورت حال سے آگاہ ہوا اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ  
واشھد ان محمد رسول اللہ۔ مردی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اہل نجران مبالغہ کرتے تو ہلاک  
 ہو جاتے حتیٰ تعالیٰ انہیں خنزیروں کی صورت میں تبدیل کر دیتا اور یہ وادی ان پر آگ برساتی اور  
 تمام اہل نجران جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتے جیسا کہ پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر ہلاک ہو جاتے ہیں  
 اور ایک سال بھی نہ گزرتا کہ تمام نصرانی ہلاک ہو جاتے۔

دو ایسی کے وقت انہوں نے کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے ایک امین آدمی

ہمارے ساتھ بھیجے۔ اگر ہم میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو وہ سچائی کے ساتھ فیصلہ کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوپہر کے بعد آنا۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ امین آدمی جو امانت کا حق ادا کرے بھجوں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس امید پر کہ یہ دولت میرے سپرد ہو ظہر کی نماز کے وقت مسجد میں گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے بعد اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ آپ کی چشم ہمایوں ابو عبیدہ الجراح پر پڑی۔ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا کہ نصاریٰ کے ہمراہ ان کے ملک میں جاؤ اور جو امور ان میں واقع ہوں ان میں حاکم ہو۔ اور وہ منصب ابو عبیدہ الجراح کے سپرد ہوا اور وہ جماعت اپنے ملک میں واپس گئی۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آئی اور اسلام سے مشرف ہوئی۔ اور وہ صلحناہ ان میں رہا۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ اور امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بعض امور میں مصلحت کے مطابق تبدیلی ہوئی۔ واللہ اعلم۔

**بازان مینی کی وفات :-** اسی سال بازاں نے مین کا حاکم جس کے اسلام لانے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت کی جو اس کے فوت ہونے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ اس کی مملکت کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اس کی مملکت کا کچھ حصہ اس کے بیٹے شہریار کو عطا ہوا اور اس ملک کا بعض حصہ عامر بن شہریار سعدانی کے قبضہ اقتدار میں رکھا۔ اس ملک کے محلات میں سے ایک محل کا والی ابو موسیٰ اشعری کو بنایا اور کچھ حصہ علی بن امیہ اور بعض معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو عطا ہوا۔

**حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مین میں ورود :-** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مقرر فرمایا کہ حضرت علی مین کی طرف جائیں اور لشکر کو موضع قبا میں متعین کیا تاکہ وہ تمام لوگ جو ان کے ساتھ نامزد ہیں اس جگہ جمع ہو جائیں اور حضرت علی کے لیے جھنڈا ترتیب دیا اور تین بیچ والی گپڑی آپ کے سر پر اپنے دست مبارک سے رکھی اور دو شہلے رکھے ایک سامنے تقریباً ایک ہاتھ لبا اور ایک پیچھے تقریباً ایک بالشت اور تقریباً تین سو ہار اور حضرت علی کے ساتھ کر کے فرمایا میں نے تجھے بھیجا ہے اور تیری جدائی کا افسوس ہے اور فرمایا اے علی ان کی سرزمین تک چلتا جا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا جب تک وہ خود جنگ میں پھل نہ کریں

اور اس قوم کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی ترغیب دے اگر قبول کریں تو نماز کو قائم کرنا ان کے لیے ضروری قرار دے اگر پوری طرح میطیع و فرمانبردار ہو جائیں تو انہیں حکم دے کہ اپنے اموال کے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں۔ اگر یہ قبول کر لیں پھر کسی بھی وجہ سے معترض نہ ہونا۔ کھتے ہیں کہ یمن کی طرف توجہ کے دوران حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اہل کتاب کی جماعت کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور میں جوان ہوں اور علم قضا اور احکام بشریت کا چنداں علم نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ علی کے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللھم ثبت لسانہ والھد قلبہ۔ لا عمالہ علم میں اس مرتبہ پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقصا کم علی مردی ہے کہ وداع کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ واللہ لا ینھدی اللہ علی یدیک رجلا واحدا حیولک مما طلعت علیہ الشمس او غربت۔ یعنی خدا کی قسم اگر تیرے ہاتھ خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تجھے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو دلاور مردوں کے ساتھ یمن کا عزم کیا جب مقصد کے نزدیک پہنچے نصرت پناہ کو کو اطراف و جوانب میں متعین فرمایا بے شمار غنیمت ان کے قبضہ میں آئی اور براء بن عازب سے منقول ہے کہ جب ہم یمن کے نواح میں پہنچے ہم نے مخالفین کے لشکر کے نشان دیکھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی نے نماز کے بعد اور امامت سے فراغت کے بعد جنگ کے لیے صفیں درست کیں اور اس کے بعد میدان میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو اس قوم کے سامنے پڑھا اور انہیں ملتِ قویم اور صراطِ مستقیم کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ قبیلہ عدنان اور اہل یمن فی الفور مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید انس و جاہل کی خدمت میں بعرضہ بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر سے آگاہ ہو کر سجدہ شکر ادا کیا۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ جب حضرت علی کی نصرت پناہ سپاہ ہر طرف جہاد اور قتال کے لیے گئی ہوئی تھی اور بے شمار غنیمت جمع کر لی حضرت علی نے بریدہ بن الحنفیہ کو غنائم کے پاس بھجوڑا اور خود مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ فریقین کی ملاقات کے بعد حضرت علی نے ان کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کرانی اس گروہ نے دعوت کو قبول نہ کیا اور تیرد تفسک پر اتر آئے حضرت علی نے کچھ دیر توقف



کیا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ انہیں راہ حق کی دعوت دی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تو صفوں کو درست کیا، مسعود بن سنان ثقفی کو جھنڈا دیا جب فریقین صیفیں درست کرنے میں مصروف ہوئے مخالفین میں سے ایک شخص قبیلہ بنی مدیح کا میدان میں آیا اسود خزاعی برشریر کی مانند مقابلہ کے لیے نکلا اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے میدان میں قدم رکھا جب مشرکین میں سے اٹھائیس اشخاص قتل ہو گئے بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر انہیں پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر سے درخواست کی کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن میں نہیں ڈالا اور ایمان کی خوبصورت ریشمی چادر کو اپنے انقصاد کے کندھوں پر نہیں ڈالا کے ساتھ جنگ کریں اور یہ ہمارے اموال ہیں ان میں سے خمس جدا کیجئے تاکہ صدقات کی ذمہ داری سے نکلیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور غنائم کو تقسیم کرنے میں مصروف ہوئے اور اس سے خمس جدا کر دیا اور ابرار و فاجر کو اس کی حفاظت پر متعین فرمایا پھر تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کی جانب متوجہ ہوئے تھے چنانچہ عفریب احاطہ تحریر میں لایا جائے گا۔

**مزید وفد کی آمد :-** ان میں سے ایک وفد غاندک آنا تھا۔ دس اشخاص آئے اور بیعہ خود میں قیام کیا۔ اس کے بعد مجلس ہمایوں میں پہنچے جب انہیں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ان کیلئے ایک محکوب لکھا جو احکام شریعت پر مشتمل تھا۔ فراغت کے بعد قوم سے پوچھا کیا تم اپنی قیام گاہ میں کسی کو چھوڑ آئے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی قیام گاہ میں اس شخص کو چھوڑا ہے جو عمر میں ہم سب سے چھوٹا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سو گیا ہے اور چور تمہاری منزل میں سے ایک شخص کا بیگ چرا کر لے گیا۔ اس گروہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے بغیر ہم میں سے کسی کے پاس بیگ نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قیام گاہ کے محافظ نے تمہارے بیگ کو حاصل کر لیا ہے اور اپنے ٹھکانے میں محفوظ کر لیا ہے جب غاندک وفد مجلس ہمایوں سے باہر گیا اور اپنی قیام گاہ میں پہنچا اس محافظ سے دریافت کیا کہ ہمارے بھیلے کو کیا واقعہ ہوا۔

اس جوان نے جواب دیا کہ تمہارے جانے کے بعد میں سو گیا ایک شخص نے فرصت کو غنیمت جانا اور چڑھے کے بیگ کو لے بھاگا میں نیند سے ہوشیار ہو کر اس کے پیچھے بھاگا اس نے ایک غار میں جا کر بیگ کو دفن کر دیا میں نے اسے گڑھے سے نکال کر قیام گاہ میں پہنچا دیا اس جماعت نے اس نوجوان سے کہا ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی۔ اب ہمارا یقین اس شہادت میں زیادہ ہو گیا ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور صورت واقعہ کو عرض کیا اس جوان نے ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کیا دا سلام علی من اتبع الهدی۔

**بت خانہ ذوالحلیفہ کی تباہی :-** اس سال کے دؤد میں سے ایک جریر بن عبد اللہ بجلی کے وفد کی آمد تھی۔ اپنے قید کے ایک سو پچاس اشخاص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسوس کی شرف سے مشرف ہو کر دوست اسلام سے مالا مال ہوا۔ اس جماعت کی آمد سے پہلے آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس راستے سے ایک شخص تمہیں ملے گا جس کے چہرہ پر فرشتہ کی تسبیح کا اثر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دینے کے بعد جریر اپنی قوم کے ساتھ آ کر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ بیعت کرتا ہے اس بات پر کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ بے مثل ہے۔ اقامت نماز، ادائے زکوٰۃ، رمضان کے روزے، مسلمانوں کی خیر و برکت اور والی کی اطاعت کرنے کی اگرچہ جستی غلام ہو۔ جریر عبد اللہ نے ان تمام پر بیعت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرب و جوار کے قبائل کے حالات دریافت فرمائے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان ملت اسلام عام ہو چکی ہے بت خانے منہدم ہیں مخلوقات مساجد اور عبادت گاہوں میں اقامت اور جماعت میں مصروف ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بت خانہ ذوالحلیفہ کیسا ہے اس نے کہا وہ بت خلفا سی طرح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میرے دل کو اس خیال سے فارغ نہیں کرتا؟ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آرزو یہ تھی کہ یہ ہم میرے ہاتھ سے انجام پائے اور کوئی دوسرا اسے منہدم نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جریر! تو جا اور اس بت خانہ کو تباہ کر دے۔ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے

ذوالحلیفہ تک لمبی مسافت ہے میں سواری نہیں کر سکتا تاکہ تیزی سے فاصلہ طے کر لوں۔ میں جس گھوڑے پر سواری کرتا ہوں تیزی اور تندہی کرتا ہے اور اگر اونٹ پر سوار ہوتا ہوں تو مدت مدید اور عمدہ مفید چاہیے تاکہ میں وہاں پہنچوں۔ جب جریر نے یہ بات عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک جریر کے سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ اللھم ثبتہ واجعلہ ہادیا مہدیا۔ جریر سے منقول ہے کہ خدا کی قسم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آپ سے رخصت کے بعد سے کہ میں آپ کے پاس سے اٹھا اس خدا تعالیٰ کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا میں سرکش تندرگھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ اس رات میری دان کے نیچے بھیرے ہیں صبح و شام گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ میں نے بت خانہ ذوالحلیفہ کو آگ لگا دی اور اسے زمین کے برابر کر دیا ایک قاصد مدینہ میں بھیجا اور کہتے ہیں کہ ذوالحلیفہ کے باشندے بت خانہ کے منہدم ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے اس بت خانہ کے خزانہ میں مال و متاع اور عمدہ خوشبو بہت تھی تمام کو مدینہ میں لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس صورت حال اور تہانہ کے منہدم ہونے کی خبر سنی تو خوش ہوئے اور جریر اور اس کی قوم کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی منقول ہے کہ اسے امت کا یوسف ثانی کہتے تھے۔

ذوالحلیفہ کی آمد :- جب یہ مدینہ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر رملہ بنت الحارث کی سرانے میں ٹھہرے اور قدم بوسی کی سزا حاصل کر کے مسلمان ہو گئے۔ یہ مسلمہ کتاب اسی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ شریعت کو قبول کرنے میں ساتھیوں کے ساتھ موافقت کی جب پیام میں گیا تو شیطان کے اغوا سے مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ شروع کر دیا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا نے مجھے نبوت و تبلیغ و رسالت میں اس کے ساتھ شریک کیا ہے۔ اور مگر اہوں اور دشمنوں کی ایک بڑی جماعت اس پر ایمان لے آئی اس نے اپنے متبعین سے نماز ساقط کر دی، سود کے لینے اور شراب نوشی ان پر مباح کر دیا۔ اور قرآن کے مقابلے میں چند ہذیبانی باتیں جمع کیں جو فصاحت کے ترازو میں رتی بھر وزن نہیں رکھتی تھیں۔ ان احمقوں کے سامنے پڑھتا اور وہ جاہل ان مہمل فقروں کو اس سے قبول کرتے۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کے دس اشخاص کو سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ان کے ہاتھ



تھے مثل وفد مجارب، سلامانی، خولان، مرو، نهمان، کندہ، زبیدہ، بنی ثعلبہ، بنی کنانہ، بکر بن  
 وائل، بہرام، ہختم، رباوین، ہقرموت، غائق، عافد، شیبان، ہمدان، جتان، سباع، غسل  
 اور دوسرے متعارف قبائل تھے، مسلسل و متواتر وفد کا آنا دریت الناس یدخلون فی  
 دین اللہ افواجاً۔ کا سماں پیش کرتا تھا اور دین مجد اللہ درجہ محال کو پہنچا اور الحمد للہ  
 الذی صدقنا وعدہ وارد ہوا اور محمدیوں کا ورد زبان اور مونس جان ہوا۔ الحمد  
 للہ رب العالمین۔

## حجۃ الوداع

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی زیادت کا ارادہ پختہ کر لیا ان قبائل  
 عرب کے پاس قاصدوں کو بھیجا جو مشرف باسلام ہو چکے تھے کہ حرم کی طرف روانگی کا ارادہ پختہ  
 ہو گیا۔ جو شخص حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چلینے کہ آکر ساتھ مل جائے۔ جب یہ خبر قرب و بعید  
 لوگوں کے پاس پہنچی تو حد و شمار سے باہر لوگ عرب کے اطراف و جوانب سے مدینہ کی طرف آنا  
 شروع ہوئے تاکہ شروع سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر مناسک حج کی تعلیم حاصل کریں۔ جمع  
 صحابہ جب ہو گئے ذی قعدہ پچیسویں تاریخ دو شنبہ کے روز اور ایک روایت کے مطابق شنبہ کے  
 روز مدینہ سے باہر نکلے۔ نقل ہے کہ خردج کے وقت غسل پاک کیا اور مونے مبارک میں تیل ڈالا سر پر  
 بنگھسی کی اور جسم اطہر کو پاکیزہ کیا دھاری دار کپڑے اتار دیئے اور ازار اور ردا اختیار فرما کر حجرہ  
 سے باہر تشریف لائے اور چار رکعت نماز مدینہ کی مسجد میں ادا کی اور ذوالحلیفہ کی طرف روانہ ہوئے  
 جب اس منزل میں پہنچے نماز عصر قصر ادا کی اور قربانی کے خاص چند اونٹ آپ کے لیے ساتھ لیے  
 ان میں سے ایک کو اپنے دست مبارک سے اشعار اور تقلید فرمایا اور ناجیہ بن جندب سلمیٰ کو  
 ہدی کے اونٹوں کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔ ناجیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 پوچھا کہ اگر ان اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ہلاک ہو جائے تو میں کیا کروں۔ آنسو وری صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے جواب دیا کہ بخر کر اور اس کے علاوہ کو خون آلودہ کر کے اس کی کوبان پر مار۔ تجھے اور تیرے  
 ساتھیوں کو اس گوشت سے کچھ نہیں کھانا چاہیئے۔ اور ایک روایت ہے کہ ناجیہ کو اجازت فرمائی

کہ اگر عاجز آجائے اور پیدل نہ چل سکے تو قربانی کے اونٹوں پر سوار ہو جائے۔ اس سفر میں حضرت  
فاطمہ الزہرا اور تمام اہبات المؤمنین نے ہودجوں میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا  
شرف حاصل کیا اور ایک روایت ہے کہ اس سفر میں چودہ ہزار اشخاص آپ کے ہمراہ تھے۔  
جب دوسری نماز کو ذوالحلیفہ میں ادا کیا اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر احرام باندھا حضرت جابر بن  
عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا جب ہم ذوالحلیفہ  
پہنچے محمد بن ابابکر، اسمان بنت علیس سے پیدا ہوا۔ اسمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ  
میں نفاس کے ساتھ کیا کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل کر اور اپنی شرمگاہ کو کسی چیز کے  
ساتھ باندھ دے اور اپنے احرام پر قائم رہ اور تلبیہ اس طرح تھا لبیک اللہم لبیک ان الحمد  
والنعمۃ ولک الملک لا شریک لک۔ قطع منزل و مراحل کے بعد ذی طوی میں  
پہنچے اور صبح کی نماز اس منزل پر ادا کی۔ اسمان بنت ابوبکر روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے مدینہ  
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ زاملہ یعنی وہ اونٹ جس پر زادراہ لادتے ہیں میرے پاس  
ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا توشہ اس پر لدا ہوا ہو۔ ان کی درخواست قبول ہوئی اور فرمایا کہ  
آٹا، ستور اور کھجور، زادراہ کے لیے ترتیب دے کہ اونٹ پر لادا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
نے اپنے غلام کو اس پر سوار کیا اور باہر نکلے ایک رات غلام نے اتر کر اونٹ کو بچھا دیا اور سو گیا،  
جب بیدار ہوا اسے زاملہ دکھائی نہ دیا غلام پکارتا ہوا اپنے گمشدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم منزل جرح پر اترے ہوئے تھے، ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ غلام آیا حضرت  
ابوبکر صدیق نے پوچھا کہ زاملہ کہاں ہے اس نے کہا تم ہو گیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زادراہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے اور غلام کو مارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ تم اس مجرم کو نہیں دیکھتے کہ کیا کرتا ہے۔ نقل ہے کہ بنی سالم سے آل فضاہ کو اطلاع ہوئی کہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زاملہ تم ہو گیا ہے تو کھجوروں، پیڑ اور روغن کا ایک پیالہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے لیے بھیجا فرمایا، اے ابوبکر اؤ خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے پاکیزہ غذا بھیج دی حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلام کی شکایت کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر  
چینان کرو یہ معاملہ ہمارے اور غلام کے ہاتھ میں نہیں ہے اور اس میں اس کا کوئی قصور نہیں

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر صدیق نے اس میں سے تناول کیا اور سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ صفوان معقل سلمی جو ساقہ لشکر پہ تھا آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زاملہ کو بٹھا دیا اور حضرت صدیق سے کہا تحقیق کر لیجئے کہ اس اونٹ پر جو سامان لدا ہوا تھا ضائع نہ ہوا ہو۔ تعقیب کی کما کہ تمام ٹھیک ہیں۔ صرف ایک پیالہ جس سے ہم پانی پیتے ہیں موجود نہیں ہے علام نے کہا وہ پیالہ میرے پاس ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اور اس کا لڑکا قیس رضی اللہ عنہما وہ اونٹ جس پر ان کا زاد راہ لدا ہوا تھا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سنا ہے کہ آپ کا زاملہ گم ہو گیا ہے اس کے عوض اسے قبول فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے ہمارے زاملہ کو صحیح و سلامت ہم تک پہنچایا ہے تم اپنے زاملہ کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ان کے گذشتہ احسانات کی معذرت کی۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جن اموال میں آپ تصرف فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ اس مال سے جو ہمارے پاس باقی ہیں سے زیادہ محبوب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا، تجھے بشارت ہو کہ تو کامیابی اور فیروز مندی کو پہنچا۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے عمدہ اخلاق اور اچھی صفات یعنی کرم و مروت تجھے عطا فرمائی ہے۔ سعد نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ثابت بن قیس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کا قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے پیشوا اور جو انفرادی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الناس معاون کمعاون الذهب والفضة خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا انفقوا۔ حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی سے روانہ ہوئے اور اعلائے مکہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ جب باب بن شیبہ پر پہنچے اور خانہ کعبہ کو دیکھا یہ دعا پڑھی۔ اللهم زد هذا البيت تعظيما وتشريفا وتكريما ومهاياة وزد من عظمه ممن حجه واعتمر تشريفا وتكريما۔ اس کے بعد مسجد الحرام میں تشریف لائے اور حجر الاسود کو استلام کیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ طواف اول میں پہلی تین مرتبہ تیزی سے چلے اور آخر میں سکون و آرام سے گئے اس وقت روئے مبارک دائیں بنگل کے نیچے سے باہر نکالی ہوئی اور بائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی اور طواف میں حجر الاسود اور

بن یحییٰ کو استلام فرماتے تھے۔ اور دونوں رکنوں کے درمیان فرماتے دینا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف متوجہ ہو کر آیت کریمہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلى۔ معجز بیان زبان سے ادا فرمائی اور کعبہ اور مقام ابراہیم کے درمیان دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکفران اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ پھر حجر اسود کے قریب آئے اور پھر اسے استلام کیا اور باب الصفا سے باہر نکلے اور صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آیت ان الصفا والمردة من شعائر اللہ پڑھی اور فرمایا میں اس چیز سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی۔ کہہ صفا اور مردہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جب صفا پر آئے تو قبلہ کی طرف رخ کیا اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ العنک ولہ الحمد یحییٰ ویسیت وھو حی لا یموت بید الخیر وھو علی کل شیء قدیر۔ لا الہ الا اللہ وحده نصر عبدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحده ولا شیء بعدہ۔ اس کے بعد دعا فرمائی اور تین مرتبہ اس طریق پر دعا فرمائی۔ جب سعی سے فارغ ہوئے فرمایا جس شخص کے ساتھ قربانی نہیں ہے وہ احرام ترک کر دے اور حلال ہو جائے اور ترویہ کے روز مناکہ کی طرف جاتے ہوئے حج کا احرام باندھے اور جس کے پاس ہدی ہے وہ اپنے احرام پر فجر کے روز تک باقی رہے۔ اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے اب معلوم ہوا ہے اگر میں اسے پہلے جانتا تو ہدی اپنے ساتھ نہ لاتا۔ یہاں تک کہ مکہ میں آکر ضرور لیتا اور اپنے احرام کو عمرہ میں متعارف کرتا۔ میں بھی اسی طرح حلال ہو جاتا جس طرح تم ہوئے ہو۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ ہدی ہے میں حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہدی کو نحر نہ کر لوں۔ حضرت فاطمہ الزہرہ اور بعض اہبات المؤمنین کے ساتھ ہدی نہیں تھیں حلال ہو گئیں۔ ان حالات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بئہ کی طرف سے چنداؤ چنداؤ نہٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کی نیت سے ان کے ساتھ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جب تو نے احرام باندھا تو کیا نیت کی انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ نے بتایا نہیں تھا کہ میں کیا نیت کروں میں نے کہا بار خدا یا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا جس نیت سے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور قربانی کے



اونٹ اپنے ساتھ لایا ہوں۔ تو اپنے احرام پر ثابت قدم رہ اور ہدی میں میرا شریک ہو۔ اسی اثنا میں حضرت علی نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ الزہراء نے رنگا ہوا کپڑا پہنا ہوا ہے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہے اس پر اعتراض کیا کہ تو حلال کیوں ہو گئی اس نے جواب دیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے ایسا کیا ہے اور احرام ترک کیا ہے حضرت علی اس کی تصدیق کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

خطبہ حجۃ الوداع :- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکشنبہ سے پنجشنبہ تک کہ چار روزہ ہوتے ہیں توقف فرمایا اور پنجشنبہ کو مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جگہ آرام کر کے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز گزاری اور رات وہاں گزار کر صبح کی نماز ادا کی۔ سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف متوجہ ہوئے اور اس خیمہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عرفات میں منہ کے موضع میں لگایا تھا نزل فرمایا وہاں اس قدر توقف کیا کہ سورج ڈھلنے لگا پھر ناقہ رقصی پر سوار ہوئے اور بطن وادی میں آئے اور اسی حالت میں انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اسٹائے خطبہ میں فرمایا تمہارا مال و اموال اور عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اس ماہ اور آج کی حرمت ہے اور فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور آگاہ ہو جاؤ کہ جاہلیت کے طور پر لیتے میرے قدموں کے نیچے ہیں اور ہر خون جو اسلام سے پہلے ہوا اور اس کے وارث بدلہ کے درپے ہیں وہ ختم اور باطل ہے۔ اور پہلا خون جسے میں باطل قرار دیتا ہوں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے جو میرے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے۔ جاہلیت کے سود کو میں نے اکھاڑ دیا ہے اور پہلا ربا جسے میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے تاکہ خون اور مال کو میں نے خود ترک کیا ہو۔ اس کے بعد چند باتیں عورتوں کے نکاح اور اس سے متعلقہ بیان فرمائیں اس کے بعد اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان ایک چیز بھجودے جا رہا ہوں فرمانبرداری کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ تاکہ گمراہ نہ ہو وہ قرآن ہے۔ قیامت میں تم سے سوال کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ کس طرح گذر بسر کی اور تبلیغ رسالت اور احکام شریعت کو کس طرح پہنچایا تم کیا جواب دو گے انہوں نے کہا ہم اس روز گواہی دیں گے کہ آپ شرائط رسالت اور لوازم اقامت میں مشغول ہوئے اور قواعد ارشاد اور مراسم نصیحت سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اپنی انگشت سببہ آسمان

کی طرف اٹھا کر زمین کی طرف لائے اور فرمایا اللھم اشدھم اللھم اشدھم اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانو! تین چیزیں سینوں کو کینوں سے پاک کرتی ہیں ایک عمل میں اخلاص، دوسرے مسلمان کی خیر خواہی، تیسرے مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خطبہ بیان فرمایا تو بلال کو فرمایا اس نے غار کے لیے اذان کی اور اقامت کہہ کر ظہر کی غار جماعت کے ساتھ ادا کی پھر اقامت کی اور عصر کی غار ادا فرمائی پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور موقف میں آکر قبلہ رو ہو کر دعائیں مصروف ہوئے دعا کے معاملہ میں الحاح اور مبالغہ فرماتے تھے اس جگہ اس قدر ٹھہرے کہ سورج نزدیک ہو گیا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ نے دست مبارک اٹھائے ہوئے تھے اور انہیں اپنے چہرہ مبارک کے نزدیک لائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے سب سے بہترین دعائیں اور گزشتہ پیغمبروں کی دعا جو مجھ سے پہلے ہوئے تھے یہ ہے لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علیٰ کلی شیئی قدیور۔  
اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ عرفہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا یا نہیں، وہ گروہ یہ کہتا ہے کہ روزہ نہیں رکھا یہ ہے کہ ام فضل، عبد اللہ بن عباس نے کہا ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں کھڑے ہوئے میں نے دودھ کا پیالہ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور آپ نے اس دودھ سے پیا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے دیکھا اور جان لیا روزہ دار نہیں ہیں اور اس روز آیت کریمہ :-

الیوم اکملت لکم دینکم وانتم رضیت لکم الاسلام دینا۔ نازل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس روز عرفات میں اس قدر ٹھہرے کہ سورج نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر اسامہ بن زید کو اپنا ردیف بنا کر قصویٰ کی تکبیل کو اس طرح کھینچنے ہوئے تھے کہ اونٹنی کا سر اس تکبیل کے ساتھ پہنچتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوہ کے آگے رکھا ہوا تھا اور جب بلندی پر پہنچتے اونٹ کی مہار کو ڈھیلا کر دیتے تاکہ آسانی کے ساتھ چڑھ سکے۔ جب مزدلفہ پہنچے مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا کی۔ رات مزدلفہ میں توقف کیا صبح کی نماز کو اندھیرے میں ادا کیا پھر مسجد الحرام میں آکر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور تکبیر و تسلیم اور حمد و ثنا میں مشغول ہوئے

اور اس قدر توقف کیا کہ اچھی طرح روشنی ہوگئی بلوغ آفتاب سے پہلے مشعر حرام سے تیار ہو کر سوچ نکلنے کے بعد اس جگہ سے روانہ ہوئے۔ نقل ہے کہ عید کی رات آخر روز عرفہ امت کے لیے دعا کر کے بخشش طلب کی۔ خطاب آیا کہ میں نے ان کے تمام گناہوں کو مظالم کے سوا بخش دیا کہ میں مظلوم کا انصاف ظالم سے لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رو کر عرض کی کہ بار خدا یا اگر تو چاہتا ہے کہ مظلوم کو حجت ظالم کے ظلم کے بدلہ میں دے تو مظلوم راضی ہو جائے گا اور ظالم کو بخش دے ہر چند کہ رات بھر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی جب صبح پھوٹی پھر دعا میں مشغول ہوئے اور الحاح کرتے تھے جبریل علیہ السلام آئے اور قبولیت کی خبر پہنچائی۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور تبسم فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ساتھ تھے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تبسم کا سبب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس دشمن کو جب یہ معلوم ہوا کہ میری دعا کو میری امت کے حق میں قبول فرمایا گیا ہے اور مظالم وغیرہ ان کے گناہوں کو میرے سپرد کر دیا گیا ہے اس نے بدبختی کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور ویل اور ہلاکت کی دعا اپنے اوپر کرتا تھا اس کی اس جزع سے میں مسکوا دیا گویا شاعر کی نظم اس معنی پر تھی۔

دشمن آتش پرست باد سیا را بجو خاک بر سر کن کہ آب رفته باز آمد بجو

رجزنا الی الحدیث۔ نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت فضل بن عباس کو جو ایک خوبصورت بچہ تھا اپنا ردیف بنایا ہوا تھا فضل ہر وقت عورتوں کی طرف دیکھتا تھا آنسور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منہ کو اپنے دست مبارک سے اس طرف سے دوسری طرف پھیرتے تھے جب بطن محسوس میں پہنچے اپنے اونٹ کو تھوڑا سا تیز چلایا اور قریب راستہ جو جاتا تھا اس سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حمیرہ العقبہ اپنے بچے اور وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہی۔ اس روز نماز میں خطبہ پڑھا جو روز عرفہ کے خطبہ کی مانند خون، مال اور عزت کی حرمت پر مشتمل تھا اور دجال کے نکلنے اور اس کی شکل و صورت اور خصائل کو جاری اور نصیحتوں اور دوسری اشیاء پر مشتمل تھا جب اس خطبہ سے فارغ ہوئے خرقہ کی طرف بڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹ اور وہ اونٹ جو حضرت علیؑ سے لائے تھے کی تعداد سو کو پہنچتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے اپنی عمر کے سالوں کی تعداد کے مطابق باسٹھ اونٹ اپنے

دست مبارک سے مخرکیے باقی اونٹ مخر کرنے کے لیے حضرت علی کو مقرر فرمایا پھر سر مبارک کو منڈوایا اور موئے مبارک کو صحابہ کے درمیان تقسیم فرمایا۔

موئے مبارک حضور اکرم ﷺ آپ نے اپنے نصف موئے مبارک ابو طلحہ انصاری کو دیئے اور دوسرے نصف ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کو بخشے۔

ہر ایک کو ایک یا دو بال ملے اور کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک کے بال مجھے عنایت فرمائیے تاکہ میں ان سے تبرک حاصل کروں۔

موئے بریدہ را چونکی تار تار بخش تائے بعاشقاں سیہ روزگار بخش  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اپنی پیشانی مبارک کے بالوں کو اسے عطا فرمایا اور خالد نے انہیں اپنی ٹوپی میں ڈال لیا۔ اس کے بعد جس دشمن پر حملہ کرتا مظفر و منصور ہوتا۔ بعض صحابہ نے سر منڈوا دیتے اور بعض نے بال چنے متعلقین کے متعلق تین مرتبہ اور مقررین کے متعلق ایک مرتبہ حدیبیہ کے روز بخشش و رحمت کی دعا فرمائی۔ آپ کے حکم پر قربانی کے ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک مقدار لے کر دیگ میں پکائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ اس گوشت اور شوربے تناول فرمایا اور اسے ہدیٰ میں اپنا شریک اور ساتھی بنایا پھر حضرت علی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اونٹوں کے گوشت، پوست اور پالان کو لوگوں میں تقسیم فرمایا اور چمڑا اتانے والے کی اجرت دوسری جگہ سے دی منقول ہے کہ اپنی ازواج مطہرات کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی اور دو بھیڑیں اور ذبح کیں۔ جب احرام سے نکلے سوار ہو کر مکہ میں آئے ظہر کی نماز ادا کی اور چاہ زمزم پر گئے اور کہا اے بنی عبدالمطلب! چاہ زمزم کے پانی کو کھینچو، اگر بیٹھے یہ خوف نہ ہو تا کہ لوگ تم پر هجوم کریں گے میں تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ پھر پانی کا ایک ڈول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے یہاں تک کہ کچھ پانی اس میں سے آپ نے پیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسک حج سے فارغ ہوئے کچھ دن اور قیام فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف باگ پھیر لی۔

تقطع مسافت کے بعد عند یرنم جو حنظلہ کے نواح میں ہے پہنچے اور اس قرآن اور ابدیت :- منزل میں ٹھہر کر ظہر کی نماز ادا فرما کر صحابہ کی طرف رخ کر کے فرمایا

الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم۔ کیا میں مومنوں کے نفوس سے ان سے زیادہ اولیٰ نہیں ہوں۔ اور ایک قول کے مطابق آپ نے فرمایا کہ گویا مجھے عالم بقائیں بلایا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے درمیان دو عظیم امر چھوڑتا ہوں کہ ایک دوسرے سے عظیم ہے۔ قرآن اور میرے اہل بیت۔ خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور ان دونوں کے حقوق کو تم کس طرح بجالاؤ گے وہ دو امور آپس سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ توجہ کو آخر تک پہنچ جائیں پھر معجز بیان زبان سے فرمایا یقیناً خدا تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مومنین کا مولیٰ ہوں پھر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه

و عاد من عاداہ واخذل من خذله وانصر من نصره واوار الحق من حیث کان۔ کتے ہیں کہ صحابہ کی اکثریت نے یہاں تک کہ اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امر میں مبارک دیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے علی صبح ہوتے ہی تم میرے در زمین کے مونی ہو گئے۔

برنے برائے سردین خویش تنج بساز ز خاک پائے جو افرد و وال من والدہ  
ز دل عداوت او باز دار تا نخوری ز تیغ لفظ بنی زخم عاد من عاداہ  
گواہ پاکی اصلت لای میری داں کہ بر جمال معانیش حل اتی است گواہ

کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ایک رات ذوالخلیفہ میں قیام فرمایا اور ان کے وقت تعریس کے راستہ میں مدینہ میں داخل ہوئے جب آپ کی چشم مبارک مدینہ کی طرف آبادی پر پڑیں فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد ولہو علی کل

شیء قدیر۔ صابون تابون عابدون ساجدون حامدون صدق وعدہ ونصر  
عبدہ واعزہ چندہ وحزم الاحزاب وحدہ۔

طائف کے بادشاہ کا مسلمان ہونا۔  
جریر بن عبداللہ بجلي كوفى الكلاخ يجمع بن كرز بن مالك  
بن حسان بن تغ جوك طائف كا ایک بادشاہ تھا بھیجا۔

اور وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بہت سی مخلوق اس کی معتقد تھی کہتے ہیں کہ جریر نے ابھی اس کے پاس مراجعت نہیں کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ در زوال طائف حضرت عمر کے

کے زمانہ خلافت تک کفر پر رہا اس زمانہ میں مدینہ آیا اس کے ساتھ اٹھارہ ہزار غلام تھے اپنے غلاموں کے ساتھ مسلمان ہو گیا ان میں سے چار ہزار کو آزاد کر دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا لے ذوالکلاع! جو غلام بیچ گئے ہیں انہیں میرے پاس فروخت کر دے۔ ذوالکلاع نے کہا مجھے آج کا دن مہلت دیجئے تاکہ میں سوچ لوں پھر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اپنے باقی غلاموں کو بھی آزاد کر دیا دوسرے روز امیر کی مجلس میں آیا امیر المؤمنین نے پوچھا تو نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے کہا خدا تعالیٰ کے نزدیک جو چیز بہتر تھی میرے لیے بھی اور ان کے لیے بھی میں نے وہ اختیار کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا تمام کو میں نے خدا تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو صیف و تحسین فرمائی پھر ذوالکلاع نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا گناہ بہت بڑا ہے مجھے گمان ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ امیر نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک روز میں اپنے عبادت گزاروں سے پوشیدہ ہو گیا اور انہیں اپنے آپ کو اونچے مقام پر دکھایا جب انہوں نے دیکھا تقریباً ایک لاکھ اشخاص نے یکدم مجھے سجدہ کیا، امیر المؤمنین حضرت عمر نے فرمایا حق تعالیٰ کی طرف رجوع اخلاص کے تھا تو بر اور دل سے تمام گناہوں کو اکھاڑ پھینکا گناہوں کی بخشش ہے خواہ کس قدر بڑے اور زیادہ ہوں۔

حصو کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات :- اس روز سورج گرہن ہوا لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہجلیوں تک پہنچی آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کی آیات میں سے دو نشانیوں ہیں کسی متنفس کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو تم نماز ادا کرنے دعا کرنے اور صدقہ دینے میں مشغولیت اختیار کرو۔

جگر گوشتہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیشہ ہمیں جزع فزع سے منع فرماتے ہیں اور حضور کی آنسوؤں کے قطرات رخسار پر اتوار پر پڑتے ہیں، فرمایا من نوحہ، فریاد، کپڑے بچاڑنے اور جاہلیت کے شور و فغان سے منع کرتا تھا لیکر۔

آنکھوں سے آنسو بہا اور وہ بات جس کی ممانعت نہیں سے منع نہیں کرتا کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے اور فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل رنج و غم سے بھرا ہوا ہے لیکن وہ بات جو حق تعالیٰ کے خلاف ہے نہیں کی جاتی۔ اے ابراہیم بے شک تم تیری جدائی سے اندوہناک ہیں۔ اس کی وفات کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدفن میں حاضر ہوئے اور فرمایا فرزند نے دنیا میں پورا دودھ نہیں پیا بہشت میں اس کے لیے دو دایہ مقرر ہوئی ہیں تاکہ اس کا دودھ مکمل ہو جائے۔

اسی سال حضرت جبرائیل علیہ السلام نبیہ مومے مرد کی حضرت جبرائیل بشری شکل و صورت میں :- مانند سفید خوشبودار لباس اور انتہائی حسن و جمال کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ ان کے زانو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں کے ساتھ ملے ہوئے تھے، صحابہ نے ان کے حال سے تعجب کیا کیونکہ اہل مجلس میں سے کوئی شخص انہیں پہچانتا نہ تھا اور اس ملک میں کسی شخص نے انہیں نہیں دیکھا تھا اور سفر کا اثر بھی ان کی پیشانی سے ظاہر نہیں تھا کہ وہ دوسرے ملک سے آیا ہو پھر اپنے دونوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت اور اس کی علامات کے متعلق سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام باتوں کا جواب دیا۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے پھر مجلس سے باہر چلے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو انہیں بلانے کے لیے باہر بھیجا۔ اگرچہ اس نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وہ تمہیں قرآن، ایمان اور اسلام کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے اس قصہ کی تفصیل کتاب الرعین مسیحی بروضہ الواعظین میں پہلی حدیث میں مذکور ہوئی ہے اس جگہ مطالعہ کرنا چاہیے واللہ الموفق والمعين۔

چوہد واے باب ذ  
ماہرین فن سیر اور مؤرخین نے اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ جب مدعیان نبوت کا ب :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی بیماری کے عوارض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی یہ خبر اطراف و جوانب میں مشہور ہوئی تو بعض لوگوں کو دعویٰ نبوت کا خیال پیدا ہوا۔ ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا۔ اسے رحمن پیامہ کہتے تھے کیونکہ وہ کہتا تھا جو شخص میری طرف وحی لاتا ہے اس کا نام

رحمن ہے۔ اور اس کے قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں سال ہجری میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ وہ مدینہ آیا اس کی قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ اس نے بھی مسلمان ہو کر درتہ است کی کہ خلافت مجھے عطا کیجئے لیکن اس کی یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ واپس آ کر مدینہ گیا جیسا کہ پہلے کذب چکا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گیا اور اپنی منزل میں توقف کیا۔ جتنا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حکومت کا معاملہ میرے سپرد کریں تو میں ان کی متابعت کروں گا ورنہ نہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ مثل قیس بن ثمال کے ساتھ اس کی معین قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں طہجور کی شاخ تھی۔ مسیلہ اپنی قوم کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھا کہ آؤ فرمایا اگر تو مجھ سے اس لکڑی کی شاخ بھی طلب کرے تو میں تجھے نہ دوں گا۔ تو اندھل و عدا کی انداز میں اس سے کسی بھی طریقہ سے تجادز نہیں کر سکتا۔ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً میرا گمان یہ ہے کہ تو ہی وہ شخص ہے جسے مجھے دکھایا گیا ہے اور اس کے متعلق مجھے جو دکھایا ہے اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن ہیں اس وجہ سے غمگین تھے وحی آئی کہ انہیں پھونک ڈالیے میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے میں نے اپنے خواب کی تعبیر دو کذابوں سے کی ہے ایک صاحب صنعا یعنی طلحہ اسود اور دوسرا صاحب میامہ مسیلہ کذاب۔ نقل ہے کہ وہ عین کفر پر اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی، مسیلہ نے نبوت کا دعویٰ شروع کر دیا اور اس کی گمراہی کا کام یہاں تک پہنچا کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس پر ایمان لے آئے اور طمع سازی کی باتیں کرتا اور خود ان عادات جو اس سے ظہور پذیر ہوئیں اس قدر راج ہوتا۔ شعبہ بازی یا جا دو تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے انڈے کو تنگ منہ والی بوتل میں ڈالا یہی شخص تھا وہ دعویٰ کرتا تھا کہ شیر دار ہرن پہاڑ سے اترتا ہے اور میں اس کا دودھ دوہتا ہوں۔ اور پہلے زیادہ تر اس کی خصلتیں اس طرح تھیں کہ جو شخص کسی ہم کی سرانجام دہی کے لیے اس سے التجا کرتا تو وہ پوری کرتا تھا۔

ایک عورت نے استدعا کی کہ اس کے نخلستان کے کنوئیں کے لیے برکت کی دعا مانگے۔ اور لہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی دعا مانگتے ہیں اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مسیلہ نے اس سے



پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کا معاملہ کرتا ہے اس نے کہا وہ ایک ڈول پانی طلب کرتا ہے۔  
غزوة کر کے اس ڈول میں ڈالتا ہے اس کے بعد اس ڈول کا پانی کنوئیں میں ڈالتے ہیں کنوئیں کا پانی  
زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کی برکت ہمیشہ رہتی ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ اسی طرح کریں اور ڈول کا پانی جس  
میں اس کے غزوة کا پانی ملا ہو اتنا اس عورت کے کنوئیں میں انہوں نے ڈالا تو وہ نخلستان خشک ہو گیا  
کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چاہا کہ اس کا لعاب دین تبرک کے طور پر اپنی زمین میں ڈالے جب اس نے  
ڈالا تو زمین شور ہو گئی۔ جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھتا گنہ ہو جاتا اور جس بچے کے تالو پر انگلی رکھتا گونگا  
ہو جاتا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا میرے دو لڑکے ہیں ان کے لیے برکت کی دعائے کجی اس نے  
ہاتھ اٹھا کر دعا کی، وہ شخص جب گھر گیا اس کے ایک لڑکے کو بھیریا لے گیا تھا اور دوسرا کنوئیں میں گر کر  
مرا ہوا تھا۔ ایک شخص کی آنکھوں میں درد تھا اس کے پاس گیا جب اس نے اپنے نخوس ہاتھ سے اسے  
چھوا اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خالد بن ولید کو بیس ہزار  
فوج کے ساتھ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس کے پاس چالیس ہزار جنگجو آدمی تھے۔ دونوں گروہوں  
میں شدید جنگ ہوئی چنانچہ خالد کے لشکر سے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ شروع میں مسلمانوں کو شکست  
ہوئی چنانچہ مسیلمہ کا لشکر خالد کے خیمہ میں گھس آیا۔ آخر ثابت بن قیس بن شماس اور زید بن الخطاب،  
امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی اور براء بن مالک، انس بن مالک کے بھائی کی بہادری اور  
جرات کے طفیل کفار بھاگے اور مسیلمہ نے ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر حدیقہ الموت جسے حدیقہ الرحمن  
کہتے تھے پناہ لی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ ان کے پیچھے گیا۔ اور اس باغ میں سخت جنگ ہوئی۔ حوشی قابل  
حمرہ نے مسیلمہ پر چربھینکا جو اس کے سینے میں اتر گیا۔ اور پشت کی طرف سے نکل گیا ایک انصاری  
مرد نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا۔

مسیلمہ کذاب کے زمانہ میں غرور کیا اور نبوت کا دعوے کیا  
سبحان بنت الحارث :- کچھ لوگوں نے اس کی موافقت کی مسیلمہ خائف ہو گیا کہ اگر  
اس سے معترض ہوا تو ہلاک ہو جائے گا اور دہاں کے باشندے اور قبائل اس کے ساتھ جنگ کر کے  
اس پر غالب آجائیں گے۔ پس اس نے تحائف اور ہدایا سبحان کے پاس بھیجی اور حاضری کی درخواست

لی تاکہ بعض پوشیدہ اسرار باطنیہ بیان کر کے سبوح کے حکم پر خمیہ لگا دیا گیا اور اسے قسما قسم کے برتنوں سے آراستہ کیا گیا۔ وہ سیلہ کے ساتھ اس میں داخل ہوئی اور ہر قسم کی باتیں کہیں۔ سیلہ کذاب نے اپنی اختراعات کو اس کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر ہم نکاح کر لیں تو کیا حرج ہے اور نبی کی شعاعیں نبیہ پر پڑیں پس سبوح نے سیلہ کی نبوت کو باور کر لیا۔ اور اس کی نصیحت کو قبول کیا۔ ان کے درمیان قواعد الفتن اور مراسم محبت کا تھقہ پیدا ہو گئے۔ تین دن تک اکٹھے رہے صحبت ختم ہونے کے بعد سبوح اپنی قوم کے پاس گئی اور سیلہ اپنے گروہ کے پاس لوٹ آیا۔ سبوح کی قوم نے اس سے پوچھا کہ تمہارا قصہ کہاں تک پہنچا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا پیغمبری کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہو گئی ہے اور میں اس کے نکاح میں آگئی ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے مہر میں کیا مقرر ہوا ہے اس نے کہا کہ اس کی محبت نے اس قدر مجھ پر غلبہ کیا کہ مجھے مہر مقرر کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ قوم نے اصرار کیا کہ واپس جا کر اپنا مہر مقرر کر کیونکہ بغیر مہر کے نکاح کا اعتبار نہیں ہوتا منقول ہے کہ سبوح سیلہ کی مجلس میں آئی اور کہا کہ میرا مہر کیا ہوگا۔ سیلہ نے پوچھا کہ تیری قوم میں کوئی موذن ہے اس نے کہا ہاں شیت بن الربیع پس اس نے اسے طلب کیا اور کہا کہ اپنی قوم کو پہنچا دو کہ سیلہ نے صبح اور عشا کی نماز کو سبوح کے مہر کے بدلے میں تخفیف کر دیا ہے اور یمامہ کی نصف پیداوار مومنات اور جس کی اسے ضرورت ہے دیا۔ اس کے بعد سبوح اپنے جزیرہ میں لوٹی اور تین افراد کو مقرر کیا کہ مذکورہ غلے کی نقدی حاصل کریں۔ وہ اسی مہم میں تھے کہ خالد بن ولید عظیم لشکر لے کر پہنچا اور سبوح کے عاملوں کو عمل سے معزول کر دیا۔ سبوح کے متعلق دو روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ امیر معاویہ کے زلمے میں وہ اور اس کی قوم مسلمان ہو گئے۔ اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ سیلہ کے قتل کے بعد وہ اپنے جزیرہ میں چھپ گئی اور وہاں ہی ہلاک ہوئی اور پھر کسی شخص نے اس کا نام تک نہیں سنا مگر بھوٹا اور جعلی سکے قیامت تک اس کے ادھار سیلہ کے بے انجام نام کے ساتھ رہا۔ دفاک جزاء الظالمین۔

وہ ایک کاہن اور شعیبہ باز آدمی تھا اور امور عجیبہ  
**عبلہ بن اسود کا دعویٰ نبوت** :- اس سے ظاہر ہوئے تھے اور لوگوں کے دلوں کو  
 جادو سے راغب کرتا تھا کہ اس کے دشمنان تھے ایک کا نام یحییٰ اور دوسرے کا شیق نام تھا۔  
 یہ شیطان اپنے حوادث زمانہ سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب بازاں صنعانی یمن کا بادشاہ

جو مسلمان تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس ملک کا حاکم تھا فوت ہوا۔ اسود غنی نے خزیج کر کے صنعا کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک کو اپنے قبضہ اقتدار میں لایا۔ اور مرزبانہ کو جو بازاں کی بیوی تھی نکاح کا پیغام بھیجا اور فردہ بن مسک جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبیلہ مراد پر عامل تھا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتوب بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور ابو موسیٰ اشعری جو کہ معاذ بن میں اور معاذ بن جبل نواحی مین میں تھے انہیں بھی اسود کے واقعہ سے خبردار کیا۔ دونوں ملی کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں متفق ہو کر اسود کے شر کو دفع کریں اور جس طرح بھی ہو سکے اس کے مادہ فساد کو اکھاڑ پھینکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے اور مرزبانہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اس شخص نے تیرے باپ اور خاندان کو قتل کیا ہے اب تیری بود و باش اس کے ساتھ کیسی ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ سب سے زیادہ خدا کا دشمن ہے پس انہوں نے کہا کہ جس طرح تو سمجھتی اور جس طریق سے کر سکتی ہے اس لعین کو دفع کرنے کی کوشش کرو۔ مرزبانہ نے فیروز دیلمی کو جو مرزبانہ کا چچا بھائی اور نجاشی کا بھانجا تھا۔ اور وہ دسویں سال ہجرت میں آکر مسلمان ہوا تھا اور ایک دوسرے شخص جس کا نام وادیہ تھا مقرر کیا وہ رات کو گھر کی دیوار میں نعت لگا کر ایک جماعت کے ساتھ اندر آئے اور اس کا سر حیم سے جدا کر دیا۔ اس وقت اس سے سخت آواز نکلی اس کے محافظین نے اسے سنا وہ بھاگے مرزبانہ نے کہا خاموش رہو کیونکہ تمہارے نبی پر وحی نازل ہوئی ہے جب صبح صادق طلوع ہوئی قدرت کے بافندے نے رات کی ریشمی چادر کو دن کے شگاف میں آسمان پر زبردی رنگ دینا شروع کیا۔ یوزفین نے اس حال سے واقف ہو کر اپنی اذان میں عہلہ کذاب، شہادتیں کے بعد، زبان سے ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال نے اس بد بخت کے قتل کی خبر مدینہ بھیجی لیکن اس خبر کے پہنچنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت سرائے قدس میں تشریف لے گئے تھے یعنی وصال ہو گیا تھا لیکن وفات سے ایک روز پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت واقعہ وحی کے ذریعہ معلوم ہو گئی تھی اور صحابہ کو بتایا کہ آج رات اسود قتل ہوا اور وہاں کے ایک مبارک آدمی نے اسے قتل کیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے فرمایا فیروز، پھر فرمایا فیروز دب بعض روایات میں اس لعین کا قتل خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بیان ہوا ہے لیکن اکثر محدثین اور اہل سیرت نے

اس قول کو ترجیح دی ہے۔ وَأَشَدُّ عِلْمًا بِالصَّوَابِ۔

وہ اعلان کرتا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور میرے پاس **طلحہ بن خویلد** :- وحی لاتے ہیں۔ اس نے سجدوں کو نماز سے خارج کر دیا۔ اور پہلی چیز جو اس سے ظاہر ہو کر لوگوں کی گمراہی کا سبب ہوئی یہ تھی کہ ایک روز اپنی قوم کے ساتھ سفر میں تھا ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان پر پیاس نے غلبہ کیا اس نے کہا اِدْكُمُوا عِلًّا لَا وَاجِرَ لَهَا وَلَا تَبْحَدُوا وَلَا تَبْلُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ یعنی میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ چند میل چلو تمہیں پانی مل جائے گا۔ قوم نے ایسا ہی کیا انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے بدوی فتنہ میں پڑ گئے۔ جب امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی۔ لشکر تیار کیا اور خالد بن ولید کو ان کا امیر بنایا اور طلحہ بن خویلد کی طرف بھیجا۔ خالد چلتا رہا یہاں تک کہ قبیلہ طی میں پہنچا اور وہ قبائل جو باقی رہ گئے تھے وہاں ان کے ساتھ آئے اور طلحہ کے سر پر چا پنے ان میں جنگ ہوئی کہتے ہیں کہ طلحہ دوران جنگ ایک کونہ میں گیا اور سر پر چادر ڈالی کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور سردار لشکر عینہ بن حصین فزاری تھا محو طری دیر جنگ کرتا تھا پھر اس کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ جبرائیل تیرے پاس آیا وہ کہتا نہیں تیسری مرتبہ اس نے کہا ہاں آیا ہے اس نے کہا اس نے کیا کہا اس نے جواب دیا۔ آيْنُ لَكَ وَحْيِي كَوْجَاهِ وَحْدَيْتَالَا مَتْنَاهُ۔ عینہ نے کہا میرا خیال ہے کہ جلد تو بات بھول جائے گا۔ اور قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے گروہ فرارہ اپنے گھڑوں کو لوٹ جاؤ خدا کی قسم یہ شخص جھوٹا ہے۔ پس فرارہ بھاگ گئے اور طلحہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔ اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہ قبائل جو مرتد ہو گئے تھے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے اس کے بعد طلحہ بھی اگر مسلمان ہو گیا، جہاد کیا اور درجہ شہادت حاصل کیا۔

فصل دوم

## مرض الموت کے واقعات

ماہرین فن سیرت و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ ماہِ صفر ۱۰ھ کی پھبیسویں تاریخ دو شنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ صحابہ رومی لشکر کے مقابلہ و مقاتلہ کی تیاری کریں دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو طلب کیا اور فرمایا تجھے میں اس لشکر کا امیر بنانا ہوں نواجمی اپنی تک

جا کہ تھے باپ کو انہوں نے وہاں قتل کیا ہے۔ اس جماعت پر حملہ کر کے ان کے گھر دن کو آگ لگا دی  
 تو ان سے چلو تا کہ خبر پہنچنے سے پہلے تم ان کے سر پر جا بیٹھو۔ اور جب تم اللہ کے فضل و کرم سے فتیاب  
 ہو جاؤ اس جگہ پر زیادہ دیر تک قیام نہ کرو۔ اور وہاں سے جلد واپس آ جاؤ۔ اور جاسوسوں کو آگے بھیجو  
 اور ان کے لیے راستہ متعین کر دو۔ ماہِ صفر روزِ چہار شنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو گیا اور سخت  
 دردِ سرِ ظاہر ہوا۔ اسی مہینے کے روزِ پنجشنبہ کو طبیعت کی خرابی کے باوجود اپنے دستِ مبارک سے  
 اسامہ بن زید کے لیے جھنڈا تیار فرمایا اسے کہا بسم اللہ فی سبیل اللہ مقاتل من کفر باللہ  
 اسامہ نے جھنڈا پکڑ کر بیدہ بن الخصب کے سپرد کیا تاکہ وہ صاحبِ لوا ہو اسامہ نے اپنی منزلِ لوا  
 میں بتائی تاکہ لشکر وہاں جمع ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں حکم فرمایا کہ امیر المؤمنین ابو بکر، عمر،  
 ذی النورین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اس سفر میں اسامہ کے  
 ساتھ موافقت کریں گے۔ اگرچہ یہ بات بعض پرگراں گذری کہ غلام زادے کو مہاجرین اولین اور انصار  
 تابعین پر حاکم بنایا یہ طعن آمیز بات جو اس جماعت سے مجلس میں ظاہر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 صحیح ہمایوں میں پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت رنجیدہ ہوئے اور خستناک ہوئے اور سر پر پٹی باندھے  
 ہوئے باوجود یہ کہ بخار اور دردِ سر کے منزلِ مبارک سے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے حضرت باری  
 سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! یہ کیا بات ہے جو اسامہ کی امارت کے متعلق مجھ تک پہنچی  
 ہے۔ اگر آج تم اس کی امارت پر طعن کرتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کے باپ کی امارت پر طعن ہو گا۔  
 جو غزوہ کربلا میں امیر تھے۔ خدا کی قسم وہ امارت کے حقدار تھے اور ان کے بعد ان کا لڑکا امارت کا  
 حقدار ہے۔ اور زید میرے نزدیک سب سے زیادہ دوست ہے اور اسامہ بھی سب سے زیادہ دوست  
 ہے۔ اور دونوں نیک ہیں اب میری وصیت ان کے متعلق قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں  
 میں سے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نصیحت سے فارغ ہوئے حجرہ ہمایوں کی طرف روانہ  
 ہوئے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ دس ربیع الاول میں وقوع پذیر ہوئے۔ اس روز جس قدر طوائف تھے  
 گئے اور اسامہ کے پاس فوج و فوج اور گروہ درگروہ آتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع  
 کتے ہوئے لشکر گاہ میں جاتے تھے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری دوسرے دنوں سے  
 زیادہ شدید تھی۔ مذکورہ مہینے کے یکشنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لیے

حضرت اسامہ باہر نکلے اور آپ کے بالین مبارک پر حاضر ہوئی اور آپ کے ہاتھ، چہرے اور سر مبارک کو بوسہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اس روز اس قدر شدید تھی کہ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور اسامہ کے سر پر رکھتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے یوں محسوس کیا کہ مجھے دعائے خیر دیتے ہیں۔ پھر اسامہ حجرہ مبارک سے باہر آئے اور لشکر گاہ میں گئے اور رات وہاں توقف کیا اور علی الصبح روزِ دو شنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں کمی آگئی تھی اسامہ کو فرمایا اعد علی برکت اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اسامہ لشکر گاہ میں لوٹ آئے اور فرمایا کہ لشکر کوچ کرے جب وہ سوار ہونے لگے تو ان کی والدہ امین نے پیغام بھیجا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں ہیں اسامہ واپس آئے اور اشرف صحابہ بھی واپس آئے۔ بریدہ بن الحنفیہ نے جھنڈا لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر نصب کر دیا لشکر کا انتظام اس طرح تھا کہ جب دفن سے فارغ ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے حکم فرمایا کہ جھنڈے کو اسامہ کے دروازہ پر نصب کریں۔ اسامہ نے پھر لشکر کو موضع حرف میں جمع کیا اسی اثنا میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض عرب کے قبائل مرتد ہو گئے ہیں بعض نے کہا کہ اگر اسامہ کا جانا موقوف ہو جائے تاکہ مرتدین کے قہقیر سے فارغ ہو جائیں۔ جب مخالفین سنیں گے کہ اس فرصت میں ایک قوی لشکر مدینہ سے باہر گیا ہے۔ دلیر ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ اہل مدینہ سے تعرض کریں۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات قبول نہ فرمائی۔ فرمایا اگر مجھے علم ہو کہ اسامہ کے لشکر کو بھیجنے سے ہم درندہ کالقمہ بن جائیں گے تو بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں کروں گا۔ لیکن اسامہ سے درخواست کی کہ فاروق رضی اللہ عنہ کو اجازت دے کہ ان کے پاس چھوڑ جائیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کی اجازت سے مدینہ میں توقف فرمایا۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آیا اسامہ اپنی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں پر مستح پائی ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے بعض درختوں گھروں اور باغات کو جلا دیا۔ اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا اور بے شمار غنیمت حاصل کر کے مدینہ لوٹے مابین فن سیرت نے اپنی معتبر کتب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں اپنے اصل مقدمات و فوات کو متعدد روایات سے بیان کیا ہے۔ ان میں سے چار روایات بیان ہوتی ہیں۔ روایت اول یوں بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ماہِ صفر میں بستر سے اٹھے

اور جانے کا ارادہ فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا اہل بقیع کی بخشش طلب کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ اور مولیٰ کو جو آپ کا آزاد کردہ غلام تھا اپنے ساتھ لیا اور ایک روایت میں ابو رافع کو اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ساتھ تھے مولیٰ نے کہا جب ہم بقیع میں پہنچے آنسو صلی اللہ علیہ وسلم اس قبرستان والوں کی استنفا کے لیے طویل مدت تک مصروف رہے اور ان قبر والوں کے لیے اس قدر دعا فرمائی کہ مجھے آزاد ہوئی کہ کاش میں بھی اس جگہ کے مردوں میں شامل ہوتا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا شرف حاصل کرتا۔ مولیٰ نے کہا آنسو صلی اللہ علیہ وسلم ان قبر والوں کے مخاطبہ میں فرمایا۔ تمہارے لیے وہ عطیات الہی جو تم نے حاصل کیے ہیں خوش گوار ہوں، مبارکباد اس مقام کو جس طرف تم گئے ہو۔ اس کے علاوہ بھی اہل قبور کو خطاب فرمایا۔ پھر مولیٰ کی طرف منہ کر کے فرمایا اے مولیٰ! دنیا کے خزانوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا اور مجھے ان پر اختیار دیا گیا کہ میں ان میں رہوں اور پھر جنت میں چلا جاؤں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں دنیا کے خزانے اور اس میں بقا اور پھر جنت میں ہمیشگی اختیار فرمائیے۔ فرمایا نہیں یقیناً خدا تعالیٰ کی لقا اور اس کے بعد بہشت کو میں نے اختیار کیا اور دنیا کے خزانے اور جو کچھ ماسوا ہے کو اسے چھوڑ دیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چونکہ میں نے صحت کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا کہ کوئی بغیر دنیا سے نہیں جاتا جب تک اسے جانے سے پہلے دنیا اور آخرت کے درمیان مخیر نہ کر دیا جائے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ صفات ذات پر رفاقت پر عارض ہوئی کسی فرماتے من الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً۔ اور کبھی فرماتے مع الرفیق الاعلیٰ۔ ان کلمات سے میں نے سمجھا کہ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے عالم باقی کو اختیار فرمایا ہے۔

بعد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے جانے سے پہلے ایک ماہ اپنی وفات کی خبر دی اور وہ یوں تھی کہ خواص اصحاب کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور جب آپ کی نظر مبارک ان پر پڑی رونے لگے اور وہ گریہ ہم پر انتہائی رحم و شفقت اور ہمارے دل و جان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الم فراق کی صورت کی وجہ سے تھی

دواع یارو دیارم چو بندر دنجیب نی شود منازل از آب دلم مالا مال

انیان آتش سوزندہ ممکن است آدم

وے در آتش بجاں قرار صبر محال

پھر فرمایا، مر جبا بکم و جیا کم بالسلام جمعکم اللہ و حکم اللہ خیرکم اللہ نصرکم اللہ

و دفعکم اللہ قبلکم اللہ ھدیکم اللہ آو اکم اللہ سلمکم اللہ ذرکم اللہ میں تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کو تم پر خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈراتا ہوں کہ لوگوں اور اس کے ملک میں غلو اور تکبر نہ کرو کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ تک

الدار الآخرة ثجعلها للذین لا یریدون علوانی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین۔

اور فرمایا الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اجل کب ہوگی فرمایا جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ خدا تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت المادویٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف واپس جانے کا وقت ہے میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کون کپڑوں میں کفن دیں فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں نے پہن رکھے ہیں اگر ہو تو مصری لباس، حلہ مینی یا جامہ سفید، میں نے پوچھا آپ کو غسل کون دے فرمایا اہل بیت کے مرد اور وہ شخص جو مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر نماز کون ادا کرے اور ہم رونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے پھر فرمایا جو زرع نہ کرو اور صبر کرو تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو تو کفن پہنا کر میری قبر کے کنارے پر اسی گھر میں رکھ دینا پھر باہر چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو کیونکہ جو شخص سب سے پہلے مجھ پر نماز ادا کرے گا وہ میرا بھائی جبرائیل علیہ السلام ہوگا۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت انبیاء و ملائکہ کے گروہوں کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اول من یصلی علیّی دبی یعنی سب سے پہلے اس وقت جو مجھ پر خاص رحمت ہوگی فرمائے گا میرا پروردگار ہوگا جل جلالہ۔ پس جبرائیل علیہ السلام اسی ترتیب سے جو مذکور ہوئی نماز گزاریں گے۔ پھر اس کے بعد تم فوج فوج آؤ اور مجھ پر نماز ادا کرو۔ اور گریہ نوحہ اور فریاد سے مجھے تکلیف نہ پہنچانا۔ پہلے میرے اہل بیت کے مرد مجھ پر نماز ادا کریں پھر ان کی عورتیں پھر تمام صحابہ۔ اور وہ صحابہ جو غائب ہیں ان کا سلام مجھے پہنچاؤ۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قبر میں کون اتارے فرمایا اہل بیت فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ کہ وہ تمہیں دیکھتے ہیں اور تم انہیں نہیں دیکھتے۔



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات حکم ہوا کہ یقع میں جائیں اور اہل یقع کے لیے بخشش طلب کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم پر عمل کیا۔ یقع سے واپس آئے حجرہ مبارک میں تشریف لے جا کر سو گئے۔ پھر انہیں حکم ہوا کہ جائیں اور اہل یقع کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ استغفار کر کے گھر لوٹے اور آرام میں مصروف ہوئے پھر خواب میں آپ کو دکھایا گیا کہ اٹھیے اور احد کی طرف جائیں اور شہدائے احد کے لیے دعا کیجئے جب وہاں سے لوٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید درد طاری تھا اور دوستوں کو اپنے انتقال کی خبر دی۔

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات باریکات میں مرض کا شائبہ محسوس کیا۔ شنبہ یا کیشنبہ کا روز آخر ماہ صفر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ایک جماعت پیچھے چلتی تھی یقع تک گئے اہل گورستان کو سلام کیا اور چند باتیں وہاں کے ساکنین کو خطاب میں فرمائیں پھر صحابہ سے فرمایا جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ مجھے قرآن مجید سنانا تھا اس سال دو مرتبہ پیش کیا۔ یہ اس لیے کیا کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ پھر فرمایا اے علی مجھے اختیار دیا گیا ہے دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے اور بہشت اور لقا کے درمیان میں نے حق تعالیٰ کی لقا کو جنت میں اختیار کیا ہے۔ جب میں اس دنیا سے انتقال کروں اے علی تو مجھے غسل دینا اور میرا ستر ڈھانپنا تاکہ کسی شخص کی نظر نہ پڑھے تاکہ وہ اندھانہ ہو جائے جب تو مجھے غسل دے دے اور وہ پانی جو میری ناف کی گرائی اور آنکھ کے حلقہ میں جمع ہو جائے اسے پی لے تاکہ اولین و آخرین کے پیروں کی وراثت تجھے میسر ہو۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔

تین روز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے، چوتھے روز باہر آئے اور مسجد میں گئے سر مبارک بندھا ہوا تھا دایاں ہاتھ امیر المؤمنین حضرت علی اور بائیں فضل ابن عباس پر رکھا ہوا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے حمد و ثنائے خدا تعالیٰ کے بعد فرمایا لوگو! وہ وقت قریب آگیا ہے کہ میں تم سے چلا جاؤں پس ہر وہ شخص جس کا مجھ پر کوئی قرض ہو مجھے بتائے تاکہ میں ادا کر دوں۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ آپ کا ایک وعدہ ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں تین اوقیہ انعام دوں گا وہ مجھے دیجئے آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فضل! وہ تین اوقیہ جو میں نے تیرے پر دیکھے ہیں اسے دے دے اور منبر سے اتر کر منزل ہمایوں میں تشریف لائے۔ جب چار شنبہ اور پنجشنبہ گئے۔ جمعہ کے روز چھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا لوگو! لیتینا خدا تعالیٰ

اور کسی بندے کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ دعویٰ کرے کہ اسے اچھائی دے گا یا شر کو اس سے رفع کرے گا سوائے عمل کے، اور کوئی شخص نہیں ہے جو دعویٰ کرے یا کسی چیز کی آرزو کرے اس خدا پر جس نے مجھے سچائی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ مکافات بندوں کی ان کے عمل یا اپنی رحمت ہی سے کرتا ہے، اگر میں جو کہ پیغمبر ہوں گناہ کرتا تو ہلاک ہو جاتا۔ پھر سزا عطا کر فرمایا بارخدا یا! میں نے پہنچا دیا تین مرتبہ فرمایا اور منبر سے اتر آئے اور لوگوں کے ہتھ بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اور اعلام الوریٰ کی روایت یہ ہے کہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور باقی سیرت کی کتابوں کی روایت یہ ہے کہ حجرہ جمالیوں میں تشریف لائے وہاں آپ کی ذات پر بیماری نے غلبہ کیا۔

**ذکر مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم :-** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز اس کی باری کے روز میمونہ کے گھر ہوا تھا۔ وہاں سے میرے گھر تشریف لائے مجھے بھی درد سر تھا میں نے کہا واداساہ، فرمایا تجھے کیا نقصان ہے کہ مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو اور میں تیری تجہیز و تکفین کر کے تجھ پر نماز ادا کروں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رشک سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی آرزو کرتے ہیں اور آپ کی خواہش ہے کہ میں مرجاؤں اور آپ جب دفن سے فارغ ہوں اسی روز دوسری عورت کے ساتھ میرے حجرہ میں قیام کریں بھنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا بل انا واداساہ۔ اور اس بات کا یہ اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درد سر صحت میں تبدیل ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے رحلت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میمونہ کے گھر لوٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی چنانچہ تمام ازدواج مطہرات حضرت میمونہ کے گھر جلدی سے پہنچ گئیں تاکہ شرائط تیمارداری بجالائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمہ فرماتے تھے این انا عندا یعنی میں کل کہاں ہوں گا۔ تمام امہات المؤمنین کو علم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے کہ حضرت صدیقہ کے گھر جائیں لامحالہ تمام نے رضامندی کا اظہار کیا کہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ صریحاً آپ نے فرمایا اے ازدواج مجھے معذور سمجھو کہ میں تمہارے گھروں میں باری باری سے جاؤں اور تقسیم کی رعایت کروں اگر تم چاہتی ہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ کے پاس چلا جاؤں اور وہاں میری تیمارداری کرو۔ دونوں تقدیروں پر ازدواج

مہلرت کی اجازت مل گیا۔ آپ حضرت میمونہ کے گھر سے نکلے ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کندھے اور دوسرا علی بن ابی طالب کے کندھے پر رکھے جوئے اور آپ کے پائے مبارک زمین پر گھسٹے جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے اور کمزوری سے بستر پر لیٹ گئے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں بیماری کے دوران آپ کی خدمت میں یہاں ہی قیام کروں۔ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اگر میں اس بیماری میں تیری لڑکی کے سوا اپنی ازواج میں سے کسی دوسرے کو اپنی تیمارداری کے لیے مخصوص کروں تو ان کی تکلیف زیادہ ہو جائے گی خدا تعالیٰ تجھے اجر دے۔

اس باب میں چند روایات ہیں۔ روایت اول یہ ہے **صعوبت مرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم** ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت اضطراب ہوتے اور بستر پر منتقل ہوتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر ہم میں سے کسی سے اس قسم کی حالت ظاہر ہوتی تو یقیناً آپ اس پر عرض فرماتے آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میری مرض بہت سخت ہے حق تعالیٰ مؤمنین اور صالحین پر انتہائی مصائب بھیجتا ہے اور کوئی مومن نہیں ہوتا جسے ایذا پہنچے یا پاؤں میں کانٹا چھبے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کو اس قدر بخار تھا کہ میں نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھا تو برداشت نہ کر سکا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بخار بہت تیز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بخار اس قدر تیز ہے کہ تم میں سے دو آدمیوں کے بخار کی برابری کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ کا اجر بھی دوسرے دو آدمیوں کے برابر ہے فرمایا ہاں۔ خدا کی قسم کوئی شخص نہیں جس کو بیماری وغیرہ سے ایذا پہنچے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح نازل کرتا ہے جیسے پتے درخت سے گرتے ہیں۔ تیسری روایت: ابو سعید خدری نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے کپڑا پہنا ہوا تھا اس کے اوپر سے میں نے پیش محسوس کی اور میرا ہاتھ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ واسطہ کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ہاتھ رکھوں۔ ہم نے تعجب کر کے سبحان اللہ کہا آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی مصیبت بھی انبیاء سے زیادہ سخت نہیں ہے جیسا کہ

ان کی مصیبت دو گنی ہے اجر بھی دو گنا ہے لیکن انبیاء کی فرحت بلا پر تمہاری اس فرحت کے زیادہ ہے جو تمہیں عطا پر حاصل ہوتی ہے۔

و صل پیدا گشت از عین بلا	زاں حلاوت شد عبارت بائی
رنج گنج آمد کہ رحمتا درواست	مغز او تازہ بشد امید پوست
عاقلاں از بمراد ہیائے خویش	با خبر گشتند از مولائے خویش
بمرادے شد قلائے در بہشت	حفت الجند شنوای خوش سرشت
داد مر فرعون را صد ملک و مال	تا بجز داو دعویٰ عز و جلال
در ہمہ عمرش ندید او درد سر	تا نتلد با حسد آن بد گبر
حق ندادش درد و رنج و انداں	درد آمد جملہ ملک این جہاں
داد او را جملہ ملک این جہاں	تا نخواند مرحن را در نہاں

بشر بن برآین معرور کی والدہ کہتی ہے کہ بیماری کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ کو اس وقت شدید بخار تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو ایسا بخار نہیں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بخار اس لیے سخت ہے تاکہ مجھے اجر دو گنا ہو۔ اے ام برا! لوگ میری بیماری کے متعلق کیا کہتے ہیں اس نے جواب دیا کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب ہے فرمایا کہ کرم الہی سے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بیماری کو اپنے پیغمبر پر تسلط کرے وہ بیماری ہمزات الشیطان سے ہے اور شیطان کو مجھ پر تسلط نہیں لیکن میری یہ بیماری اس زہر آلود گوشت کا اثر ہے جسے تیرے بیٹے کے ساتھ خیر میں ہم نے کھایا تھا اور بعض اوقات وہ تکلیف تازہ ہو جاتی ہے اور یہ وقت دنیا سے انقطاع کا وقت ہے گویا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کے مرتبہ سے حصہ ملے۔

جبرائیل علیہ السلام اس بیماری میں حق تعالیٰ کی طرف سے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم شفا دے دیں اور اس مرض سے نجات دیں اور اگر آپ چاہتے ہیں تو دار البقاہ میں لے جاتا ہوں اور اپنی رحمت و مغفرت سے مشرف کروں انسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! میں نے اپنے معاملہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے

ہو گیا ہے تاکہ میرے منتقلی وہ جو کچھ چاہتا ہے کرے۔

اگرم خلاص جونی اگر م ہلاک خواہی سر بندگی بخدمت بنیم کہ بادشاہی

یکے مئی تو انم کہ حکایت تو گویم ہمہ جانی گیرند تو آں کنی کہ خواہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعداد مرض کے وقت حضرت

دوران مرض کے واقعات :- فاطمہ الزہراء کو طلب فرمایا کہ جب وہ فرزند ارجمند حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں فرمایا مرحبا یا نبی اور اپنے پہلو میں اسے بٹھایا اور کان میں کوئی بات کہی حضرت فاطمہ رونے لگیں پھر اس سے پوشیدہ طور پر بات کی کہ حضرت فاطمہ اس بات سے خوش ہو کر ہنسنے لگیں حضرت عائشہ نے کہا اے فاطمہ! کوئی غم خوشی کے ساتھ اور کوئی خوشی غمی کے ساتھ میں نے اس طرح متصل نہیں دیکھی۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت فاطمہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار فنا سے رحلت فرمائی میں نے پھر اس سے پوچھا کہ وہ کیا باتیں تھیں جو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ کیں اس نے جواب دیا کہ حضور نے فرمایا ہر سال جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ میرے پاس قرآن مجید پڑھتے اس سال مٹتے قرآن مجید میرے ساتھ پڑھا بظاہر میری اجل موجود نزدیک پہنچ گئی ہے۔ میں ان باتوں سے رونے لگی دوسری مرتبہ فرمایا میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے پاس آئے گی میں اس بشارت سے خوش ہو کر ہنسنے لگی۔

ایام مرض اور واقعہ قرطاس :- میں مجتمع تھے آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ات اور

کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو صحابہ نے اختلاف کیا بعض نے کہا جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسرے گروہ نے کہا شاید یہ باتیں ان باتوں کی طرح ہوں جو شدت مرض میں فرماتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درد و الم استولی ہے، قرآن ہمارے پاس ہے وہ ہمیں کافی ہے ایک گروہ نے فاروق اعظم کے ساتھ اتفاق کیا اور بعض نے اس کی مخالفت میں اصرار کیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اجاب مجلس سے اٹھ جائیں کیونکہ اس جگہ بھگڑنا مناسب نہیں باوجود اس کے تین وصیتیں فرمائیں ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسری یہ کہ جب قبائل عرب تمہارے پاس آئیں انہیں عطیات و انعامات دو

جیسا کہ میں ان کو دیتا تھا۔ تیسری روای کو بھول گئی تھی یا اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں تھی۔

ایک روایت یہ ہے کہ شدت مرض کے وقت حضور  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ :- صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات سربراہیں جنہیں  
 سات کنوؤں کے پانی سے بھرا گیا ہو لایا جائے اس پانی کو آنسو صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر گرائیں جب  
 فرمان کے مطابق عمل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں تخفیف ہوئی، گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے ساتھ  
 نماز پڑھ کر خطبہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد شہداء احد کے لیے بخشش طلب کی۔  
 پھر فرمایا، بلاشبہ گروہ انصار میرے خواہش ہیں اور میرے اسرار کا عمل و دیعت ان کے نیکیوں کی عزت و  
 تکریم کرو اور بُروں سے درگزر کرو، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان کو دوست  
 رکھتا ہوں۔ یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو بجالائے اور موت و جو اندوزی کا راستہ اختیار کیا۔

جب انصار نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری روز بروز بڑھ رہی ہے انہیں اپنے گھروں  
 میں صبر و آرام نہیں تھا، اضطراب کے عالم میں حیران و سراسیمہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پھرتے  
 تھے اور کہتے تھے :-

سردم کہ نتوازم کہ آں رخسار زیبا بنگرم  
 جائے کہ رونے دیدش اسخاروم جا بنگرم

حضرت عباس اور ان کا بیٹا فضل اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بعد دیگرے حضور  
 کے حجرہ میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی حالت بتائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر  
 فرمایا یہاں تک کہ آپ کو انہوں نے بٹھا دیا۔ آپ نے انصار کے حالات کے متعلق استفسار کرتے ہوئے  
 پوچھا کہ انصار کیا کہتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا وہ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 انتقال فرما جائیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھے کا ارادہ کیا صحابہ آپ کے بازوؤں  
 کے نیچے آگے ایک ہاتھ امیر المؤمنین حضرت علی اور ایک حضرت فضل کے کندھے پر رکھا اور حضرت عباس  
 آگے آگے چلے آپ کے پائے مبارک زمین پر گھسٹتے تھے یہاں تک کہ اس طرح مسجد میں داخل ہوئے  
 اور منبر کے پہلے زمین پر تشریف فرما ہوئے اور سر مبارک پڑی بندھی ہوئی تھی۔ تمام مسلمانوں کو اطلاع  
 ہو گئی وہ مسجد میں جمع ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس طرح فرمایا، اے لوگو! میں نے اس  
 طرح سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو، کوئی پیغمبر ہمیشہ اپنی قوم میں نہیں رہا۔ تمہیں معلوم ہونا

چاہئے کہ تمہاری اور میری بازگشت خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ میری وصیت تمہیں یہ ہے کہ مہاجرین اور ان کے ساتھ احسان و نیکی کرو۔ میں مہاجرین کو وصیت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا طریقہ اختیار کریں اور سودہ کریمہ و اعصر کو پڑھا اور فرمایا جب تمام امور خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت مربوط اور متعلق میں تمہیں کسی شئی کی نشوونما میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ تمہاری جلد بازی کی وجہ سے کسی کام کو نہیں کرتے جو شخص اس طرح کرتا ہے خدا تعالیٰ اجل و علانی تقدیر پر غالب آجائے وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دھوکا کھاتا ہے وہ خود دھوکا کھاتا ہے اور منہ کے بل گرتا ہے اور آیت کریمہ

قل عیبتم ان تولیتم ان تفسد وافی الارض و تقطعوا احامکم۔ پڑھی پھر آنسو رو  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ مہاجرین! میں تمہیں انصار کے بارے میں نیکی و احسان کرنے کی  
وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرانے ہجرت اور ہجرت کو تیار رکھا یعنی مدینہ تھامنے  
لیے پُرکون بنا دیا۔ تمہارے آنے سے پہلے وہ ایمان لائے تھے۔ اپنے آدھے باغات اور پیداوار  
تمہیں دی، اپنے گھروں میں تمہیں جگہ دی، جو شخص ان پر حاکم ہو ان کے نیکو کاروں کے ساتھ نیکی کرے اور  
ان کے بد کرداروں سے درگزر کرے پھر فرمایا انصار میرے بعد ایک جماعت کو تم پر ترجیح دیں گے،  
انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ جو شخص  
کوثر پر چھے آملو۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو حضرت عباس نے التماس کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے متعلق کوئی وصیت فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خلافت جس  
سے قریش درپے ہوں گے لوگ قریش کے پیروکار ہیں ان کے نیکو کار قریش کے نیکو کاروں کے تابع  
اور ان کے بدکار قریش کے بدکاروں کے تابع ہیں اے قریش! لوگوں کے ساتھ نیکی کی وصیت قبول  
کرو اور ان کے ساتھ نیکی کرو۔ اے لوگو! گناہ و نعمتوں کی تبدیلی کا سبب اور قسمت کی تبدیلی کا ذریعہ  
ہے جب لوگ نیک ہوں تو ان کے حاکم اور والی سب کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور جب بدکار ہوں  
تو ان کے ساتھ برائی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وکذالک نولی بعض الظالمین بسا  
کانوا یکذبون۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شدت مرض کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے سر پر عصا باندھا ہوا تھا میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر  
بیٹھے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کرے مجھے ان کو وصیت کرنی ہے۔ فرمایا اے بلال!

مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر نڈا کر ڈلوگوں نے جب بلال کی آواز سنی اور اس کی استدعا کو سمجھ  
 گھروں اور دکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگے۔ بڑے ،  
 چھوٹے ، عورت ، مرد مسجد میں جمع ہو گئے کہ مسجد میں اور آدمیوں کی گنجائش نہ رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا ادسوا لمن وداکمو۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا بلاشبہ تم میں سے میرے جدا ہونے کا وقت  
 قریب آ گیا ہے جس شخص کو میں نے ایذا دی ہو عزت یا بدن کی اسے چاہیے کہ اٹھ کر مجھ سے قصاص  
 طلب کرے اور کسی کا مال لیا ہو تو میرے مال سے اپنا حق لے اور مجھ سے قصاص لینے میں اسے ڈرنا  
 نہیں چاہیے کہ میں اس سے بغض و عداوت رکھوں گا یہ میری عادت نہیں اور میں اس سے دور ہوں  
 تم میں سے میرا سب سے زیادہ دوست وہ ہے جو اپنا حق مجھ سے لے لے اور مجھے اس سے چھٹکارا  
 دے اور میں پاک ہو جاؤں اور خوشدلی کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں اور میرا گمان یہ ہے  
 کہ میرا تمہیں یہ بات کتنا کافی نہیں ہے میں پھر کہوں گا اور اصرار کروں گا۔ فضل کہتے ہیں کہ یہ بات کہنے کے  
 بعد آپ منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر تشریف لا کر اپنے سابقہ کلام کا اعادہ فرمایا  
 لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آپ پر تین درہم ہیں حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے چھوٹا نہیں سمجھتا اور جو شخص اس قسم کی بات کہے گا میں اسے قسم  
 نہیں دوں گا لیکن یہ بتاؤ کہ یہ تین درہم کس حیثیت سے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک  
 روز ایک مسکین آپ کے پاس پہنچا تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ اسے تین درہم دے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا اے فضل! اسے تین درہم دے دو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! جس کسی کے  
 ذمہ میرا حق ہو اسے چاہیے کہ اپنی گردن سے اتار دے اور یہ نہ کہے کہ میں شرمندگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ  
 دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا میں نے تین  
 درہم غنائم سے خیانت کی ہے اور وہ میرے ذمہ ہیں آپ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے جواب  
 دیا کہ مجھے ان کی ضرورت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فضل! انہیں لے لے، اس کے بعد فرمایا  
 جو شخص کسی بری صفت سے متصف ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ کہے کہ میں ان کے  
 متعلق دعا کروں، ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی میں دروغ گو ہوں اور بہت سوتا ہوں حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا خدایا اسے راستی عطا فرما اور نیند کو اس سے زائل فرما جب وہ بیدار ہو گا۔



خواہش کرے اسے عطا فرما، دوسرا اٹھا اور کمائیں دروغ کو اور منافق ہوں اور کوئی ناشائستہ اور  
 نامبارک کام نہیں جو مجھ سے صادر نہ ہوا ہو۔ فاروق اعظم نے کہا اے مرد! تو نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔ فرمایا خدا یا! اسے صدق  
 راستی اور ایمان عنایت فرما اور اس کے دل کو برائی سے دور رکھ اور نبی کی طرف مائل رکھ پھر امیر المؤمنین  
 حضرت عمر نے ایک ایسا کلمہ زبان سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا اے عمر! تو میرے  
 ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور حق تعالیٰ عمر کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہے۔ نقل ہے کہ ایام مرض  
 میں جب بھی نماز کا وقت آتا بلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف  
 لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ مرض کے آخر میں اس کی شدت اور صعوبت کی بنا پر گھر  
 سے باہر قدم نہیں رکھ سکے اور لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکے۔ اور ایک روایت ہے کہ آخر مرض میں  
 سترہ نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے قضا ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان جماعت سے فوت  
 ہونے والی نمازوں کی ابتداء عشا کی نماز سے ہوئی کہ بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ ہمایوں کے  
 دروازہ پر آکر فریاد کی کہ الصلوٰۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم استیلا مرض کی  
 وجہ سے باہر نہیں آسکے فرمایا کہ اسے کہو کہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔  
 حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ رقیق القلب اور کثیر الحزن آدمی ہے جب  
 آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا اور تلاوت شروع کرے گا گریہ اس پر غلبہ کرے گا اور نماز ادا نہیں کر سکے گا۔  
 اگر حضرت عمر کو اس کام کے لیے فرمائیں تو کیا حرج ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو  
 کہ نماز پڑھائے ہر چند حضرت عائشہ اس بات کو کہتی تھیں آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم ہی جواب فرماتے تھے  
 یہاں تک کہ صدیق نے حفصہ بنت امیر المؤمنین عمر سے کہلوایا کہ حضرت عمر امامت کرائیں اس وقت  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے جواب میں فرمایا تم یوسف کی ساتھی عورتیں ہو ابو بکر سے کہو کہ  
 لوگوں کو نماز پڑھائے اور صدیق نے منقول ہے کہ کمائیں اس مبالغہ کو اس لیے کرتی تھی کہ لوگ اس  
 شخص کو پسند نہیں کریں گے جو نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوگا اور اس سے بدفالی لیں  
 گے میں نے نہ چاہا کہ میرے باپ کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے اس کے بعد ایک شخص نے حضرت بلال  
 سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم کی امامت

کہیں حضرت بلال روتے ہوتے لوٹے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے تھے واغوثاہ یا انقطاع رجاء و انکسار طیواہ۔ اگر مجھے ماں نہ جنتی تو کیا ہوتا اور اگر جنتا تو اس سے پہلے مر جاتا تو کیا ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال مشاہدہ نہ کرتا۔

بامافلک از جفانہ کردی چہ شدی      و زیار خودم جدا نہ کردی چہ شدی

چوں آخر کار بے تو حالتے بود      اول بتو آشنا نہ کردی چہ شدی

حضرت بلال، حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اشارہ فرمایا کہ آپ لوگوں کو غازی پڑھائیں۔ امیر المؤمنین ابوبکر امانت کرنے کے لیے اٹھے جب ان کی نظر محراب پر پڑی اس مقام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے خالی دیکھا اپنی حالت کو ضبط نہ کر سکے اور گریہ نے ان پر غلبہ کیا اس قدر روئے کہ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

در غمازم حسام ابروی تو چوں باد آمد      حالتی رفت کہ محراب بفسر یاد آمد

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے رونے کا غلغلہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع جمالیوں میں پہنچا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیسی فریاد ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے اصحاب ہیں کہ آپ کے اندوہ فراق سے نالاں دگریاں ہیں۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و عباس کو بلا کر ان کا شمار لے کر مسجد میں تشریف لے گئے اور غمازا دا فرمائی۔ غماز کے بعد فرمایا اے لوگو! تم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو۔ خدا تعالیٰ میرا خلیفہ ہے تم پر لازم ہے کہ پرہیزگاری اور خوفِ خدا اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاؤ کیونکہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کروں گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلال نے وقت نماز بتایا عبد اللہ زمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا فرمایا عمر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ فاروق اعظم نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر کے قرأت بلند آواز سے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کی آواز سن کر پوچھا عمر کی آواز نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں فرمایا یا بی اللہ ذالک والمؤمنون، پھر کھڑکی سے سر مبارک نکال کر زبان معجز بیان سے تین مرتبہ فرمایا کہ ابوبکر کو لوگوں کو نماز پڑھانی چاہیے اور عمر امانت کو ترک کر دے۔ امیر المؤمنین عمر نے زمعہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہیں کہا تھا کہ عمر امانت کرانے، عبد اللہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا نام نہیں لیا تھا جب میں نے آپ کو زیادہ مناسب سمجھا دوسروں کی

طرح میں نے بھی کہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صورت واقعہ کا علم نہیں تھا وگرنہ میں یہ کام نہ کرتا۔ یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ آخر عمر میں دو شنبہ کے روز جبکہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو اشخاص پر تکیہ لگا کر حجرہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور پردہ اٹھا کر صحابہ کو دیکھا کہ صفوف میں کھڑے ہیں اس وجہ سے خوش ہو کر مسکرائے جب امیر المؤمنین ابو بکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے واقف ہوئے خیال کیا کہ آنسو رضی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں پیچھے ہٹنا چاہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نماز کو پورا کرو اور حجرہ کا پردہ گرا دیا۔ اور اسی روز وفات پائی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے اصحاب نے ان سے پوچھا کہ آج آنسو رضی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں انہوں نے جواب دیا الحمد للہ بہترین حالت میں ہیں حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور انہیں آہستہ سے کہا کہ تین روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اب الہی جبل و علا میں انتقال فرما جائیں گے کیونکہ میں عبد المطلب کی اولاد کی پیشانی میں علامت جانتا ہوں کہ وہ موت کی نشانی ہے اور وہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک میں ظاہر ہو گئی ہے۔ اب آؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور خلافت کے متعلق استفسار کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کس کے سپرد ہوگی اگر ہمارے پاس ہو تو فہما اور اگر دوسرے کی ہو تو آپ سے درخواست کریں کہ ہمیں اس کے سپرد کر دے۔ امیر نے منع کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز یہ سوال نہیں کروں گا اور دنیا طلب نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش تھے مستعدرت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک اور ایک روایت میں منہ میں دارو ڈالا حالانکہ آنسو رضی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انہیں اس عمل سے منع فرماتے تھے اور ازواج طاہرات رضی اللہ عنہن نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کا منشا طبعی کراہت ہے۔ نقطہ دائرہ انتباہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے ہوشی سے کہ دراصل لی مع اللہ کے استغراق کی نمودار تھی افاقتہ ہوا ازواج مطہرات کو محتاب فرمایا کہ تم نے یہ عمل کیوں کیا انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عباس نے ہمیں اس کے لیے ابھارا تھا آنسو رضی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تھوڑے جلدی ہو اور حضرت عباس کے ساتھ متمہ کرتی ہو میں جانتا ہوں کہ تمہیں ذات الجنب کی بیماری کا خدشہ

تھا اور تھیں یہ علم نہیں کہ یہ مرض شیطان کی غرض ہے اور شیطان کو مجھ پر ہرگز تسلط نہیں اور نہ ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اسمائت عمیس نے ہمیں ایسا کرنے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طیبہ ہے جو ابھی بلا وجہ سے آئی ہے پھر پوچھا کہ یہ کیا دوا تھی انہوں نے کہا عود ہندی، کچھ مقدار درس اور چند قطرے روغن زیت بس حکم دیا کہ عباس کے بغیر تمام اہل بیت کے ناک میں یہ دارو ٹپکائیں اور ایک روایت میں منہ میں اور میونہ کو باوجود یکہ روزہ تھا اس سے معاف نہیں کیا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چند سرخ دینار کسی جگہ سے لائے تھے فرمایا کہ انہیں فقرا پر تقسیم کر دیں مگر چھ سات یا آٹھ دینار جیسا کہ اختلاف روایت ہے اور انہیں حضرت عائشہ کے سپرد فرمایا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے ہوشی ہوئی، سر صدیقہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا جب پھر ہوش میں آئے فرمایا اے عائشہ! ان دنانیر کو تو نے کیا کیا عرض کی میرے پاس ہیں فرمایا انہیں فقرا پر تقسیم کر دے اور پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے پوچھا تو نے انہیں خرچ کر دیا عرض کی نہیں، فرمایا ان کو لاؤ جب وہ لے آئی، آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ پر رکھ کر لگنا۔ اور فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروردگار پر کیا گمان ہوتا اگر وہ اس حال میں اللہ کے پاس جاتا کہ یہ دنانیر اس کے پاس ہوتے بس ان کو حضرت علی کے سپرد کیا انہوں نے فقرا پر تقسیم کر دیئے۔ اور فرمایا اس وقت مجھے راحت حاصل ہوئی۔ دوسرا واقعہ، امیر المؤمنین حضرت علی سے منقول ہے کہ آتش اور مرض کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم صیتیں فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صیتیں ایسی ہیں جیسے دواغ کرنے والا کرتا ہے۔ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے علی! میرا دل اس دنیا سے تنگ آ گیا ہے پھر تکیہ لگایا اور ایک غلط آنکھیں بند فرمائیں جب بیدار ہوئے فرمایا اے جبرائیل! میرے پاس سپنج اور جو وعدہ آپ نے کیا ہے اسے پورا کر، پھر مجھے اپنے نزدیک بلایا اور سر مبارک میری گود میں رکھا آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کی پیشانی مبارک پر پینہ آ گیا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال مشاہدہ کیا تو انھیں اور بے طاقتی سے حضرت حسن اور حسین کے ہاتھ پکڑے ہوئے قریاد کی یا اتباہ اس کے بعد آپ کی بیٹی فاطمہ پر کون نظر رحمت ڈالے گا اور آپ کے فرزندوں حسن و حسین کی تیار داری کون کرے گا اور دنیا کی تربیت کون کرے گا اور قبائل جو دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں کی مہانداری کون

کرتے تھے یا اتناہ! میری جان آپ پر فدا ہوا تمسوس ہے مجھ پر کہ اس کے بعد آپ کی شیریں آواز نے  
میرے کان نہیں سنیں گے اور میری آنکھیں آپ کی زیارت سے راحت حاصل نہیں کریں گی حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ کی نوحہ و زاری سنی آپ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت فاطمہ کو  
اپنے پاس بلایا اور فرزند ارجمند کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خداوند! فاطمہ کو صبر عنایت فرما پھر فرمایا اے  
فاطمہ! تجھے خوشخبری ہو کہ تو سب سے پہلے مجھے ملے گی۔ اے میری آنکھوں کی روشنی! تیرا باپ عالم نزع  
میں ہے، حضرت فاطمہ نے فریاد و زاری اور نالہ و بیقراری شروع کر دی امیر المؤمنین حضرت علی کہتے ہیں  
کہ میں نے کہا اے فاطمہ! چپ رہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر نمک نہ چھڑک۔ آنسو صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی! چھوڑ دو تاکہ آنکھوں کا پانی اپنے باپ پر بہائے۔

بگذازتا بریزد خون تاب دل ز دیدہ آں دیدہ کہ ہرگز ایں واقعہ ندیلے

بے دوست زندگانی صعب است گردانی کے زندہ ماند آں تن کز جاں شود یریلے

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کر لیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن و حسین سے  
کہا اٹھو اور والد مہربان کے پاس آؤ شاید تمہیں کسی عطیہ سے مخصوص فرمائیں جو تمہارے دل عزیزی  
کے آرام کا موجب ہو، بتول کے دونوں قرۃ العین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے اور  
حضرت حسن نے عرض کی نانا جان آپ کی جدائی پر صبر کیسے کیا جاسکتا ہے اور دل ناقواں کا راز کس  
کے پاس کھولا جاسکتا ہے آپ کے بعد میرے، میرے بھائی، میرے باپ اور میری ماں کی مراسم مہربانی  
کون ادا کرے گا۔ ازواج اور اصحاب کے ساتھ وہ مکارم اخلاق جو آپ کے ہیں کون زندگی گزارے  
گا جو اہمات المؤمنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں نالہ و فریاد کرنے لگیں حضرت علی کہتے  
ہیں کہ میں بے حال ہو کر رونے لگا اور صحابہ کی ایک جماعت در اقدس پر حاضر تھی ماہیوں نے جب  
میرے رونے کی آواز سنی تو بے اختیار رونے لگے کہ واہ محمد اہ من لامتک بعدک یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی آپ کے بعد امت کی نغزاری کون کرے گا اور روتے ہوئے کہا، علی!  
دروازہ کھولو کہ ایک مرتبہ ہم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے فرخندہ دیکھ لیں اور آپ کے  
جمال جہاں آرا پر نظر ڈالیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کا نالہ و فغان سن کر فرمایا کہ  
میرے دوستوں کے لیے دروازہ کھول دو۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا۔ اشرف مہاجر اور

انصار آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر و سکون کی وصیت فرماتے ہوئے کہا "تم خلاصہ کائنات اور سر پر آوردہ زمانہ ہو۔ اگرچہ تمہارا ظہور دنیا میں سب سے آخر میں ہوا لیکن جنت میں تم سب سے پہلے داخل ہو گے۔ اپنے دین پر ثابت قدم رہو اور قرآن کو اپنا راہنما بناؤ۔ شریعت کے احکام سے غافل نہ ہونا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم بلغت اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور پسینے کے قطرات چہرہ اقدس پر ظاہر ہونے لگے۔ میں نے صحابہ کو اشارہ کیا تو وہ باہر نکل گئے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نصیحت کی درخواست کی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں رہو اور صبر اور پاکدامنی اختیار کرو چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے اس قدر روئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہ نکلے اور ہر شخص کے سینہ میں آتشِ غم بھڑک اٹھی، حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ گناہ سے پاک ہیں تو یہ گریہ کس وجہ سے ہے فرمایا بکیت حمت لامت یعنی میرا گریہ امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محشر کے روز میں آپ کو کہاں ملوں۔ آپ نے جواب دیا جنت میں اولے محمد کے نیچے تو مجھ پانے گی میں اس وقت امت کے گناہ بخشوانے کے لیے استغفار میں مصروف ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں شرفِ ملاقات حاصل نہ ہو سکے تو، فرمایا تواضع کو ترک کر پاس، اس وقت میں امت کو پانی پلانے میں مصروف ہوں گا عرض کی یا ابناہ اگر میں وہاں نہ پاؤں تو، فرمایا پل صراط کے پاس مقام میزان میں کہ میں امت کے موازن کے ثقل کی دعائیں مصروف ہوں گا، عرض کی یا رسول اللہ! اگر میں وہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل نہ کر سکوں تو، حکم فرمایا کہ اس وقت میں دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں گا تاکہ آتشِ دوزخ کے ضرر سے پُر سکون رکھوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کر لیں۔

دقات سے تین روز پہلے جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا پروردگار آپ کو سلام پہنچاتا ہے۔ اور آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ اس دنیا میں اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہیں، آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے امین خدا، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ

میں خود کو کرب، حزن اور الم میں پاتا ہوں دوسرے روز بھی اسی طرح سوال و جواب ہونے۔

تیسرے روز عزرائیل علیہ السلام ایک اور فرشتہ کے ساتھ ملک الموت در اقدس پر پہنچا جس کا نام اسماعیل تھا اور جو ستر ہزار فرشتوں اور ایک ایت کے مطابق ایک لاکھ ملائکہ پر حاکم ہے کہ ان میں سے ہر ایک ستر ہزار یا ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے ہوئے۔ جب جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت سے فارغ ہوئے تو عرض کی کہ یہ ملک الموت دروازہ پر کھڑا ہے اور آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے حالانکہ آپ سے پہلے کسی سے یہ اجازت حاصل نہیں کرتے تھے آپ کے بعد بھی کسی سے نہیں کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل اسے آنے کی اجازت دو، جب ملک الموت کو اجازت مل گئی تو اندر آیا اور سلام کیا پھر عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں اگر آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے روح مطہر کو قبض کروں اور عالم علوی میں لے جاؤں ورنہ واپس چلا جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ روح الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشاق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو اشارہ فرمایا کہ جس کام کا اسے حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کرتے ہوئے کہا اے احمد علیک السلام اس کے بعد وحی پہنچانے اور حق تعالیٰ کے اوپر دنو اہی پہنچانے کے لیے زمین میں نہیں آؤں گا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مقصود و مطلوب تھے

سفر برائے تو پوٹم بھڑ برائے تو جویم سخن برائے تو گویم خمش برائے تو باشم

فصل سوم

## وصال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

علمائے سیر و حدیث نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز حق تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ

اے افغاس اشباح سے روحوں کو قبض کرنے والے اور روح و ریحان کو استرواح کی نسیم سونگھنے والے سبز آسمان سے خاکہ ران دنیا کی طرف اتر، اور حجرہ رسالت مرقد آستانہ جلالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جا کر اجازت طلب کر اگر اجازت فرمائی تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر قبض کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو جلد لوٹ آنا۔ ملک الموت اپنے ہزار مددگار فرشتوں کے ساتھ جو اہل حق گھوڑوں پر سوار اور موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے مشقت گاہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ قطع مسافت کے بعد عزرائیل ایک اعرابی کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ ہمایوں کے دروازہ پر آکر کھڑے ہو گئے اور کہا السلام علیکم و

اہل بیت النبوت ومعدن الرسالة ومختلف الملئکة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادخلہ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ اس وقت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے کہا ادخلی جنس الرجل فقالت اجرک اللہ ممتاک یا عبد اللہ۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ دوسری مرتبہ اس نے اجازت طلب کی اور وہی جواب سنا۔ تیسری مرتبہ اس نے اپنی آواز اس طرح بلند کی کہ گھر میں ہر شخص کانپ اٹھا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بے ہوش ہو گئے تھے ہوش میں آ گئے، آپ نے چشم مبارک کھول کر پوچھا کہ کیا بات ہے، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ہر چند ہم معذرت کرتے ہیں قبول نہیں کرتا۔ اس پر صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے فاطمہ! تمہیں علم ہے کہ کس کے ساتھ بات کرتی ہو حضرت فاطمہ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ لذتوں کو توڑنے، جماعتوں کو متفرق کرنے، اور وڈوں کو ختم کرنے، عورتوں کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے۔ حضرت فاطمہ نے جب یہ بات سنی تو کہا یا مدینتا خربت المدینہ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ مبارک کے ساتھ لگایا اور کچھ دیر اپنی آنکھیں نہ کھولیں چنانچہ حاضرین نے خیال کیا کہ قفس قالب سے مرغ روح پرواز کر گیا ہے حضرت فاطمہ نے بھی اپنا سرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جا کر کہا یا ایتباہ کوئی جواب نہ سنا پھر کہا اے مہربان باپ



میری جان آپ پر خدا ہو، میری طرف دیکھیے اور بات کیجیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے میری بیٹی! امتِ رسد، کیونکہ تیرے رونے سے حاملینِ عرش روتے ہیں اور حضرت فاطمہ نے اس رباعی کے مضمون کو عرض کیا۔

چوں درد فراق در جہاں چسیت بگو عاجز فراق ناشد کیست بگو  
گوئید مرا کہ در فراقش نگری اں کیست کہ از فراق نگر کیست بگو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے بیٹی کے چہرہ سے آنسو صاف کرتے تھے اور اس کی تسکین اور دل کی تسلی کی کوشش کرتے تھے اس کے لیے حتیٰ تعالیٰ سے صبر کی دعا فرماتے اور فرماتے کہ بیٹی! جب میری روح قبض کر لیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہو، اے فاطمہ! جو مصیبت کسی کو پہنچتی ہے وہ اس کا بدلہ ہو جائے گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کے صبر کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکرب اباہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد تیرے باپ کو کوئی بے قراری اور غم نہیں ہو گا یعنی غم و اندوہ اور محنت تعلقات جسمانی اور اس جہاں کی قیودات کے ذریعہ سے ہیں اور بنی نوع انسانی کے تھا شرکت کی وجہ سے ہے جب مرغِ روح، گلشنِ سرائے قدس کی سر سے اس جسم کے پتھرے میں پیدا ہوئی ہے پھر اپنے آشیانے کی طرف عروج کرے گی اور ان حوادث کی قیود اور ہلاکت کی تنگنائیوں سے نجات پائے گی، پھر اس کو کیا غم اور راحت و شادمانی میں کیا کمی ہے۔

دلادربستہ ایس خاک دان در گذرانی  
تو باز خلوت نازے مقیم پردہ رازی  
تو مرغ عالم قدس ندیم مجلس انسی  
بحال خود نظری کن بردوں شود سقر کن  
چہ خوش بود کہ بولش بر آستانہ کولش  
بیاد بزم وصالش در آرزوئے جمالش  
ازیں خیطرہ بردوں پر کہ مرغ عالم جانی  
قراگاہ چہ سازی دریں نشین فانی  
درین باشد اگر اندریں مقام بمانی  
ز جس عالم صورت بمرغزار معانی  
برائے دیدن رویش شی بروز رسانی  
فادہ بخیر و مست ازاں شراب کہ دانی

جب حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ خطاب ختم ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے آئیں اور وصیت کی درخواست کی۔ فرمایا میں نے کل تجھے وصیت کی تھی آج بھی وہی بات ہے کہ فرمائے ہوئے کے مطابق عمل کرو اور شرط محافظت بجا لاؤ۔ پھر فرمایا اے فاطمہ! اپنے بچوں کو لاؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ جب اپنے نانا جان کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور نالہ و فریاد آسمان تک پہنچایا اور اس قدر روئے کہ اہل مجلس پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت حسن نے اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور پر رکھ دیا اور حضرت حسین نے اپنا سر آپ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت و رحمت سے انہیں دیکھتے تھے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر عزت و احترام، محبت و الفت سے انہیں وصیت فرماتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو طلب کیا جب وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے قریب بیٹھ گئے۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر سے سر اٹھایا تو حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کے نیچے آگئے۔ اور آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! فلاں یہودی کا میرے ذمہ اتنا قرض ہے جو میں نے اس سے لشکرِ اسامہ کی تیاری کے لیے لیا تھا۔ مجھے اس ذمہ داری سے ضرور بری کر دینا، اے علی! حوضِ کوثر پر تو سب سے پہلے مجھے آکر ملے گا میرے بعد تجھے بہت سی تکالیف پہنچیں گی مگر تجھے دل تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور تحمل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے صبر کرنا اور جب تو دیکھے کہ دنیا کی بیماری لوگوں کی پسندیدہ ہو جائے تجھے آخرت اختیار کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ العسلوة وما ملکت ایمانکم اور ایک روایت یہ ہے کہ اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم البواظہم و رھم واستبوعبطونہم والینولہم القول۔ اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں چالیس غلام آزاد کیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیتیں کر دیں تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں تغیر رونما ہوا ہے جسے میں برداشت نہ کر سکا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھوں۔ لامحالہ حضرت عباس کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو ہم نے لٹا دیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد ملک الموت کو آنے کی اجازت مل گئی۔ عزرائیل علیہ السلام داخل ہوئے اور کہا السلام علیک ایہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، خدا تعالیٰ عزوجل آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور مجھے فرمایا گیا ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی روح قبض نہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری روح قبض کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو۔ جبرائیل علیہ السلام کو آجانے دو، اے عزرائیل! جبرائیل علیہ السلام کو کہاں چھوڑ آیا ہے۔ اس نے کہا آسمان دنیا میں۔ اسی گفتگو میں ہی تھے کہ جبرائیل علیہ السلام داخل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے بیٹھ گئے۔ حضرت نبوت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اے میرے رفیق! مجھے آپ نے ایسے وقت میں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔ اس باب میں چند روایات نظر سے گزری ہیں۔ ایک یہ کہ روح الامین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوش خبری ہو کہ میں آپ کے لیے ایسی چیز لایا ہوں جو آپ کی مرغوب و مطلوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرائیل! کیا بشارت لائے ہو۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج آتش دوزخ کو بجھا دیا گیا ہے اور جنت کے باغات کو آراستہ کیا گیا ہے۔ جو رعین نے خود کو آراستہ کیا ہے اور فرشتے صاف بستہ کھڑے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب چیزیں خوش کن ہیں لیکن مجھے ایسی چیز کی خبر دو جس سے میری جان خوش ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا تمام انبیاء برادران کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت بہشت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بشارت کو اور زیادہ کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے چند چیزیں آپ کو عنایت فرمائی ہیں کہ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو بھی وہ نہیں دیں۔ جو جن کو ثر، مقام محمود اور شفاعت امت۔ کل قیامت کو آپ کی امت میں سے اس قدر بختے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں روشن۔ پھر ملک الموت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ملک الموت جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اب اس کی تعمیل کرو۔

جب جبرائیل علیہ السلام آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے فرمایا اے جبرائیل! ہذا رحیل من الدنيا۔ اے جبرائیل! میری عمر کے صحیفہ کو لپیٹتے ہیں اور موت کا گوشوارہ ہماری بندگی کے کان میں ڈالتے ہیں۔ قیامت کا سفر درپیش ہے۔ بشرنی مافی عند اللہ۔ اب ہمیں بادشاہ کی مہربانی اس کی بشارتوں اور غیر مختتم ذخیروں سے نشانی دے اور اس نشانی کے ذریعے مجھے بشارت دے تاکہ میں خوشدلی کے ساتھ غیبی امانت کو سپرد کردوں جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے دروازوں کو کھول دیا گیا ہے اور مقربین صفت بھفت کھڑے ہیں۔ روح درجیان اور تحائف آپ کی روح پاک پر نثار کرنے کے لیے انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توجہ رب الحمد۔ اے جبرائیل! دوسری بشارت سنائیے، کہا دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی روح پاک کے لیے فردوس اعلیٰ اور جنت المادیٰ آراستہ کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھے دوسری خوشخبری سنائیے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا وہ شخص جس کی سفارش لب سے پہلے قبول کریں گے اور اس کی مراد پوری کریں گے وہ آپ ہوں گے۔ فرمایا حمد و ثنا خدا تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ پھر فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میں اور خوشخبری چاہتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! اور بشارت یہ ہے کہ ان اللہ مشاق الی تعائمک۔ بلاشبہ رحمت الہی آپ کی ملاقات کے لیے مشاق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الہی جل و علا ادا فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بشرنی مافی عند اللہ، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کیا ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلک بغضی و ہسی من یقر القرآن من بعدی من یصوم شہر رمضان من بعدی من حج البیت الحرام من الامتی المصطفاه من بعدی۔ میرا تمام غم امت کے لیے ہے کہ مشقت ضعیف بے بصاعت کہ زندگی گناہ میں گذاری ہوگی اور روز حیات کی دوش و محبت کو شام مہمت تک پہنچایا ہوگا مجھے ان کا حال بتائیے کہ ان کا کیا بنے گا۔ اور کل قیامت کو ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ جبرائیل

نے کہا البشیر یا حبیب اللہ فان اللہ تعالیٰ یقول قد حرم الجنة علی جمیع الانبیاء  
والا تمم حتى تدخلها انت وامتك - یعنی وہ کتاب ہے کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں  
پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائیں۔  
پہلے آپ داخل ہوں گے اور آپ کی امت اس کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں  
داخل ہوں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن طلاب قلبی۔ اب میرا دل خوش ہوا اور  
مجھے چین نصیب ہوا ہے، اے ملک الموت! آپ اپنا کام کیجئے۔

**امت کی بخشش کی بشارت :-** جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے متعلق سوال  
کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے جناب قدس جل ذکرہ  
کی طرف رجوع کر کے عرض کی خداوند! یہ تمام خوشخبریاں میں نے تیرے حبیب کے سمع ہما یوں تک  
پہنچا دیں ابھی تک ان کے خاطر مبارک کو پوری خوشی حاصل نہیں ہوئی حکم پہنچا کہ اے جبرائیل!  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور کہو کہ آپ کا پروردگار کہتا ہے کہ آپ کی امت کا ہر  
بندہ جس نے اپنے آئینہ روزگار کو معاصی و ضلالت کے غبار سے مکرر کیا ہوگا اگر وہ موت سے  
ایک سال پہلے توبہ کرے گا اور ان معاصی سے پشیمان ہوگا میں اسے بخش دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام  
آئے اور پیغام پہنچایا۔ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! موت سے ایک سال  
پہلے کا عرصہ بہت زیادہ ہے جب موت ایک ایسا امر ہے جو معلوم نہیں ہے اور نفس و شیطان ڈاکو  
میں شاید موت سے سال پہلے توبہ نہ کر سکے، اس سے بہتر بشارت پہنچا۔ جبرائیل علیہ السلام جا کر لوٹے  
اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر وہ شخص جو  
موت سے ایک ماہ پہلے توبہ کر لے گا اگرچہ اس نے اپنی عمر گناہ و غفلت میں گزارا ہوگا حضرت  
لہ و لا ابالی۔ میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ نہیں رکھتا ہے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام  
ان شہر کشیوں۔ مہینہ بھی زیادہ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آئے کہا کہ حق تعالیٰ  
سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے آپ کی امت سے جس شخص نے تمام زندگی نافرمانی میں گزاری ہوگی  
جب موت سے ایک ہفتہ پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے گذشتہ تمام گناہوں کو بخش دوں گا

اور مجھے کوئی خوف نہیں۔ فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام الجمعہ کثیر ہفتہ بھی بہت ہے پھر گیا اور پیغام لایا کہ جو شخص موت سے ایک روز پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے تمام گناہ بخش دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! ایک روز بھی بہت ہے، پھر گیا اور واپس آکر پیغام لایا کہ جو شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کرے گا اور ہماری طرف رجوع کرے گا اس کے زندگی بھر کے گناہ بخش دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت بھی بہت ہے شاید میری امت کو میسر نہ ہو۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آکر پیغام دیا کہ

الرب یقرئک السلام ویقول ان کانت السنۃ والشہر والجمعة کثیر والیوم کثیر والساعة کثیرا فمن عصانی فی جمیع عمره وبلغ روحه حلقه ولم یمکن ان یمجرى علی لسانہ التوبة فدمعت عیناه وندم فعلہ عنقرت له ولا ابا حی وان لم یندم اقم تک له شفیعاً یوم القیمة یعنی جس شخص نے اپنی بساط عمر معاصی کے ہاتھوں طے کی ہوگی جب اس کی جان کا معاملہ اس کے حنجرہ حلق تک پہنچے اور توبہ کی طاقت نہ رہی ہوگی حسرت کے آنسو آنکھوں سے بہاتا ہے اور اپنے کرتوت سے پشیمان ہوتا ہے میں اسے بخش دوں گا اور مجھے خوف نہیں، اور اگر پشیمان بھی نہ ہو تو قیامت کے روز آپ کو اس کا شفیع بناؤں گا اور اسے تیرے سپرد کردوں گا۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو آپ خوش ہو گئے۔

تاج المذکرین میں ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ حق تعالیٰ سے میں اپنی تین ضرورتیں پوری کرنے کی نیاز مندی رکھتا ہوں۔ اول یہ کہ مجھے تمام گناہ گاروں کا قیامت کے روز شفیع بنائے۔ دوم یہ کہ میری امت کو گناہ کی شامت سے دنیا میں تباہ نہ کرے بلکہ اگر عذاب مقرر ہو تو قیامت پر پھپھوڑ دے۔ سوم یہ کہ ہر ہفتہ میں دو روز دو شنبہ اور پینچ شنبہ کو میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کریں کیونکہ میں اپنی امت کی مفارقت کو برداشت نہیں کر سکتا بعض نے ہفتہ میں دو مرتبہ اموال و اعمال کے پیش کرنے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کے اعمال میرے سامنے پیش کریں گے اگر اچھے ہوں گے

خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر گزاری کر کے ان اعمال کو نامہ اعمال میں اس طرح مثبت کروں گا کہ کسی گناہ سے مجھ نہیں ہوں گے اور اگر بُرا ہو گا اسے استغفار سے محو کروں گا اور بندے کے نامہ میں اسے لکھتے نہیں دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آگئے۔ حق تعالیٰ نے مینوں حاجتوں کو اپنے کمال کرم سے قبول کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا نَحْبَابُ قَلْبِي، اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آپ کی امت کے متعلق دوستی آپ کے دل میں کس نے رکھی ہے؟ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَا رَحِمُ الْيَتَامَىٰ مَرَّةً وَسَلَّمًا - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تین ہزار مرتبہ ان پر زیادہ رحیم ہوں انہیں میرے سپرد کر دے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ خلیفہ نبی علیٰ امتی یعنی خدا تعالیٰ میری امت پر میرا خلیفہ ہے اس کے بعد آپ مطمئن ہو گئے انہوں نے فارغ البال ہو کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور ملک الموت سے کہا آگے آؤ اور جس کام پر مامور ہوئے ہو انجام دو۔ پس ملک الموت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو قبض کرنے میں مشغول ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت نے اس طرح غلبہ کیا کہ رنگ مبارک کبھی سرخ اور کبھی زرد ہوتا تھا کبھی دایاں ہاتھ اور کبھی بائیں ہاتھ کھینچتے تھے اور رخسار انور پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ پانی کا پیالہ سامنے رکھا ہوا تھا دست مبارک اس میں ڈالتے اور اپنے چہرہ مبارک کو اس سے مسح کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اعْنِي سَكَرَاتِ الْمَوْتِ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کسی ایسے شخص پر رشک نہیں کیا جس نے آسانی کے ساتھ جان دی اگر یہ طریق اچھا ہوتا تو حق تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے لیے اختیار فرماتا اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اے ملک الموت! میرے امتیوں کی جان اس شدت سے ہی قبض کرے گا؟ عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم کسی شخص کی جان کو اس قدر آسانی کے ساتھ قبض نہیں کی جیسا کہ آپ کی جان نازنین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میری امت کی شدت موت اور جان دینے کی تلخی میری جان پر رکھ دے اور ان کی روح آسانی سے قبض کرنا۔

سے صد ہزار جاں چوما وقف جان تو ہر دم ہزار تحفہ زما بر رواں تو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حالت نزاع میں میری گود میں تھا۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں اراک درخت کی سبز مسواک تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طرح دیکھا کہ میں سمجھی آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسواک چاہتے ہیں؟ سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں، میں نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لی اور اپنے دانتوں سے اسے نرم کر کے آپ کو دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور جلدی سے مسواک کی اس طرح کہ آپ میرے سینے پر رکھے اور نظر مکان کی بھت پر ڈالتے تھے۔ اور اپنے دست مبارک اٹھا کر کہتے تھے۔ الوضیق الاعلیٰ۔ اسی اثنا میں دست مبارک نیچے گر پڑے اور آپ کی روح اقدس ذابقا کو رحلت کر گئی۔ اور ہایوں بال ہما اقبال کی بلند چوٹی اور وصال کی مضبوطی کو کپڑے کر رب ذوالجلال سے وصل ہو گیا۔

چلو نہ بر پیرد جاں بدان جناب جلال	ندانے لطف چو شکر بجاں رسد کہ تعال
در آب چون نہ ہمدما ہی از سر خشکی	چو بانگ موج بگوشش رسد آب لال
چرا چو صید نیرد سیوی سلطان باز	چو بشتود خبر ارحمی ز بل و دوال
برود بود تو کہ ماینز میردم ای جان	ازیں جہان جدانی بدان جہان وصال
پیر پر ملہ ای مرغ سوی مسکن خویش	ازیں قفس چو امید ی تو باز کن پر وبال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مبارک بدن سے جدا ہوئی ایسی عمدہ خوشبو آئی کہ کبھی بھی میں نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔

میدد بوی ندانم تا کہ امی بوست این	بوی عشق است اینکہ می آید سونے دست این
جان چو بولیش بشنود بر خود بدد پیر این	روح پاکست این میگند درون پوست این
این چو نور است اینکہ جان چوں فرہ سرگردان است	آفتاب این نور کی دارد جمال اوست این

کہتے ہیں کہ جب آپ کی روح مبارک قالب شریف سے جدا ہوئی تمام مستورات فریاد و فغان



کرنے لگیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نا، آہ و فریاد اور دل سوزاں اور سینہ فروزاں سے بلند کرتے ہوئے کہتی تھیں وابتاہ آپ نے خدا کی دعوت کو قبول کر لیا وابتاہ جنت الفردوس میں نزول فرمایا وابتاہ آپ کی وفات کی خبر جبرائیل علیہ السلام سے کون کون کے گا۔ وابتاہ آپ کے بعد وحی کس پر اترے گی اور جبرائیل علیہ السلام کس کی طرف آئیں گے۔ خداوند! فاطمہ کی روح کو اس کی روح کے پاس پہنچا دے، خداوند! مجھے اپنے رسول کے دیدار سے بہرہ ور کر۔ بارخدا یا مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ کر اور قیامت کے روز آپ کی شفاعت سے محروم نہ کر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فریاد کیا کہ وہ پیغمبر جس نے فقر کو خننا اور درویشی کو تو نگری پر اختیار کیا اور فسوس وہ دین پرور کو گنہگار امت کے غم میں ایک رات بھی آرام و راحت اور خواب کے بستر پر نہیں سویا، اور ہمیشہ ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے صبر اور مجاہدہ نفس کیا اور آرام نہ فرمایا اور آرام کی طرف نظر نہ ڈالی۔ کفار کی ایذا رسانی اور اشرار کی مگرابی سے آپ کے دل اظہر پر طلال کا بخار نہ بیٹھا اور ارباب فقر و احتیاج پر فضل و امتنان کے دروازے بند نہیں کیے موتیوں کے سے دندان مبارک سنگیں دل دشمنوں کے سنگ ستم سے شکستہ ہوئے مگر پیشانی پر بل نہ پڑا اور مسلسل دو روز تک شکم سیر نہ ہوئے۔

وہ اصحاب جو مسجد میں محکف تھے صبح کے وقت اتھوں نے اہل بیت کے گریہ کو سنا جس کے ذات بابرکات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیگی ظاہر ہوتی تھی۔ ہر اسیمہ اور میجر ہوئے۔ چنانچہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں اور بعض کی عقل جاتی رہی۔ اور ادراک و احساس سے عاری ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عقل اس واقعہ سے مختل ہو گئی وہ فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ انہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوشی طاری ہوئی ہے۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا میں رہیں گے جب تک منافقین اور بھوٹوں کے ہاتھ اور زبان کاٹ نہیں دیتے۔ اور کہتے ہیں کہ منافقین کہتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہوتے تو انہیں فوت نہیں ہونا چاہیے تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر نے اس بات کو سنا۔ میان سے تلوار کھینچ لی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا جو شخص

کے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ لوگوں کے دل میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے آپ کی وفات میں شبہ پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آنسو وری صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں میں ڈالا تو مہر نبوت کو نہ پایا اس نے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے کیونکہ مہر نبوت آپ کی وفات سے مرتفع ہوئی ہے اور اس بات سے بعض وہ لوگ جنہیں وفات میں شک تھا کو یقین ہو گیا۔

اس وقت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلہ میں تھے جب انہیں اس واقعہ کی خبر ملی جلدی سے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ کی طرف گئے اور راستہ میں فریاد کرتے ہوئے کہتے تھے۔ وامحمد اہ وانقطع ظہراہ اور روتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے لوگوں کو پریشان حال دیکھا کسی کی طرف المقات کے بغیر حضرت عائشہ کے گھر گئے اور چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا واصفیاء پھر فریاد بلند کی اور روتے اور دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا واصفیاء۔ پھر فریاد بلند کی اور روتے اور پھر پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر کہا وافلیلاہ اس کے بعد آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ طیبیت حسا و فیہا۔ زندگی میں بھی اور فوتیگی کے وقت بھی پاکیزہ، اور آپ اس سے بہت بزرگ ہیں کہ آپ کے لیے روئیں۔ اگر اختیار کی باگ ڈور ہمارے اختیار میں ہوتی تو اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیتے اور اگر آپ نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو آپ پر اس قدر روتے کہ ہماری آنکھوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ بار خدا یا! آپ کو ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ والحمد لہ جس اپنے پروردگار کے پاس یاد کہ پھر حجرہ مقدس سے نکل آئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور حضرت صدیق نے حضرت فاروق کو چند مرتبہ کہا کہ بیٹھ جائیے۔ فاروق اعظم نے تسلیم نہ کیا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق نے کہا ایہا الرجل یقیناً حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔

کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا تعالیٰ ان کو فرماتا ہے انک میت وانہم لمیتون، اور وہ یہ بھی  
کتاب ہے وما جعلنا بشر من قبلک الخلد افان مت فہم العالین۔ پھر پیغمبر صلی اللہ  
علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں کو چھوڑ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ  
کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے خطبہ جو حق تعالیٰ کی مدح و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود  
پر مشتمل تھا پڑھا پھر کہا۔ من کان یعبد محمداً فان محمداً تدمات ومن یعبد اللہ  
فان اللہ حی لا یموت۔ یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
تو بلاشبہ فوت ہو گئے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے تو بلاشبہ خدا تعالیٰ زندہ ہے جو  
ہرگز نہیں مرے گا اس کے بعد یہ آیت کریمہ۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ  
الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ آخر آیت تک پڑھی کہ انک میت  
وانہم لمیتون۔ امیر المؤمنین حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم! میں نے یہ آیت نہیں سنی تھی حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی، میں کاپٹنے لگا، میں گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما  
کہتے ہیں کہ گویا ہمارے سامنے پرچ پڑا ہوا تھا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے اٹھ گیا  
اس کے بعد مدینہ کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کو تسلیم کر لیا اور زبان سے  
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت  
سے تعزیت کی اور تسلی دیتے ہوئے کہا تم غسل اور تجہیز و تکفین جو تمہارے متعلق ہے کرو اور خود اکابر  
ہاجرین و انصار کے ساتھ سقیفہ بنی ساعلہ میں گئے تاکہ معاملہ خلافت کو طے کریں اور کیفیت  
اور خلافت اور اس کا استقرار اپنی جگہ پر انشاء اللہ بیان ہوگا۔

وصال نبوی کے بعد اہل بیت کے مردوں نے حجرہ ہمایوں پر آکر عورتوں اور مردوں کے  
درمیان پردہ لٹکا دیا اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی جس کا قائل نظر نہیں آتا تھا کہبتا تھا۔  
السلام علیک اهل البیت ورحمة اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقة الموت وانما  
تفرون اجور ہو یوم القیمة۔ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مصائب کا ثواب اور تکالیف  
کا عوض خدا تعالیٰ کے ہاں ہے۔ خدا کی مہربانی اور فضل پر یقین رکھو۔ جزع نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف

رجوع کر دو کیونکہ درحقیقت مصیبت رسیدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ جب یہ بات سنائی دی حضرت علی نے پوچھا جانتے ہو یہ کئے والا کون ہے جواب دیا نہیں اس نے کہا حضرت تفریح جنہوں نے تمہاری تعریف کی۔

چوتھے فصل

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجبیر و تکفین

جب غسل اور تجبیر و تکفین کا معاملہ اہل بیت کے ساتھ طے پایا گیا حضرت عباس نے فرمایا کہ حجرہ کے دروازہ کو عام لوگوں سے خالی کر دیں۔ جب انہوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا کسی شخص نے حجرہ کے باہر سے آواز دی کہ آپ کو غسل نہ دو کیونکہ آپ طاہر اور مطہر ہیں، غسل کے محتاج نہیں، ہر چند انہوں نے تلاش کیا مگر قابل دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سنا کہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دو۔ کیونکہ پہلا کہنے والا ابلیس تھا اور میں خضر ہوں۔ اس کے بعد حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت شتم عباس رضی اللہ عنہم کے بیٹے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ صالح جو شقران سے ملقب تھا ان کے علاوہ مردوں میں سے کوئی شخص نہیں تھا۔ ایک یامانی پر دع لٹکا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر اس پردہ میں لے گئے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے اموات کی طرح لباس اتار کر غسل دیں یا لباس کے اندر ہی نہلائیں۔ اسی قبیل و قال میں خدا تعالیٰ نے ان پر اونگھ کا غلبہ کر دیا چنانچہ انہوں نے اپنی ٹھوڑیاں سینوں پر رکھیں اس وقت ہاتھ نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہ کر دو آپ کو ان کے لباس میں ہی غسل دو۔ جب اہل بیت نے یہ آواز سنی آپ کے غسل کی کیفیت کو معلوم کر لیا۔ لباس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی جگہ لائے واقدی لکھتا ہے کہ جب حضرت عباس نے فرمایا کہ حجرہ کا دروازہ لوگوں پر بند کر دو تو انصار نے حجرہ بجالیوں کے باہر سے آواز دی کہ اے اہل بیت! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمارا حق قربت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب پر ظاہر ہے اور ہماری حسن عقیدت اور صفائی قلب

شریعتِ نغز میں تمام لوگوں کو معلوم و مقرر ہے۔ ہم آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص آپ کے پاس ہو تاکہ ہمیں شرف حاصل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہیں۔ انصار میں سے اوس بن خولہ نے آواز دی کہ اے علی! آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اندر آؤں۔ قصہ اوس کو اجازت مل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل میں حاضر ہوئے لیکن غسل کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پٹھے پر انہوں نے اس طرح لٹایا کہ آپ کا سر مبارک مشرق کی طرف تھا پائے مبارک مغرب کی طرف تھے۔ اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ اپنے سینہ مبارک کے ساتھ ملا لیا اور ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر پیرا بہن مبارک کے اندر لائے اور فضل بمثال بدن سے پیرا بہن کو جدا رکھتا تھا حضرت علی آسانی سے جسدا طہر کو دھوتے تھے اور حضرت اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت عباس اور ختم ذات مقدس کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پھیرتے تھے اس معاملہ میں بھی غیب سے امداد پہنچتی تھی چنانچہ تھوڑی سی تحریک سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ ہو جاتے۔ اور ایک روایت ہے کہ غیب سے آواز سننے لگے کہ کنے والا کتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاگت کے ساتھ معاملہ کرو ہم تمہیں غیب سے امداد دیتے ہیں جب حضرت علی آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کوئی میل جیسا کہ باقی اموات کے ساتھ ہوتی ہیں نہیں دیکھتے تھے کہتے تھے خدا کا امی و ابی اطمینک حیا و مستار میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا ہے جو آپ کو حیات و ممات میں پاک و معطر رکھتی ہے۔ روایت ہے کہ پہلے آپ کو خالص پانی سے غسل دیا گیا دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے اور تیسری دفعہ کافور کے پانی سے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے پانی کے چند قطرے گوشہ چشم اور ناف کے گڑھے میں جمع ہو گئے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد سے پی لیا جو ان کے علم و فضل کی زیادتی کا سبب ہوا اور اس وسیلہ سے علوم لدنیہ کے چشمے آپ کے سینہ بے کینہ میں جاری ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے فارغ ہوئے تو اس پیرا بہن اور قمیض کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر بھتی اسے نچوڑ دیا پھر آپ کے جسدا مبارک پر حنوط لگایا اور کافور اور گھسی ہوئی کستوری مفاصل پر لگائی اور

تین سفید سوتی کپڑوں میں اور ایک روایت کے مطابق دو سوتی کپڑے اور نجرانی چادر کفن دیا۔ اور عود کے رخصتہ خوشبو لگائی۔ پھر آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی جگہ سے اٹھا کر تخت پر لٹا دیا اور اوپر سے ڈھانپ دیا اور اس وصیت کے مطابق جو فرمائی تھی مکان میں تنہا چھوڑ دیا اور باہر چلے گئے یہاں تک کہ فرشتوں نے فوج در فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی پھر مسلمان گروہ در گروہ آئے اور ہر شخص نے بغیر اس بات کے کہ کوئی امامت کرے نماز ادا کی۔ کہتے ہیں کہ پہلے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور پھر بنو ہاشم اس دولت سے سرفراز ہوئے۔ پھر مد صحابہ گروہ در گروہ حجرہ میں جاتے تھے اور ایک ایک سید المرسلین کی نمازِ جنت ازہ (زیارت درود) کا شرف حاصل کرتا۔ اس کے بعد عورتوں اور بچوں نے جدا جدا اسی طرح نماز ادا کی تاکہ ہر شخص کو کامل ثواب حاصل ہو اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر مبنی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں کوئی شخص امامت نہ کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے دنوں میں بھی اور وصال کے اوقات میں بھی تمہارے امام ہیں۔ اور بعض فقہائے اسلام نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی تھا کہ آپ پر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں تاخیر ہوئی۔ چنانچہ دو شبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور آخر چہار شبہ کو مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کریں۔ ایک گروہ نے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مدفون شریف آپ کا گھر ہو۔ ایک جماعت نے مسجد اور بعض قبرستان یقین میں دفن کرنے کے لیے کہتے۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہر شیخہ اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روضے زمین میں اس جگہ سے زیادہ گرامی جگہ نہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہرہ کو قبض کیا ہے بہر صورت اکابر مہاجرین و انصار کی رائے اس بات پر طے پائی کہ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو اسی جگہ دفن کریں جہاں سے روح مطہرہ نے اعلیٰ علیین کو پروا زکی۔

مدینہ میں قبر کھودنے کے دو طریقے رائج تھے۔ ایک ابو عبیدہ جراح حضور کی قبر مبارک :- بطور شوق مہاجرین کے لیے کھودتے تھے اسے گور سامی کہتے اور دوسرا

ابو طلحہ انصاری انصار کے لیے کھودتے وہ لحد بناتے تھے۔ حضرت عباس نے دونوں کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا اور کہا کہ جو شخص پہلے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی طریق پر قبر کھودیں جو اس کا طریق ہے وہ شخص جو ابو عبیدہ کے لیے گیا تھا وہ اسے نہ ملے اور ابو طلحہ کا طلبگار اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنے دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی۔ حضرت علی عقیل، فضل، قثم، شقران، اسامہ اور اوس انصاری قبر میں اترے۔ اور شقران نے وہ چادر جو فتح خیبر میں آپ کو ملی تھی اور کبھی خود پہنتے اور کبھی کندھے پر رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے نیچے ڈالی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق تھی اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد پر اینٹیں چن دینے کے بعد جب ایک اینٹ کے برابر سوراخ تھا۔ اس میں سے اس قطیفہ کو باہر کھینچ لیا اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹوں کی تعداد جو لحد پر چُنیں گئیں نو تھی۔ اور جو شخص سب سے آخر میں قبر سے نکلا وہ قثم بن عباس تھے اور بعض اہل تذکرہ کی کتابوں میں قثم سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا وہ شخص جس نے قبر میں سب سے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کو دیکھا میں تھا۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ اپنے لب مبارک کو ہلاتے تھے میں نے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے نزدیک کیا فرماتے تھے امتی امتی۔

چو شد مدرس لحد اندر کرامت زبانش امتی گویا قیامت

پھر آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈالی اور آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی شکل سطح اوپر ایک روایت کے مطابق کوہان دار بنائی۔ اور ایک بالشت زمین سے بلند کر کے اس پر پانی چھڑکا اور مقام صحابہ نے قبر سے واپس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر تعزیت کی۔ اور جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے دفن کر دیا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، فرمایا تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ اس نبی الرحمتہ پر مٹی ڈالو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک! ہم بھی اس صورت حال سے ملول و محزون ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے سننے اور تسلیم جھکانے کے سوا چارہ کار نہیں۔ نقل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اس کے گھر میں اترتا ہے۔ اس نے اس واقعہ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا فرمایا انشاء اللہ بہتری ہوگی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں دفن ہوئے میرے باپ نے مجھے کہا۔ لہذا اقمادک و هو اخیوہا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر مدفون ہوئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمائدہ ہو کر دن رات روتیں، شمع کی مانند دل سوزاں اور چشم گویاں کے ساتھ زندگی گذارتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حسن و حسین کو دیکھتی تھیں اپنی اور بچوں کی میٹھی پر الہ دآہ کرتی تھیں اور دل سے آگ لگتی تھیں اور آنکھوں سے خون دل بہاتی تھیں۔ تمام احباب اور ازواج اس کی موافقت میں روتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

اے خواجہ از شکستہ دلاں تا چہ دیلغ

کز ما رسیدہ جائی و گر جاہ میدہ

نشاختم قدر توئی سایہ حسدا

زال روتے سایہ از سرا و اکشیدہ

ایں تنگنائی فرسش چو در خورد تو بنود

مسکن فراز عرش معلّا گزیدہ

تو مرغ آستانہ قدسی غریب نیست

چوں باز ازیں قفس سوئے گلشن پریدہ

در کام جان تشنہ لبیاں جبرعہ بریز

زایں خمر بے خمار کہ از حق چشیدہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دار فناء سے دار بقا کی طرف رحلت کی روشن سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ چنانچہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے تھے انس بن مالک سے منقول ہے کہ فرمایا کہ کوئی روز اس سے زیادہ بہتر اور نورانی نہیں تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور کوئی روز اس روز سے زیادہ سیاہ و تاریک نہیں تھا جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ ابھی ہم دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں تیز پیدا ہو گیا۔



پہاں زماں کہ جہاں تو چشم خود گم کرد ہزار فتنہ زیر گوشہ رو بروم کرد  
اور عبد اللہ زید انصاری رضی اللہ عنہ سے جو مستجاب الدعوات اور واقعہ اذان والے  
میں سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ جب جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں مستور ہو گیا میں نے  
دل میں کہا خداوند اچشم جہاں میں تو میں نے تیرے حبیب کی زیارت کے لیے طلب کیا تھا اب  
جبکہ ان کا دیدار پردہ میں چھپ گیا ہے روشن آنکھ کو میں کیا کروں گا الہی میری آنکھوں کی روشنی  
واپس لے لے فی الحال اس صاحب دولت کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

آں تن کہ بکوائے اولاد خاک آں تن بدال گور بہتر !  
چشمی کہ حسمال تو نبیسند میداں بقیقین کہ کور بہتر  
اصحاب عزت اور اجاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات کی مفارقت پر  
ہر ایک نے ایسے مرتبے جو خون جگر اور آنسوؤں سے ملک نظم میں پروئے ہیں اور مبسوط کتب میں  
وہ مذکور ہیں اس مختصر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو قطعہ پر اکتفا کیا ہے جو انہوں نے  
آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے وقت کہے ایک وہ ہے کہ جب زیارت کے لیے  
آئیں تو خاک کی مٹھی اٹھائی اسے سونگھا اور آنکھوں پر رکھ کر رونے لگیں۔

ما ذا على من شمت تربت احمد ان لا يشم مدى الزمان غفرا ليا  
صبت علمي مصائب لوانها صبت على الايام حزن سياتيا  
ایک اور مرتبہ بھی اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کے وقت کہا :-

اذا شدت شوقی ذرت قبوک باکیا انوح واشکو اما اداک محاولی  
ایا ساکن الغبرا علمتی البکاء و ذکرک انسانی جمیع المصائب  
فان کنت عنی فی التراب مغیبا فما کنت فی قلب الحزین بغائب  
ای زیجرا فت زمین و آسماں بگریستہ جسم و جاں خوں گشتہ و روح و رواں بگریستہ  
کن نکاں چوں قالبیانند و تو چو جانی لاجرم در جدائی تو مکان و لامکان بگریستہ  
نی ہمیں ماخیاں بہر تو ماتم می کنیم بلکہ رضوان نیز در باغ جناں بگریستہ

فی ہمیں صدیق و فاروق است عثمان و علی  
 بلکہ ذرات جہاں از عرش و فرش و بحر و بر  
 خونِ بگری اے دیدہ بہر سروری گرفتار  
 کز برائے صد و بدر و کن نکال بگریستہ

آدم و نوح و خلیل و موسیٰ و عیسیٰ بہم  
 اہلبیت آدم کہ گریاں انداز بہر رسول  
 جائے اے دار کہ بکشاید ز دیدہ جوئی خون  
 در غزانی این رسول اس جہاں بگریستہ

سنگ خارا بر دل پر درد شاں بگریستہ  
 اندرین ماتم کہ ذرات جہاں بگریستہ

حاکمان زمین کی عظمت :- کتب اہل تذکیر میں بیان ہوا ہے کہ جب روح پر فستوح  
 حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیین میں بلایا

آپ کے جدِ اطہر کے لیے یوں اقیقت جنت سے ایک تابوت بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا  
 اور آپ کو اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا مدفن مبارک اور مرقد متبرک بوستانِ سرائے  
 جنت میں ترتیب دیں اور اگر آپ کا دل چاہے تو ساتویں آسمان پر آپ کی آرام گاہ متعین کریں  
 اور اگر آپ پسند کریں تو اس گنچ گرانمایہ کو کچ زادیہ خاک میں مدفون کریں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 جو ہمیشہ امت کے متعلق شفقت کی رعایت فرماتے تھے نے جواب دیا اے جبرائیل علیہ السلام  
 حق سبحانہ نے فرمایا ہے وما کان اللہ لیسعدکم و انت فیہم۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنی  
 امت سے باہر جاؤں۔ اے جبرائیل علیہ السلام اس کچ زادیہ خاک کو ان نعلینِ معجروں کے دل  
 کی خاطر میں نے اختیار کیا ہے۔ تاکہ میں ان سے جدا نہ ہوں اور وہ بھی میرے فراق میں مبتلا نہ ہوں  
 جب تک میں ان میں رہوں گا وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ رہوں گے۔

لے تن تو پاک تراز روح پاک  
 راہ روانِ سحری را تو ماہ  
 خاک تو خود روضہ بان من است  
 عالم ترد من خشک از تو یافت

روح تو پر درخ روحی فد اک  
 لشکریاں عجمی را تو شاہ  
 روضہ تو جان و جہان من است  
 ناف زمین تا قہر مشک از تو یافت

فاک تو از بادِ سلمان بہشت  
رضہ چلویم کہ ز رضوان بہشت  
بر سر آں روئے چوں جان پاک  
خیزم و چوں بادِ شیعنم سجاک

اسے میرے عزیز تھے معلوم ہونا چاہیے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایام حیات اور ہنگام  
مات میں اپنی امت کے لیے انتفاع اور ارتفاع کا سبب ہیں جیسا کہ زندگی میں قدوہ عالم  
اور اسوہ بنی آدم تھے، ہنگام مات بھی امت کے لیے مقتدار ہیں اور اس معنی کی تحقیق اس طرح  
ہے کہ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام حیات میں ثقہ راویوں کے ذریعے سے ثقہ روایات  
سے ثابت ہوا ہے مکمل طور پر اس کی پیروی کر اور آپ کے مکارم اخلاق کی شرح اور محامد کے  
کشف میں۔ آپ کا بڑے بڑے مصائب اور شدید مصیبتوں میں صبر کرنے میں غور و خوض کر تاکہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں پیروی کر کے سعادت کے درجات میں ترقی حاصل کئے  
اور ترقی کی بلند چوٹیوں پر پہنچے اور سیرت کے تذکرہ سے مقصود وہ پاکیزہ گوہر ہے۔ بزرگوں نے  
کہا ہے کہ اگر توصیب الہی کی رحمت کی کیفیت اور وفات حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم  
کے طریقہ وفات کو بکثرت عبرت کی نگاہ سے دیکھے تو زمانی اور مکانی تیورات سے تعلق کے دامن  
کو سمیٹ لے گا، وہ خواجہ کائنات جو خلیل کر دگار اور حبیب حضرت پروردگار تھے، آرزوں کے  
اڑنے والے پرندے اور موت اجل کے اختتام کے بعد آپ کو پلک بھینکنے کی مہلت نہیں دی بلکہ  
ملائکہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فوج کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تاکہ اس بیان جہان  
کی روح رواں کو روح دریاخان کے ساتھ مخصوص کریں اور آٹھویں بہشت کے درجات کی بلندی  
پر رحمت و عفران کے ساتھ بھیجیں۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت نزع میں  
وہ تمام کرب و امن، قلق و حنین، رنگ کی تبدیلی، پیشانی پر پسینہ کے قطرات اور دائیں بائیں  
دست مبارک کا قبض و بسط مشاہدہ میں آتا تھا تاکہ تھے معلوم ہو جائے کہ مضرب نبوت موت و  
سکرات کو نہیں روکتا۔ تو وادی گمراہی کے سرگشتگان کا کیا انجام اور بے بضاعت شوریدہ حال  
لوگوں کے حالات کیسے ہوں گے ہاں! اسے خسیس چال باز اور مکار نفس تو دنیا پر اس قدر مغرور ہوا  
ہے کہ دین کی بات تیرے دل میں نہیں سماتی اور دولت پر اس طرح فریفتہ ہوا۔ ہے کہ انجام کی تجھ سے

بیان نہیں کی جاسکتی۔ لوح و محفوظ کے موکل تیرے نام کو زندگی کے دفتر سے محو کرتے ہیں اور تو اپنے محلات کے کنکرے آسمان تک پہنچانے میں مصروف ہے۔ انسان کے دفتر کا حساب کرنے والے تیرے نام پر محو کا قلم کھینچتے ہیں اور تو اسباب کے منشور میں انساب کے القاب کو بڑھاتا ہے۔ لمحہ بہ لمحہ قافلہ حیات گذر رہا ہے اور فنا کا قفل بقا کے دروازے پر لگانا ہے۔ اے گندم نما جو فروش بقا کی لاف نہ مار کہ کالعہن المنفوش۔ تیری قصا کی مصحف سے برآمد ہوئی ہے۔ تقدیر کے سنگلاخ میں زندگی کا بوجھ سرنگوں ہو گیا ہے۔ اپنے باپ کی موت کے حالات کو جو اصل تیرا تھا اپنی آنکھوں کے سامنے لاء اور فرزند کی موت کی کیفیت جو تیرا فرع تھا ذریعہ عبرت بنا، قیامت کے راستہ کے لیے زاد مہیا کر اور برزخ کے سوال و جواب کے لیے جواب تیار کر۔ غافل نہ ہو کیونکہ تجھ سے غافل نہیں ہیں۔ بیکار نہ بیٹھ۔ کیونکہ وہ تجھ سے کوئی معذرت قبول نہیں کریں گے۔

دیں جان نازنین خود اندر حصار گیر	ایدل ترا کہ گفت بدینا ترا گیر
خود را مسافری کن و ایں رہگذار گیر	جانے قرار نیست دل خود در و منہ
آہستہ شو زمانی و برجیا ترا گیر	تا کہ روی بہانے ہوس در قفانے حرص
آخریکے زافتن شان اعتبار گیر	بلکہ کہ تا تو آسماں چند کس برفت
بانیستی بساز و کم و کار و بار گیر	خواہی کہ عیش دل بود و کار بر مراد
بگذار خلق را و در کردگار گیر	رونے سہ چار اگر اجلت ہمیتے دہد
کاپسی است کمنہ تنگ ویدندان ہمار گیر	بر ابلق زمانہ سواری بہ ہوش باش
زیرا کہ تو ضعیفی و تند است بار گیر	عزہ مشوکہ گام بکام تو منسیرند

نبھنا اللہ من مقام العظلة و قناع عن بیع العمر فی مقام العظلة و

رزقنا التوبة عن کل جرائئ و زلة۔

## فصل پنجم مدین کے چند واقعات

جب آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح عالم فنا کی تنگنا ہی سے عالم بقا کی گلشن سرا کی فضا میں پرواز کر گئی۔ مدینہ اس مسبط ایمان و سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں اس طرح سیاہ اور تاریک ہو گیا کہ جب ہاتھ سامنے کرتے تھے تو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور یہ تاریخی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہونے تک رہی۔ اصحاب پریشان ہو گئے۔ بعض سر اسیمہ و حیران ہو گئے گویا کہ وہ بے رون جسم تھے اور بعض کی زبانیں بند ہو گئیں۔ بعض کے پاؤں میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی اور کھڑے کے کھڑے زہ گئے، بعض بیمار ہو گئے اور بعض مجنوناں ہو گئے۔ چنانچہ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور حضور کے بلال کا حال زاران مہاجرین میں سے جنہوں نے وہاں سے ہجرت اختیار کی۔ ایک حضرت بلال ایسے تھے جنہوں نے شام جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا اگر آپ مدینہ میں رہیں تو بہتر ہے اور وہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے وہ کریں تو زیادہ مناسب ہے حضرت بلال نے کہا میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ کے بغیر اس ملک میں رہوں۔ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں جس جگہ چاہوں چلا جاؤں۔ حضرت ابو بکر روئے اور حضرت بلال کو اجازت دے دی۔ حضرت بلال شام کی طرف چلے گئے، اور وہاں ایک عرصہ قیام کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے اسے کہا اے بلال تو نے ہم سے جفا کی اور ہمارے پڑوس سے چلا گیا اب ہماری زیارت کے لیے واپس آ جاؤ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو مدینے کا رخ کیا۔ ان ہی دنوں حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تھا۔ جب مدینہ میں پہنچے تو ہر ایک سے ملاقات کرتے تھے اور اہلبیت کے حالات پوچھتے تھے۔ اسے جواب دیتے تھے کہ علی، حسن، حسین اور ازولہن مطہرات سب سلامت ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ کا حال کوئی نہیں بتاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حسن و حسین کے پاس گئے ان

دونوں صاحبزادوں سے پوچھا، تو یہ قرۃ العین رسول خدا اور جگر گوشہ نبوت رضی اللہ عنہما رونے لگے اور کہا اے بلال! وہ مادر مہربان اور یادگار سیدنا جس دجان علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دارِ فانی سے گلشنِ سرائے آنجہانی میں رحلت فرمائیں اور پائیہ سریرِ اعلیٰ درجاتِ جنتِ المادی میں پہنچایا۔

بگذازتا بریزم خوفناک دل زدینؑ یاد مگر تسلی جانِ فراق دینؑ  
 بے دوست زندگانی ضعف است تابدانیؑ کے زندہ ماند آں تن کز جاں شود بریدہ  
 حضرت بلال رو پڑے اور کہا اے جگر گوشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! پدربزرگوار کے  
 سقتھا جا لو گے۔

دوستوں نے حضرت بلال سے استدعا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہے اگر پرانی سنت کو زندہ کرتے ہوئے نماز کی اذان کہیں تو بہت خوب ہے۔ بہت اصرار اور مبالغہ کے بعد حضرت بلال مسجد نبوی کی چھت پر نماز کی اذان دینے کے لیے چڑھے۔ مدینہ کے باشندے حضرت بلال کی اذان سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ حضرت بلال نے جب اللہ اکبر کہا مدینہ کے تمام گھروں سے فغان اور شور اٹھا اور جب کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے بے ہوش ہو گئے اور نماز کی اذان مکمل نہ کر سکے۔ ازواجِ مطہرات اپنے حجر دوسوں سے باہر آگئیں اور کہا اے بلال! ہم میں تیری اذان سننے کی طاقت نہیں ہے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مدفون ہوں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلال نے اذان کو کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ تک پہنچایا مدینہ میں کوئی شخص نہ رہا جو رویا نہ ہو اور فریاد ڈاؤ ویلا نہ کیا ہو، وہ روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز جیسا تھا جب نماز کی اذان ختم کی کہا دوستو! تمہیں بشارت ہو جو آجکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں روتی ہے دوزخ کی آگ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

کدام دیدہ کہ شوق یار گریاں نیست کدّام دل کہ از آسیبِ غم پریشان نیست  
 کدام سرکہ زمودائی از فرقت از است کدّام تن کہ بکد کوب پائی ہجران نیست  
 زجان ہر دو جہاں چوں بریدن آساں است مے زیاد گرامی بریدن آساں نیست

القضہ دوسری مرتبہ شام کو چلے گئے اور ہر سال ایک بار مدینہ میں آتے زیارت کرتے

اور نماز کی اذان پڑھتے اور واپس چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ شام ہی میں فوت ہوئے اور  
مہر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں قابض ارواح کے سپرد کی۔

تاسر زعم عشق تو بر گل نہ نہم      بارِ عنم تو بیچ منزل تنہم !  
عہدیت مرا با تو کہ تا من باشم      جز داغ تو بیچ داغ بر دل تنہم

زہرۃ الریاض میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم احیو داعی اللہ  
کو قبول کرتے ہوئے آپ کی طائر سردہ نشیں کی روح نازنین نے اوج علیتین پر پرواز کی اور آپ  
کا بدن مبارک روضہ متبرکہ میں پردہ کے اندر چھپ گیا اس واقعہ سے دس روز گزرے کہ اچانک  
ایک اعرابی بیاباں سے پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا تا زیانہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور چہرہ پر  
نقاب ڈالے ہوئے کما السلام علیکم یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم سے فوت ہوا  
سے خدا تعالیٰ اجر عطا فرمائے۔ ان کا نام محمد قدمات فان اللہ حی لا میوت ابداً  
اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم ما اعظم مصیبتکم میوت سیدکم صلوات اللہ علیہ۔  
صحابہ رضی اللہ عنہم کو سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی تعزیت کرنے کے بعد  
کہا تم میں سے وہی پیغمبر کون ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر سلام و تحیت بجالایا کما السلام علیک یا فتی، امیر المؤمنین حضرت علی  
نے کما وعلیک السلام یا مضر یا صاحب البیر، حضرت ابو بکر حاضرین صحابہ کے ساتھ حضرت علی کے  
جواب سے حیران ہوئے۔ اعرابی نے کہا اے جوان! میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا اور مجھے صاحب  
کس طرح کہا۔ حضرت علی نے فرمایا مجھے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور  
تیرے حال کی کیفیت مجھے دکھائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو جو کچھ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا ہے تم سے بیان کر دوں۔ اعرابی نے کہا تیرا نام کیا ہے کہا علی بن ابی طالب جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
کا چچا زاد ہے، اعرابی نے کہا الحمد للہ، پھر حضرت علی نے فرمایا تو عرب کا ایک مرد ہے تیرا نام  
مضر ہے تیرے باپ کا نام مجھے یاد نہیں تیری عمر تین سو ساٹھ سال ہو چکی ہے جس وقت تیری  
عمر سو سال ہوئی تو نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی تھی اور آنسو صلی اللہ  
علیہ وسلم کے اوصاف میں تو نے قوم کو یہ کہا کہ تمہارے میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے جس کے رخسار

چاند سے زیان بخور، گفتگو شمد سے زیادہ شیریں، جو شخص اس کی پیروی کرے گا نجات پائے گا  
 مساکین اور یتیمی کا باپ ہوگا۔ صاحبِ شمشیر ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، اپنے جوتے کو خود پیوند  
 لگانے کا، شراب نوشی اور زنا کو حرام قرار دے گا، قتل اور سود سے منع کرے گا خاتم الانبیا اور  
سید اولیاء ہوگا۔ پانچ وقت نماز پڑھیں گے رمضان المبارک کے روزے رکھیں گے حج بیت اللہ  
 کریں گے۔ اسے گروہ! اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی تصدیق کرو جب تو نے اس امر کی طرف  
 انہیں رہنمائی کی تو وہ تیرے ساتھ ظلم و ستم، حرب و ضرب اور ظعن پر اتر آئے اور تجھے گھرے کنوئیں  
 میں ڈال دیا اور تیرے تردد سے اپنے دل کو سکون بخشا۔ اب تو اس کنوئیں میں قید تھا جب حضرت  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بساطِ حیات لپیٹ دی گئی تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کر دیا اور تجھے اس  
 قید خانہ سے نجات عطا کی اس کے بعد تیرے کانوں میں غیب سے آواز پہنچائی کہ اے مضر! بلاشبہ  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو اس کے صحابہ میں سے ہے مدینہ کی طرف جا اور اس کے روضہ  
 کی زیارت کر۔ تو شبِ دروز قطع منازل اور طے مراحل کے بعد اب اپنے مقصد کو پہنچا ہے  
 تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جب اس نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے یہ  
 بات سنی رونے لگا اور کہا اے علی! تو نے یہ قصہ کیسے معلوم کیا حالانکہ کسی شخص کو اس کی اطلاع  
 نہیں تھی کیسے خبر ہو گئی حضرت علی نے کہا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے فرمایا  
 کہ میری وفات سے ایک مدت بعد مضر میری قبر پر آئے گا جب تو اس سے ملے تو میرا سلام اسے  
 پہنچانا مضر نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کی خوشخبری سنی اور اس کے پیغام کی سعادت  
 سے مشرف ہوا۔ آگے بڑھا اور حضرت علی کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔  
 حضرت علی نے اس سے درخواست کی کہ اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا دے مضر نے جب اپنے  
 چہرہ سے پردہ اٹھایا تو اس کی پیشانی سے ایسا نور چمکا کہ مسجد نبوی منور ہو گئی۔ اس کے بعد کہا  
 اے علی! مجھے تم سے کچھ سوال کرنے ہیں ان کے جواب آپ پیغمبر نہیں پیغمبر کے وحی ہو۔  
 حضرت علی نے کہا سوال کرو مضر نے کہا اے علی! ہمیں ایسے نر کے متعلق جس کا باپ او ماں  
 نہیں اور ایسی مادہ جو بغیر ماں باپ کے موجود ہوتی ہو، اور ایسا رسول جو نہ جن ہو نہ انسان او  
 نہ ہی فرشتوں میں سے ہو چوپاؤں اور درندوں میں سے بھی نہ ہو اور ایسی قبر جس نے قبر والے



کو اپنے سقفا سیر کرائی ہو، ایسا حیوان جس نے اپنے ساقھتوں کو ڈلایا ہو، ایسا جسم جس نے ایک بار کھایا یا پینا نہیں، ایسا زمین کا حصہ جہاں ایک مرتبہ سورج چمکا اور پھر آج تک نہیں چمکا، اور قیامت تک نہیں چمکے گا، پھر ایسا پتھر جس سے زندہ پیدا ہوا، وہ عورت جس سے تین ساعت میں لڑکا پیدا ہوا۔ دو ساکن جو حرکت نہیں کرتے، دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے، دو دوست جو دشمن نہیں ہوتے، دو دشمن جو دوست نہیں ہوتے، سب سے بُری چیز اور سب سے اچھی چیز کی ہمیں خبر کیجئے۔ اور ہمیں شے اور لاشے سے اور اس سے جو پہلے رحم سے متعلق ہوتی ہے اور اور اس سے جو آخر میں قبر میں جاتی ہے۔ سے خبر دیکھیے۔ جب مہضرنے یہ بیس سوال حضرت علی سے پوچھے تو حضرت علی نے ان کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا تو نے پہلے اس نر کے متعلق پوچھا ہے جس کا ماں باپ نہیں اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ مادہ جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور وہ نر جو بغیر باپ کے پیدا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ رسول جو جن، انسان، فرشتوں سے نہیں تھا کو اٹھا جسے حق تعالیٰ نے قابل کو تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ فبعث اللہ عنوا بایس بحث فی الارض۔ اور وہ قبر جس نے صاحب قبر کو اپنے سقفا سیر کرائی وہ مچھلی تھی جس نے یونس علیہ السلام کو پیٹ میں تین روز تک رکھا اور سمندر کے اطراف و جوانب میں پھرتی رہی اور وہ حیوان جس نے اپنے ساقھتوں کو ڈرایا تھا چیونٹی تھی جو خوراک کی طلب کے لیے باہر نکلی تھی کہ دوسری چیونٹیاں ایک ستون پر چڑھتی تھیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر کے اوپر تھا اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا آگاہ رہو کہ تمہارے گزرنے سے مٹی نہ گرے۔ خدا کا پیغمبر تم سے تکلیف اٹھائے گا اور وہ جسم جس نے ایک بار کھایا یا پینا نہیں اور قیامت تک نہیں کھائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاب ہے جس نے جادو گروں کے جادو کو ایک لقمہ میں ختم کر دیا چنانچہ اس کی شان میں آیا ہے ملقف ما یا فکون۔ اور وہ زمین کا ٹکڑا جہاں ایک مرتبہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا وہ دریائے نیل تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پھاڑا اور اس کی گہرائی کی زمین دکھائی دینے لگی۔ سورج اس پر چمکا چنانچہ اس کے نیچے سے بخار اٹھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے گنہگاروں کے بعد وہ مل گیا اور اپنی پہلی حالت میں آگیا، اور وہ پتھر جس سے

حیوان پیدا ہوا وہ ایک پتھر تھا جس سے حضرت صالحؑ پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی۔ اور وہ دوساکن غیر متحرک زمین اور آسمان ہیں اور تحریک سے یہاں مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے۔ اور وہ دو متحرک جو ہرگز ساکن نہیں ہوتے چاند اور سورج ہیں اور وہ عورت جس نے تین عتلا میں بچہ بنا حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں کہ تین ساعت میں حضرت عیسیٰ ان سے پیدا ہوئے۔ اور وہ دو دوست جو ہرگز دشمن نہیں ہوتے جسم اور جان ہیں اور وہ دو دشمن کہ ہرگز دوست نہیں ہوتے موت اور حیات ہیں، شئی مومن اور لاشی کا فر ہے۔

احسن اشیا بصورت بنی آدم ہے اور سب سے قبیلہ بغیر سر کے بدن ہے، رحم میں سب سے پہلے جس کی شکل بنتی ہے انگشت شہادت ہے اور قبر میں سب سے آخر میں جو چیز فنا ہوتی ہے بندہ کے سر کی ہڈی ہے جو افضار بہشت میں ہوتی ہے۔ اے مضر! تیرے بیس سوالات کے یہ جوابات ہیں ہر مضر نے جب اپنے سوالات کے جوابات سنے تو اٹھ کر شاہ مرداں کے مبارک پر بوسہ دیا۔ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس مجلس میں حاضر تھے انہوں نے اس سر و فر ادلیار کے سر کو بوسہ دیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا وارث جان کر فضائل اور مدح و تعریف بیان کی اس کے بعد مضر نے کہا اے علی! مجھے آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت بٹائیے تاکہ میں اس عالی صفات ذات کی فوٹیدگی پر گم نہ رہوں۔ حضرت علی نے ایک آدمی ساتھ کر دیا مضر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے دروازہ پر آیا آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بغل میں لے لیا اور اس ایمان و سکینہ کے صندوقچہ کے ساتھ اپنا سینہ لگا دیا حضرت علی نے کہا مضر کو کچھ دیر اپنی حالت میں رہنے دو کیونکہ دنیا سے اس کی جدائی کا وقت پہنچ گیا ہے ایک ساعت کے بعد آئے تو دیکھا کہ اس نے اپنا سر قبر پر رکھا ہوا ہے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی ہے صحابہ نے کہا وہ اس عالم سے رخصت ہو گیا۔ انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسے دفن کر دیا۔

زہرۃ المریاض اور تاج المذکرین میں فقہ ابو مالک

ایک یہودی قبر رسول پر :- ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ شام میں ایک یہودی تھا۔ شنبہ کے روز عیشہ وہ تواریت کی تلاوت میں مشغول ہوتا۔ ایک رات اس نے

تورایت کھولی اس میں اس نے چار جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت دیکھی اس نے اسے  
 پھاڑ دیا اور آکر، بلا دیا دوسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اٹھ بنگے بچھ اس نے دیکھی۔  
 اسے بھی اس نے پھاڑ کر جلا دیا تیسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت بارہ جگہ پر ثبت  
 تھی حیران رہ گیا اس نے کہا میں جس قدر صفات کمال اور سفوت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 تورایت سے مٹاتا ہوں اور زیادہ لکھی جاتی ہیں نوبت کہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمام تورایت  
 نعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رجوع کر کے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے انہوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حال ہی میں یمامہ  
 میں مبعوث ہوئے ہیں، نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، کذاب ہیں ان کا نہ دیکھنا بہتر ہے یہودی نے  
 کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے منع نہ کر دو تاکہ میں جا کر ان کی زیارت کروں۔ وہ وہاں سے  
 نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ گیا اور مدینہ کا رخ کیا۔ شب و روز مراحل طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا کتے  
 ہیں کہ سب سے پہلے اس کی ملاقات حضرت سلیمان فارسی سے ہوئی۔ سلیمان خوش وضع شخص تھے  
 یہودی نے خیال کیا شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے۔ سلیمان سے پوچھا، انت محمد، حالانکہ حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو رحلت فرمائے تین روز ہو چکے تھے سلیمان رونے لگے اور کہا میں محمد نہیں ہوں  
 لیکن محمد کا غلام ہوں۔ یہودی نے کہا اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں سلیمان سوچ میں پڑ گئے  
 کہ کیا جواب دے اگر میں کہتا ہوں کہ فوت ہو گئے ہیں تو طالب مطلوب تک پہنچے بغیر ناامید واپس  
 ہو جائے گا۔ اور اگر کہتا ہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہو گا اس نے کہا، آدمیتیں ان کے اصحاب  
 کے پاس پہنچا دوں، سلیمان یہودی کے ساتھ مسجد کے دروازہ پر آئے تمام اصحاب غمگین مسجد  
 میں بیٹھے ہوئے تھے، یہودی نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہیں کہا السلام  
 علیکم یا ابا قاسم السلام علیکم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب اجنبی آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا نام لیا یکدم شور و غوغا صحابہ سے اٹھا اور گریہ و فغان کی آواز اس مجلس سے بلند ہوئی، ان  
 میں سے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر پوچھا تو کون ہے جس نے ہمارے عزم کو  
 تازہ کر دیا اور زخموں پر نمک چھڑکا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا نہیں ہے اور حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیگی کا سچے علم نہیں تین روز کا عرصہ ہو گیا ہے کہ ماہ فلک رسالت پر وہ

میں چلا گیا ہے اور دوستوں کے دل آتش فراق میں ہیں۔ یہودی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اور کہتا تھا  
 واحسرتاه وضاع سفری بالیتی لم تلافی امی۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر میں  
 پیدا ہو گیا تو تو رایت نہ پڑھتا۔ اور اگر میں نے اسے پڑھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت نہ پڑھتا  
 اور اگر میں نے اس کی نعت دیکھی تو ان کے دیدار سے مشرف ہوتا اس کے بعد اس نے کہا  
 یہاں کوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت بیان کر سکے۔ امیر المؤمنین حضرت علی  
 نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مجھ سے سنو، یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ نے  
 کہا میرا نام علی ہے اس نے کہا بلاشبہ میں نے آپ کے نام کو تو رایت میں لکھا ہوا پایا ہے۔ اب  
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کیجیے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک اس  
 طرح تھی کہ آپ کا قدم مبارک نہ بلند تھا اور نہ پست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک گول  
 تھا اور آپ کی پیشانی کشادہ، آنکھیں شملا اور آپ کے ابرو ہالوں پیوستہ تھے اور آپ کے  
 دندان مبارک ایک دوسرے سے جدا تھے جب تبسم فرماتے آپ کے سامنے کے دانتوں پر ستاروں  
 کی مانند نور چمکتا، اور گھر کے کام ہاتھوں سے کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں درشت اور  
 کھر دری ہو گئی تھیں، اور شکم مبارک پشت کے تھے ملا ہوا تھا آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان  
 گوشت، پوست اور خون کے درمیان قدرتی طور پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
 لکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر توجہ حیث شہادت فانک منصور لکھا ہوا تھا جب امیر المؤمنین حضرت علی  
 رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور نشانیاں اس طرح بیان کیں یہودی نے کہا  
 صدقت یا علی! میں نے انہیں تو رایت میں اسی طرح پایا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا اے علی!  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں سے کوئی کپڑا چاہیے جسے میں سونگھوں حضرت علی نے کہا ہاں  
 اے سلمان! فاطمہ کے گھر جاؤ اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک طلب کر کے مجلس میں لاؤ  
 سلمان حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر آئے۔ حضرت فاطمہ کے رونے کی آواز سنی جو حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رو رہی تھیں حضرت حسن و حسین ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے  
 اور ان کے ساتھ مل کر رو رہے تھے اور اس مضمون کو ادا کر رہے تھے۔

اے نور دیدہ رفتی و مارا گزاشتی سرگشتگان بے سرو پا را گزاشتی

رفتی بیگم وصل و بدست بخائے ہجر مخرج خستہ اہل وفا را گذاشتہ  
 جب سلمان نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت فاطمہ نے اندر سے آواز دی کہ تمہیں کادر واہ  
 کون کھٹکھٹاتا ہے کون ہے جو تمہیں کا حال پوچھتا ہے؟ سلمان نے جواب دیا آستانہ اہلبیت کا  
 خادم سلمان ہے۔ حضرت علی نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کی استدعا کے لیے بھیجا،  
 حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار کا جامہ کون پہنے گا، اس خطرناک کام کرنے کی  
 کس میں ہمت ہے، سلمان نے یہودی کے واقعہ کو بیان کر کے صورت حال بیان کی حضرت فاطمہ  
 بیوند لگا ہوا فرقہ لائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سات جگہ پر اس کے کھجور کے پھلکے کا بیوند لگا ہوا تھا  
 سلمان کے ہاتھ جمع میں بھیجا۔ پہلے صحابہ نے اسے سونگھا، بوسہ دیا اور سر اور آنکھوں پر ملاحظہ یہودی  
 کے سپرد کیا، یہودی نے سونگھا اور اس کی پاکیزہ خوشبو حاصل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
 پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم، خدا یائیں نے تیری وحدانیت کا اقرار کیا اور اس قبر والے کی نبوت و رسالت کا اعتراف  
 کیا پھر کہا اللھم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی الساعة۔ خدا وندا! اگر تو نے میرے  
 اسلام کو قبول کر لیا ہے تو میری جان کو اسی وقت قبض فرما۔ یہ کہا گرا اور جان جان آفریں کے سپرد  
 کر دی۔ اس کی تجہیز و تکہین کر کے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ۔ نقل ہے کہ جب معاذ بن جبل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 یمن کی طرف بھیج رہے تھے بلال سے فرمایا کہ جاؤ

میرا علم لاؤ، آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا علم اپنے دست مبارک سے معاذ کے سر پر باندھا  
 اسے سوار کر کے خود مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ پیدل چلے۔ اسے  
 وصیتیں فرماتے تھے، معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوار اور آپ پیدل،  
 مجھے اترنے کی اجازت فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ میں یوں خیال کرتا ہوں  
 کہ میں یہ قدم خدا کی راہ میں اٹھاتا ہوں، اے معاذ میں تجھے تقویٰ، صدق گفتار، حسن کردار،  
 امانت داری، خواہشات کے چھوڑنے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، پڑوسیوں کے حقوق کی محافظت  
 گفتگو میں نرمی، سلام میں پہل کرنا، روزِ جزا سے ڈرنا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی وصیت

کرتا ہوں، اے معاذ! کسی مسلمان کو گالی نہ دے اور کسی جھوٹے پر اعتبار نہ کر، اور کسی راست کو  
 کو نہ جھٹلا، اور اہم عادل کی نافرمانی نہ کر، اے معاذ! میں تیرے لیے ہر وہ چیز پسند کرتا ہوں  
 جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔ اپنی  
 ذات سے لوگوں کو انصاف دے اور دائرہ راستی سے باہر قدم نہ رکھ۔ خدا تعالیٰ کے راستے میں  
 کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تجھ پر اثر نہ کرے۔ پھر فرمایا اے معاذ! اگر ہمارے اور تمہارے  
 درمیان اس کے بعد ملاقات ممکن ہوتی تو لازماً میں ہتھوڑی دھیت کرتا لیکن قیامت تک ہم  
 نہیں مل سکیں گے۔

عجم فراق امید وصل میسگزار دلی امید وصال اندریں فراق کجا  
 جب معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو اس کے سینے کی کان  
 سے آتش فراق کا شعلہ دماغ تک جا پہنچا۔ جلے ہوئے دل، روتی ہوئی آنکھوں اور مجروح سینے کے  
 ساتھ آنسو صلی اللہ علیہ وسلم سے وداع ہو کر مین کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوائی یار و دیارم چو بگذر دنجیال ز آب دیدہ جہاں را کنیم مالا مال  
 جب قطع مسافت کے بعد مین کے دار السلطنت صنعائیں پہنچا تو لوگ اس کی خدمت کیلئے  
 بڑھے اور اس سے استدعا کی کہ اس قیام گاہ میں آرام فرمائیں جو انہوں نے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی  
 معاذ نے کہا پناہ بخدا! میں آراستہ منزل اور فرش بچھی ہوئی جگہ کی طرف رغبت کروں۔ مجھے تویرے  
 صیب نے بیماریوں کی عیادت، کمزوریوں کی امداد، یتیموں کی قربت، فقیروں کے ساتھ ہم نشینی،  
 اپنی ذات سے انصاف دینے اور عام مخلوق کے حالات کی دیکھ بھال اور انہیں نصیحت کرنے  
 کی وصیت فرمائی ہے۔ ضروری ہے کہ میں اس وصیت پر عمل کروں اور راحت و نشاط اور عیش و  
 انبساط کے دروازہ کو اپنے آپ پر نہ کھولوں۔

جہاں بے دوست نواں دیدم بشیم کنج عجم بردئی خود دریں کلبہ خو نخواستار در بندم  
 اس کے بعد اپنی رہائش ایک گوشہ میں اختیار کر لی۔ خزانہ سے قوت لایوت حاصل کرتا  
 اور اسی سے گزارا کرتا تھا اور اس ملک کی حکومت کرتا تھا۔

ایک رات اس نے آواز سنی کہ اے معاذ تو بستر راحت پر آرام کر رہا ہے جب کہ حضرت

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سکرات موت میں ہیں۔ معاذ روتے ہوئے نیند سے اٹھے اور خیال کیا کہ شاید قیامت قائم ہوگئی ہے۔ جب دنیا کے اوضاع کو اپنی حالت پر دیکھا اسے نفسیاتی خیال سمجھ کر پھر آرام کیا، دوسری رات ہاتف نے آواز دی اے معاذ! تجھے کیسے آرام حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں۔ حضرت معاذ اپنے بستر سے اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے آہ وزاری شروع کر دی۔ وا محمد کہتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ الفصہ اس قدر فریاد و فغان کی کہ عورتیں اور مرد بیدار ہو کر گھروں سے باہر نکل آئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے، نالہ وزاری اور سوگواری کے طریق میں اس سے موافقت کی۔ جب آفتاب عالمیاب نے مطلع سے سر نکالا حضرت معاذ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ سے تین فرلانگ پہنچے ایک رات آواز سنی اے خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، معاذ کو خبر پہنچا دے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شربت مرگ پی کر دوتاب کی صحبت سے مفارقت اختیار کی ہے۔ حضرت معاذ نے آواز دی کہ اے پکارنے والے تو کون ہے اور اس تاریک رات میں یہ دہشتناک خبر دیتا ہوا کہاں جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں عمار بن یاسر ہوں جو یمن کی طرف جا رہا ہوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا میرے پاس اس مضمون کا ایک خط ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ابر رحمت میں پہنچے، جب حضرت معاذ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہو گیا آہ وزاری اور اضطراب کر کے دھاڑیں مارنے لگے اور وہ کہتے تھے۔

تو آں شہی کہ در دو جہاں کردہ سردری      بر بام عرش لرزہ لو اے پیغمبری  
تو شاہ ماسپاہ بلبس کز سراق تو      پے شاہ چوں بود کجاں حال لشکری  
بے چارگان کنوں یکہ آرند لحتب      در ماندگان دگر ز کہ خواہند یادری

اس کے بعد حضرت معاذ نے کہا اے عمار! تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی قسم اصحاب کو تو نے کس حال میں چھوڑا اس نے جواب دیا ایسے گلہ کی مانند جس کا کوئی چرہ دانا نہ ہو۔ اس نے پوچھا کہ تو نے مدینہ کو کیسے چھوڑا۔ اس نے کہا دنیا جو جس مزاجی کے باوجود ان پر حلقہ، انگشتری سے بھی تنگ ہے۔ اس کے بعد معاذ وا محمد کہتے ہوئے مدینہ کے نواح میں پہنچے۔ ایک بوڑھی عورت اس علاقہ میں بھیڑیں چراتی تھی۔ اس نے حضرت معاذ کے درد کو سنا اس نے کہا اے بندہ خدا

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن میں نے ان کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ اپنے باپ کی موت پر روتی تھی اور کہتی تھی یا ایتباہ، آسمان سے خبر منقطع ہو گئی، یا ایتباہ، اس کے بعد ہماری طرف وحی نہیں آئے گی اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو روتے تھے اور کہتے تھے اے یتیموں اور بیواؤں کے ملجاء و ماویٰ۔ آپ کے بعد کون ان کا غم کھائے گا۔ اور غریبوں کے حالات کا کون خیال کرے گا اور بیواؤں کی مدد کو کون پہنچے گا، میں نے حسن و حسین کو دیکھا جو روتے تھے اور کہتے تھے اے دو جہاں آپ نے ہم سے اپنا سایہ کیسے اٹھالیا اور ہمیں کس کی نگرانی میں چھوڑ دیا، حضرت معاذ نے جب یہ باتیں سنیں، شور و فراق اور آتش اشتیاق جو اس کے سینہ میں مشتعل تھی بھڑک اٹھی اور آنسوؤں کے قطرات، آبدار مرجان کے موتیوں، خونِ ناز آنکھوں سے صفحاتِ رخسار پر بہاتے تھے۔ راتِ مدینہ میں داخل ہو کر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس رات میں بیواؤں کے عمدہ کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے۔ معاذ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم معاذ بن جبل ہوں۔ حضرت عائشہ نے نوٹدی سے کہا اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت معاذ روتے ہوئے آئے اور سلام کیا۔ حضرت عائشہ نے جواب کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی ذاتِ بابرکات کی فوتیگی پر اپنا رخصت و افسوس کیا۔ دونوں بہت روئے پھر معاذ نے عرض کیا یا ام المؤمنین مجھے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی کیفیت سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا، معاذ مجھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درد و رنج کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس لیے میں کبھی آپ کے بالین سے دور ہو جاتی تھی یہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کریں کیونکہ وہ شروع بیماری سے آخرِ رحلت تک موجود رہی ہیں۔ حضرت معاذ نے گھر سے نکل کر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کا رخ کیا جب دروازہ پر پہنچے حضرت فاطمہ کو معلوم ہو گیا کہ معاذ آ رہے ہیں حسین کو فرمایا کہ دروازہ کھول دے شرائط خدمت گاری بجالانے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے حضرت فاطمہ نے شدتِ مرض، صعوبت اور ملک الموت کے آنے کی کیفیت، جبرائیل علیہ السلام کی بشارت جس کو تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے حضرت معاذ سے بیان کی اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے حضرت فاطمہ نے اس سے کہا جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم



رہلت فرما رہے تھے مجھے وصیت فرماتے تھے کہ اے فاطمہ! معاذ کو میرا سلام پہنچا دینا اور اسے بتانا کہ وہ میری امت کے علماء کا امام ہوگا۔ حضرت معاذ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے وقت میں آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے اور سلام و پیام پہنچایا ہے۔

روزے کہ تو سلام آید! دفعہ حضرت تو پیام آید  
سلطان چہار بالش نازد در روز چناں سلام آید  
کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کفر و فجور کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سے گزرا جب اس کی نظر قبر منور اور مرقد مطہر پر پڑی اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ اس سے لوگوں نے پوچھا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ قبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں نے اس قبر کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی مجھے اس کا علم تھا لیکن خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا۔ میری ایمان و عرفان کی طرف رہنمائی کی میں نے کلمہ توحید پڑھ لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے سچا ہونے کی گواہی دی اس کے بعد اعرابی نے یہ شعر پڑھے۔

مردت علی قبر نبی محمد      نکلمنی القبر غیر متکلمہ  
وبالقبر آثار النبوت قائم      لیصدع فیہ قلب کل مسلم  
امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد اعرابی آیا اور خود کو آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ڈال دیا اور قبر سے اس نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ملی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے صدقے ہم نے سنا۔ آپ نے اللہ سے حاصل کیا اور ہم نے آپ سے آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں آیا ہے۔ اذ اظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم  
الرسول لوجد اللہ توابا۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے گناہ گار اور تباہ و درگاہ ہوں اب میں حاضر ہوا ہوں تاکہ میرے لیے بخشش طلب کریں۔ اعرابی نے یہ عرض کی تو تین مرتبہ قبر سے آواز سنی کہ تجھے بخش دیا گیا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ شیخ محمد بن

عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدوی داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سلام کیا پھر زبان سے دو شعر پڑھے۔

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظمہ  
یا طاب من طیبہن بالبقاع والاکم  
نفسی فدا من القبرانت ساکنہ  
فیہ العاف و فیہ الرجود والکرم

پھر کما جب آپ نے خود فرمایا ہے اور آپ کا ارشاد حق ہے ولو انہم اذ انظلموا لایاتر حالانکہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں آپ کے روضہ پر حاضر ہوا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھے معاف فرمادے شیخ محمد کہتے ہیں کہ جب میں نے اعرابی سے یہ بات سنی میں زیارت کر کے واپس آیا میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے مجھے فرمایا اے عتبی اس اعرابی سے ملو اور اسے بشارت دو کہ خدا تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے، میں بیدار ہو کر اعرابی کے پیچھے گیا۔ اسے مل کر اسے یہ خوشخبری سنائی کیسی اچھی ہے وہ جان جو آپ جیسے سلطان کی نوید رحمت اور امید شفاعت سے مخصوص ہو اور کسی قدر آسودہ ہے وہ جسم جو آپ کی حرم قرب میں روئے نیاز آستانہ غریب نواز پر رکھے۔

کہ بود یارب کہ رود ریشرب لبطی کنم

برکنار زرم از دل بر کشم یک زرم

یا رسول اللہ بسوئے خود مرا رہے نما

تاز فرق سرقدم سازم ز دیدہ پاکتم

شیخ محمد جنید قدس سرہ نے کہا کہ مدینہ جاتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ چھ روز تک سرگرداں رہا ساتویں روز بھوکا پیاسا مدینہ پہنچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جا کر سلام کیا میں نے کہا کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر اور بھوکا ہوں میرا کوئی نہیں ہے آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ جب میں سو گیا تو خواب میں میں نے جمال پر جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی نصف میں نے خواب میں کھالی خواب سے بیدار ہوا دوسری نصف میرے ہاتھ میں تھی مجھے یقیناً آپ کی زیارت ہوئی کہ فرمایا من رانی فی المنام نقد رانی

فان الشيطان لا يتمثل لي - اس کے بعد میں نے ندا سنی - یا ابا عبد اللہ لا یزود قبری الا غفر له وقال شفاعتی عذا - جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے گناہ معاف ہوں گے اور قیامت کو اسے میری شفاعت حاصل ہوگی وہ خوش ہو جائے گا۔

ردضہ العلماء میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنسور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری وفات کے بعد آئے گا اور مجھ پر ایک بار سلام کہے گا اس کے سلام کا جواب دس مرتبہ دوں گا اور حق تعالیٰ دس خاص فرشتوں کو بھیجیں گے جو اس پر سلام بھیجتے رہیں گے اور اگر کوئی شخص اپنے شہر، محلہ یا گھر میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے حق تعالیٰ میرے بدن میں روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اسے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کیوں خاموش ہو۔ اور اسے وصال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طالبوں کیوں جوش میں نہیں آتے اور روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سلام کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

صد سلامت میفرستم ای دریائے جود      در جواب لب کشا سے عچنہ باغ وجود  
 السلام اے آنکہ تا بر جہہ آدم ناست      نور پاکت کس نبرد از قدسیاں اور اسجود  
 السلام اے آنکہ ایوان شفاعت و زحشر      جز کلید لطف تو بر خلق نتواند کشود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ فرمایا ما من امتی له سعة لم یزانی فلیس له بعد زیوم القیمة - میری امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے رزق اور مال و اسباب میں وسعت اور کشادگی حاصل ہو اس کے باوجود میری زیارت نہ کرے قیامت کے روز اس کا کوئی عذر نہیں ہوگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرتا ہے اس پر میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ واللہ الموفق اللهم ارزقنی زیارت الکعبة الاسلام و قبر نبیک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام واسعدنی مع جمیع المؤمنین بشفاعتہ یوم القیمة یا ذا الجلال والاکرام اللهم اغفر لی ولوالدی والامتا ذی و جمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات لایحیاء منهم والایحیوات انک مجیب الدعوات ومنزل البرکات پر حمتک یا ارحم الراحمین

صنعت سماع کرمین کا فضائل سننے والوں کے لئے آسان

دورین نام بکت آقران نسخہ دین ایمان گنجینہ جو اہر تقیان خزینہ لالی اخلاق سید اللہ اللہ جان نینہ  
مکارم حالات نام پیغمبران صحیفہ حی سن عاوات سرور عالمیان علیہ علیہ الصلوٰۃ و التحیہ



مصنفہ علامہ جلیل فیہامہ نبیل قدوۃ المحققین زبدۃ المتقین محدث کامل مندرجہ اصحاب حالات  
معنوی مولانا ملکین کاشفی قدس سرہ بجن الاخری بابہ تمام قاضی عبدالکریم البرہن جو قاضی زجر جمہ صا

مطبع گری گری می می واقع بمبئی مطبع سع کرید

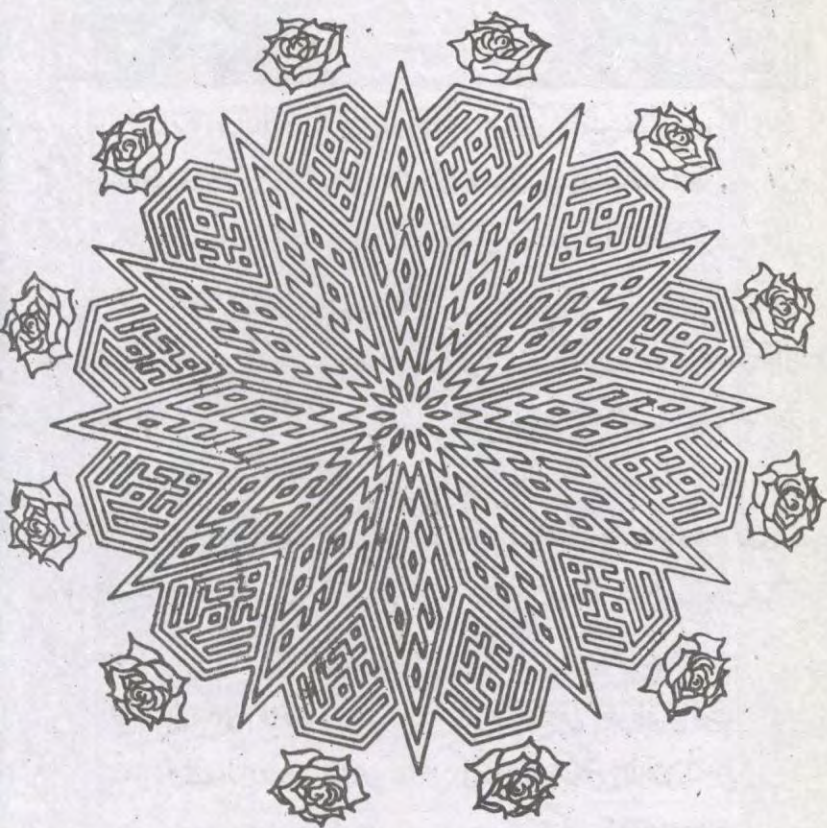
# تمم معارج النبوة فی مدارج الصوة

## معجزاتِ رسولِ مختار

تارینِ کرام! اللہ تعالیٰ آپ کو نورِ ایمان اور نورِ احسان کی دولت سے نوازے۔ کائنات کی ایجاد کا اصل مقصد معرفتِ الہیہ اور اُس کی اتباع و اطاعت ہے و ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون۔ چونکہ ہدایت و اطاعتِ خداوندی کو مخلوق تک پہنچانا ضروری تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ بنی نوع انسان میں سے ایک ایسی جماعت کو منتخب فرمایا جو صلاح و تقویٰ، دیانت و امانت، پاکیزگیِ سیرت، حُسنِ اخلاق، خوش خلقی اور خوش خلقی، اولوالعزمی، صدقِ مقالی، حسنِ افعالی، برگزیدگیِ نسب، پاکیزگیِ حسب، کمالِ عقل اور اوصافِ فصاحت سے آراستہ اور پیراستہ تھی۔ ان برگزیدہ انسانوں کو خلعتِ نبوت سے مزین فرمایا، مسندِ رسالت پر بٹھایا اور ان اُمّتیوں کو اُن کی اتباع کے لیے تیار فرمایا۔ چونکہ نبوت کا منصب بلند تھا، اسے عقلیات، علامات، دلائل براہین اور معجزات سے موید و موکد فرمادیا۔ ان معجزات کی روشنی سے حرمِ سرائے نبوت چھوٹے مدعیوں سے خالی ہو گئی۔

در حرم انس کسی راہ یافت  
کز نظر قدس نظر گاہ یافت  
ہر کہ تہی باشد از اوصاف قدس  
کی زند اندر حرمش لان انس  
کز خودہ اوصاف طبیعت جد است  
در حرم عشق کسی آشناست

چونکہ خوارقِ عادات کے فہم سے انسان کا ذہن ہمیشہ قاصر رہا ہے مثلاً خلیل اللہ کے لیے آگ کا ٹھنڈا ہوجانا، کلیم اللہ کے لیے عصا کا اُڑ دیا بن جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردہ زندہ کرنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارہ انگشت سے چاند کا سینہ شق ہونا وغیرہ وغیرہ جیسے مافوقِ العقل امور دُعا ہوئے ہیں۔ ان معجزات و خوارق کی وجہ سے ہم یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے خاص بندوں میں سے تھے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔



اگر کوئی ملحد یا بے دین اعتراض کرتا ہے کہ ایسی چیزیں تو جادو گروں سے بھی رونما ہوتی رہی ہیں تو ہمارا جواب یہی ہوگا کہ ہاں! ایسی چیزیں جادو گروں سے ضرور ظاہر ہوئی ہیں لیکن ان شعبوں کے سمجھنے سے تمام دنیا کی عقلیں قاصر اور عاجز نہیں ہوتیں۔ فرعون انسانی تاریخ میں اپنے جادو سے مشہور اور کامل ترین مانا گیا ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے: وجاؤا بسحر عظیم اس کے جادوگر بڑا عجیب و غریب جادو لے کر آئے۔ لیکن یہ عظیم جادوگر ان امور کے باوجود عصا موسوی کے سامنے ٹکست کھا گئے۔ ان جادو گروں کا کمال یہی تھا کہ وہ ان تمام حیران کن چیزوں کو صرف اپنے جادو کے زور سے ظاہر کرتے تھے لیکن جادو کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کی کوئی حیثیت نہ رہتی تھی اور ان کے اثرات مٹ جاتے تھے لیکن معجزات جسے انبیاء کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا آج تک ان کے اثرات مٹاتے نہیں جاسکے۔ یہ ابدی اور ازلی چیزیں ہیں۔

ساحرانِ موسیٰ زاستیزہ را  
برگرفتہ چوں عصامی او عصا  
زین عصا تا آن عصا فرقیست زرف  
زین عمل تا آن عمل راہ شگرت  
لعنة اللہ ایں عمل را در قف  
رحمة اللہ ایں عمل را در وفا

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے تک کسی جادوگر نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جن لوگوں نے حضور کے بعد دعویٰ نبوت کیا ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں تھا۔ ان کے متعلق تو حضور علیہ السلام نے فرما دیا تھا: لا نبی بعدی و ختم نبی النبیون۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میں نبیوں کی نبوت ختم کرنے آیا ہوں۔ بایں ہمہ جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا ان کی تکذیب ہوتی رہی اور ان کے دعویٰ کو باطل قرار دیا جاتا رہا۔ ان دعویٰ داروں کا جھوٹ اور بطلان ظاہر ہوتا گیا وہ ذلیل و خوار ہو کر ہلاک ہوئے۔ مگر ایسے خوارق و عادات کے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوے کیے۔ دشمنوں کی کوششوں کے باوجود ان کے نورِ نبوت کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ اور ان ضیاءوں کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کے باوجود ان حضرات کے کمالات و معجزات کو شہرت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یریدون لیطفونورا للہ بافواہم  
یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو ہم اپنی

واللہ متقدّموسمّ ولو کرہ  
الکافرون -

چھونکوں سے ختم کر دیں لیکن تو اپنے نور کو نور کمال  
کی حیثیت سے سامنے لائے گا خواہ یہ بات کافروں  
کو ناگوار ہی ہو۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دجال کو یہ طاقت ہوگی کہ وہ جسے چاہے ہلاک کرے گا اور جسے چاہے  
زندہ رکھے گا۔ یہ ایسا جادو ہے کہ جو انبیاء کے معجزات کے مشابہ ہے۔ ہم اس کا جواب یہ  
دیں گے کہ اس میں بھی اشتباہ ہے، نقلاً بھی اور عقلاً بھی۔ نقلاً تو یوں ہے کہ حضور علیہ السلام  
نے فرمایا: زندگی اور موت دجال کے قبضہ اختیار میں نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے  
اسے بعض خرق عادات دی ہیں، اس کے قبضہ اختیار میں موت اور زندگی کے اختیارات نہ  
ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ اگر کسی کو ایک بار قتل کر دے گا تو اسے زندہ کرنے کے اختیار میں  
نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ کسی ایک کو ایک بار زندہ کر لے گا تو پھر اسے قتل کرنے پر قادر نہیں  
ہو سکے گا۔ اندر میں حال وہ قتل و اجیاء پر مکمل اختیارات سے محروم ہوگا۔

عقلی طور پر ہم اسے یوں بیان کریں گے کہ وہ ان اختیاراتِ وقتی کے باوجود دعویٰ پیغمبری  
نہیں کریگا لیکن دعویٰ خدائی کرے گا۔ اس دعویٰ میں اس کی دروغ گوئی ثابت ہو جاتی ہے کہ  
وہ ایک مجسم ہے، محدود ہے، بھینکا ہے اور پھر گڑا بھی۔ یہ تعارض ایک خدا اور خالق میں  
نہیں پائے جاسکتے۔

خوارق عادات کا ظہور بعض ناقص اشیاء کے جمع ہونے پر شیطاں سے بھی ہو جاتا ہے  
مگر معجزہ ہمیشہ کامل اوصاف سے ظاہر ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہوتا۔  
بعض اوقات ملائکہ کا اثر اس کمال کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی اثر سے معجزات رونما ہوتے  
ہیں۔ یہی معجزات صاحبِ معجزہ کی دلیل قرار پاتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ  
معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور کرامت میں اخفاء ضروری ہے۔ معجزے اور کرامت میں اتنا فرق  
ہے جتنا نبی اور ولی میں۔ یعنی ولایت کے لیے اخفاء اور ستر ضروری ہے مگر نبوت کا ظاہر کرنا  
ضروری ہے "اولیائی تحت قبائی" اور نبوت کے لیے حکم ہوتا ہے:

ادع الی سبیل ربک بال حکمتہ  
لوگوں کو اپنے اللہ کی طرف حکمت و



والموعظة الحسنة و جاد لهم  
 بالتي هي احسن -  
 مغفط سے بلایا کرو اور ان کے سے اچھے طریقے سے جہد و جہد کرو۔

چنانچہ نبوت کے بعد معجزے کا اظہار صداقت انبیاء کی نشانی ہے۔

علمائے معجزے کی تعریف یوں کی ہے: المعجزة عبارة ان اظهار قدسمة سبحانه

وتعالى وحكمته على نبي مرسل بين امته بحيث يعجز اهل عصره عن ايراد مثلها۔

یعنی معجزہ قدرتِ خداوندی کا اظہار اور اُس کی حکمت کی انبیاء کے کرام پر وضاحت ہے تاکہ وہ اپنی امت اور اپنے اہل زمانہ کو اُس کے اظہار سے عقلی طور پر عاجز کر دے۔ ایسا کرنے سے

تمام لوگ عاجز و قاصر ہوں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار

فرمایا اور اللہ کی حکمت لائق تہا ہی کو واضح کیا۔ اس کے متعلق بزرگانِ دین نے لکھا ہے: چونکہ

نفوسِ ناطقہ کو قوتِ استفادہ عالمِ ملکوت سے میسر ہوتی ہے۔ سیرت کی پاکیزگی اور صفائی جسم

کی وجہ سے حقائق و علومِ الہیہ کے انوار کا محقق و وارث ہوتے ہیں۔ ان جزئیات و کلیات کے

انعکاس سے معجزات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ علم و عمل کے طریقوں سے ظاہر ہوتے

رہتے ہیں۔ اہل عصر اور اہل دہر کی عقلیں ان کے ادراک و ایقان سے عاجز ہوتی ہیں۔ جن

لوگوں کو ایمانی ضیاء کا حصہ ملا ہے وہ معجزات کے اقرار کرنے یا اُسے برحق تسلیم کر لینے میں تامل

نہیں کرتے مگر شرفِ خداوندی سے بعد اور اختلافات کی وجہ سے اکثر لوگ انکار کرنے پر آمادہ

ہو جاتے ہیں اور معجزہ کو سحر اور جادو سے امتیاز نہیں کر سکتے اور صاحبِ معجزہ کو بھی جادو گر

اور ساحر کہہ اُٹھتے ہیں اور اُن کے ایذا اور قتل پر آمادہ ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اس

مضمون کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے: واذ يَمْكُرُكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ

او يَقْتُلُوكَ اَوْ يَخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ۔ حقیقت یہ ہے کہ

امور شرعیہ کی تصدیق اور قبولیت تو صرف امور شرعیہ کی روشنی میں ہی ہو سکتی ہے کیوں کہ

ہماری طبعی نگاہیں بسا اوقات شرعی رموز و اسرار کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اسی طرح

شرعیات کی روشنی میں ہی معجزات کی تصحیح ہو سکتی ہے۔ جس طرح آفتاب کو دیکھنے کے لیے

آفتاب کی روشنی ضروری ہے اسی طرح شرع کی نورانیت کو شرع کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اور معجزات انبیاء اسی نور سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

خوش بود خاصہ ناگہاں دیدن	روی جانان بچشم جان دیدن
روی او ہم با تو اں دیدن	بوی او ہم با تو اں دریافت
در رخ او یگان یگان دیدن	می تو اں ہر چہ بود و ہست و بود
توانی ہمہ جہاں دیدن	خود گرفتہ کہ در صفای رخس
اندر آئینہ جہاں دیدن	گر ہمہ اوست ہر چہ ہست یقین
می توانی بچشم جان دیدن	جان و جانان و دین و دین

یہ جاننا ضروری ہے کہ معجزات بھی انبیاء کی قدر و منزلت کے مطابق ہوتے ہیں۔ بعض اعلیٰ درجے پر پہنچ کر اعلیٰ معجزات کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض انبیاء سے بہت سے معجزات رونما ہوتے ہیں مگر بعض کے ہاں بہت کم معجزات دیکھنے میں آئے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ تمام انبیاء سے بلند تھا۔ آپ کے معجزات کی بلندی اور کثرت بھی اسی طرح تھی۔ ان معجزات کی تعداد حساب و کتاب سے باہر ہے اور آج تک ان معجزات کا شمار ممکن نہیں ہو سکا البتہ اکثر معجزات کو عقلی اور حسی معجزات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حسی تین قسم کے ہیں۔ بعض صفاقی ہیں، بعض خارجی ہیں اور بعض باطنی۔ ہم اپنی کتاب کو صرف حسی اور عقلی معجزات کے بیان تک محدود رکھیں گے۔

## معجزات عقلیہ

عقلی معجزات کو ہم چھ اقسام پر تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ معجزات بیان کیے جائینگے جنہیں ایک عقلمند انسان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک، اطوار اور کردار کو عقل کے پیمانے سے ناپے گا تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا وجود اطہر اتنا لطیف عناصر سے مرکب ہے کہ وہ جہالت کے ظلمت کہہ میں ایک روشن چراغ کی طرح جگمگا رہا ہے۔ مشرکین اور کفار کے درمیان نشوونما پاتا ہے۔ پھر آپ کو کسی عالم و فاضل کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ کسی ایسے سفر میں اربابِ علم و ادراک کے ساتھ شریکِ سفر نہیں ہوتا صرف دوبار سفر کرتا ہے۔ شام کے سفر میں کسی علم و دانش کے اکتساب کا موقعہ نہیں ملتا، زمانہ کسی عالم یا معلم سے مجلس نہیں رہتی۔ کسی حکیم سے علم و حکمت کے الفاظ نہیں سنے جاتے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب نہ نہیں کیا جاتا۔ باہر معرفتِ ذات و صفات اور علومِ افعال و اسماء کے اس رتبہ کمال کو پہنچتا ہے کہ روئے زمین کے تمام حکماء، علماء اور فضلاء کمالِ عقل و حکمت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے گئے۔ انہوں نے حضور کی گفتگو میں ہم و حکمت کی وہ ساری خوبیاں پائیں جو انھیں کہیں سے نہ مل سکی تھیں۔ زمانہ بھر کے عقلا اور حکمائے تسلیم کیا کہ قرآنِ پاک کی تعلیم سے بڑھ کر دلائل اور مسائل کی وضاحت کے استدلال کہیں نہیں مل سکتے۔ علماءِ اہل کتاب، فن تواریخ کے ماہرین، حساب کے دقیق مسائل کے حل کرنے والوں اور مختلف انداز سے سوالات کرنے والوں نے امتحان کر کے دیکھ لیا کہ آپ ہر سوال کے جواب میں درست اور صحیح تھے۔ آپ نے جو کچھ جواب دیئے اور جو کچھ بھی بیان فرمایا، تمام عقل و نقل کے عین مطابق تھا۔ آپ کے اقوال و احادیث کا ایک بے پندہ

ذخیرہ موجود ہے۔ آج تک دنیا کے عقلمند اسے عقل کے معیار سے کتر نہیں پاسکے۔ اندر میں حالات یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ تمام چیزیں تعلیم الہی اور ہدایت ربانی کی عطا کردہ ہیں اور یہی عقلی دلیل اس بات پر ایمان لانے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو معرفت نبوت اور صدق رسالت سے نوازا تھا اور آپ عقلِ کل کی حیثیت سے کائنات ارضی پر تشریف فرما ہے

وما کنتم تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بسمینک اذا لاریتاب البطلون۔

حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا :

اے عربی نسب اُمّی لقب بندہ تو ہم عمجم وہم عرب

تین عرب زن کہ فصاحت تراست صیدِ عمجم کن کہ ملاحظت تراست

گر قلم غالب سانیستی یا بخط انگشت نما نیستی

صبح تو دود چیراغے مدار باغ تو گویاے کلاغی مدار

چوں ز تو خوانند و نویسند ہم گر تو سخوانی تنویسی چہ غم

از تو سیر راست سفیدی امید بہ کہ سیاہی نہ نہی برسغید

خواندنت بس کہ سخن رانده دور روان را بخند خوانده

گوش جہان گاہ خدا خوانیت درج گہر شد ز سخن رانیت

گر شبہ ماندہ ازیں درج دور با شرمی ندہد ازیں برج نور

زاں ز سد نہمت ازیں درج را زیں ز سد ظلمت آن برج را

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ بعثت اور رسالت سے

پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسے مسائل اور دلائل بیان نہیں کیے تھے۔ نبوت

اور رسالت کے اسرار و رموز کا کبھی بیان نہیں فرمایا تھا۔ اگر رسالت و بعثت سے پہلے آپ

اس قسم کی گفتگو فرمانے کے عادی ہوتے تو مخالفین کو رسالت کے اعلان کے بعد شور و غل

کرنے کا موقعہ ملتا اور وہ کہتے کہ آپ ساری عمر اس قسم کی گفتگو کی تربیت و تعلیم حاصل

کرتے رہے ہیں۔ اپنے وقت عزیز کو اس قسم کی سورتیں اور آیات کے ازبر کرنے میں وقف

کیا ہوا تھا اور اب آپ بدرجہ کمال ایسی سورتوں اور کلام کو بیان کرنے میں مشاق ہو گئے ہیں۔

چنانچہ جن لوگوں نے آپ کی زندگی کے چالیس سال کا قریب ہو کر مطالعہ کیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ آپ نے کبھی نہ ایسا دعویٰ کیا نہ ہی ایسی گفتگو کا اظہار فرمایا تھا۔ ناگاہ بعثت کے بعد آپ کی زبان سے ایسے کلمات اور آیات بیان ہونے لگیں جن کی فصاحت و بلاغت پر اولین و آخرین حیران و ششدر رہ گئے اور ان آیات کے مقابلہ میں آج تک ایک آیت نہ لاسکے۔ آج نو سو سال گزر رہے ہیں (مولف نے نویں صدی ہجری میں کتاب لکھی تھی) کہ عجم کے فضلا اور عرب کے فصحاء ان آیات بلیات پر غور و تامل کر رہے ہیں اور اپنی فصاحت و بلاغت کو ان آیات کی کسوٹی پر رکھے ہوئے ہیں لیکن ان آیات کا معارضہ پوری قوت فصاحت کے باوجود اپنے امکان سے بالا پاتے ہیں۔ یہی بات اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے منہ سے بعثت کے بعد نکلنے والی باتیں ملک عظام جل ذکرہ کی طرف سے ہیں اور آپ کی ذات گرامی ایک وحی الہی کی وساطت سے آرہی ہیں۔ یہی بات آپ کی نبوت و رسالت کی صداقت پر بُرہانِ قاطعہ اور دلیلِ سا طحہ ہے۔

آپ کے معجزات پر تیسری عقلی دلیل یہ ہے کہ رسالت کے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے لاتعداد ملامت اور بے انتہا مشقت برداشت کی۔ کفار کی اذیتیں اور اشرار کی شرارتیں قبول کیں۔ مشرکین کے رُوسا اور زعمائے بعض اوقات سختی اور بسا اوقات نرمی سے آپ کو پیغامِ حق سے روکا مگر آپ کلہ سچی کہنے سے باز نہ آئے۔ دنیا کی آسائش، جاہ و منال اور آرام و سہولت کا کبھی خیال نہ کیا بلکہ صبر و تحمل فرماتے رہے۔ تبلیغی راستوں میں نہ تو کبھی قصور و فتور واقع ہوا۔ نہ آپ کے ہذب و جوش میں کبھی کوتاہی واقع ہوئی۔ ہزاروں دشمنانِ جان کے درمیان یکہ و تنہا ثابت قدم رہے۔ قتل، جنگ اور مصائب کے سامنے سپر انداز نہ ہوئے۔ آخر کار اللہ کی نصرت اور تائیدِ خداوندی سے تمام دشمنوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔ یہ فوقیت تمام مشرق و مغرب پر ثابت ہو گئی اور تمام کائنات آپ کے فرمان کے سامنے جھک گئی۔ آپ کا دین آفاق و اکناف میں پھیل گیا۔ آپ کی امت اور تبعین دنیا بھر میں پھیل گئے۔ آپ کی رسالت اور کمالات کے جھنڈے آسمان کی بلندیوں پر لہرانے لگے۔ ان کمالات کے باوجود آپ نے

نہ کبھی غرور سے سر اُونچا کیا نہ تکبر کا اظہار فرمایا بلکہ تواضع و انکساری میں کمال حاصل کیا۔ ہمیشہ آخرت کی بہتری کی کوشش کی۔

## معجزاتِ عقلیہ

عقلی معجزات کی پختی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے دلائل اور شواہد سابقہ الہامی کتابوں زبور، تورات، انجیل اور دوسرے صحافت میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ دلائل منکرانِ نبوت نے بھی پڑھے تھے چنانچہ حضور علیہ السلام قرآن کے الفاظ میں ان اوصاف اور مناقب کو مخالفین کے سامنے بیان فرماتے تو کفار اور یہود ذاتی عناد اور تکبر کی وجہ سے آپ کی تصدیق تو نہ کرتے لیکن ان اوصاف کو آپ میں دیکھ کر انکارِ کمالات نہ کر سکتے تھے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا: الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التورۃ والانجیل (جن لوگوں نے نبی امی کی اتباع کی اُنھوں نے تورات و انجیل میں آپ کے اوصاف کو لکھا ہوا پایا تھا) و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلو (وہ ایک رسول کی بشارت دیتے ہیں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا اسم گرامی احمد ہوگا) یا اهل الکتاب لہ تکفرون بایات اللہ وانتم تشہدون (اے اہل کتاب ان آیات الہی سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود اُن کی شہادت دینے والے ہو) الذین اتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن پاک میں ملتی ہیں چنانچہ یہود و نصاریٰ کو آپ کے اوصاف سے انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ آپ کے دعوے ایسے ہی براہین و دلائل سے مستند تھے لیکن یہودی اپنے حسد کی بنا پر اُنھیں قبول کرنے سے محروم رہے۔ نصاریٰ تکبر اور یہودیوں کے طعنوں کے ڈر سے تصدیق سے قاصر رہے۔ لیکن مباہلہ کے اعلان کے وقت سامنے آنے سے گریز کرتے رہے۔

معجزاتِ عقلیہ کی پانچویں دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دُعائیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اگرچہ ایسی مقبول بارگاہِ خداوندی دُعائیں حد و حساب سے باہر ہیں تاہم چند

واقعات کا ذکر کرنا مناسب ہے جو ان دعاؤں کے نتیجہ پر رونما ہوئے۔

قریش مکہ اپنے مال و مویشی کی کثرت اور زندگی کی دیگر آسائشوں کی فراوانی کی وجہ سے مغرور ہو چکے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں پیش پیش تھے۔ حضور نے فرمایا: اللہم اشد دوطائک علی مصر و اجعل علیہم سنین کسینی یوسف۔ تو اللہ تعالیٰ نے عرب میں کئی سال تک بارش بند کر دی جس سے کھیتیاں ویران ہو گئیں، باغات خشک ہو گئے، تجارت میں خسارہ ہونے لگا، مویشی ہلاک ہونے لگے، جانیں ضائع ہونے لگیں، خشک سالی نے پوری شدت اختیار کر لی اور عرب کے تمام قبائل اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہو گئے۔ آخر کار عاجز آ کر حضور کی بارگاہِ بکیم پناہ میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ آپ ہماری خوشحالی کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ بادل گھر آئے اور اتنی تیز بارش ہونے لگی جیسے آسمان سے نہریں ٹوٹ پڑی ہوں۔ اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ تنگ آ گئے۔ پھر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دعا کی التجا کی۔ آپ نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور کہا اللہم حوالینا ولاعلینا اللہم علی الجبال و بطون الادویۃ اے اللہ! بادلوں کو ہم پر برسنے کی بجائے ارد گرد برسنے کا حکم دے۔ اے اللہ! یہ پہاڑوں پر برسیں اور وادیِ بطنج سے چھٹ جائیں۔ بارش رگ گئی اور شہر کے ارد گرد برسنے لگی اور شہر میں ایک قطرہ بھی نہ برستا تھا۔

آپ نے خسرو پرویز کے متعلق فرمایا تھا: اللہم مزق ملکہ کما مزق کتابی۔ اے اللہ! پرویز کے ملک کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے جس طرح اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ عقبہ بن ابی لہب کے متعلق آپ نے فرمایا: اللہم سلط علیہ کلب من کلابک۔ اے اللہ! عقبہ پر اپنے کتوں سے ایک کتا مسلط فرما۔ اسے ایک شیر نے چیر پھاڑ دیا تھا۔ اس واقعہ کو اپنے مقام پر تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ایک بار حضرت ابوطالب بیمار ہو گئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے صحت کی التجا کی گئی۔ آپ نے شفا کی دعا فرمائی۔ اسی وقت صحت یاب ہو گئے تو حضرت ابوطالب نے متعجب ہو کر فرمایا: ان معبودک یطیعک کیا آپ کا خدا آپ کی اتنی ماننا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر آپ بھی میرے اللہ کی

اطاعت قبول کر لیں تو آپ کی بات بھی اتنی ہی مانی جائے گی۔“

ایک بار حضرت علی ابن ابی طالب عین کو جا رہے تھے۔ آپ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! مجھے توفیصلے کرنے نہیں آتے۔ آپ نے دست مبارک حضرت علی کے سینہ پر پھیرا اور دعا فرمائی: اللہم اهد قلبہ وسدد لسانہ۔ اے اللہ! علی کے دل کو ہدایت یافتہ بنا دے اور اس کی زبان کو حق گوئی عطا فرما دے؛ حضرت علی فرماتے ہیں: اس دن کے بعد مجھے کسی معاملہ میں تردد نہیں ہوا اور کسی فیصلے میں شک و شبہ نہیں گزرا۔ ہر بات کی حقیقت واضح ہو جایا کرتی تھی۔ ایک بار آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی: اللہم علمہ الحکمۃ و تاویل القرآن۔ اے اللہ! اسے حکمت اور تاویل قرآن کی نعمت عطا فرما۔ اسی دعا کی برکت سے آپ کا لقب تبارک و تعالیٰ مفسر ان قرآن قرار پایا تھا۔ ایک بار حضرت انس بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ایک لوٹا پیش کیا تو آپ نے ان کے لیے چار دعائیں فرمائیں: اللہم اکثر صالحہ و ولدہ و اطل عمرہ و اغفر لہ۔ اے اللہ! انس کے مال کو کثرت دے، انس کی اولاد زیادہ ہو، انس کی عمر لمبی ہو، انس کی مغفرت فرما۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی ہزار جریب زمین دی۔ میرے باغ اور کھجوریں سال میں دو دو بار پھل دیتیں، میری اولاد کا یہ عالم تھا کہ میری زندگی میں ہی میرے پاس ایک سو بیس بیٹے اور پینتالیس لڑکیاں تھیں۔ عمر کی درازی کا یہ عالم تھا کہ آج ایک سو تیرو سال عمر ہو چکی ہے ہاں دعائے مغفرت کی قبولیت ابھی باقی ہے۔

ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس کی آخری عمر میں موت سے پہلے آپ نے فرمایا: اے اللہ! اپنے حبیب پاک کی چار دعاؤں میں سے تو نے تین کو قبول فرمایا ہے مجھے پتہ نہیں کہ چوتھی دعائے مغفرت کے بارے میں کیا ہوگا۔ اس کے گھر کے ایک گوشے سے آواز آئی، ان تین دعاؤں کو میں نے قبول کر لیا ہے تو چوتھی کو بھی رو نہیں کروں گا۔ فکر نہ کرو تمہاری مغفرت یقینی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی دعائیں حساب و شمار سے باہر ہیں۔ بعض دعاؤں



تاج کو اسی کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے اور بعض معجزاتِ حسی کے بیان میں پیش کی جاتی ہیں۔ کتابوں میں ہزاروں حوالے لکھے ہیں ان میں سے ایک واقعہ مزید نقل کیا جاتا ہے:

ایک دن امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم کی زیارت کو گئے۔ آنحضرت بڑے شہاش بلباش تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی پاس ہی تھیں، آپ نے اپنی بیٹی عائشہ کو فرمایا: بیٹی! سرکارِ دو عالم آپ پر بہت خوش ہیں۔ اپنے لیے کوئی دُعا مانگو۔ حضرت عائشہ نے حسب الارشاد سرکارِ دو عالم سے التجائے دُعا کی تو آپ نے فرمایا: غفر الله لك يا عائشة ما قدمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت۔ اسے عائشہ اللہ تعالیٰ تیری سابقہ اور آئندہ کوتاہیوں کی مغفرت فرمائے، اعلانید اور خفیہ خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اس دُعا کو سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق بڑے خوش ہوئے آپ نے فرمایا: ابوبکر! تم عائشہ کے حق میں کی گئی دُعا پر اس قدر اظہارِ مسرت کر رہے ہو۔ آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں کیونکر اظہارِ مسرت نہ کروں جبکہ آپ نے میری بیٹی کی تمام و کمال مغفرت کے لیے دُعا کی ہے۔ اس رحمت و مغفرت پر جس قدر فخر و مباہات کروں، کم ہے۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کی دُعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدیق! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں ہر رات اپنی اُمت کے مرد اور عورت کے لیے ایسی ہی دُعا کرتا ہوں۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شبِ معراج کو سرکارِ دو عالم نے تمام سعادتیں اپنی اُمت کے لیے مانگی تھیں اور تمام کمزوریاں اُمت سے دُور رکھنے کی دُعا کی تھی اور یہ دونوں خواہشیں پوری کر دی گئی تھیں۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضور کی کوئی بھی دُعا رد نہیں ہوتی اور جہاں مشیتِ ایزدی قبول کرنے پر تیار نہ ہوتی وہاں حضور کو پہلے ہی فرما دیا جاتا تھا تاکہ آپ اس التجا کو بارگاہِ الہی میں پیش ہی نہ کریں۔ استغفر لهم اولاً تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم۔ آپ ان مشرکین کے لیے مغفرت چاہیں یا نہ چاہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر آپ ستر بار بھی مغفرت چاہیں گے تو انھیں ہرگز نہیں بخشا جاتے گا۔ جہاں قبولیت کی بات ہوتی تو بلا فرما دیا جاتا تھا استغفر لذنبتك والمؤمنين والمؤمنات۔

آپ مومن مرد اور مومن عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت مانگیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: اٰمَنَ  
 اِن نَاصِرِ حَبِيبٍ بِاسْتِغْفَارِ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَهُوَ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى لَآ يَغْفِرُ لِمَنْ  
 اِنْ اٰيَاتِ قُرْآنِيٍّ كَيْفَ بَيَانِ كَرْنِ سَے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت بھی معجزاتِ نبویہ میں  
 سے ہے۔ ایک عقلمند انسان جب اس بات پر غور کرتا ہے تو اسے حضور کی اس کامیابی اور  
 مقبولیت پر یقین کرتے ہوئے نبوت و رسالت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اسے کسی شبہ کی گنجائش  
 باقی نہیں رہتی کہ حضور خدا کے کتنے مقبول رسول ہیں۔

معجزاتِ عقلیہ کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بے شمار امورِ غیبیہ  
 پر مطلع کیا تھا۔ بعض واقعات گزشتہ زمانے سے تعلق رکھتے تھے بعض مستقبل سے۔ گزشتہ  
 زمانے سے متعلق واقعات ایسے ہیں جن میں سابقہ انبیاء کے حالات اور سابقہ اُمتوں کے واقعات  
 پاتے جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ایسے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ واقعات  
 کسی دوسری الہامی کتاب میں نہیں ملتے کہ ان کی مدد سے بیان کیے جاسکیں۔ پھر یہ ایسے  
 واقعات تھے جن کی صداقت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا اور ہر ایک نے ان واقعات کی  
 تصدیق ہی کی۔ مستقبل کے حالات اور واقعات کو جس انداز سے قرآن نے پیش کیا تھا ویسے  
 ہی رونما ہوتے رہے۔ اذِیْعَدُكَ اللّٰهُ اَحَدًا الطَّائِفِيْنَ اِنْهَآ لَكُمْ۔ چنانچہ ایسا ہی رونما  
 ہوا تھا۔ پھر اَلَمْ غَلِبَتِ الرُّومُ فِیْ اَدْنٰی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلْبِهِمْ سِیَغْلِبُوْنَ فِیْ بَعْضِ  
 سِنِيْنَ۔ میں بھی رومی اقوام کے حالات کو صحیح صحیح بیان فرما دیا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا  
 کی بشارت کے بعد آپ کو وہ فتح نصیب ہوئی جس کا ذکر تھا۔

اِن الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَوَادِعُ اِلٰی مَعَادِ اللّٰهِ كَے اس وعدہ کے مطابق مکہ میں  
 واپس لایا گیا پھر لیظہرۃً عَلٰی الدِّیْنِ كُلِّہٖ تمام ادویانِ عالم پر اسلام غالب رہا۔ اِذَا  
 جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحِ وَسَاۤءِیْتُ النَّاسِ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ لوگوں کو فوج در  
 فوج دینِ اسلام میں داخل ہوتے دیکھا گیا۔ اس قسم کے واقعات جن میں مستقبل کی  
 بشارتیں تھیں قرآن پاک میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔

پھر اکثر واقعات ایسے ہیں جو سرکارِ رُوحِ عالم کی زبان سے وارد ہوئے اور وہ واقعات

ویسے ہی رونما ہوئے جیسے بیان فرماتے گئے تھے رویت الارض ما سأت مشرقہا و  
 مغربہا وسیبلہ ملک امتی ماروی الی منہا۔ زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا گیا اور مشرق و  
 مغرب کو میرے سامنے لایا گیا۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ میری امت کے ملک کی سرحدیں  
 وہاں تک پہنچیں گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ فلاں کاتب وحی جو مرتد  
 ہو گیا ہے اور مشرکین سے مل گیا ہے اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس بیان  
 کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طلحہ سے سنا تھا کہ میں اس مقام پر پہنچا جہاں وہ شخص مراڑا تھا  
 اور جتنی بار اسے دفن کیا گیا، زمین اسے قبول نہ کرتی تھی۔ پھر آپ نے اہلبیت کے متعلق تمام  
 واقعات کو بیان فرمادیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے متعلق اطلاع دے دی تھی  
 اشقی الناس عاقر الناقة والذی تخصبت ہذہ من ہذا۔ یعنی بدبخت ترین انسان  
 دو ہیں؛ ایک وہ جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کی نسب کاٹ دی تھیں، دوسرا وہ جس نے  
 حضرت علی کو زخمی کیا تھا اور جس سے آپ کی وارسی خون آلود ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی شہادت اسی طریقے سے ہوئی تھی جس طرح حضور اکرم نے فرمایا تھا۔ ایک بار فرمایا؛  
 حضرت عثمان کو اس وقت شہید کر دیا جائے گا جبکہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوں گے۔  
 فرمایا؛ سیقطر دمہ علی قولہ فسیکفیکہم اللہ وھو السمیم العظیم۔ یعنی شہادت عثمان  
 اس آیت پر ہوگی۔ تماریا سر کے متعلق فرمادیا تھا کہ آپ کو باغیوں کی ایک جماعت شہید  
 کرے گی۔ چنانچہ انھیں حضرت معاویہ کے ایک باغی گروہ نے شہید کر دیا تھا۔ ایک حدیث  
 میں فرمایا؛ الفتنۃ لا تظہر مادام عمرت حیا۔ جب تک حضرت عمر زندہ ہیں کوئی فتنہ ظاہر  
 نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام کی جماعت موجود تھی جس میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے۔  
 حضرت خذیفہ اور حضرت سمہ بن جندب رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا؛ آپ لوگوں میں سے جو سب سے آخر فوت ہوگا اس کی موت آگ سے ہوگی۔ چنانچہ  
 حضرت سمہ آخرین صحابی تھے جو موت سے پہلے نہایت ضعیف اور کمزور ہو گئے۔ ایک دن آگ  
 جلا رہے تھے کہ آپ کے کپڑوں کو آگ لگ گئی جس سے آپ فوت ہو گئے۔ حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا؛ اسرع اندراجی لحو قالی اطولہن یداً۔ میری ازواج میں سے جو سب سے

پہلے مجھے ملے گی۔ اس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کشاہدت  
 تھیں یعنی سخی اور فیاض تھیں۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے فوت ہوئیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ  
 کی شہادت کے بارے میں اطلاع دی تھی آپ خاکِ کربلا کی ایک مٹھی لاتے۔ فرمایا: میرے  
 حسین کی شہادت اس مٹی پر ہوگی۔ پھر فرمایا: میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ چنانچہ  
 خلفائے راشدین کا عہدِ خلافت صرف تیس سال ہی رہا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ایسے ہیں  
 جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اطلاع دے دی تھی اور وہ بالکل درست ثابت  
 ہوتے۔ اربابِ عقل و دانش کے ضمیر پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ایسی باتیں لوازمِ نبوت اور  
 خصائصِ رسالت سے ہی ہوتی ہیں۔ وہ خوارقِ عادات جو سحر، شعبہ اور کنایت سے رونما  
 ہوتے ہیں۔ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ سچے واقعات سے دور کا بھی واسطہ  
 نہیں ہے۔

## معجزاتِ حسیہ

ذاتی — صفاتی — خارجی

ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کو جو آپ کی ذاتِ اقدس، جسمِ اطہر سے رونما ہوتے، بیان کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد نہ اڑوں نہیں لاکھوں تک ہے مگر اس خلاصہ موجودات اور ذبذہ مخلوقات کے تمام معجزات کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ اندریں حالات ہم صرف چند ایک پر اکتفا کریں گے۔ بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ از سر تا قدم آپ کا کوئی عضو نہیں تھا جو معجزات سے خالی ہو۔

سر مبارک آپ کے معجزات سے ایک یہ ہے کہ ساری زندگی میں ایک پرندہ بھی آپ کے سر کے اوپر سے نہیں گزرا۔ جب کبھی کوئی پرندہ اڑتا ہوا آتا، فوراً رخ پھیر کر ایک طرف سے گزرتا۔ دھوپ کی شدت کے موقع پر آپ کے سر پر بادل کا ایک ٹکڑا سا بیڑتا۔ بعض اوقات دو سفید پرندے (فرشتے) اپنے پروں سے سایہ فگن رہتے اور گرمی کی حرارت سے آپ کو محفوظ رکھا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سر بلند ہی عرشِ معلیٰ سے برتر اور آپ کا گوشہٴ کلاہ ہمت ہفت افلاک کے کنگروں سے بھی اُونچا تھا۔ آپ کے سر پر تاجِ دیباچ لعمرک (مجھے آپ کی حیاتی کی قسم) درخشاں تھا۔ والیل کے گیسوتے عنبرین اور زلفِ مشکین سایہ فگن ہوتیں۔ یہ سر عقلِ کامل کے عنقا کا نشمین تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ اور ہفت آسمان کی بلندیاں دراصل حضور کے جسمِ اطہر کے سات اعضا مبارک کا عکسِ جمیل تھیں۔ یہ سر منزل و ماویٰ فکرِ جبریل تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم - ۵

اے برست نورِ قدم تاج لعمرک خاکِ قدمت بردہ ملائیک یہ تبرک

شب معراج کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں سوال کیا:  
 گیسو مبارک یا اللہ! جبرائیل کو چھ لاکھ پروں سے نوازا ہے مجھے اس کے برابر کیا چیز  
 عطا کی گئی ہے۔ فرمایا: اے میرے حبیب! آپ کی زلفوں کا ایک تار مجھے جبرائیل کے ہزاروں  
 پروں سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ کے ایک تارِ زلف سے قیامت کے دن ہزاروں عاصیانِ امت  
 کی نجات ہوگی۔ جبرائیل پر پھیلاتا ہے توفان سے توفان تک ڈھانپنے جاتے ہیں۔ مگر جب  
 آپ کے گیسوتے مشکیں امت کی نجات کے لیے پھیلیں گے توفان سے توفان تک گنہگاروں  
 کو نجات حاصل ہو جائے گی اور ان سب کو تیری طفیل بخش دوں گا۔  
 چوں تو گیسوتے شفاعت نہی برکت دست  
 من بیک موتے تو بچشم بہمان ہر چہ کہ ہست

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوتے مبارک کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ ہمیشہ دلجوئی  
 فرمایا کرتے تھے۔ خالد بن ولید کے پاس ایک ایسی ٹوپی تھی کہ جب وہ میدانِ جنگ میں کفار  
 سے لڑتے تو اسے پہن لیا کرتے تھے اور اس طرح بڑے بڑے بادشاہوں پر فتح یاب ہوتے  
 رہے۔ جس دن شام کا معرکہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید کو وہ ٹوپی نہ مل سکی، بڑے آزرہ خاطر  
 اور مغموم ہوتے لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹوپی مل گئی تو بڑے خوش کام ہوئے۔ آپ کی خوشی کی  
 انتہا نہ رہی۔ دوستوں نے کہا: جناب! یہ ٹوپی اتنی قیمتی تو نہیں ہے، جس کے لیے آپ اتنے  
 مجروح دل اور شادمان ہوتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: تم ٹوپی کی ظاہری صورت کو  
 دیکھ رہے ہو، اس کی حقیقت سے بے خبر ہو۔ ایک دن میں حضور کے ساتھ تھا جب یہ  
 بشارت ہوئی لقد خلقن المسجد الحرام انشاء اللہ امینین محلقین رؤسکم ومقصرین  
 لا تخافون نازل ہوئی مسلمانوں نے سر منڈاتے۔ حضور کے سر مبارک کے بال تمام صحابہ  
 نے تقسیم کر لیے تو میں نے سرکارِ دو عالم کی پیشانی مبارک کے چند بال مانگے۔ آپ نے مجھے  
 عطا فرماتے تو میں نے اپنی ٹوپی کے اندر بطور تبرک محفوظ کر لیے۔ ان بالوں کی برکت سے  
 میں ہر بار جھنڈا بلند کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ مجھے فتح و نصرت سے نوازتا ہے۔ جس معرکہ میں  
 یہ تاجِ عظمت رکھ کے جاتا ہوں، مد مقابل کے سر جھک جاتے ہیں اور مخالف لشکروں پر

میرا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری حفاظت اور فتح تو اس کیسوتے محبوب کی خاطر کرنا پڑتی ہے اور میری دلجوئی کا ذریعہ تو یہ تار مومتے زلفِ محبوب ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حقیقت ہے کہ ماہِ کامل میں وہ حسن و جمال نہ تھا جو حضور کے چہرہ پاک سے ظاہر چہرہ پاک ہوتا تھا۔ اگر آپ کا چہرہ درخشاں کبھی چودھویں کے چاند کے مقابل آتا تو چاند اس نورانی چہرے کے سامنے ماند دکھائی دیتا۔ ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور میرے پاس تشریف لاتے اور مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے ہمراہ لے چلے۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا پہنچے۔ حضرت عائشہ نے آپ کو دیکھتے ہی تہمت فرمایا تو حضور نے وجہ تہمت دریافت کی تو حضرت صدیقہ نے بتایا آپ کے کپڑوں کو میں نے دیکھا تو ایک جگہ سے گرتا پھٹا ہوا تھا، میں نے اُسے سی کر بخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ میرے پاس سُوتی نہ تھی۔ اپنی ہمسائی سہیلہ انصاری سے عاریتاً سُوتی لی۔ وہ سُوتی اندھیرے میں زمین پر گر گئی۔ گھر میں اندھیرا تھا، کوشش کی مگر سُوتی نہ ملی۔ آپ آئے تو چہرہ مبارک کی ضیاءوں سے گھر منور ہو گیا اور گم شدہ سُوتی مل گئی۔ کہتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ نے بتائی تو حضور زار زار رونے لگے۔ حضرت صدیقہ نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: عائشہ! میں اپنی اُمت کے اُن لوگوں کی حالت پر روتا ہوں جو قیامت کے دن میرے چہرے کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ مجھے خدا کی قسم ہے جو شخص میرے چہرے کی زیارت کر لے گا میری شفاعت حاصل کر لے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس وقت میں نے سرکارِ دو عالم کے رخسار کی شعاعوں کو لیلۃ القدر کی روشنی سے زیادہ منور پایا تھا۔ حضور کا نورِ جبین ماہِ کامل کی درخشانی سے زیادہ منور تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ای نور دادہ شمع رخت مهر و ماہ را	زلفت شکستہ رونق مشک سیاہ را
بنو و ساعدت بد بھیا ز آستین	انگشت چوں ہلال تو شتی کردہ ماہ را
نورالہ از دروتے تو لامع است	بزار برق از رخ و ہنما الہ را

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں چند مہمان آتے ہوئے تھے۔ دسترخوان بچھایا گیا جس رومال میں روٹیاں تھیں وہ مہیلا نظر آتا تھا۔ جب کھانا کھا چکے تو حضرت انس

نے اپنی خادمہ کو کہا، یہ رومال آگ میں ڈال دو۔ چند لمحوں بعد نکالا گیا تو پاک صاف تھا۔ مہمان حیران تھے، دریافت کرنے پر بتایا کہ اس رومال سے حضورؐ روتے مبارک صاف کیا کرتے تھے جو نہی یہ میلا ہوتا ہے، آگ سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ اس کے دھونے اور پاک کرنے کی کیفیت یہی ہے۔

روایت صحیحہ سے یہ بات پائیدار ثبوت تک حضورِ اکرمؐ کی آنکھوں کے معجزات پہنچ چکی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں جس طرح سامنے دیکھا کرتی تھیں اسی طرح پیچھے دیکھا کرتی تھیں۔ جس طرح روشنی میں نظر آتا ویسے ہی اندھیرے میں دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے: وانی اری من خلفی کما اری من بین یدی وانی اری فی الظلمۃ کما اری فی النور۔ بے شک میں اپنے پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور میں اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جس طرح روشنی میں۔ علماء اس روایت میں اختلاف کرتے ہیں کہ پیچھے سے دیکھنا کیسے تھا؛ بعض کہتے ہیں اس سے مراد وقوف تام تھا لیکن امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا پیچھے دیکھنا بھی مکمل دیکھنے کی طرح تھا۔ امام زاہدی صاحب فتیہ اپنے رسالہ ناصریہ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے شانہ مبارک پر دو آنکھیں تھیں جن کی جسامت سوئی کے سوراخ جتنی تھی۔ آپ ان آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیتے اور آپ کے کپڑے اس دید کے مانع نہیں ہوتے تھے۔ کہتے ہیں جب منافق آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے اور ایک دوسرے پر فخریہ اظہار کرتے تھے تو حضور علیہ السلام انہیں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے سامنے کی طرف سے دیکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں لکھا ہے کہ حضورؐ ثریا کے سات ستارے علیحدہ علیحدہ دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ آپؐ غیب کی چیزیں بھی ویسے ہی دیکھا کرتے تھے جیسے سامنے کی چیزیں دیکھا کرتے تھے۔ ایک بار حضورؐ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس عورت کے دیکھنے کو بھیجا، وہ گئیں، عورت کو دیکھا اور است پسند کیا مگر دل نہیں چاہتا تھا کہ اس کی خوبیوں کو آپؐ کے سامنے بیان کرے۔ کہنے لگیں



اُس عورت میں کوئی بی نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے باتیں رخسار پر تِل دیکھ کر تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتراف کرتے ہوئے عرض کی: خدا کی قسم آپ پر کوئی راز پوشیدہ نہیں۔ بعض صوفیاء نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ کا چپ و راست، آگے پیچھے، اندھیرے اور روشنی میں برابر دیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ اپنی اُمت کو قیامت کے دن ہر حالت میں دیکھ کر شفاعت فرمائیں کیونکہ بعض گناہگاروں کو آگے سے گزارا جائے گا اور بعضوں کو پیچھے سے، بعضوں کو پوشیدہ راہوں سے اور بعضوں کو اندھیرے سے داخل کیا جائیگا مگر حضورؐ کو ان سارے اُمتوں کے احوال کی خبر ہوگی۔ اس طرح اُمت کے تمام طبقات و طوائف پر اطلاع ہوگی اور کوئی بھی آپ کی شفاعت سے محروم نہ رہے گا۔

حضور علیہ السلام سوتے ہوئے ایسے ہی سُنتے تھے جیسے جاگنے کی حالت میں۔ آپ دُور اور نزدیک سے یکساں سُنتے تھے۔

**کانوں کے معجزات** جبکہ بدر کے قیدیوں میں سے اپنے عم بزرگوار حضرت عباسؓ سے زرفیر طلب کیا تو انہوں نے کہا: میں کہاں سے زرفیر لاؤں۔ آپ نے فرمایا: اس مال و دولت سے جو تم ام الفضل کے سپرد کر کے آئے ہو، اور تم کہہ آئے تھے کہ اگر میں بچ کر آگیا تو بہتر دوزیہ مال بیٹوں میں تقسیم کر دینا۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا: آپ نے کس سے سنا؟ آپ نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ سے۔ حضرت عباسؓ اُسی وقت اسلام لے آئے۔ اس واقعہ کو اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام جمادات کی باتیں بھی سُن لیتے تھے اور حجر و شجر، بحر و بر کی تمام باتیں سُن لیتے تھے جب یہ چیزیں آپ کو سلام کہتی تھیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا دَسُوْلَ اللّٰہِ۔ تو اُن کا جواب دیتے۔

مقدس ہاتھوں کے معجزات کتابوں میں لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک جس چیز پر پڑتا، خیر و برکت سے معمور ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ انگلیوں سے پانی کی ندیاں جاری ہونا، سنگریزوں کا ہاتھوں میں سپرچ پڑھنا، ہاتھوں سے چینی کی ہُوئی خاک سے کافروں کا نابینا ہونا، بدر و حنین میں

مٹھی بھر مٹی کی معجزہ نمائی، اتم مسجد کی بکریوں کا دودھ دوہنا اور کھانے میں خیر و برکت کی زیادتی حضور علیہ السلام کے ہزاروں معجزات دست مبارک سے چند ایک ہیں۔ ہم اس قسم کے معجزات میں سے بعض خارجی معجزات کے ذکر میں بیان کریں گے۔

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے، فرمانے لگے: بیٹا! تمہارے پاس کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا: میں تو امانت کی رکھوالی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کونسی بکری ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں، مگر وہ تو دودھ دینے سے عاری ہے، تاہم میں وہ بکری حضور اکرمؐ کے پاس لے آیا، حضور نے بکری کے پستان کو دست مبارک سے دبایا تو دودھ جاری ہو گیا، دست مبارک سے خود دودھ دوہا، خود پیا، حضرت صدیق اکبرؓ کو پلایا۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے دین کی تعلیم دیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: تم معلم بنتے ہو۔

ایک دن حضرت قتادہ بن لمحان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو قتادہ کا چہرہ شیشے کی طرح چمکنے لگا۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ لوگوں نے ان کے چمکتے ہوئے چہرے میں چاند کا عکس دیکھا۔

آپ کی پشت مبارک نبوت کی مہر سے مزین تھی۔ نبوت کی مہر کبوتر کے انڈے کی مقدار میں ظاہر تھی جو آپ

کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ یہ مہر دائیں کندھے کے بالکل قریب تھی اور اس پر العظمة للہ لکھا ہوا تھا اور دوسری طرف لا إله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا تھا درمیان میں گوشت کا ایک ٹکڑا اُبھرا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا توجہ حیث شدت فانك منصور۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاؤں مبارک کے معجزات گھر میں ایک گنواں تھا جس کا پانی شور اور نمکین تھا۔ میں نے حضورؐ کے پاس شکایت کی اور بیان کیا: یا رسول اللہ! اس کنویں کا نمکین اور کڑوا

پانی میری قشنگی کے راہ میں سخت گراں ہے اور میں پانی پینے سے تنگ آ گیا ہوں۔ آپ نے ایک طشت طلب فرمایا اور اپنے مبارک پاؤں دھوئے اور فرمایا کہ اس پانی کو اس کنویں میں پھینک دو۔ آپ کی اس پاؤں کی دھون کی برکت سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا۔

حضرت جابرؓ نے ایک اور جگہ بیان کیا ہے، میرے سر پر بہت قرض تھا، میرے باغ میں اتنی کھجوریں تھیں کہ میں صرف ایک قرض خواہ کا بوجھ اتار سکتا تھا۔ میں نے اپنی حالت زار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی۔ آپ میرے نخلستان میں تشریف لائے اور میرے کھجوروں کے باغ کے ارد گرد ایک چکر لگایا اور اپنے قدم زمین پر مارے، پھر وہاں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلا لاؤ۔ اُن کے آنے پر حضورؐ نے سب کو اتنی کھجوریں دیں کہ اُن کا قرض ادا ہو گیا۔ کچھ مقدار کھجوریں میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے بھی دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن اتنا شیریں تھا کہ ہمارے گھر کا ایک کٹواں، جس میں کھار پانی تھا، آپ کے لعابِ دہن سے اس قدر میٹھا ہوا کہ سارے مدینہ شہر میں ایسا بیٹھا پانی کہیں بھی نہ تھا۔

اُمّ کلثوم ابنِ الحصین رضی اللہ عنہا کے حلق میں میدانِ احد میں تیر کا زخم آیا تو آپ کے لعابِ دہن سے زخم مندمل ہو گیا۔

ایک شخص کا ہاتھ کٹ گیا تھا، حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے لعابِ دہن سے اُسے جوڑ دیا اور وہ اس قدر صحیح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ شیخ ابوالاسحٰی خلیلیؒ نے اسی واقعہ کو مزید وضاحت کرنے ہوتے بتایا کہ جب اُس شخص کا ہاتھ تندرست ہو گیا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے کیا پڑھا تھا؟ آپ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب۔ اس شخص نے از روئے حقارت کہا: صرف فاتحۃ الکتاب۔ یہ بات کہنا تھا کہ اس کا بڑا ہوا ہاتھ پھر علیحدہ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کے بے حد و حساب معجزات ہیں۔ مارگریہ کا علاج حضرت صدیق اکبرؓ کے لیے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آشوبِ چشم کا علاج۔ حارث

ابن ادث کا زخم جو کعب اشرف کے قتل کے وقت لگا تھا، حضور کے لعابِ دہن سے درست ہوا۔ سرکارِ دو عالم جب گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے نور کی ایک چمک نمودار ہوتی۔ یہ بعض اوقات چمکتی ہوئی بجلی کی طرح نظر آتی تھی۔ اندھیری رات میں تاریک کرے روشن ہو جاتا۔ حضرت عائشہؓ کے گھر پر حضور تشریف لاتے تو گھر میں چراغ نہیں تھا، حضرت صدیقہؓ نے یہ بات حضور کے سامنے بیان کی تو آپ نے فرمایا: عائشہ! تم چاہتی ہو کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا چراغ روشن کر دیا جاتے جس میں نہ تہی ہو نہ تیل، حضرت عائشہؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کے لب کھلے، تبسم فرمایا، آپ کے دانتوں کے درمیان سے ایک ایسا نور تاباں ہوا جس سے گھر کا ذرہ ذرہ درخشاں ہو گیا۔ یہ روشنی اتنی دیر رہی کہ بسا اوقات ہمسایہ عورتیں آپ کے گھر چلی آئیں اور اس روشنی میں سوت کاتتی رہتیں، بعض کپڑے رسی تہی رہتیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی تک اس نور کی تابانی میرے حجرے میں موجود رہی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور کے کمرے میں ایک شگاف تھا۔ میں نے اُسے سینے کے لیے سوئی سے کام کرنا شروع کیا مگر ابھی تک سوئی کپڑے میں باقی رکھی ہوئی تھی کہ میں نے کڑتے لپیٹا اور علیحدہ رکھ دیا۔ رات کے اندھیرے میں سرکارِ دو عالم تشریف لاتے اور کڑتے پہننا چاہا۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ سوئی آپ کے بدن مبارک کو تکلیف دے گی۔ سوئی کو علیحدہ کرنے کے لیے دوڑی اور ادھر ادھر پریشانی کے عالم میں ہاتھ مارے مگر سوئی نظر نہ آئی۔ میری پریشانی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا: عائشہ! کیا تلاش کرتی ہو؟ میں نے صورت حال بیان کی تو آپ نے از رو شفقت تبسم فرمایا، گھر کا گوشہ گوشہ اس نورِ تاباں سے روشن ہو گیا جو دندانِ مبارک سے چمک رہا تھا۔ مجھے اسی نور کی تابانی سے گم شدہ سوئی مل گئی۔

ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دندانِ مبارک کی ان ضیاء باریوں پر غور فرما کر انہما مرت فرما رہے تھے اور ان دندانِ مبارک پر ناز کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! خدا نے ذوالجلال فرماتا ہے دانتوں پر ناز کرنے کی بجائے اس ذات کی حمد کرنی چاہیے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان دانتوں کو نور بخشا۔ اُس قدرتِ کاملہ نے لعل بدخشاں کا کتنا خوب صورت ڈبہ بنایا ہے جس میں چمکتے ہوئے موتی اپنی تابانی سے بھرت

مسترت چھیلاتے جا رہے ہیں۔ یہ دانت فیروز رنگ آسمان پر پروین و ثریا کی طرح چمک رہے ہیں یہ ابدار موتی چمکتی ہوئی نورانی لڑیوں کی طرح درج عقیق احمد میں سجائے گئے ہیں یا سفید ژالہ کے دانے لالہ احمد چسپاں کر دیے گئے ہیں یا عقد ثریا برج جوزا کے دُرج میں لٹکادی گئی ہے ان دانتوں کی تھوڑی سی کئی میدانِ اُحد میں شہید کر دی جاتے گی اور ایک عام بچتر ایسے گرانقدر گوہر تابدار پر مارا جاتے گا تا کہ ناز و غرور صرف ذاتِ خداوندی کے لیے وقف کر دیا جائے۔

نظامی گنجوی نے اس مقام پر کیا گوہر تابدار بکھیرے ہیں۔

چوں گہر او دل سنگے نخت سنگ چرا گوہر اورا شکست  
 کے شدی آن سنگ مفرج گرائے گردش دی در شکن لعل سائے  
 کرد جدا سنگ ملامت گردش یک گوہر آن سلسلہ گوہر شش  
 یافت فراخی گہر از دُرج سنگ نیست عجب زاون گوہر ز سنگ  
 گوہر تھنکے کہ زمین کان ادست کے دیت گوہر دندان ادست

حضرت حسین و حسن رضی اللہ عنہما صفر سنی میں پیاس کی  
 زبان مبارک کے معجزات شکایت کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک  
 انکے منہ میں رکھ دیتے، ان کی پیاس بچھ جاتی اور وہ سیراب ہو جاتے۔ حضرت سلمان فارسی  
 قبل از قبول اسلام غلام تھے، ان کے آقا نے یہ لکھا تھا کہ وہ تین سو کھجور کے درخت اور چالیس  
 اوقیہ سونا ادا کریں گے تو پھر آزادی کے مستحق ہوں گے۔ چنانچہ مالِ غنیمت سے مُرخ کے انٹے  
 کی طرح ایک سونے کا ٹکڑا لایا گیا، حضور نے اپنی زبان مبارک اس پر پھیری تو اُس کا وزن  
 چالیس اوقیہ ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

آپ کی زبان مبارک کا ایک یہ بھی معجزہ تھا کہ خواہ کسی زبان میں بات کی جاتی آپ اس  
 زبان کو سمجھ جاتے اور پھر اُسی زبان میں لوگوں سے بات کرتے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی زبان اتنی باکمال تھی کہ ہر زبان میں گفتگو کرتی۔ وہ منہ کے سمندر میں ایک قیمتی موتی تھا  
 کہ ہر وقت بہترین بات سے تر ہوتا۔ وہ اسرار کا ایک طور تھا جس پر سیکڑوں کلیم اپنے کلام کا  
 جواب پاتے۔ وہ قرآن کے دریا میں ایک ایسی مچھلی تھی جس میں جان کا یونس محفوظ رہتا، وہ

ایک ایسی کشتی تھی جو دریائے جہالت میں نوحِ حکمت بن کر چلتی۔ وہ شبِ معراج تھی جو شرفِ صدر و کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کرتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر ایسی خوشبو نہیں سونگھی جیسی حضورؐ کے بدن سے آتی تھی۔ مجھے ایسی مہک میسر نہیں آئی جیسی حضورؐ کی رائیخہ جانفزا تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو بھی مصافحہ کرتا، ایک عرصہ تک اپنے ہاتھ سے خوشبو محسوس کرتا رہتا۔ اگر آپ کا دستِ شفقت کسی بچے کے سر پر رکھا جاتا تو وہ بچہ تمام بچوں میں خوشبو کا منبع بن جاتا۔ آپ جس راستہ سے گزرتے وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ اسی خوشبو کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آتے اور آپ کو پالینے۔ یہ خاص خوشبو حضور علیہ السلام کے جسم پاک کا خاصہ تھی کہ دوسری کسی جگہ سے میسر نہ ہوتی تھی۔

حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں اپنی لڑکی کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: دنیاوی دولت تو میرے پاس نہیں ہے البتہ میں تمہاری لڑکی کو ایک نفیس تحفہ دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ علی الصبح ایک بوتل جس میں نکڑی کی ٹہنی ہو میرے پاس لانا تاکہ تمہیں اس شادی کے لیے خاص تحفہ دوں۔ وہ دوسرے دن آیا، حضورؐ نے اپنی ساعد مبارک سے پسینے کے چند قطرے اس بوتل میں جمع کر دیے اور دلہن کے لئے بھیج دیے اور فرمایا کہ اسے خوشبو کی جگہ استعمال میں لانا۔ وہ لڑکی عمر بھر اس شیشی سے اس نکڑی کے ذریعہ وہ خوشبو استعمال میں لاتی رہی اور اپنے بدن اور کپڑوں پر کلتی رہی۔ کہتے ہیں وہ لڑکی جہاں جاتی یا قیام کرتی، مہک بکھرتی اور اس خوشبو سے تمام اہالیان محفوظ ہوتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے، آپ کی جبین پاک پر پسینہ نمودار ہوا، میں نے ایک شیشی میں تھوڑا سا پسینہ بھر لیا۔

اتفاقاً میری ایک سہیلی کی لڑکی کی شادی تھی شادی کون اسی پسینہ سے تھوڑا سا اس دلہن کو لگایا تو اس دلہن کے بدن سے ساری عمر خوشبو آتی رہی۔ وہ اپنا بدن دھوتی یا کسی عضو کو دھوتی تو اس کا استعمال شدہ پانی بھی خوشبودار ہوتا۔ کہتے ہیں اسی دلہن کے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس کے بدن سے بھی وہ خوشبو آتی تھی، حتیٰ کہ کئی نسلوں تک خوشبو کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ لوگ مدینہ پاک میں اس خاندان کو اسی وجہ سے بین العطارین کہہ کر پکارتے تھے۔

علمائے سیر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں دس ایسے معجزات تھے جسے صاحب عقل حضرات ہی دیکھ سکتے تھے۔ آپ جس طرح سورج کی روشنی میں چلتے پھرتے تھے اسی طرح چاند کی روشنی میں آتے لیکن کسی حالت میں آپ کا سایہ جسم زمین پر نہ پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کا سایہ ہی نہ تھا۔ اس سلسلہ میں حکماء نے بڑے لطیف نکتے پیش کیے ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ چونکہ آپ نور سے تخلیق تھے، نور مجسم تھے، تمام نورانیات آپ کی ذات اقدس کے نور سے مستنیر ہوتی تھیں۔ آفتاب کی روشنی، ماہتاب کی چاندنی اور کائنات ارضی و سماوی کی صورتی اور معنوی ضیائیں آپ کے نور کی مرہون منت تھیں اور سایہ تو ظلمت کی دلیل ہے اس لیے آپ آفتاب ملک سروری اور خورشید سپہ پیغمبری ہوتے ہوئے ظلمت سے منزہ تھے اور آپ کے جسم کا سایہ نہیں تھا۔

ذاتِ نور خورشید سپہ صفاست      لا جوش سایہ نہ اندر قفاست  
سایہ چسان با تو کند ہر ہی      رو کہ تو خود سایہ نور الہی

دوسری حکمت یہ تھی کہ آسمان کا آفتاب تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات کے نور کا ایک لمحہ (شعاع) تھا۔ آپ کا نور ضیاء آفتاب پر ہمیشہ غالب رہتا۔ دوسرے لفظوں میں آفتاب تو خود حضور کے نور جمیل کا پر تو نور تھا۔ آپ کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔

اے خواجہ کہ عشق ازلی مایہ تست      بر بہفت فلک کھمینہ یک پایہ تست

جہت زلطاقت چو نادر سایہ      زانست کہ آفتاب در سایہ تست

ہر چیز کے سایہ میں اسی چیز کی مثل آتی ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

ایجاد خلق کے زمانہ سے لے کر فنا کے وقت تک اپنی مثال اور نظیر نہ رکھتی تھی۔ یقیناً آپ کی نظیر اور مثال کا سایہ بھی ناممکن اور محال تھا۔

سایہ چو با شخص کند ہم رہی نیست ترا در غور و مہ ہم سری  
چونکہ نظیرت نبود در جہان سایہ ترانیت ازان ہم عنان

زمین مختلف آلائشوں سے خالی نہیں ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ سایہ ذات پاک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پڑے اور ان آلائشوں سے ملوث ہو۔ اس ذات اقدس کے سایہ کو بھی محفوظ و مصنون رکھنے کے لیے آپ کو بے سایہ بنا دیا۔

سایہ ندیدت بزین ہیچ کس نور بود سایہ خورشید و بس  
جانت از آلائش تن پاک بود سایہ نینداخت برین خاک بود

اسی ضمن میں مثیلاً ایک لطیفہ ملاحظہ فرمائیں۔ علماء شریعت کہتے ہیں کہ آفتاب نجاست آلود زمین کو اپنی دھوپ سے پاک کر دیتا ہے لیکن نفس نجاست کو پاک نہیں کر سکتا۔ سرکارِ دو عالم کے وجود کا آفتاب جہاں تاب اپنی اُمت کے معصیت آلودہ وجودوں کو طہارت شفاعت سے پاک کر دے گا۔ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی (میری شفاعت میری اُمت کے گناہ کبیرہ کو بھی معاف کر دے گی) مگر مشرکین کے نفس و مردار جسموں کو انا اللہ شکرکون نجس شفاعت سے پاک نہیں کیا جاتے گا۔ انھیں یہ طہارت نصیب نہیں ہوگی۔

اگر حضور کا مقدس سایہ زمین پر پڑتا اور مشرکین اور منافقین کے ناپاک قدم اس سایہ کی توہین کرتے تو یہ بات آپ کی رفعت و منزلت کے منافی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اہانت سے مبرا رکھنے کے لیے آپ کے سایہ کو زمین پر نہ پڑنے دیا و لایقع ظلہ علی الارض سے

من آن نیم کہ قدم بر قدم نہم لیکن  
بہر زمین کہ تو پامی نہی سرم آنجاست

جس طرح حضور علیہ السلام نے اپنی اکثر دعاؤں کو اُمت کی شفاعت کے لیے ذخیرہ بنایا ہے اور فرمایا تھا لکل نبی دعوة مستجابة و انا حساب دعوتی شفاعتی لاهل الکبائر من امتی (ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے، میری دعاء شفاعت اُمت کے گناہ کبیرہ کے لیے



کافی ہے) اسی طرح حضور کے سایہ اقدس کو آخرت کا ذخیہ بنا دیا گیا تاکہ آفتابِ قیامت پر ڈالا جاسکے اور گنہگارِ امت کو محفوظ رکھا جاسکے۔ حضرت امیر خسرو دہلوی قدس سرہ نے اس موضوع پر کیا خوب کہا:۔

برہنہ گردان قیامت بدوش	گشتہ زذیل کمرش حلقہ پوش
سایہ خویش آنکہ نکر دیش نشر	داشته از پے خورشید حشر
تا چو بسوزیم دران آفتاب	خود گلنے سایہ بر اہل عذاب
از عمل خویش ندرم امید	بر کم تست مرا اعمید
ایں ہمہ گستاخی ما بر گناہ	زان سبب آمد کہ توئی عذر خواہ
من کہ بجان بستہ روتے تو ام	خسروم اما سگِ کوتے تو ام
گرچہ تو بیخواست کنی ہدیہ راست	نیز گدایان نگذارند خواہست
خواہشم آنست کہ خواہی زغیب	کار زوے بندہ رساند بحیب
آرزویم آنکہ بروز شمار	مژدہ عقوم وہی از کردگار
باد بدین مژدہ دلم خوش نفس	مژدہ دہم نیز تو باشی و بس

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا اُٹھی محبتوں تھے (آپ پیدا ہونے سے ہی ختم شدہ تھے) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کے ستر کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ ناف بریدہ تھے۔ چونکہ اس زمانے میں مشرکین کا ذبیحہ بھی کھا لیا جاتا تھا حضور کو ایسی غذا سے محفوظ رکھ کر منصبِ رسالت کی شکمہ مادر میں ہی حفاظت کر دی گئی۔ حضرت کی رگی بھرا احتلام نہیں ہوا۔ اختلا شیطانی حرکات کا نتیجہ ہے۔ مگر شیطان حضور کی ذاتِ اقدس سے دور رہا اور احتلام کی بھرت میں اس کے حملے سے محفوظ رکھا گیا۔ اگرچہ آپ کی چشم زنگینِ خوابِ رحمت میں ہوئیں مگر آپ کا قلب پاک بارگاہِ خداوندی میں بیدار رہتا۔ دل کی نیند غفلت کی علامت ہے مگر محبوب کا محبوب سے ایک لمحہ کے لئے الگ ہونا بھی ناگوار ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ جب آپ گل کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں تو صرف قلبی روشندان ہی کھلا رہتا ہے القلب الی الرب دوزنۃ۔ دل اللہ کی طرف سے روشندان ہے۔ عالم شہادت کے مشوشات ختم

ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کا قلب اقدس انوار و اسرار الہی کے لیے گھلارہتا اور انوار الہیہ  
جسدِ پاک پر وارد ہوتے رہتے۔ راقم کے اشعار ملاحظہ فرمائیں :

وقت آنست کہ دل محرم اسرار شود      جاتے آنست کہ جاں طالبِ دیدار شود  
پڑہ آہ و گول از رستے دل و جاں بزار      تا ہمہ عظمتِ ہستی تو انوار شود  
تو بخوابی و سرت یار گرفتہ بکنار      چشمِ غیبت بود آن روز کہ بیدار شود  
نیست اختیار کہ آئینہ یارند ہمہ      تو ز آئینہ رخسِ بین کہ ہمہ یار شود  
ہر کہ چون نقطہ نہدیکم از خود بیرون      اندریں دائرہ سرگشتہ چو پرکار شود  
چوں حجابش نم آختر میان بخریزم      تا ہمہ دیدہٴ بینندہٴ دیدار شود

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ پاک پر ساری عمر کبھی نہیں بیٹھی  
چونکہ کبھی گندگی پر بیٹھنے سے گریز نہیں کرتی لہذا حضور پر نور کے جسمِ اقدس کو اس سے محفوظ  
رکھا گیا۔ آج زندگی میں جب کبھی کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کے کپڑوں پر بھی  
بیٹھ سکے تو کل قیامت کے دن آپ کے دلِ اقدس پر اُمت کی تکلیف کا ذرہ بھر کیسے بڑاشت  
کیا جائے گا۔

پردہ کش اُمتِ شوریدگان      ضامنِ آمرزشِ آمرزگان  
بارِ جہان بر دل آں نازنین      سینہ چنان نازک و بارہن چسپین

قرآنِ پاک میں بتوں کے عیب بیان کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے ان یسلبہم  
الذباب شیئاً لا یستنقذون منه (اور اگر ان پر کبھی جھپٹے تو وہ اسے اڑانے کی  
استطاعت نہیں رکھتے) چنانچہ کبھی کو جسمِ اطہر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے تاکہ حضور کے  
جسمِ پاک کو احنام سے مشابہت نہ ہو سکے۔ جو خدا اپنے محبوب کو بتوں کے جسم کی مشابہت  
سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ یومِ قیامت کب گوارا کرے گا کہ اُس کی اُمت بت پرستوں کے ساتھ  
دوزخ میں جلے۔

ات ثابت شدہ ہے کہ حضور جس چیز کو سامنے سے دیکھتے تھے ایسے ہی پیچھے سے  
دیکھتے تھے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے حضور کے معجزات کی

تفصیلی حکمتیں دوسرے مقامات پر لکھی جا چکی ہیں مگر یہاں ایک نکتہ ذہن نشین رہے کہ آپ کی ذات اقدس شمع شبتان انس اور مشعل بزم انسانیت تھی۔ شمع کے لیے آگے اور پیچھے ایک جیسی روشنی ہوتی ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ساری کائنات قالب وجود ہے اور آپ کا وجود پاک جان جہاں ہے اور جان پس و پیش کے حدود سے آزاد ہوتی ہے۔ حضرت جامی کا شعر ملاحظہ ہو:

سہ روحی وغائب نہ ز تو ہیج سوے در نظرت ہست یکے پشت و رو

شمعے و نور از تو رسد جمع را پشتے و روے نہ بود شمع را

آپ جس کے ساتھ سفر فرماتے خواہ وہ کتنا ہی تیز رفتار ہوتا حضور اُس سے آگے ہوتے جس کے پاس کھڑے ہوتے، خواہ وہ کتنا ہی دراز قامت ہوتا حضور سے پشت دکھائی دیتا جب دنیا میں ہر اونچے سے اونچا آپ سے پشت تھا تو قیامت کے دن خواہ کتنے ہی زیادہ گناہ کیوں نہ ہوں آپ کی شفاعت کے سامنے پشت و حقیر نظر آئیں گے۔

آپ جس جانور پر سواری فرماتے وہ عمر بھر نہ بیمار ہوتا نہ کمزور۔ اس بات میں نکتہ یہ ہے کہ جب جس جانور پر آپ کا جسد مبارک سواری کرتا ہے وہ جوان اور تندرست رہتا ہے۔ تو جس دل میں محبت رسولؐ نشر سال تک رہی ہو وہ کس طرح بیمار یا مردہ ہو سکتا ہے اگر ایسا دل ایمان و عرفان کا گوارہ بنے تو کیا عجیب ہے!

آپ کے بول و براز کو زمین جذب کر جاتی تھی تاکہ کسی ذی روح کی نگاہ نہ پڑے۔ ایسے مقام سے ایک عرصہ تک خوشبو آتی رہتی۔ حضورؐ کی ایسی چیز جو کسی کی نگاہ میں مکروہ یا قبیح نظر آ سکتی ہے۔ زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گتھگار امت کے وہ اعمال جو دیگر انبیاء، اولیاء یا ملائکہ کی نگاہ میں مکروہ یا قبیح دکھائی دیں گے۔ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو تعجب کی کیا بات ہے۔ سرت علیک فی الدنیاء والاخرۃ۔

حضور علیہ السلام نے ساری زندگی منہ کھول کر انگڑائی نہیں لی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگڑائی کے وقت شیطان کا تصرف غالب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انگڑائی جیسے شیطانِ تصرف سے معصوم و مصنون رکھا تھا تو اگر قیامت کے دن امت کے ایمان کو

شیطان کے حملے سے محفوظ رکھ لے تو کیا عجب ہے! س

خدا یا بذات خداوندیت	باوصاف بمثل و ماتنیت
بہ لیک حجاج بیت الحرام	بمدفون یثرب علیہ السلام
بطاعات پیرانِ آراستہ	بصدق جوانانِ نوحا ستہ
کہ مارا درانِ درطہ یک نفس	ز ننگِ دو گفتن بفریاد رس
بہ پیران کہ قد از عبادت دوتا	ز شرم گنہ دیدہ بر پشتِ پا
کہ چشمِ ز روتے سعادت بلند	ز بانم بوقت شہادت مبسند
بضاعت نیا وردم الا امید	خدا یا ز عفوم مکن نا امید

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو  
معجزاتِ اعضا و جسمِ اطہر از سر تا قدم اپنے کلام میں سراہا ہے اور ہر عضو کو

اپنے بیان و کلام سے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ سر مبارک امینینِ محلقین دوسکھ کی  
تصویر ہے۔ آنکھیں ولا تمدن عینیک کی تفسیر میں۔ نگاہِ ناز کو ما زاغ البصر وما  
طغی کے سمر سے سُریں کیا اور زبان بے زبان کو وما یطق عن الہوی کی حلاوت سے  
شیریں بنا دیا۔ گوشِ باہوش کو قل اذن خیر لکم کا اویڑہ جانفزا بخشا۔ چہرہ مبارک کو  
قد نری تقلب و جھک فی السماء سے تاباں کر دیا۔ جبین میں کو والضحیٰ کی ضیاؤں  
سے متور فرمایا اور زلفِ عنبرین کو وائلیل اذا سبجی کی سیاہیوں سے تابدار کر دیا۔  
قلب مبارک کو نزل بہ الروح الامین علی قلبک کا مہبط بنا دیا۔ سینہ بے کینہ کو  
الہ نشرم لک صدرک کا گنجینہ بنا دیا۔ پشت مبارک کو انقض ظہرک کا خطاب دیا۔  
دستِ حق پرست کی ولا تبسطها کل البسط سے تعریف کی اور قد وقامت کو حین  
تقوم کہہ کر یاد فرمایا۔ قدمِ باکرم کو طرای فی الارض بقدمک سے بیان کیا۔ آواز و نواز  
کو صوت النسبی کہہ کر مقامِ ادب بخشا۔ نفس نفاس کو لا تکلف الانفسک کہہ کر  
پکارا۔ خلقِ عظیم کو و انتک لعلی خلق عظیم کہہ کر بلند فرمایا۔ جانِ عزیز کی قسم کھاتے ہوئے  
کہا لعمرك۔

قرآن پاک نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاءِ جسم کا ذکر بہت عمدہ انداز میں فرمایا ہے ایسے ہی حضور کے متعلقات کو بھی بڑی حسن و خوبی سے بیان فرمایا۔ جو چیز حضور کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہوئی، قرآن نے اس کا ذکر خیر کیا۔ آپ کے دین کے متعلق ات الدین عند اللہ الاسلام فرمایا۔ قرآن پاک کے متعلق فرمایا: انه لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔ آپ کے صحابہؓ کو والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار کہہ کر یاد فرمایا۔ اہلبیت اطہار کو لیدھب عنکم الرجس اہل البیت فرما کر تعارف کروایا۔ ازواجِ مطہرات کو ازواجہ امہاتھم فرمایا۔ آپ کے علم کو وعلماک مالہ تکن تعلم قرار دیا۔ اُمتِ عالیہ کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کہا۔ آپ کی نماز کو فتمہجد بہ نافلۃ لک کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ آپ کے قیامِ عالی مقام کو لما قام عبد اللہ سے تعبیر کیا۔ تلاوت باحلاوت کو ورتل القران توتیلا کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ رکوع باخضوع کو وامنکوعوا مع السراکعین فرمایا۔ سجدے کو واسجد واقترب کہا۔ قبلہ کو فلنولیتک قبلۃ ترضہا کہا۔ بِلتِ اسلامیہ کو ملت ابیکم ابراہیمیہ کہہ کر یاد فرمایا۔ بیتِ رضوان کو ان الذین ینالیعونک انما ینالیعون اللہ سے متعارف کرایا۔ آپ کے متعلق لوگوں کے اگلے پچھلے گناہوں کے بارے میں لیغفرک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرمایا۔ آپ کے راز باناز کو یا ایہا الذین امنوا اذانا جیتہ الرسول بیان فرما کر تلقین کی۔ آپ کی راتوں کو قعد اللیل الاقلیلا فرمایا۔ آپ کے دنوں کو ان لک فی النہار سبحا طویلا سے یاد کیا۔ آپ کی نیند کو لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق کہا اور بیداری کو کاناواقلیلا من الیل ما ینہجون۔ عصمتِ مصطفیٰ کو واللہ یعصمک من الناس کہا حکمتِ محمدیہ کو ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کہہ کر سر بلب فرمایا۔ اسرارِ الہیہ کی تفویض کو فاوحی الی عبدہ ما اوحی فرمایا اور شبِ معراج کی سیر کو سبحان الذی اسرری بعبدہ لیلۃ لک کہہ کر رفعتِ نبختی۔

برقع طابا کشادہ صورت زیبا تُو خذۃ یسین نمودہ لعل شکر خاتۃ تو  
اُمّی وامت پناہی کا نجم و افلاک را زادہ بخشش روزِ حمل نورِ نیک نائے تو

نقش ازل تا ابد در تو توان دید از آن کہ  
 آئینہ حضور تست جام مصفاے تو  
 از شرف آنجا کہ هست مرتبہ بندگی  
 در ز سیدہ مگر ہمت والا تے تو  
 عرش براں بر ترمی بر سر کرسی شہت  
 بوکہ بساید بفرق پائے فلک سائے تو  
 معجز مومئی کئی از خم سر جو شش تو  
 تخت سلیمان انجسی در کفش پائے تو  
 خلقت عیسیٰ چہ بود با دو مہمت  
 طینت آدم چہ بود خاک کف پائے تو

باب تینیاں توئی جد ہمد کائنات  
 آدم و مادون او جملہ ز ابناء تے تو

### معجزاتِ صفاتیہ

یاد رہے کہ حضور کے صفاتی معجزات بے شمار ہیں اور ان کا  
 خلقِ عظیم اور خلقِ جسم حساب دائرہ امکان سے باہر ہے۔ ہم یہاں صرف چند  
 خصوصیات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

صفاتِ کمالِ مصطفویؐ  
 صدق اور سچائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت  
 تھی۔ آپ ساری عمر کذب بیانی کے مرتکب نہیں ہوئے،  
 نہ دینی معاملات میں اور نہ دنیوی معاملات میں۔ اگر زندگی میں ایک بار بھی جھوٹ صادر ہو جاتا  
 تو معاندین اس کی تشہیر و اظہار کر کے آسمان سر پر اٹھا لیتے اور اپنی تکذیب کے لیے سند  
 بنا لیتے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: انا للذبی لاکذب (میں نبی ہوں کبھی جھوٹ نہیں  
 بولتا) آپ ساری عمر کسی فعلِ قبیح کے مرتکب نہیں ہوئے نہ نبوت و رسالت سے پہلے نہ دعویٰ  
 نبوت کے بعد۔ آپ نے کسی جنگ سے روافر اختیار نہیں کی اور کسی دشمن کو پیٹھ نہیں  
 دکھائی۔ قبل از بعثت یا بعد از بعثت ہر میدان میں سینہ سپر رہے۔ غزوہٴ احد، غزوہٴ حنین میں  
 عام لشکر میں کھلبلی کے باوجود ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرتِ ایزدی کے وعدوں کو  
 پورا فرمایا۔ یہ بات آپ کے کمالِ یقین اور اثباتِ قلب کی علامت ہے نیز آپ کے اعتماد اور  
 ایقان کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واللہ کیفصمکت من الشامی

وقال حبیبك الله وقال لا تنصرون فقد نصره الله (اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، آپ کو اللہ کی ذات کافی ہے، آپ کی مدد صرف اللہ ہی کرے گا)

آپ کو اپنی اُمت پر رحمت و شفقت بدرجہ اتم تھی۔ ایسے واقعات آپ کی سیرت طیبہ میں سچے و شمار ہیں جہاں آپ نے اپنی اُمت کے لیے دامنِ شفقت دراز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فبما رحمة من الله لنت لهم وعزيز عليه ما عنتم الي غير ذلك۔

آپ سخاوت میں اعلیٰ درجے کے مالک تھے۔ سخاوت کی انتہا، آپ پر ختم ہوتی ہے۔  
ولا تبسطها كل البسط۔

آپ کے دل میں کبھی دنیاوی خوف یا لالچ نہیں آیا تھا۔ قریش نے آپ کے قدموں میں مال و منال ڈال دیا، ریاست و حکومت پیش کی مگر آپ نے کسی چیز کی پروا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں آپ کے سامنے رکھیں مگر آپ نے نگاہِ غلط سے بھی نہ دیکھا۔ مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى۔

آپ کی فصاحت و بلاغت مرتبہ کمال اور درجہ انتہا تک تھی۔ آپ جو امع الکلم اور بدائع الحکم تھے عرب کے تمام قبائل کی مخصوص زبان، لب و لہجہ اور محاورات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اُن کے حسب و نسب سے واقف تھے۔ ہر شخص سے اُسی کی زبان میں گفتگو فرماتے اور اُس کے حسبِ یباقت گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک نے فلعلك باخع نفسك کہہ کر آپ کی قال و قیل پر اشارہ کیا۔ بعض اوقات آپ کے اصحاب ان اسرار و رموز کو نہ سمجھ پاتے جو آپ کی زبان سے وارد ہوتے تو آپ ان کی تشریح فرمادیا کرتے ان اسرار و رموز کے فیضان اور کمالات ان صحابہ کے دل و دماغ پر واضح ہوتے تو تعجب سے پوچھا کرتے: يا رسول الله! يرمط لب آپ نے کہاں سے سیکھے، آپ فرمایا کرتے: ادبنا سابق (میرے اللہ نے سکھاتے ہیں) ۷

آداب و علم او ہمہ او را مسلم است

کوز ادیب ادبنا گو شمال یافت

یہ سارا علم و حکمت الرحمن علم القرآن کے مدرسے سے معلم حقیقی خلق الانسان علمہ البیان

سے حاصل کیا تھا

ترا در مکتبِ حکمتِ خلیفہ زانِ ہمیخوانند

کہ ہر کو بنگر و داند کہ شناگر و چہ اوستادی

آپ امرام و اغنیام کی پروانہ فرمایا کرتے بلکہ غربام و مساکین سے تواضع اور انکساری فرما کر دلجوئی فرماتے۔ یہ آپ کی نبوت کا کمال تھا۔ آپ کے علم و حکمت اور معرفت کا یہ عالم تھا کہ ایک انسان سے اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، باوجودیکہ آپ اُمتی تھے، کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا تھا۔ آپ کے اعمال، احوال، سیرت اور عادات اتنے پختہ اور پاکیزہ تھیں کہ عقلام اور علمام کی عقلیں اور تدبیریں دنگ رہ گئیں۔ تورات و انجیل اور دیگر الہامی کتابوں کے مضامین آپ کو از بر تھے بغیر اسکے کہ آپ کسی استاد کے پاس گئے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اہل کتاب علماء سے استفادہ کیا یا کسی حکیم سے مجلس کی۔ حکما کی حکمتیں، موزخوں کے بیان کردہ واقعات، ضربِ امثال، حُسنِ افعال، زمانے کے تمام اطوار، تمام ادیان و شرائع کے مسائل، ترتیبِ ابواب، تعیینِ القاب، دنیائے تہذیب کے عمدہ صفات اور خصائص آپ سے اس طرح صادر ہوا کرتے تھے جو عقل و حکمت کے کمال پر پورے اُترتے۔ یہ ساری چیزیں ایک بشر کی بساط سے بہت بلند تھیں۔

آپ کے پاس اخلاقِ حمیدہ، اعترافِ پسندیدہ، حلم، عفو، شجاعت و سخاوت، اقارب و اعزہ سے حُسنِ معاشرت اور تمام مخلوقات سے شفقت و رافت، وعدہ ایفائی، صلہ رحمی، تواضع، عدل، امانت، عفت، صدق و وقار، مروت، زہد و قناعت، غرضیکہ تمام اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ شریفہ بجمال و تمام اتنے اعدال سے آپ کی ذات میں یکجا تھے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ عالیہ کی تفصیل سیرتِ پاک کی کتابوں اور تخریجِ دیوانوں میں موجود ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں ہم بعض اشارات سے کام لے رہے ہیں۔

آپ کے اخلاق کی عظمت پر یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
خلقِ عظیم آقائے دو عالم نے آپ کے خلقِ مبارکہ کو عظیم کہہ کر پکارا ہے۔ اِنَّكَ



لعنٰی خلقِ عظیم (یقیناً آپ کو خلقِ عظیم عطا کیا گیا)۔ آپ کے خلقِ عظیم پر علمائے دُورائیں بڑی نفاست سے پیش کی ہیں۔ ایک طبقہ یہ حکمت پیش کرتا ہے کہ سرکارِ دو عالم کی ذاتِ اقدس میں مکارم و اخلاق کے سارے اوصاف موجود تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جن قدر اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ حسنہ تمام انبیاء میں پاتے جاتے تھے وہ ان میں اس اندازہ سے موجود تھے جتنا تقرب انھیں اللہ کے نزدیک تھا۔ اس طرح تمام اوصاف اور اخلاق انبیاءِ کرام میں جمع ہو گئے لیکن جب حضورِ تشریف لاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام اخلاقِ حسنہ کی اجتماعی صورت اور کمالی قدر کو حضور کی شخصیت میں جمع کر دیا۔ اولئک الذین ہدی اللہ فبہداهم اقتدہ۔ یہ اقتداء اخلاقِ حسنہ کی اقتداء ضرور تھی مگر یہ تقلید کی صورت میں نہ تھی کیونکہ تقلید شخصی تو حضور کے مناسب درجہ نہیں اور نہ ہی کسی شریعت کی متابعت حضور کے لیے ضروری ہے کیوں کہ آپ تو ماقبل کی تمام شریعتوں اور مذاہب کو منسوخ کرنے والے ہیں۔ لیکن انبیاءِ کرام کے خصائص و اخلاقِ حسنہ کی اقتداء کا حکم اس لیے ہوا تھا کہ ان اخلاقِ حسنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے انبیاء میں ودیعت کیا ہوا تھا لیکن حضورِ اجتماعی طور پر ان مکارم و حسنات سے متصف ہوتے۔ چنانچہ توبہ و استغفار آدم علیہ السلام کی سی تھی، شکر حضرت نوح، حلم حضرت ابراہیم، عدل حضرت اسمعیل، حُسن ظن حضرت یعقوب، صبر حضرت ایوب، اخلاص حضرت موسیٰ، اعتدال حضرت داؤد، تواضع حضرت سلیمان، زہد حضرت موسیٰ علیہم السلام کا سا جمع ہو گیا۔ ان اخلاقِ عالیہ کے علاوہ بھی حضور کو بے حساب اخلاقِ حسنہ عطا کیے گئے۔ ان اخلاق کی بدولت ہی آپ خلقِ عظیم کے خطاب سے نوازے گئے انک لعنٰی خلقِ عظیم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کے خلق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

آپ کا خلقِ قرآن ہے۔ یعنی آپ قرآنی حکم کے تابع اور قرآنی مناسبات سے مجتنب تھے آپ نے انہی اخلاق و آداب کا اپنے آپ کو متصف اور مودب بنایا تھا۔ اس کی تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یوں درج ہے کہ آپ حضرت الہی کی طاعت اور فرمانبرداری میں بے پناہ جہد و جہد کیا کرتے تھے۔ دربارِ خداوندی میں کمال خشوع و خضوع کرتے۔ اور

کی کا حقہ، ادائیگی کی جاتی۔ اللہ کے دشمنوں سے پوری شدت اختیار کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے

دوستوں سے ہر طرح تو اضع اور انکساری سے پیش آتے۔ اللہ کے تمام بندوں سے محبت فرمایا کرتے تھے اور مجموعی طور پر انسانیت کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتے اور عامۃ الناس کی نجات و خلاص کے لیے دن رات وقت کرتے۔ ان لوگوں سے اگر تکلیف و ایذا آتی تو اسے بھی برداشت کرتے تھے۔ ان کی اصلاح کے لیے حتی الامکان کام کرتے اور دونوں جہان کی نیکی کے لیے اُنھیں تیار کرتے۔ لوگوں کے مال و منال سے دُور رہتے۔ جاہلوں سے حلیمی سے پیش آتے۔ مومنین کے لیے حفظ و امان چاہتے اور اُن کی رضا میں کوشاں رہتے۔ مندرجہ ذیل صفاتِ وقتی طور پر ہی نہیں بلکہ ساری زندگی میں مستقلاً عادت کی حیثیت سے پائی جاتی تھیں۔

حضور کے اخلاقِ کریمانہ کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ صحابہ یا اہلبیت سے کوئی بھی اگر حضور کو پکارتا تو آپ لبتیک کہہ کر جواب دیتے۔ میں خود ایک دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت میری عمر صرف آٹھ سال تھی۔ میں نے جو کام بھی کیا آپ نے ایسا کرنے سے مجھے نہیں ٹوکا۔ اگر کوئی کام نہ کرتا تو آپ ایسا سمجھی نہ کہتے کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اگر کوئی چیز ٹوٹ جاتی تو مجھے علامت نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی دُوسرا ڈانٹ دیتا تو آپ فرماتے: چھوڑو، قضا میں یوں ہی تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے دوستوں کی مجلس میں بڑے محوش و خوش وقت گزارتے۔ اگر وہ دنیاوی باتوں میں مصروف ہوتے تو آپ بھی دنیا کے حالات پر گفتگو فرماتے۔ اگر صحابہٴ آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت پر اظہارِ خیال فرماتے۔ اگر کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر چلتا تو آپ اُن سے موافقت فرمایا کرتے تھے۔ اگر صحابہٴ زمانہ جاہلیت کی کہانیاں بیان کرنے لگتے تو آپ اُنھیں سرزنش کرنے کی بجائے تبسم فرمایا کرتے اور دوستوں کی ہنسی پر خفا نہ ہوتے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے آں حضرت کی خانگی زندگی کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ عام لوگوں کی طرح گھر کے اندر سلوک کرتے۔ اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیٹے، نعلین مبارک کو مرمت فرمالیتے، اُونٹ کو اپنے ہاتھوں پانی پلاتے، بکریوں کو دودھ لیتے، خادم کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اس کے ساتھ بیچہ کر کھانا تناول فرمالیتے، اپنی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء خود بازار سے خرید کر لاتے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کے خلقِ کربہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ گھر میں آکر اوقاتِ عزیز کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے: ایک حصہ عبادتِ الہی کو دیتے، ایک حصہ اہل و عیال کی خاطر مدارات اور ان کے پریشانیوں کے لیے وقف کرتے اور تیسرے حصہ میں خاص خاص امور پر غور فرماتے۔ یہ خاص امور بعض اوقات اُمت کی اصلاح پر مشتمل ہوتے کبھی کبھی خاص صحابہ کرام یا اجاب سے مشورہ کرنے میں وقف کرتے۔ علوم و حکمت پر ہدایت و رہنمائی فرماتے۔ ان اسرارِ الہیہ پر گفتگو فرماتے جو عام لوگوں سے بہت بلند ہوتی تھی۔ اس طرح اسرارِ علوم محفوظ ہوتے گئے۔ آپ دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جو حاجت مند میرے تک نہیں پہنچ سکتا، اُسے لاؤ تا کہ میں اُس کی مشکل حل کروں۔ اس ضمن میں آپ جو صلہ افتدائی کرتے ہوئے فرماتے کہ جو شخص کسی ضرورت مند اور مظلوم کو کسی بادشاہ کے دربار میں اس غرض سے پہنچائے گا کہ اس کی فریاد رسی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے استقامت بخشنے کا اور وہ قیامت کے دن ثابت قدم رہے گا۔ اصحاب ان باتوں پر عمل کرتے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ حضور کے اوقاتِ عزیز گھر سے باہر کس طرح گزرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: آپ اپنی زبان کو بیہودہ اور فضول باتوں سے محفوظ رکھا کرتے اور صحابہ کرام کے دلوں کو ایک دوسرے کی محبت سے سرشار بناتے۔ کبھی دو دلوں میں نفرت پیدا نہ کرتے۔ ہر قوم کے سخی کو دوست رکھتے اور اس قوم کے معاملات کو اُسی کے سپرد فرما دیا کرتے۔ لوگوں سے اُن کی تکلیفوں اور حالات کے بارے میں خود دریافت فرمایا کرتے اور اُن کے حل کے لیے کوشاں رہتے۔ اچھی چیز کی تحسین فرماتے اور بُری چیز سے بچنے کی ہدایت کرتے۔ حق سے کبھی تجاوز نہ فرماتے۔ آپ کے نزدیک مقرب ترین انسان وہ تھا جو نیکی میں آگے ہو۔ بزرگ ترین انسان وہ ہوتا جو مخلوقِ خدا کی اعانت و محبت میں پیش پیش ہوتا۔ میں نے اپنے والد مکرم سے آپ کی مجالس کا تذکرہ کیا تو آپ نے بتایا کہ حضور جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا جس مجلس میں گفتگو فرماتے، کلمہ حق بیان فرمایا کرتے۔ اگر کسی قبیلہ یا جماعت کے پاس جاتے جہاں مجلس تم ہوتی

اُس کے نزدیک جگہ حاصل کرتے، اور دوستوں کو بھی یہی آداب سکھاتے۔ آپ ہر ایک صحابی سے اتنا پیار اور شفقت فرماتے کہ ہر ایک کو یہ گماں ہوتا کہ میں ہی محبوب ترین دوست ہوں۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث یا تکرار کرتا تو آپ صبر فرماتے، حتیٰ کہ وہ خود اپنی باتوں سے خاموش ہو جاتا۔ جو کوئی حاجت لے کر آتا تو آپ اس کی حاجت کو پورا فرمایا کرتے۔ اگر کام نہ ہو سکتا تو اتنی اچھی گفتگو فرماتے کہ اس کا دل خوش ہو جاتا۔ آپ کی شفقت اور رحمت خلقِ خدا کے لیے عام تھی۔ لوگوں کو یہ گمان ہوتا کہ آپ سب لوگوں کے شفیق باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نافذ کرنے اور اسے منوانے کے لیے تمام مخلوقِ خدا ایک جیسی تھی آپ کی مجلس صبر و حیا، علم و حکمت کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ آپ کی مجلس میں دوسروں کے عیوب یا نقائص بیان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی کا عیب ظاہر ہو جاتا تو آپ پردہ پوشی فرماتے۔ آپ کے تمام صحابہ پر مقامِ عدل پر تھے۔ آپ کی مجلس کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آتے۔ تقویٰ اور تواضع سے ہر ایک کو دیکھا جاتا۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ان کا شعار تھا۔ حاجت مندوں اور غریبوں کا خاص خیال رکھا جاتا۔

مستخلص اعیان میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے اخلاقِ کریمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مدوح بن گئے۔ آپ نے اس اخلاقِ کاملہ میں سے تھوڑا سا حصہ مخلوقِ خدا سے حسنِ معاشرت کے سلسلہ میں اظہار فرمایا۔ چنانچہ معاملات میں نرم، خرچ کرنے میں اول، سلام کہنے سے پہلے، مریض کی عیادت میں پیشین پیش ہوتے۔ مریض خواہ نیک ہو یا بدمعاش، آپ اُس کی دل جوئی فرماتے۔ مسلمانوں کے جنازے میں شرکت فرماتے، حق ہمسائیگی بجالاتے ہمسایہ خواہ کافر ہوتا، اُس سے بھی حسنِ سلوک فرماتے۔ آپ دعوتِ قبول کرنے میں کبھی لیت و لعل نہ فرماتے، دعوتِ خواہ غلام کی طرف سے ہوتی یا آزاد کی طرف سے۔ دعاءِ برکت اور ہدایت فرمایا کرتے۔ جو شخص تحفہ یا ہدیہ دیتا اُسے رو نہ فرماتے اور اُس کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ لوگوں نے آپ کی دعوتِ صرف جو کی روٹی یا کھجور کے مالیدے سے کی۔ مگر آپ نے بخندہ پیشانی قبول فرمائی۔ مجرموں کو معاف فرماتے اور لوگوں میں صلح کراتے۔ جود و احسان کا رویہ اختیار کرتے۔ خواص و عوام سے گفتگو کرتے وقت سلام سے ابتدا

فرماتے اور خوشگلیں لوگوں سے غصہ دور کرانے میں نہایت صبر و تحمل اختیار کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا، ناگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے تشریف لاتے۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک اعرابی آ رہا تھا، حضور کی چادر کو اتنے زور سے کھینچنے لگا کہ آپ کا کندھا مبارک اس سے جا ملکہ آیا۔ چادر کی رگڑ آپ کی گردن پر نمایاں تھی۔ حضور نے نہایت شفقت سے اعرابی کو دیکھا، مسکراتے اور فرمانے لگے: اعرابی! تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ کہنے لگا: لوگ جو مال لے کر آتے ہیں، اُس میں سے مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے۔ حضور اکرمؐ کے حکم سے اس مال سے اُسے کچھ دے دیا گیا لیکن اعرابی پر اظہارِ ناراضگی نہیں کیا اور مسکراتے ہوئے گفتگو فرما کر اسے اجازت دی۔

آپ ہر شخص سے حلیم اور عادل تھے۔ آپ مال و زر کی تقسیم کے وقت دولت کو وقعت نہ دیتے تھے اور اُسے تقسیم کرنے میں دریغ نہ فرماتے۔ لہو و لعب، فضول اور بیہودہ گفتگو، جھوٹ اور غیبت، بخل و جفا، مکر و فریب جیسی عادات آپ کے نزدیک نہ آتی تھیں۔ رات ہونے سے قبل ہی آپ ساری دولت تقسیم فرما کر آرام فرمایا کرتے، جب تک صرف نہ کر لیتے گھر نہ جاتے۔ سائل کو رد نہ کرتے۔ فقر کو اختیار فرماتے۔ آپ کے چہرے پر اس قدر جیاء تھی کہ آپ کسی کو ٹکلی کی باندھ کر نہ دیکھتے۔ زیادہ جھوک ستاتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ کھانا کھاتے وقت تک نہ لگاتے۔ گندم کی روٹی تین روز سے زیادہ مسلسل نہ کھاتے۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ دو روز سے زیادہ مسلسل استعمال نہ کرتے۔ جو کی روٹی خوش ہو کر کھاتے بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک ایک ماہ تک خاندانِ نبوت کے گھر آگ روشن نہ کی جاتی، اور پانی اور کھجوروں سے پیٹ بھرا جاتا۔ یہ تکلیف بخل یا مفلسی کے لیے نہیں تھی بلکہ ایثار و احتیاء کی بات تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور اللہ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہِ اُحد اور دوسرے پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا اور چاندی بنا دیا جاتے۔ مگر آپ نے فرمایا: اے جبرئیل الدینار من لادار لہ و مال من لامال

لہ قید جمعہا من لا عقل لہ۔ دنیا اس کے لیے گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں۔ دنیا اس کے لیے دولت ہے جس کے پاس کوئی دولت نہیں۔ دنیا کے مال و دولت کو وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس کوئی عقل نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: ثبتك الله يا محمد صلى الله عليه و آله وسلم بالقول الثابت۔ یا رسول اللہ آپ نے قول صحیح سے بالکل سچ فرمایا ہے۔ آپ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے دوسرے کے لیے جگہ تنگ نہیں کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کو کنیت یا لقب کے قابل احترام ناموں سے بلاتے اور اچھے ناموں سے پکارتے کسی کی بات کو ٹوکتے نہیں تھے اور نہایت تواضع سے پیش آتے۔ آپ اکثر اونٹ، گھوڑے اور خچر کی سواری کرتے، پاپیادہ سفر کرنے سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے۔ بعض اوقات بہنہ پا بھی بازار چلے جاتے تاکہ غریب لوگوں کا احساس بلند رہے۔ اگر عمامہ، ٹوپی، چادر کے بغیر ہوتے تو سر مبارک یوں دکھائی دیتا جیسے فصل بہار کا شگفتہ پھول ہو۔ فقراء کے ساتھ بیٹھے، مساکین و غریبوں کے ساتھ بیٹھے کرکھانا کھا لیتے۔ مجروح اور زخمیوں سے ہم پیالہ ہوتے۔ اہل علم و فضل کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آتے اور عزت و تکریم کرتے۔ بُرے لوگوں سے بھی اچھا سلوک کرتے۔ معافی مانگنے والوں کا عذر قبول فرماتے۔ بسا اوقات مزاح اور دل لگی بھی فرمایا کرتے لیکن مزاح میں بھی غلط بات نہ کہتے۔ آپ اکثر متبسم رہتے اور کھیل کود کرنے والوں کو نظر انداز کرتے۔ اگر کوئی ناواقفیت سے بلند آوازی سے کام لیتا تو صبر فرماتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ آپ اپنے اہل و عیال میں کھانے پینے میں اپنی ذات کے لیے ترجیحی سلوک روا نہ رکھتے تھے۔ آپ کسی وقت بھی سیکار نہ بیٹھا کرتے تھے۔ اگر امورِ خلق سے فارغ ہوتے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے یا اہلبیت اور صحابہ کی اصلاح احوال میں مصروف رہا کرتے۔ کسی فقیر کو رعب سے نہ جھڑکتے اور کسی دولت مند کو اس کی دولت کی وجہ سے تعظیم نہ دیتے۔ تمام لوگوں کو یکساں دعوت دیتے آپ کا جو دو کرم میں یہ عالم تھا کہ کسی قسم کا سائل دروازے سے محروم نہ جاتا۔

ایک اعرابی نے حضورؐ سے کچھ مانگا۔ آپ نے اتنی بکریاں عنایت فرمائیں کہ وادی کا دامن بھر گیا۔ اعرابی نے آپ کی اس سخاوت کی وجہ سے اپنی قوم کو اسلام لانے کی ترغیب دی۔  
 زوکنے لگا؛ لوگو! الا ان محمد اعطى عطاء من لا يخشى بالفاقة۔ حضورؐ جسے عطا

فرماتے ہیں وہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ عمر بھر اُسے فاقہ کا خدشہ نہیں رہتا۔ غزوہ حنین پر آپ نے لوگوں کو اس قدر مال و دولت بخشا کہ عرب کے سختی بھی حیران رہ گئے۔ یہی سخاوت قریش کے بڑے بڑے سنگ دلوں کے لیے وجہ قبولِ اسلام بنی، جس کا اپنے مقام پر مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار آپ نے ایک لاکھ درم ایک چٹائی پر بکھیر دیے اور غریبوں میں بانٹنے شروع کر دیے حتیٰ کہ اُٹھنے سے پہلے ایک درم بھی باقی نہ بچا تھا۔

آپ نے عمر بھر کسی کو گالی نہیں دی اور کسی پر طعن زنی نہیں کی اور کسی مومن یا کافر کے لیے بددعا نہیں فرمائی۔ کسی کو اپنے دستِ اقدس سے مارا نہیں مگر محض اللہ کی رضا اور ایفاء کے لیے۔ کسی شخص سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا تو آپ لیٹ جاتے ورنہ زمین پر تکیہ لگا کر آرام فرما لیتے۔ جو شخص کسی کام کا کہہ جاتا، جب تک اُسے کرنے لیتے، آرام نہ فرماتے۔ جس کا ہاتھ پکڑنے، جب تک وہ خود نہ کھینچتا، نہ چھوڑتے۔ آپ اپنے صحابہ سے مصافحہ کرنے میں پہل کرتے۔ آپ نماز ادا کرتے تو اگر کسی کو آپ کا انتظار ہوتا تو نماز مختصر کر کے جلد فارغ ہوتے اور حاجت مند کی بات سُنتے۔ جب فارغ ہوتے تو باقی ماندہ نماز پھر ادا کر لیتے۔ عام طور پر بیٹھتے ہوئے بھی رُوبرُوبہ بیٹھتے۔ جب کوئی عزیز آپ سے ملنے آتا تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لیے بچھا دیتے۔ گفتگو کے دوران نرم یا سخت لہجہ بجز رضائے الہی اختیار نہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک بہترین دعوت وہ ہوتی جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ مل کر کھاتے۔ کھانا کھانے کے وقت دو زانو بیٹھتے، جیسے کہ نماز کے تشہد میں بیٹھا جاتا ہے لیکن ایک گھٹنہ بلند رکھتے۔ فرمایا کرتے: میں بندہ خدا ہوں اور خدا کے بندوں کی طرح کھانا ہوں۔ میں اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے اللہ کے بندے بیٹھتے ہیں۔ زیادہ گرم کھانا نہیں کھایا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے آگے سے لقمہ اٹھاتے۔ آپ کا معمول تھا کہ کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال فرماتے، کبھی کبھی چوتھی انگلی کو بھی دلا لیتے۔ دوا انگلیوں سے کبھی نہ کھاتے، فرماتے: دوا انگلیوں سے شیطان کھاتا ہے۔

تمام کھانوں میں سے گوشت آپ کو مرغوب تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سبزیوں میں سے کدو کو پسند فرمایا کرتے۔ کبھی کبھی یہ فرماتے کہ یہ سبزی میرے بھائی کے پودے

کی ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کھانا پکاتے تو کدو کا استعمال کیا کرتے، اس سے کمزور دل کی تقویت ملتی ہے۔ پھلوں میں سے کھجور تو سر کے میں جھگو کر کھاتے۔ ساگ میں سے کاسنی اور پالک کو بھی پسندیدہ طور پر استعمال فرماتے۔ آپ کے کھانے میں اکثریت تو کھجور اور پانی کی تھی۔ کسی کھانے میں عیب نہ نکالتے۔ اگر اچھا لگتا تو کھا لیتے ورنہ دست کش ہو جاتے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ کی انگلیوں کو منہ سے علیحدہ علیحدہ صاف کرتے اور اس سلسلہ میں بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات انگلیاں سُرخ ہو جایا کرتی تھیں۔ کھانے کے برتنوں کو اچھی طرح صاف فرمایا کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد دست مبارک کو اچھی طرح دھوتے۔ اگر صاف پانی نہ ملتا تو منہ کا مسح فرما لیتے۔ پانی پیتے تو تین بار پیتے۔ پہلے سانس میں بسم اللہ پڑھتے، دوسرے میں الحمد، تیسرے میں شکر الہی بجالاتے۔ پانی اطمینان سے پیتے تھے، غٹ غٹ نہ پیتے تھے۔

ایک بار دودھ اور شہد ایک ہی پیالے میں ملا کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: دو پینے والی چیزوں کو یکجا کر دیا ہے۔ دو سالن ہیں جنہیں ایک برتن میں جمع کر دیا گیا ہے۔ میں نہیں کتنا کہ یہ حرام ہے لیکن اس طرح پینا مکروہ ہو جاتا ہے مجھے دنیا کی چیزوں سے کل قیامت کے دن حساب دینا ہے اور مجھے تواضع زیادہ عزیز ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجمعین الطاہرین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

محدثین، مورخین اور ارباب سیراس  
**شمائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم**  
 بات پر متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کا خلقِ مبارک حدِ اعتدال پر تھا اور اس اعتدال میں کمال حاصل تھا۔ اسی طرح آپ کے تمام جسمانی اعضاء و جوارح بھی معتدل تھے۔ قدم مبارک مناسب تھا، طول و عرض موٹائی میں نہایت موزوں۔ ہر طویل القامت سے بھی سر بلند دکھائی دیتے۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے حاضرین سے بلند سر نظر آتے کہ سر مبارک جو عقل کے بادشاہ کی بارگاہ ہے اور شہنشاہِ خرد و آگہی کی عدالت ہے۔ یہ آپ کے کمالِ عقل و بزرگی کی دلیل ہے آپ کے گیسو مبارک گردن پاک پر سایہ افکن رہتے۔ زلفیں نہ بہت لمبی بہتیں اور نہ بہت چھوٹی۔



کبھی تو کانوں کی ٹونک پہنچ کر ختم ہو جاتیں اور کبھی کندھوں کو چھوتیں۔ چہرے کا رنگ نہ سفید تھا نہ ہی گندم نما، بلکہ دونوں رنگوں کا حسین امتزاج تھا۔ جس کی نگاہ پڑتی اس میں چمٹا وہ چودھویں کے چاند کی طرح خوشنما ہوتا۔ آپ کے جسم اطہر کا رنگ چاندی کی طرح سفید تھا۔ اعضائے بدن سے نور کی شعاعیں نمودار ہوتی دکھائی دیتیں۔ آپ کی جبین مبین مطلع انوارِ حقیقت تھی اور کلنۃ الخقی کی طرح کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو اگرچہ کمان کی طرح کشادہ تھے۔ مگر دونوں پیوستہ۔ یوں معلوم ہوتا کہ عاشقوں کے دلوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقامِ شہود پر قابِ قوسین کے اسرار کو محرمانِ حرم سرائے عشق تک پہنچانے میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے دونوں ابرو مبارک کے درمیان ایک ایسی رگ تھی جو غضب اور غصے کے وقت ابھر جاتی۔ آپ کی دونوں زگیں آنکھیں کائنات پر نگاہ رکھے رہتیں۔ مزرگانِ عالیہ سے لاکھوں تیز مجتہ اہلِ دل کے سینوں میں پیوست ہوتے۔ آنکھوں میں سیاہی بے پناہ تھی اور سفیدی بہت سفید۔ اس سیاہی اور سفیدی کے درمیان نگاہ کی دلاویز چمک ہوتی۔ آپ کی قوتِ باصرہ اتنی قوی تھی کہ اندھیرے اور روشنی میں ہر چیز یکساں دکھائی دیتی۔ اپنی تیز نگاہی سے آسمان کی انتہائی بلندیوں پر پروین کے ان نودس ستاروں کو دیکھ لیتی اور انہیں شمار کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہ کرتی۔ گالوں کی ہڈیاں نہایت موزوں طریقے سے ابھری ہوئی تھیں۔ ناک مبارک نہایت موزونیت سے اونچا بھی تھا اور موزوں بھی، جس کے اطراف و جوانب میں نور کی شعاعیں چھوٹی تھیں۔ دانتوں سے نور کی لڑیاں ظاہر تھیں۔ یہ نور کے موتی مرادید کی طرح شفاف اور براق کی طرح سفید تھے۔ دانتوں کے درمیان کشادہ جگہ تھی۔ گفتگو کے وقت سامنے کے دانتوں سے روشنی نمودار ہوتی تھی۔ یہ روشنی اندھیرے میں آبِ حیات کے چشمہ کی طرح ضیا بار ہوتی۔ آپ کی زلفِ عنبریں نہایت لطیف اور مشکبار تھیں۔ گردن بلند اور سفیدی کی وجہ سے چاندی سے بھی سفید تھی۔ کندھوں کے درمیان کی جگہ ایک دوسرے سے جدا گانہ دکھائی دیتی اور مہربوت کی جگہ نہایت نمایاں تھی جس سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ سینہ نور علی نور تھا، یہ سینہ انوارِ قدسی کا خزینہ تھا، وسیع و عریض دکھائی دیتا۔ پیٹ سینے سے بلا ہوا، نہایت موزوں اور متناسب تھا۔ سینہ سے ناف تک ایک نمایاں خط جاتا تھا ایسا

معلوم ہوتا کہ یسئیل کی بیکر ہے جو کافور کے تختہ پر کھینچ دی گئی ہو۔ سینہ اور شکم کے دوسرے حصے بالوں سے مبرا تھے اور شفاف تھے۔ آپ طویل ابیدین، ضخیم النظایین اور عضل الضدین تھے بدن کا گوشت مبارک نرم اور ملائم تھا۔ کت نرم تھے جس طرح حریر و ابریشم ہو۔ پٹنی موزوں و رقیق لیکن دل پذیر۔ ہاتھ کی انگلیاں نرم مگر پاؤں کی انگلیاں سخت تھیں۔ ٹھوڑی میں چاہِ غیب نہ طویل اور نہ عریض۔ قدم کے نیچے کا گوشت بھرا بھرا تھا۔ پشت مبارک سیدھی اور موزوں اس میں کسی قسم کا جھکاؤ یا کمسن نہ تھا۔ چہرہ بدرنیر کی طرح روشن۔ بدن مبارک کی خوشبو عنبر و مشک سے خوش گن تھی۔ اعضاء و جوارح نہایت متناسب اور موزوں تھے۔ یہ جسم اطہر جانِ عاشقاں تھا۔ ۷

در جانِ علم عشق تو افراختہ اند

وین ہر دو جہاں بہر تو پڑا ختہ اند

در حسن تو صد ہزار عاشق حیران

وزیک نظرت کارہمہ ساختہ اند

صابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے ایک چاندنی رات میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حلزہ سرخ زیبِ نین کیا ہوا تھا، صحابہ کی طرف تشریف لاتے۔ میں سرکارِ دو عالم کے رخساروں کو نہایت غور سے دیکھ رہا تھا اور چاند کو بھی۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میری نگاہ میں حضور کا نور چاند کے نور سے بہتر تھا اور آپ کا حسن ابرو چاند پر حاوی تھا۔ ۷

ماہ فروماندہ از جمالِ محمدؐ

سرو زوید باعتدالِ محمدؐ

در نظرتِ ربا کمالِ محمدؐ

پاک و قبولش کند بلالِ محمدؐ

آمدہ مجموع در ظلالِ محمدؐ

ماہ نباشد مگر جمالِ محمدؐ

عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

چرخ فلک را کمال و منزلتی نیست

ایں چہ پیراستہ جنتِ فردوس

آدم و نوح و خلیل و موسیٰ و عیسیٰ

شمس و قمر در زمین تا حشر تا بد

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک سرکارِ دو عالم سے

حصین ترکوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ کی پیشانی کے نورانی لمعات اتنے روشن تھے کہ گویا

آفتابِ عاتابِ حبین پاک پر جلوہ گر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دُھوپ میں کھڑے ہوتے آپ کا نور آفتاب پر غالب رہتا جب بھی چراغ کے سامنے تشریف لاتے، آپ کا نور چراغوں پر چھا جاتا

آں خواجہ کہ بدر غلام ہلال اوست  
برچہہ خال خور زرنگ بلال اوست  
خورشید و آسمان وزمین روشن ست ازد  
یک پر تو از بجلی نور جمال اوست  
گل گرچہ آبروئے چمن شد برنگ جو  
زاں گشت سرخوئے کہ ہنرنگ آل اوست

تنہا نہ مرغ روح ببالش بھی پرد

پرواز جبرئیل ہمیں ہم بال اوست

یہ تھے وہ اوصاف و کمالات جو معتبر اور مستند کتابوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال کے متعلق لکھے ملتے ہیں۔ ان اربابِ سیر اور اصحابِ قلم نے حضور کی بارگاہِ حسن میں زبردست ہڈیہ عقیدت و محبت پیش کیا ہے۔ لیکن راقم (معین) کے خامہ عنبریں شمامہ نے چند خصوصی اوصاف بھی محفوظ کیے ہیں تاکہ صاحبِ دل حضرات اور اہلِ محبت بزرگوں کو حضور کے ذکرِ جمیل کے انوار سے قلبی مسرت ہو۔ میری یہ کوشش نراجِ تحسین اور سرمایہٴ توصیف حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ میری دلی خواہش ہے کہ اگر آپ ان نکتوں کو دیکھ کر خوش دل ہوں تو میری تعریف کرنے کی بجائے خواجہ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر درود بھیجیں۔ اے درویش! جب اس کائنات کے بنانے والے اور اس نگارخانہ جہاں کے نقاشِ حقیقی نے چاہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوح پر فتوح کے گیند تاج کو گنجینہٴ افلاک میں سجاتے، پھر بشریت کی خاک کی ایک چٹکی طلب کی تاکہ بشریت کی یہ خاک کائناتِ ارضی پر انوارِ حقیقت کی مظہر اور شریعتِ مطہرہ کی شارع ہے۔ مخلوقِ خدا کے درمیان حجاب کو جسبب اللہ دکھی کے نور سے دُور کرے تو خدا تے واحد کے آفتابِ حقیقی کی نورانیات کو جو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر بنا کر جسمِ اطہر میں رکھے۔ اس طرح سرکارِ دو عالم کے ظاہر جسم کو تشکیل دی۔ اس جسمِ اطہر کو انوارِ الہیہ کا مہبط اور اسرارِ الہیہ کا خزینہ بنا کر تیار کرایا

صورت از حسن دوست پر وہ کشتائے  
سیرت آئینہ جمال نمائے  
خواستِ حسنت کہ جلوہ آغازد  
باحقیقت مجاز پردازد  
بنماید حقیقت توحید  
اندر آئینہ مجاز پدید  
میفرستد ز طارم افلاک  
قطرہ روح در مشیمہ خاک  
یعنی از نور من بھی طلبی  
پہن بجام جہاں نمائے نبی

حقیقت یہ ہے کہ جس دن نقاشِ قدرت حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کے نقش نورانی کو صفحہ صحیفہ ہستی پر نقش کر رہا تھا اور بانیِ قمرِ کونِ آفرینش نور مصطفوی کی بنیاد استوار کر رہا تھا۔ وہ عقل جو استادِ فطرت کی شاگرد ہے اس رفیع الشان محل کی عمارت کا ایک ایک گوشہ اور اس عظیم قالب کے ایک ایک ذرہ سے حکمت و حقیقت کے اسرار و رموز حاصل کر اس طرح حضور کی پیشانی کا نقش اولین منقش کیا گیا اور غور شدہ جمال کو اس مطلع نور سے نمودار کیا۔ عقل نے استادِ فطرت سے سوال کیا کہ یہ جامِ جہاں نما کیوں بنایا جا رہا ہے۔ یہ آئینہ فرخ لقا کس لیے ترتیب دیا جا رہا ہے۔ استادِ فطرت نے بتایا یہ سرچشمہ ہے نور کا۔ یہ عکس ہے انوارِ جمالِ محبوب لایزال کا۔ جس سے عاشقانِ لاابالی عکسِ رخِ یار دیکھ سکیں گے۔ یہ گلستان بہار و گل ہے جو اظہار و ارادت کے نو بہار شگوفوں و فی انفسکم اخلا تبصرون سے ہمک اٹھا ہے۔ جب قدرت نے اس خلاصہ کائنات کے قہرِ منور اور حقیقہ مدور (یعنی مبارک) کو جسمِ پاک کے محل پر سجایا اور جو اس کی اشکالِ غریبہ اور صورتِ بدیعہ کو داغِ عالیہ کے خزانہ میں محفوظ کیا تو عقل نے استادِ فطرت سے سوال کیا کہ خیز بینہ کس ذات کے لیے مزین کیا جا رہا ہے؟ اور یہ گنجینہ کس کے نام نامی سے فسوس ہو رہا ہے، فطرت نے جواب دیا کہ قافِ وجود کی چوٹی ہے، عقل کے عنقا کا آشیانہ ہے۔ یہ انسانی وجود کے ہفت آسمان کا سدرۃ المنتہی ہے جبرئیل امین کا صومعہ ہے۔ وجودِ محمدی کے دائرہ کار مرکز ہے، پرکارِ وجود کا نقطہ ہے، ما ذلغ البصر کا مرکز ہے۔ المتزالی مہابک کا نوالہ ہے۔ مسائل معارف کے مسائل کی امید کا پیالہ ہے۔ یہ سامعہ احمدی ہے، جہاں حکمِ ابدی کی رسائی ہوتی ہے۔ یہ قراضہ حکمت ہے۔ جہاں فادحی الیٰ عبیدہ ما ادحیٰ کے اسرار محفوظ ہیں۔ یہ پیشانی لوحِ محفوظ کا تختہ سہیں ہے۔

اس پیشانی کے نور کو دیکھ کر عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؛ بتایا گیا کہ مصحفِ سعادت کا صفحہ اولیں ہے۔ یہ آسمانِ رسالت کی لوح المحفوظ ہے۔ یہ دیوانِ جلالت کا عنوان ہے۔ یہ منشورِ نبوت کا دیباچہ ہے۔ یہ دستورِ فتوت کی فہرست ہے کبھی کبھی یہ جبین مبارک تلقین دینے کے موقع پر داغظ علیہم کے آثار سے مزین ہو جاتی ہے۔ لیکن بسا اوقات فیما رحمۃ من اللہ لنت لہم ماہ سیمہ کے آئینہ روشن کی طرح چمک اٹھتی ہے۔ ابرو مبارک کے دونوں طاق ایک حلقہ بناتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دونوں ابرو ہلالِ تمکین بن کر چہرہ مبارک کے نورانی مطلع پر دکھائی دیتے ہیں اور رشکِ حور آنکھیں اپنی پوری تابانی سے نظر آتی ہیں۔ جب عقل نے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فطرت نے بتایا کہ یہ رخساروں کے مقصورہ محراب کے دو طاق ہیں۔ ان طاقوں میں قدرت کی دو خوب صورت قندیلیں مزین ہیں اور ان طاقوں کے محرابوں میں مشرکانِ مشکیں کے طرفہ العین رکوع و سجد کرتے نظر آتے ہیں یوں کہا جا سکتا ہے کہ دونوں ابرو مبارک تو س قزح ہیں جو فلکِ جبینِ انسانی پر نظر آرہے ہیں۔ قدرت نے کن فکان کے افق پر بھویدا کر دیے ہیں یا یوں کہیے کہ شہنشاہِ حُسن و جمال کا چوگان ہے۔ جو ایک ہی ادا سے آنکھوں کے دو گیندوں کو سرگرداں کرنے کے لیے تازیانے لگانے پر آمادہ ہیں جب آنکھوں کی دونوں پتلیوں نے بھووں کے دو سیاہ طاقوں میں قاب تو سین کا تخت مرتب کیا اور آنکھ کی سیاہ پتلی (مروم دیدہ) کے سادہ رو محبوب کو اس تخت پر جلوہ افروز کیا اور مشک و کافور کے پُر نور بستر پر سُلا دیا تو عقل نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؛ فطرت نے بتایا کہ یہ دونوں شاہ و عروس ہیں جو عجاج و آبنوس کے تخت پر تکیہ لگاتے بیٹھے ہیں یا آفتاب و ماہتاب ہیں جو آسمانِ عز و جاہ پر خیمہ زن ہیں، نہیں، بلکہ یہ دو کوہِ تریلا زاغ سفید رنگ ہیں، ماثرِ اخ البصر و ماطحی کی بلندیوں پر معلق ہیں۔ یہ آشیانہٴ جلال کے دو شاہباز ہیں جو ولقد راہ نزلةِ اخری کی شکار گاہ میں پرواز کناں ہیں یا وہ بارخِ وحدت کے دو زگیں چھول ہیں جو گلشنِ خسارِ محمدیؐ میں کھلے ہوتے ہیں۔ یہ مرغزارِ صدیقی کے دو شگوفے ہیں جو انظارِ احمدیؐ کے درختوں پر مودار ہوتے ہیں، نہیں نہیں، بلکہ یہ دونوں ابرو کی تو سین حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ابرو قاب قوسین میں جس سے وجوب و امکان پیدا کیے گئے ہیں۔ انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا جمال منعکس ہوتا ہے۔ آنکھیں دو آئینے ہیں جو جمال ذات واحد کے عکس میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ شاہد حقیقی کے حسن بے مثال کے اَدَا دُنَیٰ کے راز کے عکس کو (جو توحید مطلق ہے) دونوں کو مربوط کر دیا گیا ہے۔ جب قدرت پروردگار کی مشاطہ نے آپ کے رخساروں کی دُہن کو انوار قدسی کے گلگونہ اور اسرارِ انسی کے غازہ سے آراستہ فرمایا اور صباحت و ملاحت کے زیور سے مزین کیا تو عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا: یہ دونوں گلغامِ رخسار گو یا نینگوں سلیب ہیں جسے قاد مطلق نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے یا یہ شگفتہ چھول ہیں جو عنایت کی نسیم اور رعایت کی شمیم کے آنے سے جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلستان میں ہمک اُٹھے ہیں اور قدرت کے تمام کمالات ان پر جلوہ گر ہو گئے ہیں، نہیں نہیں بلکہ یہ کتابِ سیادت کے دو ورق ہیں جن پر قلمِ شہادت سے سعادت کی تحریر و کتفی بِاللّٰهِ شَهِيدًا نمایاں کر دی گئی ہے، یا

آبِ رَحْمَتِ كَيْ دَوْطَبْنِ هِيْنَ جَهْنِيْمِ مَجْوَرا نِ اْمْتِ كَيْ لِيْهِ وَ ما اْمْر سَلْنا كِ الْاَسْرَحْمَةِ

للعالمين کے لیے بازوئے یقین کے ساتھ شفاعت کے وقت بے بضاعت اور در ماندہ گنہگاروں کے لیے کھولا گیا ہے۔ جب آپ کی شبگون زلفوں کی تاریں شکار یوں کے جمال کی طرح گلگون چہرے پر پھیلی ہیں تو عارفانِ الہی اور عاشقانِ جمالِ مصطفویٰ کے دل شکار ہو ہو کر چھنتے جاتے ہیں۔ یا قوتِ رنگِ منہ کا ڈبہ مسکراہٹ کے وقت غنچہ بن کر دلوں کو مسحور کر دیتا ہے۔ عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ فطرت نے جواب دیا: یہ پھلِ بدخشاں کا ایک ڈبہ ہے اور یہ رُو حانیِ انار کا ایک قبہ ہے، یہ نسیمِ نسیم کا سرِ چشمہ ہے جس سے جنتِ النعیم کی سارھی لطافتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس میں تحقیق کی شراب کو بست کر دیا گیا ہے۔ آپ کا آبِ دہاں مشتاقانِ دید کی جان کے لیے چشمہٴ سلسبیل ہے جس میں عینِ الحیوان چھپا ہوا ہے۔ اسی میں دانٹوں کے چمکدار موتی نور افشانی کرتے ہیں۔ یہ بتیں دانٹ ابدال مر و اید ہیں۔ ان سے جو ہر حکمتِ درخشاں ہوتے ہیں اور ایک رشتہ جمیل میں پروئے ہوئے ہیں۔ تحقیق کے ڈبے میں سفید موتیوں کی یہ لڑیاں اپنی مثال آپ ہیں۔ عقل نے پھر سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا: یہ ابر قدرت سے سفید رنگ کے تالے ہیں

جنہیں لالہ حمر میں رکھا گیا ہے یا شریا کی منظوم لڑیاں ہیں جنہیں جزا کے بُرج میں عقیقی لڑیوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جب آپ کی زبان معجز بیان قرآن خوانی کرتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ معلم الرحمن نے علم القرآن کے لیے ایک مدرسہ کھول دیا ہے جس میں بتیس<sup>۳</sup> دانت قاریان قرآن بنا کر بٹھا دیے گئے ہیں۔ یہ اپنے تکلم کے ترنم سے منہ کے صومعہ میں ذکر خداوندی کا زمزمہ پریا کر دیتے ہیں۔ عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ اور یہ نغمہ و نوالہ اللہ تعالیٰ کی خلوت سرا میں کیسا ہے؟ فطرت نے جواب دیا: یہ نبوت کے دار الملک کا خطیب ہے جو ارباب سعادت کے مجمع میں خطبہ شہادت دے رہا ہے۔ منہ کی جامع میں بتیس<sup>۳</sup> پایہ والے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطاب کر رہا ہے۔ منہ کے باغ کے یہ پودے قرآن کے شاخوں کے شاخساروں پر سج رہے ہیں۔ یہ شرف و بزرگی کا صدف ہے جو دریائے دہان میں گفتگو کے موتیوں سے پُر ہو گیا ہے۔ یہ اسرارِ ایمان کا مظہر ہے جو فضل و احسان کے ایشار پر نثار ہے اور بیان کے طبق پر کھڑے ہو کر ارباب بیان عرفان کی بلندیوں پر جلوہ فرما ہے یا قصر نبوت کی شاخ نیشکر ہے جو فتوت کے مصری گھر میں اہل مروت کے کام و دہن کو شیریں کر رہی ہے، اس سے ارشاد وحی اور امداد امر و نواہی بیان کے طبق پر رکھ کر سرمایہ قرآن کی شکر ریزی کو نمایاں کیا جاتا ہے یا تعلیم و تعلم کے مہمان سرا کی گلاب افشاں صراحی ہے جو گفتگو کے وقت پُر نور سینوں پر ایمان و تسکین کے عطریات و خوشبوئیات چھڑکتی رہتی ہے۔ جب دستِ حق پرست اور نورانی ہتھیلیاں قدرت الہی کی سعادتوں کی نخل بندی کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پیوند کو ترتیب دیا جاتا ہے تو متفرق ہڈیاں اور ادھر ادھر کے اعضاء اعصابی ترکیب اور عروقی ترتیب کے ساتھ موزوں ہوتے ہیں، تو عقل سوال کرتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ جواب ملتا ہے، یہ ہتھیلی دریائے سخاوت ہے، سماحت کے آسمان کا بادل ہے، ارباب ایمان کا مقام شکر و سپاس ہے، کفر و نفاق والوں کے لیے تیغِ بڑاں ہے۔ یہ چار باغ و جود کا پانچ شاخوں والا شجر ہے۔ آپ کی انگلیوں کی گلگونہ شاخوں پر ناخنوں کے غنچے، کھلے ہوئے ہیں، یہ بدن کے بوستان جناب کا پودا ہے جس کے وائیں باتیں جناب حضرت ذوالجلال کی رحمت کی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔

اُس صدر بدر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر نور کو ترتیب دیا گیا تو عقل نے پوچھا :  
یہ کیا ہے ؟ فطرت نے بتایا کہ وحی الہی کے جواہر تابدار کا خزینہ ہے، معارف و حقائق خداوندی کا  
خزانہ ہے۔ یہ عساکرِ اسلام کے گھوڑوں کی جولانیوں کا وہ میدان ہے جہاں سے ایمان و ایقان کے  
لشکر اُٹھے ہیں، یہ سلطان ایمان کے نور عرفان کا مہبط ہے۔ یہ دل و جان کے شہنشاہ کا  
پایہ تخت ہے یہ و لکن و سعتی قلب عبدی کی جلوہ گاہ ہے۔ یہ سلطان ایمان کے  
نزول کی خیمہ گاہ ہے۔ نہینۃ فی قلوبہم کی زینت گاہ ہے۔ یہ شکم با حکم کا قلعہ ہے۔  
دستِ قدرت نے جب آپ کے شکم و معدہ کو ترتیب دیا تو عقل نے پھر سوال کیا کہ یہ کیا ہے ؟  
تو فطرت نے بتایا کہ یہ انسانیت کے قالب کی طعمہ گاہ ہے، نفسانی طباع کا منبع ہے، شہوانی  
قوی کا معدن ہے، غذا کا قید خانہ ہے، نفسِ امارہ کی منزل ہے، طبعِ سیارہ کا مرکز ہے،  
قوتِ لایموت کا خزینہ ہے، خواجہ کے احکام کا محکوم ہے، عشوی نما خواہشات کا مرکز ہے،  
لیکن جب یہی خزینہ اور یہ معدہ قالبِ مصطفیٰ میں ترتیب دیا گیا تو پھر یہ صبر و قناعت کا خزینہ بن گیا  
اشبعہ یوما و جوع یومین بن گیا، لوگ اپنے پیٹ کو پُر کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے،  
مگر خواجہ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک انسانیت کے جھوکوں کے غم میں ہمیشہ  
صبر و قناعت کی خوراک سے ہی بھرا گیا۔ سلطانِ اودائی نے جبوک کے وقت بھی اپنی  
امت کی شفاعت کے لیے اپنے شکم پر پتھر باندھ کر صبر و استغنا کی مثال قائم کر دی۔

۷

چوں ندانی دوست از دشمن جانی چہ سود

سگ باید نفس را حلوه و بریانی چہ سود

جب صالح قدرت نے آپ کے دونوں پاؤں بنائے، یہ پاؤں نہ تھے قصر وجود  
کے قوی تھے، عالم شہود کے ستون تھے جن پر کائنات کے وجود کی عمارت کھڑی تھی  
عقل نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ بتایا گیا : یہ ستون ہیں جن پر قصر وجود کھڑا ہے، یہ  
قیامِ جسم کا ذریعہ ہیں، یہ بناتے محبت کے دو رفیق ہیں، یہ طریقِ سلوک کے دو  
ہن ففروا الی اللہ کے میدانِ شاہوار ہیں، نہیں نہیں بلکہ قدرت کی یہ دو



سلاٹیاں ہیں جن کے جوتوں کا کھل الجواہر عرش کا سُرْمہ ہے۔ یہ نحن اقرب من جبل  
 الومرید کے مقام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ قیام لقا مقام عبد اللہ کی عملی تصویر ہیں،  
 یہ بارگاہِ الہی میں کھڑے ہو کر اُمت کے نقصانِ طاعت کی کمی پوری کرتے ہیں، یہ شفاعت  
 کے وقت اشفع لشفیع بن کر مقامِ محمود پر زانوئے عبادت تہہ کر کے عاصیانِ اُمت  
 کے گناہوں کا عذر بن جاتیں گے۔

۷

مرا زدیدہ دل ہر زماں درود و مادوم  
 محمد عربی کز برائے اول و آخر  
 بصورت از بشر آمد لے زوئے حقیقت  
 بعالم دل جہاں بودہ تحت رسالت شاہ  
 بروز شتر بظلم لوائے اوشہ واثق  
 نہادہ بانی حکمت دنی فتدنی  
 چوازدنی از وہ برز قدم بمقصد ادنی  
 اگر ز سوری در ظہور نور تو باشد  
 طفیل ذات تو ہر وہ ہزار عالم از ان شد  
 زا بر جو چو شد فیض رحمت منقاطر  
 نثار روضہ پُر نور صدر و بدر دو عالم  
 بظاہر ست منور سرباطن است مقدم  
 ز فرق تا بقدم صدر ست خداست مجسم  
 میان مکہ و طائف نبوہ قالب آدم  
 لسان امت او جملہ انبیائے مکرم  
 فرود پایہ جاہش و ثاق عیسیٰ و مریم  
 بیک درگاہ گزشتہ ز اوج طارم عظیم  
 فروغ عیش کہ بنید دین سراپہ ماتم  
 کہ پیش بحر نارد وجود قطرہ شبتم  
 ہزار روضہ جہاں شد زبان حقہ مرہم

معین چوتخفہ فرستد بغیر از این کہ نہ دید  
 کند درود پیایے رواں بسوئے تو ہر دم

## معجزاتِ خارجیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات، جنہیں ہم خارجی شمار کر رہے ہیں حد و حساب سے باہر ہیں مگر اربابِ سیر اور اصحابِ تاریخ نے جن معجزات کو بیان کیا ہے ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ تین ہزار خارجی معجزات بہت مشہور ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کے ظاہری اور خارجی معجزات میں سے قرآن پاک ایک ظاہرہ اور باہرہ معجزہ ہے یہ قوی ترین اور ظاہر ترین معجزہ ہے۔ ظاہر میں قرآن کریم ایک اعلیٰ معجزہ ہے لیکن حقیقت میں قرآن حکیم ہزار ہا معجزوں کا ایک مرتبہ مجموعہ ہے کیونکہ اس کی ہر سورۃ بلکہ ہر آیت میں اتنے معجزات ہیں کہ انسان کی عقل ان کے شمار سے فاصلہ ہے۔ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے تمام فصحاء اور بلغاء عاجز ہو گئے تھے۔ ان کے بڑے بڑے فصحاء قرآن کے بیان کردہ قواعد کو رد نہیں کر سکے اور حضور علیہ السلام کے مجادلہ و معارضہ کے باوجود دم بخود رہے۔ ایک اور بات جو قرآن پاک کے معجزے پر دلالت کرتی ہے، وہ اُس کی ترتیب و نظم ہے جو عربوں کے اسالیبِ بیان سے مختلف ہے۔ یہ اسلوبِ بیان اتنا جامع تھا کہ نہ اُنھوں نے پہلے دیکھا تھا، نہ بعد میں۔

**قرآنی معجزات** کہتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے، **قرآنی معجزات** ولید بن مغیرہ عرب کا نامور فصیح و بلیغ شاعر تھا، سننا رہا اُس پر رقت طاری ہو گئی۔ اب وہل نے اُسے سرزنش کرتے ہوئے کہا: آخر تم نبی (علیہ السلام) کے کلام پر اس قدر فریفتہ کیوں ہو گئے ہو؟ ولید نے کہا: واللہ! تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو کلام و اشعار میں میرا تدریجاً مقابل ہو، بایں ہم مجھے قرآن کے کلام میں وہ اسلوب نظر آتا ہے کہ عرب کے کسی کلام میں نہیں پایا جاتا۔ ماضی کے نوشتوں اور واقعات گزشتہ کے متعلق قرآن پاک نے صحیح صحیح وضاحت کی ہے اور ان واقعات کی تفصیل بھی بیان کی ہے جو سابقہ اُمتوں کے ہاں پائے جاتے تھے۔ باوجودیکہ ان واقعات کی تفتیش و تحقیق میں اہل کتاب صدیوں سے مصروف تھے۔

بڑی کاوش کے بعد وہ چند واقعات کی حقیقت کو پانے میں کامیاب ہوئے۔ پھر حضور علیہ السلام اُمتی تھے۔ اہل کتاب میں سے کسی کے ساتھ کوئی مجلس اور صحبت نہیں رکھتے تھے۔ بایں ہمہ آپ نے اہل کتاب کے اشکال، حالات گزشتہ اور واقعاتِ ماضیہ کو اس حسن و خوبی اور صداقت سے بیان فرمایا کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔ ان کے سوال کے شافی جواب دیے گئے۔ حضور نے ان غیب کی باتوں پر بھی آگاہ کر دیا، جن کا تعلق زمانہ مستقبل سے تھا۔ وہ خطرات اور خیالات جو فاسق اور کافر لوگوں کے دلوں میں آتے تھے، قرآنی آیات سے ظاہر ہو جایا کرتے تھے اور یہ ساری باتیں قرآنی اطلاع کے مطابق صحیح صحیح ظاہر ہوتیں۔ وہ تمام جزئیات اور کلیات جن کی قرآن حکیم نے خبر دی تھی ایک ایک کر کے ویسے ہی ظاہر ہوئیں، جس طرح قرآن کی آیات بیان فرمایا کرتی تھیں۔

انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون (بے شک ہم ذکر کو نازل فرمانے والے ہیں اور ہم اس کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں) یعنی ہم نے قرآن نازل فرمایا، پھر ہم ہی اس کے محافظ ہیں تاکہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔ اب تقریباً نو سو سال (مولف کا زمانہ) گزرنے کو ہیں۔ محدود اور زندیقیوں نے بارہا کوشش کی کہ قرآن پاک میں رد و بدل کر دیا جاتے مگر وہ اپنی اس ناپاک کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ایک جُملہ تو کیا ایک حرف یا لفظ تک تبدیل نہ کر سکے۔

عجائزِ قرآنی میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قاری کے دل پر مہبت اور رعب طاری ہو جاتا ہے۔ عقبہ بن ربیعہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ سختی کی تاکہ آپ اپنے دین کی تبلیغ سے رُک جائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حمد فصیلت پڑھی۔ جب آپ فان اعرضوا فقل انذر تکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و تمود پر پہنچے تو عقبہ پر خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: خدا کے لیے مزید نہ پڑھیں۔ اس واقعہ کی تفصیل اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایسے معجزے عطا کیے جو اس کی امت سے مناسبت اور مطابقت رکھتے تھے تاکہ انہیں دیکھ کر انسان حق کی قبولیت میں آسانی محسوس کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عام لوگ جادو میں مہارت حاصل کرنے میں کوشاں تھے اور اس سلسلہ میں وہ اپنے زمانے میں معروف ترین لوگ مانے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی معجزات سے نوازا، جن سے اُن کے جادو کے اثرات دب کر رہ گئے۔ دریا تے نیل کا پھٹ جانا، قبطیوں کے لیے دریا کا خون ہو جانا، عصا کا سانپ اور اژدہا بن جانا وغیرہ غیرہ شکر معجزات تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علوم طبیبیہ کا کمال بدرجہ اتم موجود تھا، چنانچہ آپ کے معجزات میں سے مردوں کو زندہ کرنا، کورھیبوں کو تندرست کرنا، انڈھوں کو نور بصیرت دینا، اباہجوں کو توانا بنانا اور اس قسم کے دوسرے معجزات عطا کیے گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت میں لوگ فصاحت و بلاغت کو عروج تک پہنچانے میں مصروف تھے۔ انشاء طرازی اور مکہ آفرینی حد کمال کو پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کلام اس وقت نازل فرمایا وہ فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھا۔ اس میں ایجاز و ابلاغ، اختصار و تاثر اس قدر تھا کہ اس جیسا بیان امکان سے باہر تھا۔ قریش مکہ اپنی شاعری اور ادب میں فصاحت و بلاغت کے امام مانے جاتے تھے اُن کے سامنے اعلان کیا گیا فاتوا بسورۃ من مثله (ایک ہی ایسی سورت لے آؤ) کہہ کر ہر ایک کو عاجز و ساقط کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ابن مقفع جو اس زمانہ کا امام الفصاحت تھا، اسے لایا گیا تاکہ وہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ کہہ سکے۔ وہ پوری داغی صلاحیت کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ ایک مسلمان بچہ یہ آیت پڑھتا ہو اگر: قل یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے لکھے ہوئے کو مٹا دیا اور یہ اعلان کرتے ہوئے اُٹھا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ ایسا کلام کسی بشر کا نہیں ہو سکتا۔ مسیلمہ کذاب عربی کے مہمل اور بے معنی جملے بنانے میں بڑا مشاق تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ قرآن کے مقابلہ میں چند سورتیں بنا لایا ہے۔ چنانچہ اس نے سورۃ والنازعات کے مقابلہ میں چند مہمل جملے گھڑے: والباہرات نرہا فالماخرات خضرا فالدارما قحافا الطاقعات طعنا فالخباہرات خبزا فالباردات ثروا فالاجبات لقاعالہ وسمعنا لقد فصلتہم علی اهل الدیر وما سبقکم علی اهل۔ اسی طرح اس سورہ فیل

کے مقابلہ میں کہا: الفیل وما ادراك ما الفیل له ذنب وثیل له خرطوم طویل  
وان ذلك من خلق ربنا الفیل۔ اس طرح وہ اپنے ہی زمانہ کے فصحاء وبلغاء کے مزاج  
اور تمسخر کا نشانہ بن گیا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ابن مسعود، ابن عباس،  
ابن عمر، انس بن مالک، حذیفہ الیمانی، جبیر بن مطعم

## معجزہ شق لہتم

رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ حوالی مکہ میں مشرکین مکہ کی ایک جماعت آتی اور کہنے لگی اگر آپ  
دعویٰ نبوت میں سچے ہیں اور رسالت کے دعویٰ میں سچی ہیں تو چاند کو آسمان پر دو ٹکڑے  
کر دکھائیں، وہ چاند کی چودھویں رات تھی اور آسمان پر چاند کامل تھا۔ آپ نے فرمایا:  
اگر ایسا کر دکھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگے: ہاں۔ کہتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام  
نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رب العزت سے التجا کرتے  
ہوتے اپنے ہاتھ کی انگشت شہادت بلند کی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا، نصف آسمان پر نظر  
آتا رہا اور نصف دوسرا پہاڑ کی اوٹ میں چلا گیا، آپ ایک ایک کو بلاتے جاتے اور فرماتے:  
اے فلاں! اے فلاں! تم گواہ رہنا اور اس معجزے کی شہادت دینا۔ ایک اور روایت  
میں آتا ہے کہ نصف چاند کو ابو قبیس پر نظر آتا تھا اور دوسرا نصف آسمان پر کانپتا دکھائی  
دیتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دونوں ٹکڑے کو حرا کے دائیں بائیں نظر آنے لگے۔  
یہ معجزہ دیکھتے ہی مشرکین نے جادو کا کرشمہ قرار دیا اور کہنے لگے: آج تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
نے چاند کو بھی جادو کر دیا ہے۔ ابو جہل چلا اٹھا: هذا سحر مستمر۔ بعض کہتے ہیں کہ  
اگر چاند پر جادو کر دیا گیا تھا تو لوگوں پر جادو تو نہ تھا۔ اکثر مسافروں نے شہادت دی  
کہ انھوں نے سفر کرتے وقت چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا لیکن کافر اپنی ہٹ دھرمی  
کی وجہ سے اسے جادو کہتے ہوئے ایمان کی دولت سے محروم رہے اس مقام پر یہ آیت  
نازل ہوئی: اقتربت الساعة وانشق القمرہ وان یردایۃ یعرضوا ویقولوا

سحر مستمر

درج رانہ قفل زرست کلید وے انگشت پیغامبر ست

کلید خزان چو در مشتِ اوست      مراد داغ داران انگشتِ اوست

ہم از نور آں پنچہ آمد شکافت

صفتِ بدر لشکست روز مصاف

معجزۂ اہو      سلم اس طرف سے گزرے تو ایک ہرنی کو گرفتار دام پایا۔  
 حضورؐ کو دیکھتے ہی ہرنی چلائی: یا رسول اللہ! میری طرف تشریف لائے۔ آپ پاس  
 گئے تو بڑی التجا سے کہنے لگی: اے رحمتِ عالمیان! اس پہاڑ کے دامن میں میرے دو  
 بچے ہیں، وہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشان ہوں گے۔ اگر میں زنگی تو وہ بلک بلک کر  
 ہلکان ہو جائیں گے۔ یا رسول اللہ! آپ میرے ضامن بن جائیں تاکہ میں انھیں دودھ  
 پلاؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی۔ آپ ابھی ہرنی سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ شکاری بھی  
 آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا: میاں! یہ ہرنی تمہارا شکار ہے لیکن اس بیچاری کے دو بچے ہیں۔  
 اسے چھوڑ دو تاکہ بچوں کو دودھ پلا آئے۔ شکاری کہنے لگا: اگر وہ واپس نہ آتی تو مجھے حق حاصل  
 ہو گا کہ میں اس کے بدلے آپ کو قتل کر دوں۔ آپ نے مسکرا کر وعدہ فرمایا مگر ساتھ ہی کہا  
 کہ اگر واپس آگئی تو تمہیں اللہ کی قسم ہے، ایمان لے آنا۔ شکاری نے کہا: بہت اچھا۔  
 اس ہمد و پیمان پر ہرنی کو چھوڑ دیا گیا۔ حضورؐ نے ہرنی پر دستِ شفقت پھیرنے ہوئے فرمایا:  
 جاؤ تمہیں پانچ گھڑیوں کی مہلت ہے، جاؤ اور پھر آجانا۔ حضورؐ اس شکاری کے پاس  
 ہرنی کی انتظار میں بیٹھے رہے۔ چار گھڑیاں گزرنے پائی تھیں کہ ہرنی واپس آتی دکھائی دی،  
 پاس آتی تو آپ نے فرمایا: تمہیں پانچ گھڑیوں کی مہلت تھی، تم جلدی کیوں آگئی؟ ہرنی  
 کہنے لگی: یا رسول اللہ! جب میں بچوں کے پاس گئی تو آپ کے ہاتھ کی خوشبو میرے جسم سے  
 آرہی تھی، بچوں نے آج تک ایسی خوشبو کبھی نہ پائی تھی، پوچھنے لگے تو میں نے بتایا کہ مگر دو عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم میرے ضامن بنے ہیں اور اپنا دستِ شفقت میرے جسم پر پھیر کر مجھے مہلت  
 دی ہے تاکہ تمہیں دودھ پلا کر واپس چلی جاؤں۔ بچوں نے کہا: ماں! ہمیں وہ دودھ منظور  
 نہیں جو حضورؐ کو شکاری کی ضمانت میں رکھ کر ہمیں پلا رہی ہو، جلدی واپس جاؤ اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت ادا کر دو۔ اسی لیے جلدی آگئی ہوں، یا رسول اللہ! میری ہزاروں جانیں اور میرے بچوں کی جانیں آپ پر کر ڈروں بارقربان ہوں۔ آپؐ میری ضمانت سے بری الذمہ ہو جاتے۔ یہ سنتے ہی وہ کافر شکاری کلمہ شہادت پڑھ کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

**معجزہ سومار** کہ بنی سیم کے قبیلے سے سعد نامی ایک اعرابی حضور انور کے پاس آیا۔ ایک دن اس نے ایک سومار پکڑا اور اسے کاٹ کر اپنے اہل و عیال کو کھلانا چاہتا تھا۔ راستے میں ایک مجمع دیکھا تو کہنے لگا: یہ کون لوگ ہیں اور کیوں جمع ہوئے ہیں؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور لوگ ارد گرد جمع ہیں۔ اعرابی بھی اسی مجمع کے اندر چلا گیا اور حضور کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مجھے لات و عزیٰ کی قسم ہے کہ آج تک آپ سے بدتر کسی ماں نے بیٹا نہیں جنا جو دروغ گو ہو، اور میرے دل میں آپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کی گوشمالی کریں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا: عمر! علم و حکم کا درجہ نبوت کے بہت قریب ہے۔ یہ جاہل اعرابی ہے، اسے کچھ نہ کہو۔ آپ نے اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو، میں آسمانوں پر بھی امین ہوں اور ملائکہ اور انسانوں نے ہمیشہ میری تعریف کی ہے۔ خدا سے ڈرو اور بوتوں کی پستش چھوڑ دو اور اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ۔ اعرابی کہنے لگا: مجھے لات و عزیٰ کی قسم ہے میں اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک آپ اس سومار کو ایمان لانے پر آمادہ نہ کر لیں۔ سومار حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ سومار اسی وقت بھاگنے لگا مگر حضورؐ نے فرمایا: اسے سومار! ٹھہر جا۔ سومار رک گیا تو آپ نے فرمایا: تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ کہنے لگا: خدا کے واحد کی، جس کا آسمانوں پر عرش ہے اور زمینوں پر حکومت ہے، دریاؤں میں اس کا پانی ہے، بہشتوں میں اس کی رحمت ہے، دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ سومار کہنے لگا: آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، آپ سید القیامت ہیں، زین القیامت اور کمال القیامت ہیں۔

آپ کی جو بھی تصدیق کرے گا اسے فلاح و رستگاری ملے گی اور جو لوگ آپ کی تکذیب کریں گے انہیں خسران و ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اعرابی سوسمار کی گفتگو سن کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا: اب مجھے کسی دلیل یا معجزے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہتے ہی اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانک عبدہ ورسولہ کہتے ہوتے دولتِ ایمان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ قسم کھاتے ہوتے کہنے لگا: یا رسول اللہ! جب میں آپ کے پاس آیا تھا، دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جسے آپ سے بُرا خیال کرتا تھا مگر اب آپ کو اپنی جان، اولاد و والدین سے بھی عزیز سمجھتا ہوں، اب آپ میرے گوش و ہوش، فرزند و مادر سے بھی عزیز تر ہیں۔ بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی درج ہیں جو سوسمار نے تصدیقِ رسالت اور شہادت کے بعد اپنی زبان سے پڑھے تھے:

یا رسول اللہ انک صادق	فبورکت مہدیا و بورکت ہادیا
شرعت لنا ومن الحنیفۃ بقدمنا	عبدنا کما مثال الحمرا بطواغیا
فیاخیر مدعو یا خیر مرسل	لی الجن والانس لبتیک داعیا
انت بیرھان من اللہ واضح	فاصعبت وغینا صادق القول اعیا

فبورکت فی الاحوال حیا و میتا

و بورکت مولود و بورکت ناشییا

اعرابی دولتِ ایمان حاصل کرنے کے بعد نہایت مسرور ہوا اور خوشی سے ناچنے لگا۔ حضور نے اسے اس قدر خوش دیکھا تو پوچھا: تمہارے پاس دنیا کے مال و متاع سے بھی کچھ ہے؟ کہنے لگا: یا رسول اللہ! قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ غریب انسان اور کوئی نہیں ہے۔ حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو ایک اونٹ دے دیا جائے، میں ضمانت دیتا ہوں کہ جو شخص اسے اونٹ دے گا جنت میں اسے ایک اونٹنی دلاؤں گا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور کا یہ اعلان سنتے ہی اپنی جگہ سے کود پڑے اور کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں اُسے دس ماہ کی ایک خوب صورت اونٹنی دیتا ہوں جو سبھی نسل کے اونٹ کی اولاد ہے۔ یہ تحفہ ہے جو مجھے



اشعب ابن کندمی نے دیا تھا۔ میں ان دنوں غزوۂ تبوک سے لوٹا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: عبدالرحمن! تم اپنی اونٹنی کی تعریف کر رہے ہو جو میرے کھنے پر اللہ کے راہ دے رہے ہو۔ اب اس اونٹنی کی بھی تعریف سن لو جس کا میں ضامن ہوا ہوں۔ وہ اونٹنی لو، وہ خوشاب کی طرح سُرخ ہوگی، اس کی گردن سُرخ یا قوت کی بنی ہوگی، زمرہ کے کان، دست و پا جو اہر کے بنے ہوں گے، اس کا پلان اور پوشش ابریشم اور نبات سے بنا ہوگا۔ اے عبدالرحمن! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر حوض اور میرے مقام کے درمیان سیر کرو گے۔ حضرت عبدالرحمن وہ اونٹنی لے کر آئے۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق اس اعرابی کو سوار کیا گیا، وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ حضورؐ نے اسے نماز کی تلقین کی اور فرمایا: نماز کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک قرآن پر ایمان نہ ہو۔ چنانچہ قرآن پاک کی چند سورتیں اعرابی کو یاد کرادی گئیں۔ وہ ایمان لاکر شکر یہ ادا کرتے ہوئے جب جانے لگا تو اس کی زبان پر قرآن کی آیات تھیں اور وہ جہاں جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تذکرہ کرتا؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر گزار ہی کی تعلیم دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

**ابوسفیان و مخرمہ کا قبولِ اسلام**  
 ایک دفعہ ایک بھیڑ یا ایک ہرن کا پیچھا کر رہا تھا ہرن حرم شریف میں جا گھسا اور وہاں ہی کھڑا ہو گیا۔ بھیڑ یا حرم شریف کے باہر انتظار میں کھڑا رہا۔ ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل نے دیکھا تو متعجب ہوئے۔ بھیڑ یا اپنی زبان حال سے بتانے لگا کہ تم کس بات پر اظہارِ تعجب کرتے ہو حالانکہ مجھے تم دونوں پر حیرت ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں توحید کا پیغام پہنچایا، تم قبول کرنے کی بجائے لڑائی پر آمادہ ہو رہے ہو اور اس کی رسالت کی تصدیق کرنے سے ہچکچاتے ہو۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ آج تک کسی عقل کی نگاہ نے حضور کو دیکھا ہی نہیں اور کسی کان نے آپ کے اوصافِ حمیدہ سُنے ہی نہیں جنہیں اللہ نے ان میں امانت رکھا ہے۔ ابوسفیان اور مخرمہ کو اس بات پر سجدِ تعجب ہوا مگر وہ اس واقعہ کو دوسروں کے سامنے بیان نہ کر سکے، حتیٰ کہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہونے کے

بعد یہ واقعہ سناتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور

علیہ السلام ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی حاضر مجلس تھے۔ آپ نے زمین سے سات سنگریزے

اٹھائے اور ہتھیلی پر رکھے۔ ان سنگریزوں سے تسبیح خداوندی کی آواز آنے لگی۔ یہ آواز

شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح تھی۔ حضور نے یہ سنگریزے زمین پر رکھے تو تمام خاموش

ہو گئے۔ پھر اٹھائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھے، اسی طرح تسبیح

کی آواز آنے لگی، پھر زمین پر رکھے تو خاموش ہو گئے۔ حضور نے دوسری بار اٹھا کر

حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھے تو اسی تسبیح کی آواز آئی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی

ہتھیلی پر رکھے تو وہی آواز سنائی دی۔ ابو شکور سلمیٰ کی تمہید میں یہ روایت بھی درج ہے

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں ہی موجود تھے۔ ان کے ہاتھ میں سنگریزوں نے یوں

تسبیح ادا کی: سبحان اللہ والحمد للہ۔ پھر حضرت ابوذر کو خطاب کیا: ابوذر!

تم ان کے بھائی ہو، اٹھاؤ اور اپنے ہاتھ میں رکھو۔ لیکن پتھروں سے تسبیح کی آواز نہ آئی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ان صحابہ کے ہاتھ

میں تسبیح پڑھتے تھے مگر میرے ہاتھوں میں خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ابوذر! تم خلفاء

راشدین کے برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت عقیل بن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور

پہاڑ پر قرآن کریم کا اثر علیہ السلام کے ساتھ ہمسفر تھا۔ دو میل کے سفر میں مجھے

اتنے معجزے دکھائی دیے کہ حساب و مقدار سے باہر ہیں۔ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا، پانی

موجود نہ تھا۔ پیاس کے عالم میں آپ کے پاس گیا اور التجا کی: یا رسول اللہ! تشنگی

سے بد حال ہو گیا ہوں، کچھ کیجیے۔ آپ نے فرمایا: سامنے پہاڑ کے پاس جا کر کہو کہ مجھے

رسول اللہ نے بھیجا ہے، پانی مہیا کرو۔ حضرت عقیل گئے اور پہاڑ کو پیغام پہنچایا تو اس

پہاڑ سے آواز آئی کہ حضور کی خدمت میں گزارش کر دیں کہ جب سے میں نے قرآن کریم کا

یہ پیغام پڑھا ہے؛ و اتقوا النار الّتی وقودھا الناس والحجارة۔ (اس آگ سے ڈرو جو انسانوں اور پتھروں سے تیار کی گئی ہے) اتنا رویا ہوں کہ میرے پاس پانی کا قطرہ نہیں رہا۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ اسی سفر درخت پر رہ کر تے ہیں میں حضور کو قضاہ حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے مجھے فرمایا: صحرا میں یہ تین درخت علیحدہ علیحدہ کھڑے ہیں انہیں کہو میرے لیے پردہ کریں حضور نے ان تینوں درختوں کو حکم دیا استرونی۔ درخت یجا جمع ہو گئے اور ایک قبا بنا دیا۔ حضور رفع حاجت کے لیے اس پردہ میں چلے گئے۔

ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک اونٹ تلوار کھینچے ہوئے اونٹ کو مارنے کے درپے تھا۔ حضور نے فرمایا: اس بیچارے سے کیا قصور ہوا ہے اور اس سے کیا چاہتے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: یا رسول اللہ! اس اونٹ کو میں نے خریدنا تھا کہ اس سے بار برداری کا کام لے سکوں اور اس سے فائدہ حاصل کروں، اب یہ کام سے بھاگتا ہے، میں چاہتا ہوں اسے ذبح کر لوں اور اس کا گوشت فروخت کر دوں حضور نے اونٹ کو پوچھا: تم کیوں سرکشی کرتے ہو؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ایسا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے سنا ہے جو شخص عشاء کی نماز ادا نہیں کرتا، اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ اعرابی اپنے قبیلہ کے ساتھ نماز عشاء ادا نہیں کرتا، میں اس سے بھاگ کر وقت گزارتا ہوں مبادا اللہ کا عذاب مجھ پر بھی نازل ہو جائے آپ نے اعرابی کو پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: بات سچی ہے آئندہ میں نماز میں کوتاہی نہیں کروں گا اور اپنے قبیلہ کو بھی یہ حکم سناؤں گا۔ اس واقعہ کے بعد اونٹ نے کبھی سرکشی نہ کی۔

درخت خدمتِ اقدس میں حضرت بریدہ بن الحصن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

کہ ایک بار حضورؐ کی بارگاہ میں ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: میں مسلمان تو ہو گیا ہوں لیکن آپ مجھے کوئی ایسا معجزہ دکھائیے کہ میرا ایمان پختہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: کیسا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ تو عرض کی کہ اس درخت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے پاس آجائے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرا پیغام دو کہ وہ چلا آتے۔ درخت زمین سے جڑوں سمیت نکلا اور آپ کی طرف بڑھا۔ اس کے پتے ایک طرف سے جھڑے ہوئے تھے۔ حضورؐ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: السلامُ علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی یہ دیکھ کر کہنے لگا: حسبی حسبی۔ پھر حضورؐ نے درخت کو حکم کیا کہ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص حضورؐ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا: حضورؐ! میں آپ کی نبوت کی کس بات پر تصدیق کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کھجور کے درخت کی ایک شاخ کو بلاتا ہوں کہ وہ درخت سے علیحدہ ہو کر میرے پاس چلی آئے، پھر تو میری نبوت اور رسالت پر ایمان لے آؤ گے؟ اُس نے اقرار کیا تو آپ نے درخت کی ایک ٹہنی کو حکم دیا کہ وہ چلی آئے۔ ٹہنی درخت سے کٹ کر زمیں پر آ گئی اور افتابؐ نیزاں آپ کے قدموں تک آپہنچی۔ پھر حضورؐ نے اُسے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ اسی طرح اپنی جگہ پر پیوست ہو گئی۔

درخت کا شق ہونا طاقت کی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اندھیری رات کے وقت اُونٹ پر سوار ایک بیری کے درخت کے پاس پہنچے۔ حضورؐ کی آنکھوں میں نیند کے آثار تھے۔ آپ اسی اندھیرے اور خواب آلود نگاہوں کے ساتھ درخت کی طرف آگے بڑھے تو درخت شق ہو گیا اور آپ کے راستے سے ہٹ گیا اور آپ کا اُونٹ درخت کے درمیان سے گزر گیا۔ کہتے ہیں وہ درخت مدتوں اسی حالت میں رہا۔ سدرۃ المنتہیٰ اب تک اسی صورت میں ہے۔

کھجوروں میں برکت حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت جابرؓ نے جنگِ احد میں شہید ہو گئے تو ان پر بہت قرض تھا۔ یہودیوں

تے تیس دن کھجوریں ان کے ذمہ تھیں جس کا وزن چار ہزار چھ سو سیر بنتا ہے۔ اس یہودی نے اپنا قرضہ مانگا اور دوسرے قرض خواہ بھی تقاضا کر رہے تھے۔ لیکن والدین سے صرت تھوڑی سی کھجوریں باقی بچی تھیں۔ کھجوروں کے پھل دینے کے وقت تمام قرض خواہ جمع ہو کر تقاضا کرنے لگے۔ میں نے ساری کھجوریں ان کے سامنے رکھ دیں اور ساتھ ہی کہا۔ ان کھجوروں کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے انھیں بانٹ لو۔ مگر انھوں نے اس بات کو نہ مانا سب میں بڑھ کر یہودی کا تقاضا شدید تھا۔ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا پریشان کن معاملہ پیش کیا اور درخواست کی کہ آپ اس معاملہ میں میری سفارش فرمائیں حضور یہودی کے پاس گئے، بات چیت کی مگر وہ کسی بات پر رضامند نہ ہوا۔ دوسرے قرض خواہ بھی کسی مصالحت پر رضامند نہ ہوتے۔ چنانچہ مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: جابر! جاؤ اور ہر قسم کی کھجوریں علیحدہ علیحدہ رکھ دو، میں آتا ہوں، تمام قرض خواہوں کو بلاؤ، میں خود قرض خواہوں کا حساب لے باقی کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کھجوروں کے ایک ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور قرض خواہوں کو ایک ایک کر کے بلایا۔ اس یہودی کا سارا قرضہ بے باق کر دیا۔ پھر دوسرے قرض خواہوں کو ایک ہی ڈھیر سے کھجوریں تول کر دیں۔ جابر رضہ کہتے ہیں میرا گمان تھا کہ سارا قرضہ بے باق ہو جائیگا لیکن اسکے بعد اس ڈھیر میں ابھی جوں کی توں کھجوریں باقی تھیں۔ قرضہ بے باق کرنے کے بعد حضرت جابر رضہ کے لیے منترہ و سبق کھجوریں بچ گئی تھیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا: جابر رضہ! جاؤ یہ خبر حضرت عمر رضہ کو دو کیونکہ وہ تمہارے قرض کی ادائیگی میں کوشاں بھی ہیں اور اس کے لیے پریشان بھی۔ میں گیا، حضرت عمر رضہ کو اطلاع دی۔ حضرت عمر رضہ کہنے لگے: جس وقت سے میں نے سنا تھا کہ حضور خود تمہارے بارغ میں تشریف لے گئے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ آج قرض بے باق ہو کر رہا گا۔

یوم خندق کو حضرت جابر رضہ کے گھر تقریباً ایک ہزار مہمانوں کو کھانا طعام میں برکت کھلایا گیا، حالانکہ طعام بہت کم پکایا گیا تھا اور کھانا کھانے کے بعد بہت سا کھانا فاضل بچ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند کھجوریں حضور کی خدمت میں لے گیا

اور عرض کی: یا رسول اللہ! کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائیں۔ حضورؐ نے چند کھجوریں لے کر اپنی متصلی میں ملیں اور فرمایا: انہیں ایک برتن میں ڈال دو، جب ضرورت پڑے، نکال کر کھالیا کرو لیکن اس راز کو کسی سے بیان نہیں کرنا۔ مجھے خدا کی قسم، حضورؐ جب تک ظاہری حیات رہے، میں اسی برتن سے کھجوریں کھاتا رہا، مہانوں کو کھلاتا رہا۔ حضورؐ کے زلمے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانوں تک میں اسی برتن سے کھجوریں کھاتا رہا، مہانوں کو دیتا رہا، حتیٰ کہ جس دن حضرت عثمان قتل ہوئے تو میرا گھر بھی ٹوٹا گیا اور اس برتن کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس سلسلہ میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے: ۵

للناس ہم ولی فی یومہا  
فقد الحزاب و قتل الشیخ عثمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مجلس رسول پاکؐ میں حاضر تھا۔ ایک پیالہ جس میں کھجور کا حلوا تھا، پیش کیا گیا۔ وہاں بہت دوسرے اصحاب صفت بھی بیٹھے تھے میں نے گردن بڑھا کر یہ دکھانا چاہا کہ میں بھی مجلس میں موجود ہوں اور مجھے بھی حلوا ملنا چاہیے۔ مجھے اس وقت بلایا گیا جب پیالہ خالی نظر آنے لگا تھا۔ پیالہ سے لگا ہوا تھوڑا سا حلوا حضورؐ نے اپنی انگلی سے لگا کر مجھے کہا: ابو ہریرہ! یہ کھا لو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا، بخدا میرا پیٹ بھر گیا اور میں خوب سیر ہو گیا۔

میں ایک دفعہ بہت بھوکا تھا، حضورؐ کو میری حالت معلوم ہوئی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ سارے اصحاب کو لے کر گھر آؤں۔ ہم سارے گھر پہنچے تو ہمارے سامنے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے ہر ایک کو پلانا شروع کیا، آخر میں میری باری آئی تو میں نے اتنا دودھ پیا کہ میرے جسم کے رگ دریش میں دودھ ہی دودھ محسوس ہوتا تھا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوة تبوک کے دوران ایک بار تمام لشکر کو اس قدر بھوک نے تنگ کیا کہ کوئی چیز کھانے کو نہ ملتی تھی، حضورؐ سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہے

جمع کر کے لے آؤ۔ کپڑا بچھا دیا گیا اور تمام بچے کھچے کھانے اس پر بکھیر دیے۔ حضور نے دعا بے برکت فرمائی، ہم سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا تو باقی ماندہ کھانے کو اپنے اپنے تھیلوں میں ڈال کر روانہ ہوئے۔ ایک اور روایت میں سفر تبوک میں ہر روز کھانے میں برکت کے لیے یہی طریق کار اختیار کیا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس چند روٹیاں تھیں، حضور علیہ السلام نے ان روٹیوں سے اسی صحابہ کو سیر ہو کر کھانا کھلایا اور میرے پاس پھر بھی روٹیاں بچی رہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور نے حکم فرمایا کہ تھوڑی سی کھجوروں سے چار سو شتر سواروں کو زادِ راہ عنایت فرمایا جاتے لیکن سارے شتر سواروں کو دینے کے بعد پھر بھی کھجوریں بچ گئیں۔

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کو صدقہ کی تلقین فرما رہے تھے غضب کا واقعہ کہ ایک اعرابی آپہنچا جس کے پاس بڑا خوب صورت اونٹ تھا، بڑا خوش رفتار اور خوش خرام۔ حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا کہ یہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتے۔ چنانچہ اُسے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ سحری کے وقت حضورؐ گھر سے نکلے تو اونٹ نہایت فصیح و بلیغ انداز میں پڑھ رہا تھا:

السلام عليك يا خير البشر السلام عليك يا فاتح الجنان السلام عليك

يا شافع الامم السلام عليك يا قائد المومنين في القيامة الجنة السلام

عليك يا رسول رب العالمين۔ حضور نے یہ کلمات سنتے ہی اونٹ کی طرف توجہ فرمائی

اور اس کا حال پوچھا تو کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں اس اعرابی کے پاس تھا وہ مجھے

ایک سنسان جنگل میں باندھ دیا کرتا۔ رات کے وقت جنگل کے جانور میرے ارد گرد جمع ہو جاتے

اور کہتے: لا نورد وھا فانہ مرکب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(اسے نہ چھڑتا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے) میں اس دن سے آپ کے

ہجر و فراق میں تھا۔ آج اللہ نے احسان فرمایا ہے کہ آپ تک پہنچا ہوں۔ حضور نے

اونٹ سے یہ باتیں سنیں تو بڑے خوش ہوئے اور اس کی طرف زیادہ التفات فرمانے لگے،

اور اس کا نام غضباً رکھا۔ ایک روز غضبانے کہا: یا رسول اللہ! مجھے آپ سے ایک درخواست کرنا ہے۔ آپ نے پوچھا: وہ کیا؟ عرض کی: آپ اللہ سے یہ بات منظور کر دالیجیے کہ جنت میں مجھے آپ ہی کی سواری بنایا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ مجھے آپ کے وصال سے پہلے ہی موت آجائے تاکہ میری پشت پر کوئی دوسرا سوار نہ ہو سکے کیونکہ میں یہ چیز برداشت نہ کر سکوں گا۔ حضور نے اسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ حضور کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلا کر وصیت کی کہ غضباً پر میرے بعد کوئی بھی سواری نہ کرے کیونکہ میں نے اس سے عہد کیا ہوا ہے۔ بیٹی! تم خود اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا۔ حضور کی وفات کے بعد اونٹ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور حضور کے فراق و غم میں گم گم رہنے لگا۔

ایک رات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس اونٹ کے نزدیک سے گزریں، وہ اونٹ حضرت فاطمہ کو دیکھ کر گویا ہوا: السلام علیک یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ما شباع لی علف ولا شراب منہ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اے رسول اللہ کی صاحبزادی! جب سے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے، میں نے گھاس گھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا ہے، خدا کرے مجھے موت آ لے، کیونکہ مجھے اس زندگی سے حضور کی غلامی زیادہ پسند ہے۔ میں حضور کی خدمت میں جا رہا ہوں اگر آپ کا کوئی پیغام یا حکم ہو تو میں حضور کی خدمت میں پہنچا دوں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اونٹ کی باتوں پر بڑی مغموم ہوئیں اور رونے لگیں۔ اونٹ کے سر کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے ہاتھوں کو اس کے چہرے پر ملنے لگیں۔ کہتے ہیں اسی حالت میں اونٹ نے جان دے دی۔ علی الصبح حضرت فاطمہ نے اس کے لیے کفن تیار کروایا اور ایک گہرا سا گڑھا کھدوا کر دفن کر دیا۔ آپ اونٹ کے مرنے کے تین دن بعد اس گڑھے پر تشریف لائیں اور قبر کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس گڑھے میں اونٹ کا نام و نشان نہ تھا، گوشت پوست اور ہڈیاں بھی غائب تھیں۔



ایک شخص رکانہ نامی قوت و طاقت میں اپنا ثانی نہ تھا۔ سارا عرب  
 رکانہ چیت کر گیا اس کے نام سے دہلتا تھا۔ کوئی عربی پہلوان اسے شکست نہ  
 دے سکا تھا۔ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن جنگل میں اس کی حضور علیہ السلام سے  
 ملاقات ہوئی تو کہنے لگا: آپ ہی ہیں جو ہمارے لات و عزیمی کو گالیاں دیتے ہیں اور ایک  
 ایک خدا کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: رکانہ! وہ تو میں ہی ہوں۔ رکانہ کہنے لگا:  
 اب آپ اپنے ایک خدا کو لے آئیں اور میں اپنے لات و عزیمی کی مدد سے آپ سے کشتی  
 لڑنا چاہتا ہوں، اگر آپ مجھے شکست دے گئے تو میں آپ کو دس بکریاں انعام دوں گا۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شرط قبول کرتے ہوئے اس سے کشتی شروع کی اور اس کی  
 کمر پر ہاتھ مار کر زور سے زمین پر دے مارا۔ رکانہ کے لیے یہ بات بڑی حیران کن تھی۔ کہنے لگا:  
 ایک بار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار بھی اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اب رکانہ نے  
 تیسری بار درخواست کی تو آپ نے تیسری بار بھی زمین پر گرایا۔ اب رکانہ بڑا شرمندہ ہوا  
 اور کہنے لگا: دراصل میرے لات و عزیمی نے میری مدد نہیں کی، آپ کے خدا نے آپ کی مدد  
 کی ہے۔ اب آپ آئیں اور جتنی بار مجھے آپ نے گرایا ہے دس دس بکریاں لے لیں۔ حضور نے فرمایا کہ  
 تمہیں مجھے بکریوں کی ضرورت نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ تم ایمان لے آؤ۔ رکانہ کہنے لگا مجھے کوئی معجزہ دکھاؤ  
 حضور نے ایک درخت کو اشارہ فرمایا تو وہ جڑ سے نکل کر اپنی طرف آیا۔ رکانہ نے اقرار کیا کہ یہ تو بہت  
 بڑا معجزہ ہے اب اسے دوبارہ اسی جگہ پر بھیجیں۔ آپ نے حکم دیا تو وہ چلا گیا بائیں ہمہ رکانہ نے کلمہ نہ  
 پڑھا تو آپ نے فرمایا: رکانہ! عربوں کی ملامت اور طعنوں سے ڈرتے ہو؟ رکانہ کہنے لگا:  
 عرب کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی اور کہیں گی کہ محمد رسول اللہ نے شکست دی تو وہ ڈر کر مسلمان  
 ہو گیا ہے۔ حضور اسے اسی حالت میں چھوڑ کر روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر  
 جو آپ کو تلاش کرتے آرہے تھے، ملے۔ حضور نے سارا واقعہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے:  
 یا رسول اللہ! اس شخص کو تو سارا عرب شکست نہیں دے سکا تھا۔ آپ نے اتنے طاقتور کو  
 کیسے گرایا۔ حضور نے فرمایا: اللہ کی مدد سے میں نے اسے چاروں شانے چیت کر لیا۔  
 شوہد النبوت میں لکھا ہے کہ رکانہ نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ قریش کو کیا

کہیں گے؛ آپ نے فرمایا: میں کہوں گا کہ تمہیں گرایا۔ کہنے لگا: مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہوگا۔ اور کہنے لگا: آپ اس واقعہ کو کسی اور طریقے سے بیان کریں۔ آپ نے فرمایا: میں جھوٹ کیسے بولوں؛ رکاز نے پوچھا: کیا آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے؛ آپ نے فرمایا: کبھی بھی نہیں۔ رکاز نے حضورؐ کا ہاتھ تھام لیا اور مسلمان ہو گیا۔

تاج المذکرین میں آیا ہے کہ جس وقت آپ نے تین بار گرایا تو رکاز نے کہنا: مجھے نبوت کی قوت کے بغیر کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی تھی کیونکہ آج تک کوئی شخص میری پشت نہیں لگا سکا۔ اب میرے سینے سے اٹھو اور اس درخت کو ادھر آنے کا حکم دو کہ وہ آپ کو سجدہ کرے تو میں بھی ایمان لے آؤں۔ آپ نے ایسا ہی کر دکھایا۔ درخت نے سجدہ کیا اور زبانِ حال سے کہنے لگا: انت واجعلنا حقا طوبی لمن حمدک وویل لمن ابک۔ اسی وقت رکاز ایمان لے آیا اور کہنے لگا: میری بکریوں کو صحابہؓ کے درمیان تقسیم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ رکاز آیا، قریش کو سارا واقعہ بیان کیا اور کہنے لگا: حضورؐ پر ایمان لے آؤ۔ وہ رسولِ خدا ہیں۔ اس کے بعد حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایمان لے آئے۔ اس واقعہ کو تاج المذکرین میں بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان حضورؐ نے لعابِ سین سے سٹاموہا ہاتھ جوڑ لیا کرنے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے تو صاحبزادی نے جھوک اور تنگدستی کی شکایت کی اور بنایا کہ تین دنوں سے کھانا نہیں ملا۔ حضورؐ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ چار پتھر پیٹ پر بندھے ہوئے ہیں، جس سے یہ معلوم کرانا تھا کہ حضورؐ چار دنوں سے طعام نہیں کھا سکے۔ آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکل کر جنگل کو نکل گئے۔ اپکا دل بچوں کی جھوک اور پیاس سے بڑا رنجیدہ تھا۔ آپ نے صحرا میں دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا۔ اعرابی کو فرمایا: میاں! تمہارا کوئی ایسا کام ہو جسے میں کر سکوں۔ اعرابی نے کہا: ہاں مجھے ایک کام کرنے والے کی ضرورت ہے۔ اور اس نے

کہا: آپ اس کنویں سے پانی نکال نکال کر میرے اونٹوں کو پلائیں، ہر ڈول پرتین کھجوریں مزدوری  
 دوں گا۔ حضورؐ نے ڈول لیا اور پانی نکالنا شروع کیا، نویں ڈول پر رستی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں  
 جا کر حضورؐ حیران کھڑے تھے۔ اعرابی آیا تو غصے سے بھرا ہوا تھا، نادانستہ حضورؐ کے چہرہ انور  
 پر ایک طمانچہ دے مارا اور حضورؐ کو چوبیس کھجوریں دیں۔ آپؐ نے کنویں کی طرف ہاتھ بڑھا کر  
 ڈول نکال لیا اور اعرابی کے حوالے کر دیا۔ اعرابی اس عجیب و غریب بات کو دیکھ کر سخت  
 حیران ہوا اور اپنے ناپسندیدہ فعل پر سخت شرمندہ ہوا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر اس کے  
 دل پر حقیقتِ نبوت واضح ہوئی تو اسی وقت اپنے موزے سے ایک چھری نکال کر وہ ہاتھ کاٹ  
 دیا جو حضورؐ کے چہرہ انور پر مارا تھا اور اس زخم کے درد سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔  
 لوگ وہاں سے گزرے تو اسے اس حالت میں پایا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے  
 جب وہ ہوش میں آیا تو لوگوں نے دریافت کیا۔ وہ کہنے لگا: میں نے نادانی سے حضورؐ کو  
 طمانچہ مار دیا تھا۔ اب اس ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور عاقبت کے خوف سے بے ہوش  
 ہو گیا ہوں۔ حاضرین کو افسوس بھی ہوا اور حیرانی بھی۔ اعرابی اپنا کٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر  
 حضور اقدس کے دولت خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ حضورؐ کی تلاش میں ہی تھا کہ  
 راستہ میں حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ملے۔ انھوں نے پوچھا: تم حضورؐ  
 سے کیا چاہتے ہو؟ کہا: مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ حضور اکرمؐ اس وقت حضرت  
 فاطمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے جس نے آپؐ کی دائیں ران اور حسینؑ آپؐ کی بائیں ران پر بیٹھے  
 وہ کھجوریں کھا رہے تھے جو اعرابی نے دی تھیں۔ حضرت سلمان فارسی اعرابی کا ہاتھ پکڑے اندر  
 آتے باہر سے اعرابی نے زور سے کہا: یا رسول اللہؐ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا:  
 دیکھو کون ہے؟ انھوں نے بتایا: حضورؐ! ایک دست بریدہ اعرابی ہے جو دایاں ہاتھ  
 کٹا ہوا بائیں ہاتھ پر رکھے کھڑا ہے اور خون بہ رہا ہے۔ حضورؐ باہر تشریف لائے تو اعرابی  
 معذرت خواہ ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا؟ اس نے بتایا: یا رسول اللہؐ! میں نے  
 مجھول کر آپؐ کے رُخ انور پر طمانچہ مارا تھا، اسی لیے میں نے یہ ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ آپؐ نے  
 فرمایا: اعرابی مسلمان ہو جاؤ تا کہ تمہیں صحت ملے۔ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپؐ پیغمبرِ حق

ہیں، میرا ہاتھ ٹھیک فرمادیجیے۔ حضورؐ نے اس کا ہاتھ اپنی جگہ پر رکھ کر لعابِ دہن لگایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور وہ تندرست ہو گیا۔ یہ ہاتھ اس قدر مضبوط ہو گیا، گویا پہلے سے بھی زیادہ طاقت ور تھا۔ اعرابی یہ معجزہ دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس کی ماں بھی ساتھ ہی تھی وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

ابو جہل بن ہشام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ وہ انوارِ نبوت کے بھجانے میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا رہا۔ ایک دن بابل کے رہنے والے ایک مسافر نے اس سے ایک اونٹ کا سودا کیا مگر اونٹ لینے کے بعد ابو جہل اُسے روپیہ دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ اس غریب الوطن بابتی نے قریش کی انجمن میں شکایت کی اور انھیں ربِ کعبہ کی قسم دے کر امداد کو پکارا۔ مگر انھوں نے ازراہِ تمسخر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ، ابو جہل صرف انہی کی بات مانتا ہے، وہ تمہیں رقم دلادیں گے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح حضورؐ کی خفت ہوگی۔ مگر وہ پردیسی مسافر اس نصیحت کو درست جانتے ہوئے آپؐ کی خدمت آقدس میں حاضر ہوا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ حضورؐ اس پردیسی کو لے کر ابو جہل کے دروازے پر جا پہنچے اور دروازے پر دستک دے کر ابو جہل کو باہر بلایا۔ ابو جہل باہر نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نگاہ پڑی تو رقت طاری ہو گئی۔ حضورؐ کی ہیبت و جلال سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اپنے آپ پر قدرے قابو پا کر کہنے لگا: مر جا، اے پیغمبرِ خدا! کہیے، کیسے تشریف لاتے؟ آپؐ نے فرمایا: اس غریب کے روپے کیوں نہیں دیتے؟ ابو جہل اُسی وقت اندر گیا، رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔ وہ مسافر خوش خوش واپس آیا اور قریش کی اسی انجمن کی طرف گیا اور ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا جس کے سامنے ابو جہل دم نہ مار سکتا تھا۔ قریش اس کی اس بات سے بڑے حیران ہوتے۔ ابو جہل کو بلایا اُسے سرزنش کرنے لگے کہ تم ہمارے سامنے تو نبی علیہ السلام کی مخالفت کی لافیں مارتے ہو مگر آج کافسوں تمہیں بھی سرنگوں کر گیا۔ ابو جہل نے بتایا کہ میں اب بھی حضورؐ کا دشمن ہوں مگر کیا کرتا جس وقت آپؐ اس مسافر کو میرے

پاس لے کر گئے تو میرے سر پر ایک اڑدہا منہ کھولے لہرا رہا تھا مجھے ہمت نہ پڑی کہ ذرہ بھر  
بھی پس و پیش کروں۔ اگر میں ذرہ بھر بھی توقف کرتا تو وہ اڑدہا مجھے اسی وقت نکل لینا۔ قریش  
نے اس کی اس بات کی تصدیق کی اور ابو جہل کی دشمنی برقرار رہی۔

ابو جہل کی مجبوریاں  
اسی ضمن میں ایک اور مجزہ ہے کہ ایک دفعہ شہر مکہ میں قبیلہ

بنی اسد کا ایک آدمی تین اونٹ لے کر فروخت کرنے آیا ابو جہل  
کو وہ اونٹ خریدنا تھے۔ وہ نہ تو کسی اور کو خریدنے دیتا نہ خود اسے مناسب رقم دینے کے لیے  
تیار ہوتا۔ وہ بیچارہ بہت پریشان ہوا۔ آخر وہ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت  
مسجد میں تشریف فرما تھے اس کی کہانی سن کر اُٹھے اور بازار میں تشریف لے جا کر اس کی  
رضا سے اونٹ خرید لیے۔ دو اونٹ اسی بازار میں فروخت کر دیے اور ایک اونٹ بعد میں  
فروخت کر کے تمام منافع آل عبدالمطلب میں تقسیم کر دیا۔ ابو جہل اس دوران بازار کے  
ایک گوشہ میں کھڑا ہاگڑا سے دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی۔ پھر آپؐ ابو جہل کے پاس گئے  
اور فرمایا: آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا ورنہ تمہیں وہ سزا دی جاتے گی کہ اس سے بدتر  
تصور نہ کر سکو گے۔ اس نے اقرار کیا کہ ایسا نہ ہوگا۔ مشرکین نے ابو جہل کو طعنہ دینا شروع  
کر دیا کہ تم اس قدر ذلیل و خوار ہو گئے ہو، کیا حضورؐ کی نبوت کے قائل ہو گئے ہو؟ یا  
تم حضورؐ سے ڈر گئے ہو؟ کہنے لگا: ایسی بات تو نہیں لیکن میں نے چند ایسے آدمی حضورؐ  
کے دایں اور بائیں دیکھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے  
تیار کھڑے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دیں، غالباً یہ سارا حضورؐ کے جادو کا  
کھیل تھا۔ (معاذ اللہ)

ضما د کی گواہی سے تین سو افراد  
عباس بن مرواس رضی اللہ عنہ روایت  
کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا صحرا  
میں ایک شخص کو دیکھا، اونٹ پر سوار ہو کر  
دامنِ اسلام میں آگے  
ایک عربی شعر پڑھ رہا ہے جس کا مطلب یہ تھا: جاہلیت کے مظالم اور قتل و خونریزی کا  
دور ختم ہو چکا ہے۔ ایک صاحب شریعت تشریف لے آتے ہیں جو صادق القول، پرہیزگار

اور نیک سیرت ہیں۔ اُن کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ قصویٰ پر سواری کیا کریں گے۔“

حضرت عباس فرماتے ہیں: اس شعر سے میرے دل میں ڈر پیدا ہو گیا۔ میرا ایک بُت صنماد نامی تھا۔ میں نے اس کے سامنے حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو اس بُت سے آواز آئی ”میں اس وقت معبود تھا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا، نماز کا حکم نہیں دیا تھا، اب صنماد خاک میں مل گیا ہے، وہ بے جان پتھر کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ قریشی النسل پیغمبر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لاتے ہیں۔ انھوں نے لا الہ الا اللہ کا اعلان کیا ہے۔ اُن کا دین سچا ہے، نیک بختی ان کے زیر سایہ ہے اور شقاوت ان سے دُور بھاگتی ہے۔“

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی قوم کے پاس آکر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ سب کے سب حیران تھے۔ چنانچہ اسی دن ہم تین سو افراد حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھتے ہی بسم فرمایا اور فرمایا کہ ایمان تمہارے دلوں میں مرسوم ہو گیا ہے۔ میں نے جب سارے واقعات آپ کے گوش گزار کیے تو آپ بڑے خوش ہوئے۔ آپ نے تمام تین سو مسلمانوں کو خوش آمدید کہا۔

تورات میں تعریفِ مصطفیٰ ۱۱  
عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک دفعہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں تشریف لے گئے یہودی اس وقت تورات پڑھ رہے تھے مگر حضورؐ کو دیکھ کر سب کے سب خاموش ہو گئے ان میں ایک یہودی سخت بیمار تھا جو دیوار کے ساتھ تکیہ لگاتے لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں خاموش ہو گئے ہو؟ بیمار کہنے لگا: دراصل ہم تورات پڑھ رہے تھے۔ ابھی ہم اس مقام پر پہنچے تھے جہاں حضورؐ نبی آخر الزمان کی تعریف آتی ہے تو آپ آگئے۔ آپ نے بیمار کو حکم دیا کہ اب تم تورات پڑھو۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا جہاں حضورؐ کی پیدائش، نعت اور صفت تھی اور آپ کی اُمت کا حال بیان کیا گیا تھا۔ تو بے اختیار شہد ان ۱۱  
”الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پکارا اٹھا اور واصل بختی ہو گیا۔ حضورؐ نے

مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور جنازہ پڑھا کر خود دفن کریں کیونکہ وہ مسلمان کی حیثیت سے مرا ہے اور اہل بہشت میں سے ہوگا۔

غیر اللہ کو سجد جانتے نہیں ایک بار صحرا میں ایک مست اونٹ دوڑا دوڑا آ رہا تھا۔ لوگ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے مگر حضورؐ نے سب کو کہا: ڈرو نہیں، یہ اونٹ تو فریاد لے کر آ رہا ہے۔ پاس آ کر دوڑا نو ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! یہ لوگ جو میرے پیچھے لاٹھیاں لیے آ رہے ہیں، میری ملکیت کے دعویٰ دار ہیں۔ ایک سال ہوا انھوں نے مجھے خرید لیا تھا۔ میں بڑی محنت سے کام کرتا رہا، اب میں بوڑھا ہو کر کمزور ہو گیا ہوں تو مجھے ذبح کر کے خلاصی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ براہ کرم میرے لیے نجات کا باعث بنیں، اور مجھے ان ظالموں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ یہ باتیں ختم ہوئی ہی تھیں کہ لوگ لاٹھیاں پکڑے پہنچ گئے اور انھوں نے تصدیق کی کہ واقعی ہم لوگ اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس بوڑھے اونٹ کو میرے پاس فروخت کر دو مگر ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ اونٹ ہم آپ کو ہدیہ کرتے ہیں اور آپ کے قدموں پر نثار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہ بات ہے تو اسے معاف کر دو اور آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گھومنے دو چنانچہ وہ اس سے دست بردار ہو گئے اونٹ تھوڑی دور جا کر واپس آ گیا اور حضورؐ کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔ صحابہ نے دیکھ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک اونٹ آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہمیں تو اس کی نسبت زیادہ حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا: کسی انسان کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ کیونکہ شوہر کا حق عورت پر بہت زیادہ ہے۔

دستِ حضورؐ سے چہرہ چمک اٹھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ایک لشکر کے ساتھ سفر میں تھے کہ پانی ختم ہو گیا سب پر پیاس کی شدت نے غلبہ پالیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ وہ پانی کی تلاش میں نکلیں۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انھیں ایک حبشی غلام شتر سوار ملا، جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔

اسے کہا گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آئے مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا: میں تو اس جادوگر کے پاس کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ حضرت علیؓ اس حبشی غلام کو کشتاں کشتاں آپ کے پاس لے آئے۔ حضورؐ نے مشکیزہ لے کر کھولا اور تمام صحابہ نے سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے برتنوں میں بھر لیا۔ مال مویشیوں کو بھی سیراب کیا۔ بایں ہمہ وہ مشکیزہ اسی طرح پُر از آب تھا جسے حبشی غلام کے حوالے کر دیا گیا۔ صحابہ نے اس غلام کو اپنے مال سے کچھ نہ کچھ دیا۔ حضورؐ نے اپنا دستِ شفقت اس کے سیاہ چہرے پر پھیرا تو وہ اس ہاتھ کی برکت سے ماہِ کامل کی طرح درختاں نظر آنے لگا۔ جب وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹا تو لوگ اس کو پہچاننے سے قاصر تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ اُونٹ ہمارا ہے، مشکیزہ ہمارا ہے، لیکن یہ سوار تو ہمارا حبشی غلام نہیں ہے۔ غلام نے صورتِ حال بیان کر کے ان کے سامنے سارا واقعہ کہہ سنایا مگر وہ یقین نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دوسری علامات سے اُنھیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی غلام ہے۔ غلام نے حضورؐ کی ملاقات اور دستِ رحمت کی برکات کا سارا واقعہ بیان کیا تو سارا قبیلہ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ایک دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پرندے نے مونے سے سانپ گرا دیا۔ وضو فرمانے لگے تو اپنے موزے مبارک پاؤں سے اتارے۔ وضو فرمانے کے بعد آپؐ نے ایک موزہ پہنا، دوسرا پہننے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فضا سے ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور موزہ چھین کر لے اڑا۔ اس مونے سے ایک سانپ گرا۔ پرندہ موزے کو بھی گرا کر ہوا میں اڑ گیا۔ اس دن سے حضورؐ نے حکم دیا کہ موزہ پہننے سے پہلے جھاڑ لیا کرو۔

ایک نیک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شہد بھیجا کرتی تھی۔ شہد میں برکت آپؐ اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ اس نے شہد کا برتن بھیجا مگر آپؐ نے واپس کر دیا۔ اس عورت کو بڑا رنج ہوا۔ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے متعلق کسی نے کوئی بُری بات کہہ دی ہے یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے کہ آپؐ نے میرا تحفہ واپس کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ہم



تمہارا ہدیہ تو قبول کر لیا ہے مگر جو کچھ برتن میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی برکات ہیں جو اس ہدیہ کے صلہ کے طور پر تمہیں عنایت فرمایا ہے۔ وہ عورت یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئی۔ وہ ایک عرصہ تک اس شہد کے برتن سے اپنے اہل و عیال کو کھلاتی رہی۔ ایک دن غلطی سے شہد اس برتن سے دوسرے برتن میں انڈیل دیا اس دن سے شہد ختم ہو گیا۔ وہ حضور علیہ السلام کے پاس پہنچی، صورتِ حال بیان کی۔ حضورؐ نے فرمایا: اگر تم اسی برتن میں شہد رہنے دینیں تو تمہاری اور تمہارے بچوں کی زندگی کے لیے کافی ہوتا۔

قلعہ خیبر فتح ہوا تو ایک گدھا بھی حضورؐ سے ہکلام ہوا۔ حضورؐ بھی اس سے یعفور کا قصہ بائیں کرتے حضورؐ کے پوچھنے پر اس گدھے نے اپنا نام یزید بن شہاب بتایا اور کہا: میرے خاندان میں سے اکثر گدھے انبیاء سابقین کی سواری کے کام آتے رہے ہیں، اب میرے سوا اس خاندان کی نسل سے کوئی اور گدھا نہیں رہا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے کوئی اور بجز آپ کی ذات گرامی کے باقی نہیں رہا۔ یا رسول اللہ! میری دلی آرزو ہے کہ آپ مجھے اپنی سواری کے لیے منتخب فرمائیں۔ آج تک میں مر سب نامی ایک یہودی کے پاس تھا، وہ بدبخت آپ کا نام سُنتا تو جل جاتا۔ میں نے ایک دن اسے غصے میں زمین پر پٹخ دیا۔ وہ مجھے اکثر جھوکا رکھتا اور میری پشت کو زخمی رکھا کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سے میں تمہارا نام یعفور رکھتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں کچھ ایسا بندوبست کروں کہ تمہاری نسل کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ یعفور نے عرض کی، نہیں یا رسول اللہ! میرے آباؤ اجداد نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہمارے خاندان پر متر انبیاء سواری کریں گے، آخرین سوار خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ آخرین سواری بھی میں ہی بنوں۔ حضورؐ نے اسے اپنی خاص سواری کے لیے مخصوص فرمایا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی صحابی کو بلانا مقصود ہوتا تو آپ یعفور کو حکم دیتے تو وہ اس صحابی کے گھر چلا جاتا اور اس صحابی کے گھر کے دروازے پر اپنا سر مارتا، صاحبِ خانہ باہر آتا تو وہ سر کے اشارے سے حضورؐ کے پاس بلاتا۔ حضورؐ کے وصال مبارک کے تین روز بعد یہ گدھا ابو اہثم

بن القیہان کے کنویں پر آیا اور درد و فراق کی وجہ سے اپنے آپ کو کنویں میں پھینک دیا۔ اور اس طرح جاں بحق ہو گیا۔ اس کی قبر وہاں ہی بنا دی گئی۔

ایک اعرابی اونٹ پر سوار حضورؐ کے پاس حاضر ہوا۔ ایک فریادی اونٹ کا قصہ بہت سے لوگوں نے اس اونٹ کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ اُن کی ملکیت ہے۔ حضورؐ نے اعرابی کو حکم دیا کہ اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیے کوئی گواہ پیش کرو۔ اور ساتھ ہی حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اگر یہ چودہ ثابت ہو جائے تو شریعت کے مطابق اسے سزا دینا۔ اعرابی پریشانی کے عالم میں رافضیہ ہو گیا اور کوئی بات نہ کرتا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا: اعرابی! جس کا حق ہے اسے دے دو یا انھیں جھوٹا ثابت کرو۔ اسی آٹنا میں اونٹ منکلم ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! سچی بات یہ ہے کہ میں اسی اعرابی کے ہاں پیدا ہوا، اسی کی ملکیت ہوں، یہ اعرابی اس الزام سے بری ہے اس کے بداندیش دشمن خواہ مخواہ اس پر تہمت باندھتے ہیں۔ حضورؐ نے اونٹ کی بات سننے ہی اعرابی کو فرمایا: تمہیں خدا کی قسم، سچ بتاؤ تم نے ابھی ابھی اللہ کی بارگاہ میں کیا دعا مانگی تھی؟ اعرابی نے کہا: میں نے کہا تھا: اللھم انک لست برب ان حد ثناک ولا معک الہ اعانک فی خلقنا و شادک فی ربوبیتک انت ربنا سئلمک ان تصل علی محمد و تبرئ ببراءتی۔ اے اللہ! تو وہ خدا نہیں جس کو ہم سب نے مل کر بنایا ہو۔ جس طرح بتوں کو بت پرستوں نے بنایا ہے تیرے سوا کوئی دوسرا خدا بھی نہیں جس نے تیری پیدائش میں مدد کی ہو، تو ہمارا سب کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے لاکھوں درود تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوں اور لوگوں کی تہمت سے مجھے میرا کر دے۔ حضورؐ نے اس کی اس بات کی تصدیق کی اور اونٹ کے جھوٹے دعویداروں کو منع کر کے اونٹ اس کے حوالے کر دیا۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازار سے حضور کے تسخر پر لقوہ کا حملہ گزر رہے تھے اور اہل بازار کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہے تھے۔ مروان کا باپ حکم بن العاص حضور کے پیچھے پیچھے تسخر کرتا جاتا۔

جس طرح حضور ارشاد فرماتے وہ مذاق کرتا اور وہ منہ کو ٹیڑھا کر کے آپ کی نقلیں اتارتا۔ حضور نے فرمایا: یہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ چنانچہ حکم پر اسی وقت لقوہ کا حملہ ہوا اور وہ ساری عمر کج رو اور کج رفتار رہا۔ اس کا چہرہ اتنا مکروہ اور منحوس ہو گیا کہ اسے دیکھنا جاتا تھا۔ وہ اسی بیماری سے مر گیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

عرب کے ایک بہادر پہلوان نے حضور کو نلکارا اعرابی پہلوان دامن اسلام میں کہ میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے گرایا تو مجھے قتل کر دینا اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو آپ کے ”فتنہ“ سے لوگوں کو بچاؤں گا۔ اس شرط پر کشتی لڑی گئی۔ حضور نے اسے دو بار چاروں شانے چیت گرایا۔ لیکن وہ ہر بار معافی مانگ لیتا اور حضور اسے معاف فرمادیتے۔ تیسری بار اس نے بے خبری میں حضور کے پاؤں کو کھینچا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور کو مطلع کر دیا کہ یہ غدار اب مقابلہ کی بجائے دھوکے سے کام لینے لگا ہے۔ حضور نے فرمایا: اب کشتی کی بجائے دھوکہ دہی پر آگئے ہو۔ وہ کہنے لگا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپ نے فرمایا: مجھے میرے اللہ نے آگاہ کیا ہے۔ وہ اسی وقت مقابلہ چھوڑ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دائرۃ اسلام میں آ گیا۔

شیر خوار نیچے کی حضور سے ہمکلامی بریدہ بن الحصیب کہتے ہیں کہ ایک بار ایک عورت اپنا دو ماہ کا بچہ کندھے پر اٹھاتے حضور کے پاس سے گزری۔ یہ عورت حضور کو انذار سانی میں پیش پیش تھی۔ نیچے کی نکا ہیں حضور پر پڑیں تو کہنے لگا: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور نے اس نیچے کے سلام کا جواب دیا۔ حضور نے فرمایا: نیچے! تم کیسے جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، محمد بن عبد اللہ ہوں۔ نیچے نے بتایا: یہ معرفت مجھے اللہ نے دی ہے۔ یہ دیکھیں جبریل امین آپ کے پاس کھڑے ہیں آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ حضور نے نیچے سے اس کا نام پوچھا تو اس نے: عبد العزی، لیکن یا رسول اللہ! میں عزی سے سخت نفرت کرتا ہوں، آپ میرا کوئی

تمام تجویز فرمادیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ پھر نچتے نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں بڑا ہو کر آپ کا غلام اور خادم بنوں اور بہشت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضور نے اس نچتے کے لیے دعا فرمائی۔ نچتے نے پھر کہا: وہ لوگ بڑے نیک بخت ہیں جو آپ پر ایمان لاتے ہیں اور وہ لوگ بڑے بد بخت ہیں جو آپ سے محروم رہتے ہیں۔ پھر نچتے نے ایک نعرہ مارا اور جان دے دی۔ اس کی ماں نے کہا: اس معجزہ کے بعد آپ کی نبوت کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ کلمہ شہادت پڑھا، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضور کی رسالت کی گواہی دی اور کہنے لگی: اب مجھے اس عمر رفتہ پر حسرت ہے جو آپ کی ایذا رسانی میں گزری۔ حضور نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، فرشتے تمہارے لیے جنت سے کفن لا رہے ہیں۔ عورت نے خوشی کے عالم میں ایک نعرہ مارا اور جان دے دی۔ حضور نے فرمایا: تجھ پر تکفین کر کے اس عورت کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔ ماں اور نچتے دونوں کو ایک قبر میں دفن کر دیا گیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تین شخص حضور کی بارگاہ میں مُردہ زندہ ہو گیا باری باری حاضر ہوئے۔ ایک نے کہا: آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ہیں، وہ تو خدا کے حضور میں خلیل اللہ تھے، آپ کی کیا قدر و منزلت ہے؟ حضور نے فرمایا: میں حبیب اللہ ہوں۔ دوسرے نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ میں موسیٰ کی طرح پیغمبر خدا ہوں، وہ تو کلیم اللہ تھے۔ حضور نے فرمایا: وہ کوہ طور پر جا کر اللہ سے ہم کلام ہوا کرتے تھے مگر مجھے کلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے عرش نشین کیا۔ تیسرا کہنے لگا: آپ کہتے ہیں کہ آپ حضرت عیسیٰ سے بلند تر ہیں، وہ تو مُردہ زندہ کیا کرتے تھے لیکن آپ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ حضور اس کی اس بات پر بڑے آشفقہ ہوئے اور حضرت علیؓ کو آواز دی حالانکہ حضرت علیؓ اس وقت بہت دور جگہ پر تھے، فوراً حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا: علی! ان لوگوں کے ساتھ یوسف بن کعب (یہودیوں کا بہت بڑا راہب) کی قبر پر چلے جاؤ اور اُسے کہو کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر نکل آتے۔ حضرت علیؓ ان لوگوں کو لے کر قبرستان پہنچے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: اٹھو۔ قبر چھٹ گئی۔ پھر پکارا تو قبر کا منہ کھل گیا۔ تیسری بار پکارا تو

قبر بہت کشادہ ہو گئی، مردہ سامنے آ گیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا: اسے پہچان لو۔ اس نے بتایا: میں یوسف بن کعب ہوں مجھے فوت ہونے تین سو سال ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے قبیلین کو قتل و غارت گری سے منع کیا تھا۔ اب مجھے آواز آئی کہ میں اُٹھوں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کروں۔ اور جو جماعت میرے پاس آئی ہے وہ حضورؐ کی تکذیب کر رہی ہے جس وقت ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو واپس لے چلنے کا کہا۔ اس بوڑھے کو اپنی قبر میں واپس جانے کا کہا گیا۔ حضرت علیؑ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسے بھی پڑھایا۔ اس کی قبر کو درست کیا گیا۔ آپ ان لوگوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت اقدس میں واپس آ گئے۔

خوردہ بکرا دوبارہ زندہ ہو گیا غورش کا ذکر چل نکلا۔ ایک صحابی نے بتایا کہ سب سے بہتر کھانا گوشت ہے۔ اس کی یہ بات تمام دوستوں کو پسند آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کوئی گوشت نہیں تھا۔ ایک انصاری اٹھا، اپنے گھر گیا اور اپنا ایک بکرا ذبح کر ڈالا۔

اور پکا کر اپنے بیٹے کے ہاتھ آپ کے پاس بھیج دیا۔ حضورؐ نے اس لڑکے کو فرمایا کہ حضرت علیؑ کو بلا لاؤ۔ حضرت امیر المومنین تشریف لے آئے۔ حضرت بلالؓ نے دسترخوان بچھایا۔ پھر آپ نے فرمایا: مسجد میں جو لوگ ہیں انہیں بھی بلا لاؤ۔ وہاں اٹھارہ صحابی تھے انہیں بھی بلا لیا گیا آپ نے سب کو حکم دیا کہ گوشت کھائیں مگر کسی کو پھڑی توڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ تمام صحابہ نے جھننا ہوا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ طباق بھر بھر کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجے گئے۔

ازواجِ مطہرات کے گھروں میں بھی بھیجا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہڈیاں واپس بھیج دی جائیں۔ جب ساری ہڈیاں اکٹھی ہو گئیں حضورؐ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر پھیرا اور حکم دیا کہ اُٹھو! وہ تندرست ہو کر زندہ ہو گیا اور دوڑتا دوڑتا اس انصاری کے گھر جا پہنچا۔ انصاری کا لڑکا اس بکرے کے پیچھے پیچھے دوڑا جا رہا تھا لیکن اسے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ انصاری دیکھ کر تعجب سے کہنے لگا: یہ تو ہمارے بکرے کی طرح کا ہے۔ ابھی وہ اپنی بیوی کو کیرا دکھا ہی رہا تھا کہ اس کا لڑکا بھی گھر جا پہنچا اور صورتِ حال بیان کی۔ اب سارے خاندان کو حضورؐ کی رسالت پر زیادہ یقین ہو گیا۔

ابو قرق حاصہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ  
 بکریوں کے دودھ میں فراوانی بیان کرتے ہیں کہ میں یتیم تھا۔ اپنی والدہ اور خالہ  
 کے پاس رہتا تھا۔ یہ دونوں بہنیں میری پرورش اور تربیت میں کوشاں تھیں۔ میں بکریاں  
 پرانے چلا جاتا۔ میری خالہ مجھے ہمیشہ ہدایت کرتی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے  
 دور رہوں۔ اور کہا کرتی تھی: ان کے پاس کبھی نہ جانا وہ تو دین سے گمراہ کر دیں گے۔ میں اس کی  
 ہدایت کے برعکس بکریوں کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر دیا کرتا، خود حضور کے پاس چلا جاتا اور شام ٹھلے  
 چھو کی پیاسی بکریاں ہانک لاتا۔ میری خالہ دیکھ کر کہتی کہ بکریاں کمزور اور ڈبلی ہوتی جا رہی ہیں۔  
 میں اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیا کرتا۔ ایک روز حضور نے ہجرت کا اعلان کیا، میں بھی مسلمانوں کے  
 ساتھ ہو لیا اور حضور کے سامنے اسلام قبول کر کے حضور کی خدمت میں اپنی خالہ کی باتیں بتا دیں  
 کہ وہ مجھے آپ کے پاس حاضر ہونے سے کس طرح روکا کرتی تھی۔ اب میں تو آپ کی خدمت سے  
 دور نہیں جاؤں گا۔ میں نے بکریوں کے کمزور اور لاغر ہونے کی وجہ بھی بتا دی۔ آپ نے فرمایا کہ  
 بکریوں کو میرے پاس لاؤ۔ بکریاں لائی گئیں آپ نے ان پر ہاتھ پھیرا وہ اتنی فریب ہوئیں کہ اس  
 سے بہتر توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان کا دودھ کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ میں گھر گیا تو  
 میری والدہ اور خالہ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ جب میں نے صورت حال بیان کی تو وہ  
 دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئیں۔

عاب دہن سے آنکھیں روشن ہو گئیں  
 حبیب بن مدرک کہتے ہیں کہ میرا باپ  
 نابینا تھا، دونوں آنکھیں سفید  
 ہو چکی تھیں مگر وہ ہمیشہ حضور کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ وہ حضور سے لعاب حاصل کر کے آنکھوں  
 میں ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ وہ ستر سال کی عمر میں بھی  
 سوئی میں صفا گہ ڈال لیا کرتا تھا۔

نگاہِ رحمت سے کھجوروں میں فراوانی  
 حضرت جابر بن عبد اللہ کہا کرتے تھے کہ  
 میں نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی سے  
 کھجوریں خریدیں مگر اس سال کھجوروں کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہوئی جس سے پھل نہ آیا۔

میں نے یہودی سے دوسرے سال تک مہلت مانگی مگر اس نے قبول نہ کی۔ میں نے صورت حال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ آپ اس یہودی کے پاس تشریف لائے اور میری طرف سے سفارش کی مگر اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے نخلستان کے گرد ایک چکر لگایا، پھر یہودی سے مہلت مانگنے کو گئے مگر یہودی نہ مانا۔ میں اٹھا اور تھوڑی سی کھجوریں حضور کے پاس لایا، آپ نے کھاتیں اور مجھے پوچھا کہ میرے بیٹھنے کی کون سی جگہ ہے؟ میں نے جگہ دکھائی۔ آپ نے فرمایا، وہاں میرے لیے بستر بچھا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے اس بستر پر تھوڑا سا آرام فرمایا، نیند سے بیدار ہوئے اور ایک نگاہ کھجور کے درختوں پر ڈالی۔ میں تھوڑی سی اور کھجوریں لے آیا، آپ نے پھر کھائیں۔ آپ پھر اس یہودی کے پاس گئے اور مہلت مانگی مگر وہ بد بخت اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آپ واپس آئے اور فرمایا: اے جابر! کھجوروں سے پھل اتارو اور اپنا قرض ادا کر دو۔ میں پھل اتار کر اکٹھا کرتا گیا، سارا قرض ادا کر دیا اور کافی مقدار میں کھجوریں بچ گئیں۔ دوڑا دوڑا حضور کے پاس آیا، بشارت دی اور کہا: اشهد انک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس بن مالک کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس تیل کا ایک برتن تھا، حضور کے پاس بھیجا گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ اس میں تیل نہیں ہے۔ میں نے اپنی لڑکی سے کہا: جاؤ، وہ برتن لے آؤ، شاید اس میں تیل نہیں ہے۔ جب میری لڑکی حضور کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ برتن تو تیل سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ میں حضور کے پاس دوڑی دوڑی گئی اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے تیل قبول نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں، ہم نے تو تیل نکالا، استعمال کیا۔ ام سلیم نے کہا: مجھے اس خدانے بزرگ و برتر کی قسم ہے جس نے آپ کو حق پر بھیجا، وہ برتن تو تیل سے بھرا پڑا ہے۔ حضور مسکرائے اور فرمایا: اس برتن کو لے جاؤ، ایک جگہ رکھ دو جب ضرورت پڑے تیل نکالتی جاؤ ختم نہیں ہوگا بشرطیکہ اسے اپنی جگہ سے ہلایا نہ جائے۔ اسی طرح ام شریک نے بھی ایک دفعہ اپنی خادمہ کو تیل کا برتن دے کر حضور اکرم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آپ نے برتن خالی کر کے واپس بھیج دیا اور خادمہ کو نصیحت کی کہ

اس برتن کا منہ بند کر کے کسی اونچی جگہ لٹکا دینا۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ ام شریک نے ایک دن اس برتن کو دیکھا تو تیل سے بھرا ہوا تھا۔ خادمہ کو ڈانٹا کہ تمہیں تو حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کو کہا تھا۔ خادم نے بتایا: خدا کی قسم میں تو حضورؐ کے پاس لے گئی تھی، آپ نے اسے خالی کر لیا تھا، میں نے اس وقت اسے الٹا کر کے دیکھا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا، لیکن آپ نے مجھے بتایا تھا کہ اسے لٹکا دینا اور اس کا سر باندھ دینا۔ چنانچہ اس دن کے بعد میرا سارا خاندان اسی برتن سے تیل استعمال کرتا رہا۔ ہم تقریباً ہفتہ (۷) افراد تھے، تیل استعمال کرتے رہے لیکن اس میں کمی نہ آنے پائی۔ یہ ہمارے لیے دسترخوانِ خداوندی ثابت ہوا۔ ام شریک کی وفات تک یہ برتن تیل سے پُر رہا۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں کھانے کا ایک کھانا غیب سے آتا رہا

آتے رہے اور وہی پیالے سے کھاتے رہے مگر اس سے کھانا ختم نہیں ہوا۔ لوگوں نے دریافت کیا: یہ کھانا کہاں سے آتا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا: غیب سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو روٹیاں بہتر سے زیادہ افراد کی غذا کرتے ہیں

مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے، میری عمر آٹھ سال کی تھی، میرا والد فوت ہو چکا تھا۔ میری والدہ نے ابو طلحہ سے شنادی کر لی تھی۔ ابو طلحہ بڑے غریب، فقیر اور تنگ دست تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ دو دو دن کھانا نہ ملتا۔ ایک دن میری والدہ تھوڑے سے جو لائی اور انھیں پس کر روٹی پکائی اور ہمساتے سے تھوڑا سا دودھ لے کر آٹے میں ملا لیا اور مجھے کہا: جاؤ، ابو طلحہ کو بلا لاؤ تاکہ ہم یہ روٹیاں مل کر کھالیں۔ میں خوش خوش باہر گیا کہ آج پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں گے۔ میں ابو طلحہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ دوسرے صحابہ کے ساتھ حضورؐ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ میں نے زور سے کہا: آپ کو میری والدہ بلا رہی ہیں۔ حضورؐ اٹھے اور تمام صحابہ کو بھی فرمایا: چلو ام سلیم کے گھر چلیں۔ انرض حضورؐ بہت سے صحابہؓ کو لے کر ہمارے گھر آگئے حضورؐ نے ابو طلحہ کو کہا: گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہے جو میں بلا لائے ہو، ابو طلحہ نے عرض کی:



یا رسول اللہ! مجھے تو دو دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ حضورؐ نے فرمایا: پھر ام سلیم نے یہیں کیوں بلایا ہے اور ہماری مہمان داری کے لیے کیا رکھا ہے؟ حضرت ابو طلحہ اندر گئے اور ام سلیم سے پوچھا کہ حضورؐ کو کیوں بلایا ہے؟ ام سلیم نے بتایا: میرے پاس تو جو کی دو روٹیاں ہیں جنہیں میں نے دودھ میں گوندھ کر پکایا ہے، اور کچھ بھی نہیں ہے، میں نے تو انس کو صرف تمہارے بلانے کو کہا تھا تاکہ ہم مل کر کھالیں۔ ابو طلحہ باہر آئے اور ام سلیم کی ساری بات حضورؐ کے گوش گزار کی۔ حضورؐ نے فرمایا: ٹکڑ نہ کرو، مجھے اندر لے چلو۔ ابو طلحہ حضورؐ کو صحابہ کے ساتھ اندر لے گئے حضورؐ نے فرمایا: ام سلیم! وہ جو کی روٹی تو لاؤ۔ آپ نے اپنا ہاتھ روٹی پر رکھا اور انگلیاں کھول دیں تاکہ روٹی نظر آتی رہے اور حضرت ابو طلحہ کو فرمایا: جاؤ، دس صحابہ کو بلاؤ۔ جب دس صحابی آگئے تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ کرو اور کھاتے جاؤ اور میری انگلیوں سے نظر آتی روٹی سے پیٹ بھرتے جاؤ۔ وہ دس کھا چکے تو آپ نے دوسرے حضرات کو بلایا۔ اسی طرح دس دس کر کے بہتر صحابہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابو طلحہ، اے انس!! اوہم بھی تینوں کھانا کھالیں۔ تم تینوں کھا چکے تو وہ روٹی اٹھا کر آپ نے ام سلیم کو فرمایا: تم بھی کھا لو اور جو مانگے اسے بھی کھلائی جاؤ۔ صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک پیالہ دودھ اصحابِ صفہ کی غذا

کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لے اور نہایت بے طاقتی سے سر راہ آ بیٹھا کہ شاید کوئی صحابی دیکھ کر مجھے دعوتِ طعام دے۔ امیر المؤمنین حضرت صدیقِ رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ میں نے آپ سے قرآنِ پاک کی آیت دریافت کی، آپ نے جواب دے دیا مگر اس سے بڑھ کر مجھے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، میں نے آپ سے بھی ایک آیت دریافت کی، آپ نے بتا دی۔ میرا اصل مقصد تو یہ تھا کہ کوئی اپنے گھر لے چلے مگر بات نہ بنی۔ ناگاہ ادھر سے حضورؐ کا گزر ہوا، میرے چہرے پر نگاہ کی تو میری جھوک کا خیال آیا، فرمایا: اے ابو ہریرہ۔ میں نے کہا: لے لے لے۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو گیا۔ آپ مجھے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کے گھر لے گئے۔ اندر جا کر دریافت فرمایا: کچھ

کھانے کو ہے، جواب ملا: ہاں، فلاں شخص نے آپ کے لیے دودھ بطور تحفہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! اصحابِ صفحہ کو آواز دو۔ اصحابِ صفحہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے۔ کسی کے پاس نہ گھر تھا، نہ مال و منال۔ حضورؐ کے پاس ہدیہ آتا، خود بھی کھاتے اور اہلِ صفحہ کو بھی تقسیم کر دیتے۔ جب صدقہ آتا تو صرف اہلِ صفحہ کو عنایت فرما دیتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے دل ہی دل میں کہا، کیا اچھا ہوتا اگر دودھ سے چند گھونٹ مجھے مل جاتے۔ اگر تمام اصحابِ صفحہ آگئے تو مجھے ایک پیالہ دودھ سے کیا ملے گا۔ بہر حال میں نے اہلِ صفحہ کو بلایا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ابوہریرہ! وہ دودھ کا پیالہ تو لاؤ۔ میں نے پیالہ لاکر آپ کو دیا تو آپ نے مجھے لوٹاتے ہوئے کہا: جاؤ، اسے تمام صحابہ میں تقسیم کرتے جاؤ۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام اہلِ صفحہ باری باری اس پیالے کے دودھ سے سیراب ہو گئے۔ پھر پیالہ مجھ سے چھین کر فرمایا: تم بھی پی لو۔ میں نے سپٹ بھر کر پیا تو آپ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے مزید پیا تو آپ نے فرمایا: اور پیو، اور پیو۔ میں نے چوتھی بار پیا اور کہا: یا رسول اللہ! اب تو گنجائش نہیں ہی پھر اپنے پیالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور باقی ماندہ دودھ خود پی لیا۔

عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں مشکیڑے میں برکت حضورؐ کے ہم سفر تھا۔ رات کے آخر میں حصتہ تک ہم سفر کرتے رہے۔ صبح کے قریب ہم رُکے اور سو گئے۔ سورج کی گرمی نے ہمیں بیدار کیا۔ سب سے پہلے حضرت صدیقِ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تاکہ حضور اکرمؐ بھی اُٹھیں۔ حضورؐ اُٹھے تو لوگوں نے صبح کی نماز فوت ہونے کی شکایت کی حضورؐ نے حکم دیا کہ یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ تھوڑا سا فاصلہ چلنے کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا اور سب نے مل کر نماز ادا کی۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک طرف کھڑا ہے مگر نماز ادا نہیں کر رہا۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا، یا رسول اللہ! مجھے تو غسل کی حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا: خاکِ پاک سے تیمم کر لینا چاہیے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو راستہ میں پیاس کی شدت نے آ لیا۔ تمام حضرات نے شکایت کی تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ چند ساتھیوں کو لے کر پانی کی تلاش کریں۔ تھوڑی دُور گئے تو ان لوگوں کو ایک شتر سوار

عورت دکھائی دی جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ اس سے پانی کے متعلق پوچھا تو کہنے لگی: کل اس وقت میں پانی کے چشمے سے چلی ہوں۔ اسے حضورؐ کے پاس لے آئے۔ آپ نے برتن منگوایا اور مشکیزے سے پانی لے لیا اور مضمضہ کر کے ٹھوڑا سا پانی برتن میں گرا دیا۔ پھر حکم دیا کہ سب پانی پی لو اور جس قدر ضرورت ہو اپنے اپنے برتن بھر لو، جس قدر خفنا چاہو لے لو۔ جس شخص کو غسل کی ضرورت تھی اسے بھی کہا گیا کہ وہ بھی پانی لے کر غسل کر لے۔ وہ عورت پاس ہی کھڑی سا واقعہ دیکھتی رہی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں: مجھے خدا کی قسم آپ نے مشکیزہ سے ہاتھ اٹھایا تو وہ پہلے کی طرح پُر از آب تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کیلئے کھجوریں اور اٹالا یا جاتے۔ کھجوریں اور اٹالا اونٹ پر باندھ دیا اور ساتھ ہی فرمایا: بی بی! تم دیکھ لو تمہارے پانی میں ہم نے کچھ کمی نہیں کی، اللہ نے ہمیں پانی دے دیا۔

وہ عورت اپنے قبیلہ میں پہنچی تو دیر سے آنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے سارا واقعہ سن دیا۔ مگر لوگوں نے کہا کہ وہ تو جا دو گروں کے بادشاہ ہیں یا پیغمبر خدا ہیں۔ اس کے بعد اس علاقے میں مسلمانوں نے شدید حملہ کیا، کافروں کو تہ تیغ کر دیا مگر اس عورت اور اس کے قبیلہ کو کچھ نہ کہا گیا بلکہ امان دے دی گئی۔ اس عورت نے اپنی قوم کو کہا: جو قوم احسان کا بدلہ یوں دیتی ہے کہ ہمیں پناہ دے دی گئی ہے، اس کے اخلاق کی مثال کہاں ملتی ہے۔ کیا اب بھی ہم مسلمان نہ ہوں گے۔ عورت یہ کہتے ہوئے سارے قبیلے کے ساتھ مسلمان ہو گئی۔

**جھوٹ کی سنرا** ابو جعدہ نامی ایک شخص اہل قبا کی ایک عورت پر شیفٹہ ہو گیا لیکن اسے حاصل کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں وہ بازار گیا اور حضور

علیہ السلام کے سے کپڑے خرید لیے اور پہن کر اہل قبا کی طرف چل پڑا، اس عورت کے لوجھتین سے کہنے لگا: مجھے رسول خدا نے بھیجا ہے۔ یہ ان کے کپڑے میرے پاس نشانی ہے۔ مجھے انھوں نے اجازت دی ہے کہ میں تمہارے پاس قیام کروں اور تم لوگ میری مہمانداری کرو۔ مسلمانوں نے اسے بڑے احترام سے اپنے پاس جگہ دی لیکن اسے دیکھا کہ عورتوں کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ یہ بات اہل قبا کو ناگوار گزری، انھوں نے دو آدمی حضور کے پاس بھیج کر، حال دریافت کی۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے ابو جعدہ کو ہمارے

بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: کون ابو جعدہ، انھوں نے بتایا: آپ کی چادر اس کے پاس ہے اور کتا ہے کہ آپ نے اُسے عطا فرمائی ہے۔ حضورؐ بڑے خشنماک ہوئے۔ غصے سے آپ کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور فرمایا: من کذب علی متعمداً فلیتبؤوا معقده من النار جو دیدہ و آنتہ مجھ پر جھوٹ باندھنا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، آپ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً جائیں اور اسے قتل کر کے آگ میں پھینک دیں۔ خدا کرے آپ لوگوں کے جانے سے پہلے ہی اس کا کام تمام ہو گیا ہو۔ وہ لوگ اہل نبا کی طرف گئے۔ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تو قضا و حجت کے لیے باہر گیا تھا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے اور وہ مردہ پڑا تھا۔

حضرت قتادہ بن النعمان بیان کرتے ہیں کہ ایک شیطان بصورتِ خار لپشت طوفان اُٹھ رہے تھے، میں نے غنیمت جانا کہ آج مسجد میں حضورؐ کے ساتھ نمازِ عشاء ادا کروں آپ نماز پڑھ کر آتے تو آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، میری خیریت دریافت کی اور مجھے وہ چھڑی عنایت فرمائی اور فرمایا: اس چھڑی کی روشنی میں اپنے گھر چلے جاؤ، تمہارے گھر میں شیطان داخل ہو چکا ہے اور تمہاری بیوی کو اور غلام رہا ہے۔ وہ تمہارے گھر کے ایک گوشے میں چھپا ہوگا، اسی چھڑی سے اسے سزا دینا۔ میں اس روشنی میں گھر پہنچا تو میری بیوی سوئی ہوئی تھی۔ ایک کونے میں نظر پڑی تو میں نے شیطان کو خار لپشت کی شکل میں دیکھا میں نے اُسی چھڑی سے اس کی خوب مرمت کی اور اسے گھر سے باہر نکال دیا۔ اس چھڑی کی برکت سے مجھے روشنی بھی ملی اور شیطان سے نجات بھی۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم شیطان چور کی شکل میں نے حکم دیا کہ میں مالِ زکوٰۃ کی حفاظت کروں۔ رمضان کا مہینہ تھا ایک رات ایک شخص آ یا تو مالِ زکوٰۃ سے کچھ اُٹھانے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا: تجھے تو دربارِ رسالت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں اب نہیں آؤں گا، گستاخی اس لیے ہوئی ہے کہ میرے اہل و عیال ان دنوں ناقے میں تھے۔ مجھے اس پر ۳۰ آگیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تو میں نے

بتایا تو آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول رہا تھا، پھر آتے گا۔ دوسری رات وہی شخص پھر سامان اٹھا رہا تھا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اس کے دست و بازو باندھ لیے۔ میں نے اسے یاد دلایا تم نو وعدہ کر گئے تھے کہ پھر نہیں آؤں گا۔ اس نے پھر آہ و زاری کی۔ مجھے ترس آ گیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ دوسری صبح حضورؐ نے پھر پوچھا: ابو ہریرہ! رات کے چور کا کیا بنا؟ میں نے پھر حالت بیان کر دی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جھوٹ کہتا تھا، پھر آئے گا۔ تیسری رات مجھے اس کا انتظار رہا۔ اس دفعہ میں نے اسے پکڑ کر جکڑ لیا اور کسی بات پر چھوڑنے پر رضامند نہ ہوا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو تمہیں ایک ایسی بات بتانا ہوں کہ تمہیں اللہ اس سے بہت فائدہ دے گا۔ کہنے لگا: جب تم سونے لگو تو آیہ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایک حافظ مقرر کر دے گا، تم شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ میں نے پھر چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے پھر پوچھا: رات والے چور کو کیا کیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے مجھے یہ وظیفہ بتایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے صحیح کہا۔ انسان آیہ الکرسی کی برکت سے شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے لیکن اس نے جھوٹ کہا ہے، تم جانتے ہو، وہ کون تھا؟ وہ شیطان تھا۔

رائع بن خدیج خارجی بیان کرتے

دستِ شفقت سے پیٹ کا درد جاتا رہا

ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کے سامنے ایک دیگ پڑی ہوئی تھی اس میں گوشت پک رہا تھا۔ میری نظر ایک بوٹی پر پڑی جو بہت موٹی تھی، مجھے بہت پسند آئی، میں نے دیگ سے نکال لی اور کھانے لگا، میرے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ میں ایک سال اس درد میں مبتلا رہا آخر میں نے حضور اکرمؐ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اس میں سات آدمیوں کا حصہ تھا، تم بغیر اجازت کے دوسرے کے حق کو ہضم کرنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور مجھے قے ہوئی، سیاہ گوشت کا لوتھر نکلا۔ مجھے خدا اور رسول کی قسم ہے اس کے بعد مجھے کبھی پیٹ درد کی شکایت نہ ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نیم خوردہ لقمہ کھانے سے بے حیائی ختم کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا رہے تھے کہ وہ بھی آتی تھی نہ وہ بیگانوں سے مذاق کرنے سے باز آتی تھی نامحرم لوگوں سے بھی دل لگی کرتی اس طرح وہ مدینہ میں بدنام ہو چکی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا رہے تھے کہ وہ بھی آگئی اور کہنے لگی: آپ کس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح اللہ کے بندے بیٹھے ہیں۔ میں اس طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح اللہ کے بندے کھاتے ہیں۔ اس نے کھانا مانگا۔ آپ جو کچھ تناول فرما رہے تھے اسے دے دیا۔ وہ عورت کہنے لگی: مجھے تو آپ وہ لقمہ دیں جو آپ نے منہ میں ڈالا ہے۔ چنانچہ آپ نے نیم خوردہ گوشت اپنے منہ سے نکال کر ہاتھ میں رکھا۔ کہنے لگی: اسے میرے منہ میں ڈال دیجیے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں وہ لقمہ رکھا۔ اس نے وہ لقمہ تو کھا لیا مگر اس لقمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی دروغگوئی کی عادت ختم کر دی اور اس دن کے بعد وہ شرم و حیاء کا پیکر بن گئی۔ حتیٰ کہ موت تک کسی نامحرم نے اس کے بدن کو نہیں دیکھا۔ ماشاء اللہ۔

ایک نوجوان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ایسا ہو سکتا زانی کا نفسیاتی علاج ہے کہ آپ مجھے زنا کی اجازت دے دیں۔ صحابہ مجلس میں موجود تھے، غصے سے کہنے لگے: کیا بکواس کرتے ہو؟ مگر حضورؐ نے اس نوجوان کو بڑے پیار سے اپنے پاس بلایا اور بٹھالیا، فرمایا: کیا تمہیں یہ چیز پسند ہے کہ شہر کے لوگ تمہاری ماں کے ساتھ زنا کریں؟ کہنے لگا: نہیں؟ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بہن کے ساتھ زنا کریں؟ اس نے کہا: نہیں؟ آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں یا بہن سے زنا کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بیٹی کے ساتھ زنا کریں؟ کہنے لگا: ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح کوئی شخص تمہیں اپنی بیٹی سے زنا کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر پھیرا اور فرمایا: اللهم اغفر ذنبه و طهر قلبه و حصن فرجه (اے اللہ!

س کے گناہ معاف کر دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ بنا دے۔  
 کہتے ہیں اس دن کے بعد زندگی بھر اس نوجوان نے کسی غیر عورت کی طرف نظر بد سے بھی  
 نہیں دیکھا۔

**دستِ نبوت کا کمال** ایک دفعہ حضورؐ کی مجلس میں ایک ایسا بچہ پیش کیا گیا جس کے ہاتھ  
 آپؐ نے لکڑی کھولی اور اپنا ہاتھ زخم پر رکھا۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ کھانا رکھا گیا  
 تو اس لڑکے نے اپنے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ لکڑی اپنے گھر لے جاؤ،  
 شاید کبھی تمہارے گھر والوں کو اس کی ضرورت پڑے۔ وہ لڑکا لکڑی اٹھائے گھر جا رہا تھا  
 اور ایک کافر بوڑھے سے ملا۔ اس بوڑھے نے اس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ دیکھا تھا اور تندہ دست  
 بھی۔ صورتِ سال پوچھی۔ اس نے واقعہ بیان کیا اور لکڑی بھی دکھائی۔ دونوں پھر بارگاہِ  
 رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو گئے۔

**جنونی کیفیت غائب** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت  
 اپنے بچے کو حضورؐ کے پاس لانی اور کہنے لگی: اسے ہر  
 صبح و شام جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے بچے کے سینے پر اپنا دست مبارک  
 پھیرا اور دُعا کی۔ بچے نے تھوڑی دیر بعد قے کی۔ اس کے پیٹ سے ایک سیاہ رنگ کا  
 پلا (سکنتے کا بچہ) نکلا اور دوڑتا دکھائی دیا۔ اس دن سے اس بچے کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

زیاد بن حارثہ الصہمانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے  
**سنگریزوں سے کنویں میں** کہ میرے قبیلہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
**پانی کی کثرت ہو گئی** خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا ایک  
 کنواں ہے جس کا پانی موسم سرما میں دو قبیلوں کی ضروریات کو بصد مشکل پوری کرتا ہے  
 لیکن موسم گرما میں تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اندر یہ حالات ہم دونوں قبیلے علیحدہ علیحدہ  
 ہونا چاہتے ہیں مگر اس علیحدگی سے دوسرے مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بایں ہمہ  
 ہم لوگ ایسے مقام پر چلے جاتے ہیں جہاں بہت سے کنویں ہیں، مگر وہاں بھی ایک اور قبیلے

نے دعویٰ ملکیت کر دیا ہے، اس لیے وہاں جانا بھی ہمارے لیے ہلاکت کا باعث ہے۔ آپ مہربانی فرما کہ ہمارے اپنے کنویں میں برکت کی دُعا فرمائیں تاکہ اس سے گرمی اور سردی میں پانی میسر آسکے۔ حضور علیہ السلام نے سات سنگریزے منگوائے اور اپنے ہاتھ میں لے کر نطے، دعا کی اور کہا کہ ان سنگریزوں کو ایک ایک کر کے کنویں میں پھینک دو اور اللہ کا ذکر کرتے جاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کنویں میں پانی کی اتنی بہتات ہو گئی کہ سارا سال کافی ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میں بھی حضور کے ساتھ تھا، ایک دن آپ نے فرمایا کہ لوٹنا اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلے آؤ۔ ہم ایک ایسی جگہ جا پہنچے جہاں دو درخت تھے، ان کے درمیان تقریباً چار گز کا فاصلہ تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ان درختوں کے پاس چلے جاؤ اور انھیں میری طرف سے کہو کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں۔ میرے دیکھتے ہی وہ دونوں درخت مل گئے۔ حضور نے ان کی اوٹ میں قضاء حاجت کی۔ پھر وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ ہم وہاں سے سوار ہو کر روانہ ہوتے تو راستے میں ایک عورت سے ملاقات ہوئی، اس کے پاس ایک بچہ تھا۔ کہنے لگی: یا رسول اللہ! میرے اس بچے کو ہر روز تین بار آسید کا اثر ہو جاتا ہے۔ حضور نے بچے کو پکڑا، اپنے اونٹ کے آگے بٹھالیا اور تین بار فرمایا: احسبنا عدو اللہ۔ اور لڑکا اس عورت کو لوٹا دیا۔ اسی سفر میں واپسی کے وقت جب اس عورت کے گھر کے پاس سے گزر رہا تو وہی عورت پھر بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور دو بکریاں ہدیہ کیں اور قسم کھا کر کہنے لگی: یا رسول اللہ! جس دن سے آپ نے اس لڑکے کو دیکھا ہے اس دن سے اسے دوبارہ قطعاً تکلیف نہیں ہوئی۔ حضور نے صرف ایک بکری کا ہدیہ قبول فرمایا اور دوسری اس عورت کو واپس کر دی۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نے فرمایا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے۔ لوگ آئے تو آپ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار کہنے لگے کہ یہ ہمارا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ اس کے ساتھ



کیا سلوک کیا گیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ میں سال ہو گئے اس سے پانی کشید کرنے کا کام لیتے رہے ہیں، اب کام کے قابل نہیں رہا تو اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ دوڑتا پھرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے ہاتھ بیچ دو اور قیمت لے لو۔ کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہ آپ کا ہی مال ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ میرا ہے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس موقع پر سب مسلمانوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا ہے حالانکہ اونٹ کی نسبت ہمیں سجدہ کرنے کا زیادہ حق ہے۔ آپ نے فرمایا: کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کرتیں۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک جگہ بھیجا تو اس نے جھوٹ کا انجام بعض جھوٹی باتیں حضور سے منسوب کر کے وہاں بیان کیں۔ حضور نے اس کے لیے بد دعا کی۔ اسے ایک جگہ مردہ پایا گیا جبکہ اس کا پیٹ پٹھا ہوا تھا، اُسے جہاں بھی دفن کیا جاتا زمین قبول نہ کرتی اور قبر سے باہر پھینک دیتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آسمان پر بادل چھاتے ہوئے تھے۔ تمام صحابہ جمع تھے۔ ہمارا گمان تھا کہ نمازِ ظہر بے وقت ادا کر رہے ہیں۔ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: ابھی تک آپ لوگوں نے ظہر کی نماز ادا نہیں کی؟ ہم نے بتایا: نہیں، ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہی تشریف فرما ہیں۔ وہ اٹھا اور زور سے کہنے لگا: الصلاة والسلام عليك يا رسول الله۔ اور اگر خاموش بیٹھ رہا۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضور غصے میں لاٹھی ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جو آوازیں دے رہا تھا؟ اعرابی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں تھا۔ آپ نے اسے اسی لاٹھی سے ادب سکھایا۔ ہم نے نماز پڑھی تو بادل کا پردہ دور ہو گیا اور سورج ابھی ظہر کی نماز تک بھی نہ پہنچا تھا۔ حضور نے فرمایا: اعرابی کہاں ہے؟ اعرابی سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے بے وقت تکلیف دی۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھر میں ایک نہایت ضروری کام میں مشغول تھا۔ خدا کی قسم حضرت سلیمان علیہ السلام جب کام میں مشغول ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہسورج کی رفتار کو روک دیتا تھا۔ سورج اس وقت تک کھڑا رہتا جب تک آپ فارغ نہ ہو جاتا۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کام میں مشغول ہوں تو سورج نماز کے وقت سے آگے نکل جائے۔ آپ نے پھر اعرابی کو کہا کہ میں نے غصے کے عالم میں تمہیں مارا ہے اور تم بدلہ (قصاص) لے لو۔ اعرابی نے کہا: میں تو قصاص نہیں لے سکتا۔ آپ نے فرمایا: پھر بخش دو۔ اس نے کہا: میں تو خود زیادہ محتاج ہوں۔ حضور نے ایک اونٹ خرید کر اسے دے دیا اور فرمایا: العدل من ربكہ جل جلالہ۔

جعیل بن نخعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنگ میں حضور کے چابک سے حضور کے ہمسفر تھے۔ میرے پاس ایک لاغر اور ضعیف گھوڑا گھوڑے کی تیز رفتاری تھا جو سب سے پیچھے رہتا۔ حضور نے چابک پکڑ کر گھوڑے کو مارا اور فرمایا: اللہم باریک لہ فیہا۔ اس کے بعد اس گھوڑے کو ہمیشہ دوسرے گھوڑوں سے آگے ہی پایا۔ اس گھوڑے کی نسل سے میں نے بارہ ہزار درہم کماتے۔

گم شدہ اونٹنی مل گئی سیرۃ طیبہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک جنگی مہم میں حضور علیہ السلام کی ایک اونٹنی گم ہو گئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اونٹنی واپس آجائے چنانچہ گر دو غبار کا ایک طوفان اٹھا جس میں وہ اونٹنی دوڑتی دوڑتی آپ کے پاس آ پہنچی۔

دستِ پاک کی برکت حنظلہ بن حنیفہ بن خزیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور کا دست مبارک میرے سر پر لگا اور حضور کی زبان سے یہ دعا نکلی: باریک لہ فیہا۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت کسی کے سرور ہونا یا کسی بکری کے پستان سوج جاتے تو حضرت حنظلہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے اپنے سر پر پھیرتے اور زبان سے کہتے: بسم اللہ علی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر اس جگہ پر ہاتھ پھیرتے جہاں دم کرنا مقصود ہوتا، چنانچہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے درد اور سوج دور ہو جاتی۔

کافور کا انجام ایک شخص بائیس ہاتھ سے کوئی چیز کھا رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ مگر وہ جھوٹ بکنے لگا کہ میں تو دائیں ہاتھ سے کھا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر کبھی نہ کھا سکو گے۔ ساری عمر اس کا دایاں ہاتھ اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکا۔

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے  
 ابوہریرہ کی یادداشت تیز ہوگئی شکایت کی کہ میں آپ سے جو کچھ سنا ہوں بھول  
 جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اپنی چادر بچھا دو۔ حضور نے ایک بار یا تین بار ہوا میں ہاتھ لہرایا  
 اور کوئی چیز بچ کر چادر میں رکھ دی۔ حضرت ابوہریرہ کو کہا کہ اسے اٹھاؤ اور لپیٹ لو۔ حضرت  
 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس دن سے یہ چادر لپیٹی یادداشت تیز ہوگئی بلکہ سابقہ بھولی ہوئی  
 باتیں بھی یاد آگئیں۔

حضرت ابوہریرہؓ ہی بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ شکرہ  
 ابوہریرہؓ کی والدہ دامن اسلام میں تھیں، میں نے سجد کوشش کی کہ وہ اسلام قبول کر لیں  
 مگر انھیں یہ بات قبول نہ ہوتی۔ ایک روز میں اسے اسلام کی دعوت دے رہا تھا کہ انہوں نے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہہ دی جو مجھے سخت ناگوار گزری۔ میں روتا ہوا  
 حضور کے پاس آیا اور سارا واقعہ سنا دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! دعا کریں میری والدہ صاحبہ  
 بھی ایمان لے آئیں۔ حضور نے فرمایا: اللھم اھلما ابوہریرہ (اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو  
 ہدایت دے) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: میں باہر آیا تاکہ اپنی ماں کو اس دعا کی خوشخبری  
 سناؤں اور پھر اس دعا کی قبولیت کا اثر بھی دیکھوں۔ میں گھر گیا، دروازہ بند تھا، پانی کی  
 آواز آرہی تھی جیسے وہ غسل کر رہی ہوں۔ میری آواز سننے ہی کہنے لگیں: ابوہریرہؓ! وہاں ہی  
 ٹھہرو، میں آتی ہوں۔ کپڑے پہن کر انھوں نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھتے ہی کلمہ پڑھا۔  
 میرے دل سے بوجھ اتر گیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی، مارے خوشی کے میری آنکھوں سے  
 ویسے ہی آنسو بہ رہے تھے جیسے کچھ وقت پیشتر والدہ کی اس گفتگو سے جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ جب تھے  
 میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے جس  
 طرح دعا کی تھی وہ قبول ہوگئی اور میری والدہ صاحبہ مسلمان ہوگئی ہیں۔ میں نے پھر عرض کی:  
 یا رسول اللہ! اب دعا فرمائیں کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص دوستوں میں رکھے  
 اور ہمارے دل میں بھی اپنی محبت پیدا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور فرمایا:  
 کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جو تمہارا نام سن کر تم سے محبت نہیں کرے گا۔

حجر، شجر، مدر کو خطاب  
 ایک بار حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میری اڈٹنی پر سوار ہو کر یمن چلے جائیں اور فرمایا: اے علی! جب تم یمن کے فلاں مقام پر پہنچو گے تو لوگوں کو استقبال کے لیے کھڑا پاؤ گے اس وقت اس وادی کے درختوں، پتھروں اور زمین کو کہنا: السلام علیکم یا حجر یا مدر یا شجر و رسول اللہ یقرئکم السلام (یعنی السلام علیکم اے حجر، اے مدر، اے شجر! رسول اللہ تم کو سلام کہتے ہیں) حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں اس وادی میں پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ میری طرف چلے آ رہے ہیں، میں سنے کہا: السلام علیکم یا حجر یا مدر یا شجر، رسول اللہ یقرئکم السلام۔ سہ طرف سے ایک شور برپا ہوتا سُنائی دیا: علی! رسول اللہ السلام (رسول اللہؐ پر بھی سلام ہو) لوگوں نے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو سب کے سب ایمان لے آئے۔

سو کھا درخت پھل دینے لگا  
 ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین حضرت ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابوالہیثم نے ان بزرگوں کو دیکھتے ہی مرجا یا رسول اللہ، مرجا یا اصحاب رسول اللہ کہا۔ اور کہا: میری ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور میں ہر چیز آپ کی خدمت میں پیش کروں مگر ابھی ابھی میرے پاس جو کچھ تھا اپنے ہمسایہ کو بھیج دیا ہے۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا مجھے جبریل امینؑ نے ہمسائے کے سختی میں اتنی وصیت کی کہ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ ہمسائے میراث میں حق دار نہ ہو جائے حضور اکرمؐ نے ابوالہیثم کے گھر میں ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو آپ کو ایک کونے میں کھجور کا ایک درخت نظر آیا۔ آپ نے فرمایا: ابوالہیثم! اگر اجازت ہو تو آپ کے درخت سے کچھ کھجوریں نالیں۔ ابوالہیثم نے بتایا: یا رسول اللہ! یہ تو سوکھ چکا، اس پر کبھی کھجوریں نہیں لگیں۔ آپ نے حضرت علیؑ کو پیالے میں پانی لانے کو کہا۔ تھوڑا سا پانی پیا اور چھٹکی کر کے اس درخت پر چھڑکا۔ درخت پر اسی وقت کھجوریں نمودار ہونے لگیں ان میں کچھ تو خشک تھیں اور کچھ تر۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے

دن نہیں پوچھا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

درختِ جڑوں سمیت خدمتِ اقدس میں کہ میں ایک دن حضورؐ کی خدمت میں

بیٹھا تھا کہ رؤساء قریش حضورؐ کے پاس آتے اور کہنے لگے: یا محمد! آپ نے بڑا عجیب و غریب دعویٰ کر دیا ہے ایسا دعویٰ تو ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی اس دین کی تلقین کی ہے۔ آپ اپنے معجزات میں سے کچھ دکھائیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ سچے نبی ہیں، مگر یہ بات یاد رہے کہ آپ کا یہ معجزہ شعبدہ یا جادو سے بالکل جدا لگانا ہونا چاہیے، اگر ایسا ہو جائے تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور ایمان لانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کریں گے۔ آپ نے اُن سے پوچھا: تم لوگ کس چیز پر راضی ہو گے؟ وہ کہنے لگے: آپ اس درخت کو حکم کریں کہ اپنی جڑ سے نکل کر آپ کے پاس آئے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرا اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اور اللہ کی وحدانیت کو قبول کر لو گے؟

سب نے اقرار کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا: میں تو تمہیں وہ چیز دکھا دیتا ہوں جس کی تم طلب کرتے ہو مگر یاد رکھو پھر تمہیں اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کو قبول کرنا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے درخت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے درخت! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہو اور تسلیم کرتے ہو کہ میں رسولِ خدا ہوں تو اپنی جڑوں سمیت میرے پاس چلے آؤ۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور جس نے رسولِ مقبول کو متی پر بھیجا ہے، وہ درخت جڑوں سے نکل کر حضورؐ کی طرف بڑھنے لگا۔

اس کے نکلنے سے پرندے کے پھڑ پھڑانے کی سی آواز آرہی تھی۔ وہ حضورؐ کے پاس آیا، اُس کی شاخیں آپ پر سایہ بن گئیں۔ میں آپ کی دائیں طرف کھڑا تھا۔ میرے سر پر کچھ شاخیں چھا گئیں۔ مشرکین نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کہنے لگے: نہیں، نصف درخت کو حکم کریں کہ اپنی جگہ چلا جائے، نصف آپ کے پاس رہے۔ ایسا بھی حکم کیا گیا۔ پھر انہوں نے کہا، جو نصف وہاں گیا ہے اُسے حکم دیں آپ کے پاس آجائے اور دوسرا اس کی جگہ چلا جائے رجب ایسا بھی ہو گیا تو مشرکین حیران کھڑے تھے مگر میں (حضرت علیؓ کو اللہ وجہ) نے ہر بلا کہا: یا رسول اللہ!

میں سب سے پہلا مومن ہوں اور کلمہ پڑھتے ہوئے آپ پر ایمان لانا ہوں۔ اس درخت نے جو کچھ  
 کیا ہے اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ بایں ہمہ مشرکین کہنے لگے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادو گر ہیں اور  
 اپنے جادو میں ماہر ہیں۔ آپ کی تائید تو علی جیسے شخص ہی کر سکتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی نعلبہ سے واپس آ رہے تھے کہ  
 اونٹ کی فریاد آپ کے پاس ایک اونٹ دوڑا دوڑا آیا۔ حضور نے صحابہ کو کہا:  
 جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہتا ہے؟ جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی  
 بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ فریاد لایا ہے کہ اس کا مالک آج تک اس سے سخت کام  
 لیتا رہا ہے حتیٰ کہ اس کی پشت زخمی ہو گئی ہے اب اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضور نے حضرت  
 جابر کو حکم دیا کہ وہ اس اونٹ کے ساتھ اس کے مالک کے پاس جائیں اور اُسے بلا لائیں۔  
 حضرت جابر اونٹ کے ساتھ ہو لیے اور اُس کے مالک تک جا پہنچے۔ یہ حنظلہ کا گھر تھا۔ میں  
 نے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک شخص نے بڑھ کر کہا کہ یہ اونٹ میرا ہے۔  
 میں نے اُسے بتایا کہ سرکارِ دو عالم نے تمہیں طلب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ شخص، اونٹ اور میں  
 تینوں حضور کے پاس پہنچے۔ حضور انور نے اونٹ کے مالک کو کہا کہ یہ اونٹ تمہاری بیٹھکایت  
 کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا: بات تو بالکل صحیح ہے۔ حضور نے فرمایا: اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔  
 اُس نے کہا: آپ اسے بلا قیمت لے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، میں اس کی قیمت  
 ضرور دوں گا۔ حضور نے وہ اونٹ خرید لیا اور مدینہ کے مضافات میں اسے کھلا چھوڑ دیا۔ حضرت  
 جابر کہتے ہیں کہ اگر کسی صحابی کو کہیں جانا ہوتا تو حضور کی اجازت سے اونٹ کو لے جاتا۔  
 تھوڑے ہی عرصہ میں اونٹ کے زخم مندمل ہو گئے۔

**حضور کے قتل کی ناکام کوشش** ایک دفعہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ

حضور کو نماز پڑھتے قتل کر دیا جائے۔ ان میں ابو جہل  
 بن ہشام، ولید بن المغیرہ، لعنہما اللہ والخسران اور ایسے ہی دوسرے دشمنانِ رسول موجود  
 تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کے درمیان نماز ادا کر رہے تھے  
 کہ ولید نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہا، نزدیک پہنچا تو اسے صرف قرآن کی آواز

آ رہی تھی مگر حضورؐ کے وجود پاک کو نہ دیکھ سکتا تھا، چنانچہ بے مقصد واپس آ کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ابو جہل چند افراد کو لے کر وہاں پہنچا تو وہاں صرف قرآن کی آواز سنائی دے رہی تھی حضورؐ نظر نہ آتے تھے، اس طرح کئی لوگوں نے کوشش کی مگر آواز کے سوا انہیں کچھ سنائی نہ دیا۔ وہ مایوس ہو کر لوٹے اور بڑے متحیر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس بات کی طرف عمدہ اشارہ ہے: وجعلنا من بین یدیہم سدًّا ومن خلفہم سدًّا فاعشیںاہم فہم لایبصرون۔

گمراہ امیر المؤمنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دریا برد لڑکی زندہ ہو گئی ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جہالت میں اپنی لڑکی کو ایک دریا میں ڈبو دیا تھا کیونکہ ان دنوں عربوں میں یہ رسم تھی کہ وہ نوجوان لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے یا دریا برد کر دیتے تھے، وہ شخص چاہتا تھا کہ اس کی لڑکی زندہ ہو جاتے۔ اس کی آہ و زاری سے متاثر ہو کر حضور علیہ السلام اسے اس مقام پر لے گئے جہاں وہ لڑکی ڈبوئی گئی تھی۔ آپ نے اس کا نام لے کر بلایا کہ تم اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ آواز سننے ہی لڑکی پکار اٹھی: لَبِیکَ وسعدیکَ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضورؐ نے اُسے فرمایا: تمہارے والدین اسلام قبول کر چکے ہیں، کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں والدین کے سپرد کر دیا جائے۔ لڑکی نے کہا: یا رسول اللہ! میرا اللہ میرے والدین سے بہت ہی زیادہ مہربان اور کریم ہے مجھے اسی کے حوالے فرمادیں اب مجھے ماں باپ کی ضرورت نہیں۔

نعمان بن بشیر انصاری فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان مدینہ پاک میں ایک عجیب واقعہ وفات پا گیا، اسے ایک تختے پر لٹا دیا گیا اور اوپر چادر دے دی گئی بہت سی عورتیں اس کی نعش کے ارد گرد جمع ہو گئیں اور رونے دھونے لگیں۔ اسی اثناء میں نعش سے آواز بلند ہوئی کہ خاموش ہو جاؤ اور سنو: محمد رسول النبی الامجد خاتم النبیین کان ذلک فی الکتاب مسطورا۔ اور پھر کہنے لگا: یہ سچ ہے۔ اسی وقت صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی یاد دیکھے اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ورسمة۔

اللہ و بركاتہ۔ یہ کلمات کہتے ہی وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا اور پھر واصلِ بقی ہو گیا۔

اندھے کو بینائی مل گئی  
 حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی  
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض  
 کرنے لگا: یا رسول اللہ! دعا کریں میری آنکھوں کی روشنی واپس آجائے۔ آپ نے فرمایا:  
 جاؤ اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر کہو: اے اللہ! میں تیری ذات سے آنکھوں کا  
 نور مانگتا ہوں، تیرے نبی کریم کو شفیع لانا ہوں، اے اللہ کے نبی! میں آپ کو خدا کے حضور  
 میں شفیع لانا ہوں میری آنکھوں کا نور لوٹا دیا جائے۔ اے اللہ! اپنے حبیب کی شفاعت کو  
 میرے حق میں قبول فرما۔ راوی کہتا ہے اس نابینا نے حضور کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو اس کا  
 آنکھیں روشن ہو گئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ۱۲ ہزار کفار یمن سے چلے، اور  
 ہبل کی شہادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے تمہ پہنچے ان کے  
 ۱۲ ہزار کفار دامنِ اسلام میں ساتھ ہی ایک بُت تھا جس کا نام ہبل تھا۔ ان کے نزدیک یہ  
 بہت اہم تھا جسے ایک پہاڑ پر نصب کیا ہوا تھا، اس پر بڑے قیمتی لباس پہناتے، قیمتی  
 زیورات اور جواہرات سے اسے سجایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے استقبال  
 کے لیے باہر تشریف لائے اور توجید و رسالت کا پیغام دیا۔ ان لوگوں نے حضور سے معجزہ  
 طلب کیا۔ حضور نے ان کے سامنے اس بُت کا لباس اتار دیا اور اپنا عصا اس کے سر پر  
 دے مارا اور اس سے کہا: من انا یا ہبل (اے ہبل! میں کون ہوں؟) ہبل اللہ کی  
 قدرت سے گویا ہوا اور کہنے لگا: انت رسول اللہ رب السموات۔ آپ اس اللہ کے  
 رسول ہیں جو آسمانوں کا پروردگار ہے۔ کفار اس معجزے سے بڑے حیران ہوئے اور  
 سر بسجود ہو گئے۔ سجدے سے سر اٹھانے ہوئے سب نے استہد ان لا الہ الا اللہ و  
 اشہد ان محمد رسول اللہ کہا کرتے ہیں: فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ  
 آیت کریمہ اسی موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں  
**حیوانات شہادت دیتے ہیں** کہ مجھے ابو سفیان نے یہ بات سنائی کہ میں قیصر روم  
 کے پاس گیا تو اس کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے جا رہے تھے،  
 قیصر کے ملازمین بھی حضور کے اوصاف بیان کر رہے تھے حتیٰ کہ میں جس جانور کے نزدیک سے  
 گزرتا وہ فصیح زبان میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بیان کرتا۔ دورانِ راہ مجھے ایک  
 ایسا گھوڑا دکھائی دیا جو جھاگ کر جھگل میں جا رہا تھا میرے نزدیک سے گزرا تو اس کی زبان سے  
 لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنائی دیا۔ میں نے تعجب سے پوچھا: کیا گھوڑے بھی باتیں  
 کرنے لگے؟ گھوڑے نے کہا: اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز سنو گے، وہ یہ ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا، رزق دیا، شام، چاشت، صبح و دوپہر ہر وقت بلا کم و کاست  
 رزق دیتا جاتا ہے، کبھی کمی نہیں آنے دیتا، لیکن بایں ہمہ تم کلمہ طیبہ پڑھنے سے گریز کر رہے ہو۔  
 میں نے پوچھا: کون ہے خدا کا رسول۔ وہ کہنے لگا: محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام النبی العربی القرشی المہاشمی الابطحی المکی المدنی صاحب التاج  
 والہدای۔ میں نے پوچھا کہ تم یہ ساری باتیں کس طرح کہہ رہے ہو؟ کہنے لگا: مجھے میرے  
 اللہ نے سکھائی ہیں جس دن سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدا ایک ہے اور حضرت محمد اس کے  
 رسول برحق ہیں، میں یہ اعلان کرتا جاتا ہوں۔

**بُت کی حضور سے گفتگو** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حصین کو کہا کہ تم بھی  
 فرمایا جس بُت کو پوجتے ہو اگر یہ باتیں کرنے لگے تو پھر کلمہ پڑھ لو گے، حصین نے کہا: مجھے  
 اس بُت کو پوجتے پچاس سال ہو گئے ہیں کبھی اس سے بات نہیں سنی، آپ کے ساتھ کس  
 طرح گفتگو کر سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا: اگر یہ میرے ساتھ گفتگو کرے تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟  
 اس نے مسلمان ہونے کا وعدہ کر لیا۔ حضور نے بُت سے مخاطب ہو کر فرمایا: یا ایہا الصنم

من انا (اے بُت! میں کون ہوں؟)۔ اس نے کہا: انت رسول اللہ حقا صلی

اللہ علیہ وسلم۔ آپ رسول برحق ہیں، حصین نے اس کا وعدہ کر لیا کہ وہ کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ  
 بدر وہیں بھاگ گئیں وسلم حج کرنے مکہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک عورت  
 اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے  
 اس دن سے اس پر کوئی ایسی بیماری مستط ہے جیسے کوئی جن ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس بچے کو اٹھایا اور لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال کر کہا: اخرج عدواً واللہ الخ  
 (رسول اللہ (اے اللہ کے دشمن نکل جاؤ، میں اللہ کا رسول ہوں) بچے کو اس کی ماں  
 کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اسے کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ حج سے واپسی پر اسی مقام سے  
 گزر رہا تو وہی عورت ایک ٹھنڈی ہوئی بکری لائی اور حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بتانے  
 لگی: یا رسول اللہ! میں وہی عورت ہوں جس کے بچے کو آپ نے صحت دلائی تھی۔ آپ نے  
 بچے کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا: اس دن سے اُسے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔  
 حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے فرمایا کہ بکری کی ران مجھے دو۔ میں نے دے دی۔  
 آپ کھا چکے تو فرمایا: دوسری بھی مجھے دے دو۔ میں نے پیش کی تو آپ نے فرمایا: اسامہ!  
 ایک اور دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایک بکری کی دوہی تو رانیں ہوتی ہیں۔ آپ  
 نے فرمایا: اگر تم یہ بات نہ کہتے تو میں جتنی رانیں اور مانگتا جاتا اتنی ہی مہیا ہوتی رہتیں۔  
 تھوڑے وقت کے بعد آپ نے مجھے کہا: باہر جا کر دیکھو قضائے حاجت کے لیے  
 کوئی پردے کی جگہ ہو تو بتاؤ۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر دوڑنگ مجھے کوئی اوٹ  
 دکھائی نہ دی۔ واپس آ کر صورتِ حال بیان کی تو آپ نے فرمایا: کوئی درخت یا پتھر نظر آیا؟  
 میں نے عرض کی: ہاں، دو درختیں کھجوروں کے درخت ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ انہیں  
 کہو کہ یکجا جمع ہو جائیں اور میرے لیے پردہ بنا دیں۔ میں نے باہر نکل ان درختوں کو پیغام  
 دیا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ان تینوں درختوں کو دیکھا کہ جڑوں سے اکٹھا کر چلے آ رہے ہیں اور ایک دیوار  
 کی صورت میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تین درخت نہیں بلکہ ایک ہی  
 درخت ہے اور پتھر کی دیوار کی طرح اوٹ بن گئے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حال بیان کی تو آپ نے حکم دیا کہ میں پانی کا ٹوٹالے کہ

چلوں۔ میں نے وہاں پانی رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ خمیہ میں واپس تشریف لائے اور مجھے فرمایا، جاؤ ان درختوں سے کہہ دو کہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جائیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے میرے کئے پر وہ درخت پھر اکھڑے اور دامن کشاں اپنی اپنی جگہ پر جا کر نصب ہو گئے۔

جمیل السجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک جنگ میں حضور کے چابک کا کمال شریک تھا میرا گھوڑا بڑا لانگرا اور ضعیف تھا، حضور نے اس کی حالت دیکھی تو اپنا چابک اسے مارا۔ اس دن سے میرا گھوڑا تیز رفتار اور تنومند ہو گیا۔ میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے اگلی صف میں ہوتا تھا۔

قتادہ بن لبحان رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر دست مبارک سے بڑھا پاؤں اور ہوئے حضور نے اپنا دست مبارک اُن کے چہرے پر ملا۔ چہرے پر جھریاں پڑ چکی تھیں، اعضاء مضجحل ہو چکے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں قتادہ کی موت کے وقت میں موجود تھا اس کے چہرے پر نوجوانوں جیسی چمک ہے۔ ایک عورت وہاں گزری تو قتادہ کے چہرے میں مجھے اس کا ایسا عکس دیا جیسے شیشہ ہوتا ہے۔

اصح بن سنانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی اور کہا: اے والد محترم! آپ دو جہاں کے سردار ہیں۔ میں اور میرے بچوں اور میرے خاوند نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا۔ حضور نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: اللھم انزل علی محمد کما انزلت علی مریم بنت عمران۔ اے اللہ! اپنے رسول پر وہی کچھ نازل فرما جو مریم بنت عمران پر نازل فرمایا گیا تھا (یعنی ازمانہ جنت) حضرت فاطمہ کو فرمایا: بیٹی! اپنے گھر کے اندر جا کر دیکھو خدا نے کیا کچھ بھیجا ہے۔ آپ اندر گئیں جس و حسین بھی ساتھ ہی تھے، حضور بھی بعد میں تشریف لے آئے، دیکھا کہ سنہری برتن رکھے ہوئے ہیں ان میں شرید، جھنا ہوا گوشت اور چھل پڑے ہیں ان سے بھینی بھینی خوشبو آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ کھانا سات دن تک کھایا جاتا رہا۔ نہ اس میں کمی آئی نہ اس کا مزہ تبدیل ہوا۔ حضرت حسن اسی کھانے سے ایک ٹکڑا

لے کر باہر آگئے تو ایک یہودی عورت کی نظر اس پر پڑی تو پوچھنے لگی: تمہارے گھر ایسا کھانا کھانا  
 سے آگیا؟ حسن نے ہاتھ بڑھا کر وہ لقمہ اس یہودیہ کو پکڑا دیا مگر کسی غائبانہ یا تھنے اُن سے یہ لقمہ  
 چھین لیا۔ اس کے بعد تمام وہ برتن بھی گم ہو گئے جن میں کھانا سجا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں: ”مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر یہ راز فاش نہ ہوتا تو زندگی بھر یہ نعمت ختم نہ ہوتی۔  
 ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے کندھے

اعرابی دامنِ اسلام میں پر چادر تھی۔ حضور اس وقت اپنے صحابہ کے درمیان

تشریف فرما تھے۔ اعرابی نے آتے ہی پوچھا: اس مجلس میں محمد رسول اللہ کون ہیں؟ اسے  
 بتایا گیا تو اس نے کہا: اے محمد! اگر آپ پیغمبر ہیں تو مجھے بتائیں کہ میرے پاس کیا ہے؟ آپ  
 نے فرمایا: اگر ایسا بتا دوں تو ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے بتایا کہ تم فلاں  
 وادی میں سے گزر رہے تھے وہاں تمہیں ایک کبوتر دکھائی دیا، اس کے دو بچے تھے۔ تم نے ان  
 دونوں بچوں کو اٹھا لیا۔ ان بچوں کی ماں آئی اپنے بچوں کو اس نے بہت تلاش کیا مگر نہ ملے چونکہ  
 تمہارے بغیر اس وادی میں کوئی نہ تھا، وہ اڑتے اڑتے تمہارے سر پر چوچھیں مارنے لگی۔

اعرابی نے اپنی چادر کھولی، دونوں بچے مجلس میں لا رکھے اور حضور کا بیان کردہ واقعہ درست  
 قرار دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم  
 جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس کبوتری سے زیادہ  
 مہربان ہے جو اپنے بچوں کے لیے بے تاب تھی۔ اعرابی نے ان بچوں کو آزاد کر دیا اور اسلام  
 قبول کر لیا۔

سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور کے وضو  
 وضو کے استعمال شدہ پانی کی برکت کا استعمال شدہ پانی زینب بنت ام سلمہ  
 رضی اللہ عنہما اپنے منہ پر مل لیا کرتی تھیں، ان کا چہرہ روشن اور درختاں دکھائی دیتا۔ وہ ابھی  
 چھوٹی ہی تھیں کہ ان کی پیشانی سے نور کی شعاعیں بلند ہوتیں، نوے سال تک زندہ رہیں،  
 لیکن ان کا چہرہ نوجوان عورتوں کی طرح درختاں منظر آتا رہا۔

## آبِ دِهْنِ کی برکت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرما کر مجھے خلافت کے بارے میں ولایت فرمائی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! امورِ خلافت تو آپ مجھ پر بیان فرما رہے ہیں مگر ان امور کو چلانا میرے لیے بڑا مشکل کام ہوگا۔ میں تو اس کی حدود سے ناواقف ہوں۔ حضورؐ نے مجھے لیٹ جانے کا حکم دیا اور اپنا پاؤں مبارک میرے پیٹ پر رکھا، پھر مجھے بٹھایا اور میرا مُنہ کھول کر آبِ دِهْنِ ڈالا اور چند باتیں بیان فرمائیں جو اس وقت میری سمجھ میں نہ آئیں۔ آپ نے فرمایا: اب جاؤ لوگوں کے درمیان حکم کرتے جاؤ۔ حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں: مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اس دن سے لے کر آج تک مجھے کسی فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

جب حضرت علیؑ کی والدہ مکرمہ فاطمہ بنت اسد فوت ہوئیں ایفائے عہد کی ایک مثال تو حضرت علیؑ نے حضورؐ کو اطلاع دی۔ حضورؐ بڑے

غمزہ ہوئے، فرمانے لگے: اُس نے مجھے ماں کی طرح پرورش کیا تھا۔ میرے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہی تھی کہ میرے چچا ابوطالب نے بھی ایسا سلوک نہیں کیا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی چادر مبارک دی اور اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمایا تاکہ اس کو تکفین کے وقت کام میں لایا جاسکے۔ آپ نے فرمایا: جب غسل کراچکیں تو مجھے اطلاع دینا۔ جب تجہیز و تکفین کی جا چکی تو اُسے ایک تختے پر لٹا کر جناز گاہ میں لایا گیا۔ حضورؐ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور قبر میں رکھا گیا تو آپ نے زور سے فرمایا: فاطمہ!۔ جواب میں آواز آئی: لبتیک یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: تو نے جس بات کی ضمانت مجھ سے چاہی تھی وہ میں نے پوری کر دی ہے، تو نے جس ایمان کو قبول کیا تھا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے زندگی اور موت کے بعد بھی جزائے خیر دے گا۔ اس کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔

ایک قریشی نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اس سے پیشتر آپ نے کسی مردے سے یوں معاملہ نہیں فرمایا آج کیا بات ہے کہ آپ مردے سے بھی گفتگو فرما کر اس کی بخشش کی ضمانت دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک دن میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے قرآن کریم کی یہ آیت اُسے سنائی: وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَ اٰدَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

اَدَل مَرَّة۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ فرادا کا کیا مطلب ہے؟ میں نے بتایا: اس کا مطلب ہے سنگا، برہنہ، لباس سے خالی بدن۔ کہنے لگی: واسوا ناہ! اللہ اس برہنگی سے مجھے محفوظ رکھے۔ میں نے اس وقت ضمانت دی تھی کہ موت کے وقت بے ستری نہیں ہوگی اور قبر میں بھی لباس سے عاری نہیں ہوگی۔ اس کے بعد اس نے قبر میں منکر نکیر کی آمد کے بارے میں دریافت فرمایا۔ میں نے ان کے آنے کی کیفیت اور سوالات کرنے کے طریقہ کی وضاحت کی۔ اس نے کہا: واغوثاہ باللہ منہما (میں اللہ تعالیٰ سے فریاد چاہتی ہوں) میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کی قبر میں منکر نکیر اچھی شکل و صورت میں آئیں، اچھا سلوک کریں اور قبر کشادہ ہو جائے اور حشر میں بھی وہ کفن کے ساتھ اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا۔ میں نے اسی لیے اس کی قبر پر یہ سوال کیا تھا کہ ہل، آیت ماضننت لک (کیا تم نے دیکھ لیا جس کی میں نے ضمانت دی تھی وہ درست نکلی) اس نے میرے جواب میں کہا: جزاک اللہ عنی خیر المجزاء فی المحیاء والممات۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ پاک سے قبر کو کشادہ ہونے کا اشارہ کیا تو یہ قبر بہت کشادہ ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڈریے کے پاس سے گزرے، وہ کہہ رہا گڈریے کا واقعہ تھا! شہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول

اللہ۔ حضور نے اس سے دریافت کیا: تم اللہ کو کس طرح پہچانتے ہو؟ وہ کہنے لگا: میں نے ان کبریوں کو دیکھا ہے وہ تھوڑی سی ہیں مگر ایک محافظ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتیں اور انہیں ایک گڈریے کی ضرورت ہے۔ یہ کائنات، یہ آسمان و ارض جس میں ہزاروں انسان اور دوسری چیزیں ہیں ایک محافظ (اللہ) کے بغیر کیسے برقرار رہ سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا: تم نے اللہ کو صحیح پہچانا۔ پھر حضور نے پوچھا: اللہ کو تو تم نے پہچان لیا مگر رسالت کا اقرار کیسے کر رہے ہو؟ گڈریا کہنے لگا کہ میں ہر وقت آسمان سے یہ آواز سنتا ہوں: لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ۔ میرا ایمان ہے جو آواز اوپر سے آتی ہے وہ سچ ہے۔ گڈریا کہنے لگا: میرا گمان ہے کہ محمد رسول اللہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بات درست ہے۔ وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میری ایک خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ۔ اس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے

کہ ایک بکری بطور تحفہ آپ کے لیے ذبح کروں۔ آپ نے فرمایا: پدیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ گڈر یا ایک بکری کو کپڑے کے لیے بڑھا تو اس نے کہا: مجھے ذبح نہ کرو میرا شیر خوار بچہ ہے جو جھوکا مر جائے گا۔ وہ دوسری کی طرف بڑھا، اس نے بھی کہا میرے بھی بچے ہیں۔ تیسری بکری کپڑی اور ذبح کر لی۔ حضورؐ نے اس گڈرے سے پوچھا: پہلی دو بکریوں کو کپڑے کیوں چھوڑ دیا، اور تیسری کو ذبح کیا۔ اس نے بتایا: پہلی دو بکریوں نے عذر کیا، تیسری نے کہا: اس سے بڑھ کر میری سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ سرکارِ دو جہان کی دعوت میرے گوشت سے ہو۔ سبحان اللہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت

**عشقِ جلیب کا ایک واقعہ** کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں ایک یہودی عالم دین تھا، اس کا نام تھا جلیب، اس کا ایک لڑکا بہاب نامی حسن و جمال میں کیٹا تھا، بڑا خلیق اور کمال سیرت۔ اتفاقاً اس نے اپنے والد کے خزانے میں ایک ڈبیہ دیکھی جو سرنخ موتیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر رشک کی ایک ٹہر لگی ہوئی تھی تاکہ کوئی شخص اسے کھول سکے۔ اندر سے دیکھ سکے۔ لڑکے نے اس ڈبیہ کو دیکھا تو بڑا غضب ناک اور خشمگین ہو کر باہر نکلا۔ باپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا: ایک عرصہ ہو گیا ہے آپ نے کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی مگر یہ ڈبیہ ہمیشہ بند رکھی ہے حالانکہ میرے ساتھ آپ کی شفقت و محبت بہت زیادہ ہے۔ باپ نے بتایا: بیٹا! اس میں جو اہرات ہیں نہ خزانہ، اس میں چند اوراق ہیں جن پر ایک عربی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب تم علماء کی مجالس میں بیٹھ کر فاضل ہو جاؤ گے اور ہر بات سمجھنے لگو گے تو اس کا مطالعہ بھی کر لینا۔ چونکہ ابھی تم ناچختہ ذہن ہو اس لیے ڈبیہ کا راز دیکھو اور پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

ایک دن جلیب باہر نوشی میں مشغول تھا، بہاب یہ موقعہ عقیمت جانتے ہوئے والد کے خزانہ میں گیا اور اس ڈبیہ کے کھولنے میں مشغول ہو گیا جس کے لیے رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ مہر توڑ دی گئی، ڈبیہ کا ڈھکنا کھولا ہی تھا کہ نور کی ایک شعاع نمودار ہوئی جس کے سامنے چراغ کی روشنی ماند پڑ گئی۔ ڈبیہ کے اندر دو سفید ورق دکھائی دیے جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ اس کلمہ طیبہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اوصافِ حمیدہ لکھے ہوئے تھے کہ آپ کے ابرو پیوستہ ہوں گے، داڑھی گھنی ہوگی، جسے بھی اس کا  
 زمانہ میسر ہو اس کی بات سُنئے، اس کا کلامِ قرآن ہوگا، اس کا دین اسلام ہوگا، وہ انسانوں  
 کو خدا کی عبادت کی دعوت دے گا، مخالفین سے نہیں ڈرے گا۔ بہساب کی نکا ہیں اس  
 کا غدر پڑیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں اُتر گئی۔ اس کا غذ کو آنکھوں پر  
 ملا، چوما اور کہنے لگا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کاش میں معلوم کر سکتا کہ آپ خدا کی ہیں یا نوری  
 آسمانوں پر ہیں یا زمین پر، دریاؤں میں رہتے ہیں یا جنگلوں میں۔ اس نے اپنی محرومی اور  
 سوگوارمی کا اس انداز سے اظہار کیا کہ بے ہوش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی والدہ بھی اس  
 کمرے میں آئی، بیٹے کو بہوش پا کر حیران رہ گئی، اُس کے باپ کو بلایا۔ بیٹے کو اس حالت میں  
 دیکھ کر اس کے چہرے سے چہرہ نکلنے لگا، ماتھے کو چومنے لگا، ردو کر اپنے بیٹے کی بیہوشی پر  
 حسرت و غم کا اظہار کرنے لگا۔ جب نوجوان لڑکا ہوش میں آیا، والدین کو اپنے سر ہانے غرزدہ  
 اور پریشان پایا مگر غصے میں آکر کہنے لگا: اے والد محترم! تم میری آنکھوں کی روشنی نہیں دیکھتے  
 اور بڑھاپے کے باوجود اس رحمتِ الہی سے محظوظ نہیں ہوتے۔ آپ مجھے کفر کی تعلیم دے  
 رہے ہیں اور شریعتِ محمدیہ اور اس کی اتباع سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ باپ  
 یہ باتیں سُنتے ہی غصے میں پاگل ہو گیا، لڑکے کو بالوں سے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور  
 زور زور سے مارنے لگا۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو جی بن اخطب، کعب بن اشرف  
 اور ابو لہب وغیرہ اس کی سفارش کے لیے آئے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ باپ نپتے کو ایذا دینے  
 میں پاگل ہوا جا رہا ہے اُنھوں نے اُسے زبردستی منع کیا مگر وہ کسی صورت نپتے کو سزا دینے  
 سے نہ رکتا تھا۔ لوگوں نے اس سے نپتے کا قصور پوچھا تو کہنے لگا: اس کا قصور تو سزاٹے  
 قتل کے لائق ہے جب تک میں اسے قتل نہ کر دوں گا ہاتھ نہ رکوں گا۔ پھر اس نے بتایا:  
 یہ دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہے، اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک  
 کر چکا ہے۔ ان لوگوں نے اس نپتے کو نصیحت کرنا شروع کی اور کہا: بیٹا! تمام لوگ تو ہم  
 سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں لیکن تم محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی اتباع میں لگے ہوئے ہو، اسے چھوڑ دو اور اپنے سابقہ دین پر قائم رہو۔



بہباب کہنے لگا: میں نے سوچ بچار کرنے کے بعد ان وہی اور فرسودہ دیبوں کو ترک کر دیا ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صراطِ مستقیم کو اختیار کر لیا ہے، ان پر ایمان لایا ہوں۔ ان لوگوں نے اس نوجوان کو بڑی الٹی سیدھی نصیحتیں کیں مگر وہ اپنے نیک ارادے پر ڈٹا رہا۔ ان یہودی مشائخ نے کہا: چونکہ یہ لڑکا ناز و نعم کا پلا ہوا ہے زندگی کے مصائب اور تکالیف کا احساس نہیں رکھتا، اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نصیحت کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اب ضروری ہے کہ اسے آسان زندگی سے ہٹا کر محنت و مشقت کی زندگی کا خوگر بنا دیا جائے تاکہ ان سختیوں سے تنگ آکر دینِ محمدی سے توبہ کر لے اور پھر اسی راحت و آرام کی زندگی کو حاصل کرنے کے لیے دینِ سابقہ پر واپس آجائے۔ جلیب نے کہا: تمہارے نزدیک اس تکلیف اور ریاضت کا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کہنے لگے: یہ نرم و نازک کپڑے اتار کر ٹاٹ پہنا دو، ایک تہہ خانہ میں محبوس کر دو، دروازے کو بند کر دو۔ تین دن کے بعد ایک جوگی روٹی اور پانی کا کوزہ دیا جائے تاکہ ناز و نعمت یاد آئے تو فریاد کرے کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی جاتے۔ جلیب نے ان لوگوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس مظلوم کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ چونکہ اسے سُکھی روٹی اور پانی کی عادت نہ تھی، محنت تنگ ہوا۔ وہ اس سختی سے روتا رہتا۔ ایک دن باپ نے دیکھا تو کہا: کیا تم اپنے دین پر قائم ہو یا نہیں؟ اور دینِ محمدی سے باز آئے ہو یا نہیں۔ بیٹے نے کہا: باپ! میرا رونا طعام کی کمی اور پانی کی بے لطفی کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے تو دیدارِ مصطفیٰ کا اشتیاق ہے۔ باپ نے پھر کہا: جب تک دینِ مصطفیٰ سے توبہ نہ کرو گے تمہیں اس عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔

لڑکے نے کہا: ہیہات ہیہات قدس سخ حب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم  
فی قلبی فلا استطیع ان ابتداء منہ۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت  
جس طرح میرے دل میں جاگزیں ہے اس سے توبہ نہیں کی جاسکتی۔

محبت تو چناں رفتہ است از رگ و پوست

کہ روز مرگ ہم از استخوان نخواہد رفت

جب سختی اور شدت حد سے گزر گئی تو سرکارِ دو عالم کی شفاعت سے اللہ سے تین چیزوں کی

التجاکي؛ اللهم بحق محمد وحق محمد عليك طيب لي طعامي واعدب لي شرابي ووضئي لي ظلمتي۔ اے اللہ! تو عبادت کے لائق ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل میرے طعام کو خوشگوار، پانی کو شیریں اور سیاهوں کو نورانی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی التجا کو قبول فرمایا۔ وہ ایک عرصہ تک قید و بند میں صعوبتیں جھیلتا رہا۔ حضورؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی، یہ نگر شہر میں عام ہو گئی کہ نبی آخر الزمان تشریف لے آئے ہیں۔ حلیب نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بلایا اور کہا، اگر تم لوگ میری مرضی کے مطابق ایک کام کر لو تو میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔ سب نے وعدہ کیا۔ وہ کہنے لگا: ہبہاب میرا لڑکا ہے اس کو تہ خانے سے نکال کر دودھ کی جگلی میں لے جاؤ، وہاں سخت مشقت کراؤ، اس کے گلے میں رستی ڈال کر کھینچو۔ چنانچہ اس کو باندھ کر غلاموں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس سے چوپانی کرواتے، بکریاں چراتے، اُن کی حفاظت کرواتے، پتے ہوئے صحراؤں میں اُسے گھسیٹتے پھرتے اور سنت کاموں میں لگانے رکھتے۔

کہتے ہیں ایک رات سخت اندھیری تھی، بادل چھاتے ہوتے تھے، بجلی چمک رہی تھی، بادل گرج رہے تھے، نوجوان کے دل میں استیاق و دیدارِ محمدی موجزن ہوا۔ اور اس کے سینے میں آتشِ عشق پھڑک اُٹھی۔ دیدارِ مصطفیٰ کی آرزو سے اس کا سینہ متور ہو گیا بارگاہِ الہی میں سرِ نیاز خم کرتے ہوئے کہنے لگا: اللهم انت انزلت المطر من السماء لتحيي به الارض وتسقي بها العباد من خلقك اللهم انه قد اشتد شوقى الى محمد و طال حزنى اللهم فارحمنى ومن على بالنظر على وجهه صلى الله عليه وآله وسلم۔ اے میرے اللہ! تو آسمانوں سے بارش برساتا ہے، اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے، اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے۔ اے اللہ! میرا شوقِ محبت دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیحد و حساب ہو گیا ہے، میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اے اللہ! اب مجھ پر رحمت فرما اور میری جان پر احسان فرما، میری آنکھوں کو دیدارِ رسولؐ سے متور فرما۔

کہتے ہیں جو نہی یہ دعا زبان پر آئی اُس کی گردن سے وہ رستی ٹوٹ کر گر پڑی، اُس کے پاؤں سے زنجیریں ٹوٹ گئیں اور مدینہ پاک کی طرف چل پڑا۔ کہتے ہیں اس مقام سے مدینہ پاک،

اشی میل کے فاصلے پر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس عاشقِ رسولؐ کے لیے اس زمین کو سمیٹ دیا اور فاصلہ بہت کم ہو گیا، صبح ہوتے ہی وہ بہباب مدینہ پاک میں عمارین و اہل انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور تھکا ماندہ سر جھکائے بیٹھا تھا، حضرت عمارؓ نے اس سے حالِ دل پوچھا تو کہا: سہ

مرا غمی است کہ پیدا نمی توانم کرد

حکایت دل شیدا نمی توانم کرد

حضرت عمارؓ نے کہا: اے نوجوان! تجھے دیدارِ محمدؐ کی قسم ہے مجھے سارا واقعہ سناؤ تاکہ میں تمھاری بددگر سکون اور تمھارے کام آسکوں۔ اس نوجوان نے حضرت عمارؓ کی زبان سے نامِ محمدؐ سنا تو زار زار رونے لگا اور کہنے لگا: کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے حضورؐ کا دیدار کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ہاں۔ بہباب اٹھا اور حضرت عمارؓ کے چہرے سے اپنا منہ ملنے لگا اور ان آنکھوں کو چومنے لگا جنھوں نے دیدارِ رسولؐ کیا ہوا تھا۔ کہنے لگا: ان آنکھوں پر میری جان قربان ہو جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میرا سر ان قدموں پر نثار جو راہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلے ہیں۔ سہ

جان فدای تو کہ ہم جانی دہم جانانے	سر بر ای تو دو گردن من و سر گردانے
سر سری از سر کوی تو نخواہم بخواست	کار دشوار نگیرند بدین آسانے
خام را طاقت پروانہ پر سوختہ نیست	نازکاں را نبود وقت جاں افشانی

حضرت عمارؓ کو اس نوجوان سے عشقِ مصطفیٰ جھلکتا دکھائی دیا تو اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بڑا پیار کیا اور بہباب کو حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ سہ

خزم آن لحظہ کہ مشاق بیاری برسد	آرزو مند نگارے بگلدے برسد
قیمت گل نشاندہ مگر آن مرغ اسیر	کہ خزان دیدہ بود پس بہ بہاری برسد
عزت وصل نداند مگر آن سوختہ	کہ پس از دوری بسیار بیاری برسد

جنس غالب مطلوب کی بارگاہ میں پہنچا اور جمالِ مصطفیٰؐ سے نظرِ نبواؐ تو نہ۔ نہ میلِ علیہ السلام

بارگاہِ خداوندی سے پیغام لاتے اور کہا: اے محمد! خداوند تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور بہباب کو دوست بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ آپ سے محبت کرنا ہے، آپ کی امت کے عاشقوں میں سے آنا بڑا محبت کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے، اس نے آپ کے عشق و محبت میں بڑے دکھ اٹھائے ہیں اور راہِ عشق میں محنت و مصیبت اٹھانے وقت صبرِ ایوب سے کام لیا ہے۔

اہلِ دل نے احب ہبہا با فانہ یحبک کے جملہ کے متعلق بڑے لطیف نکتے بیان کیے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عاشق کی محبت محبوب کی محبت کا سبب ہوتی ہے بلکہ محب کی محبت تو محبوب کی علامت ہو ا کرتی ہے۔ جب تک محبوب کی طرف سے محبت کا اشارہ نہ ہو، محب اپنی محبت کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ مولانا رومی نے اسی موضوع پر فلسفہ محبت بیان کیا ہے

ہیج عاشق خود نباشد عشق جو	گر نہ معشوقش بود جویاتے او
یک عشق عاشقان تن زہ کند	عشق معشوقان خوش و فر بہ کند
چوں دریں دل برق مہر و دست چہیت	اندر ان دل دوست می دانی کہ کیت
در دل تو مہر حق چوں شد دو تو	ہست حق را بیگمانے مہر تو
ہیج بانگ کف زدن ناپہ بدر	از یکی دست تو بیدست دگر
تشنہ می نالد کہ کو آب گوار	آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار
جذب آبست این عطش در جان ما	ما ازاں او او اہم زان ما
حکمت حق ہم قضا و ہم قدر	کرد مارا عاشقان یک دگر
عاشقی گرزین سر دگر زان سرست	عاقبت مارا اداں شد رہبرست
ملت عاشق ز ملت ہا جداست	عشق اصطلاب امرار خداست
ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان	چوں بعشق آیم نخل باشم ازاں
عقل در شر حش چو خورد گل بخت	شر حش عشق عاشق و ہم عشق گفت

آفتاب آمد و سبیل آفتاب

گردیلت باید از روی و تاب

# قدم الكتاب مختتم الخطاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ابدار موتیوں کو ایک سلسلہ میں منظم کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہو گئی ہے۔ میں نے اس کا نام معارج النبوة فی مدارج الفتوة رکھا ہے۔ میں ہوں بندہ ضعیف اللہ کی رحمت کا محتاج معین بن الحاج محمد الفراهی عصم المناہی (رحمۃ اللہ علیہما)۔ اربابِ سیر اور اصحابِ علم پر یہ باب مخفی نہ رہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مباحثِ میلاد، کمالاتِ سیرت، معجزاتِ باہرہ، اخلاقِ حمیدہ، اوضاعِ پسندیدہ، عباداتِ فاضلہ، عاداتِ کاملہ، اوقات و احوال اور دوسرے متعلقات و منسوبات زندگی کو بیان کرنے سے پہلے مختلف روایات، احادیث، اسناد اور دیگر مشاہدات کو سامنے رکھا گیا ہے اور بڑی چھان بین کے بعد اس سیرتِ طیبہ کو ترتیب دیا گیا ہے حالانکہ سرکارِ دو عالم کی سیرت پاک کو کما حقہ احاطہ بیان و حلقہ تحریر میں لانا صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے بایں ہمہ میں نے کوشش کی ہے کہ حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے نہایت ایجاز و اختصار سے واقعات کو بیان کر دیا جائے۔ الحمد للہ یہ عظیم کارنامہ پایہ اختتام کو پہنچا فان التلیل یدل علی الکثیر والجرعة یدل علی القدر والخفة تدل علی السریر۔

اگرچہ سیرت نگار اور سوانح لکھنے والے اہل قلم کا یہ دستور رہا ہے کہ حضور پاک کی سیرتِ طیبہ کی تکمیل کے بعد صحابہ، خلفاء، اہلبیت اور ائمہ کرام کے حالات ضرور لکھے جاتے ہیں لیکن میں نے حضور کے حالات کے ضمن میں ان حضرات کا تذکرہ کر دیا ہے اور انہی بزرگوں کی زبانوں سے سرکارِ دو عالم کی سیرتِ طیبہ کو ترتیب دیا ہے، بایں ہمہ میری دلی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کو بھی تفصیل سے بیان کرنا جس میں صحابہ، عشرہ مبشرہ، خلفاء کے علاوہ ائمہ اثنا عشر کا بھی ذکر ہوتا لیکن ایک طویل عرصہ سے میرا قلم مشکین قرطاس رنگین پر قرآن پاک کی تفسیر بحر الدرر کے بعض مقامات کو ساتھ ساتھ تحریر کرنے میں مصروف رہا۔ میری عمر کے پینتیس سال

ادبی نکات، احادیث، روایات، حکایات، مشاہیر اسلام کے نتائج افکار اور ادیبوں کی انشاء کے عمدہ نمونوں کو جمع کرتے گزرے۔ ان چیزوں کے علاوہ اگر میرے اپنے فکر و ذہن میں کوئی اعلیٰ نکتہ آتا تو اسے بھی قلمبند کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح مختلف خطبات، اصول، ہندو نصاب اور بلیغ و ملیح عبارات جمع ہو گئیں لیکن یہ بکھرے ہوئے موتی، یہ غیر منظم خزانہ، یہ لوارق منتشرہ اور یہ لعل و جواہرات علم و فضل کے ڈھیر اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ انہیں ایک سلسلہ، ایک ضابطہ اور ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے۔ میرے اہل ذوق احباب اور صاحب علم جلیس بھی بار بار فرمائش کرتے تھے کہ ان چیزوں کو یکجا جمع کر دیا جائے اور اپنی کتاب معارج النبوت کو حضور خاتم النبیین شافع یوم الدین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان معجزات سے مالا مال کر دیا جائے جو اہل ایمان کے قلب و نظر کی روشنی کا باعث بنیں۔ اس کتاب سے فارغ ہو کر مجھے اس تفسیر بحر الدرر کو بھی پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے، جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ تفسیر ارباب معنی اور اصحاب ذکر کو دوسری تفسیروں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ معارج النبوت کو ختم کرتا ہوں اور ارباب سیر سے دُعا کا طبعی ہوں۔

ختمت هذا الكتاب واختتامه والآن شرعة على قوانین ارباب السیر عند اختتام تصانیفهم فی الدعاء والسؤال وطلب النوال من الیہ ذی الافضال والمامل من کومه ان یعطینی ما یحب ویرضی ویتقنی ما علی الذین المرتضیٰ ویرزقنی الصدق والصفامتابع رسول المصطفیٰ صلی اللہ علیہ والیہ وسلم علی اصحابہ البررة الارضیٰ ولیشرفنی جمیع احياء الی یوم القیامة بشفاعة نبیہ كما شرفنا بمحنته ومحبة خلفائه واهل بیته وذریته و الحمد لله اولاً و آخراً وظاهراً و باطناً والصلاة علی خیر خلقه محمد سید المرسلین وخاتم النبیین وحبيب رب العالمین وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی عباد الله الصالحین من اهل السموات والارضین واصلی واسلم علیہ وعلیہم کثیر اعمیماً الی یوم الدین۔

# مناجات

(۱)

خداوند اکریم کردگار را  
 اگرچه از دو عالم بے نیازی  
 چو هستی در کرم بے مثل و مانند  
 توئی سلطان ما جمله فقیران  
 توئی پروردگار بے مدارا  
 ولیکن مفلساں را دلنوازی  
 فقیران را در گرفتار مپسند  
 بدست نفس اماره اسیران  
 بهر یک از صفات بر کمال  
 کز آن جمله است اعظم اسم آسمان  
 صفات ذات را آمد مظاهر  
 سلوک راه عرفان را سبیل اند  
 بنواصان بحر دولت ذات  
 بآن مقصود از ایجاد عالم  
 بآن آئینہ ذات الہی  
 بآن سالار دین دار محمد  
 مقیم اندر مقام کبریا بود  
 بمعنی رحمت للعالمین بود  
 کز ولستان کہ می آراست نصرت  
 مراہم در حقیقت او شفیع ست  
 نمی یابد عطایا تے جسزلیہ  
 بہ تحفہ بردم اندر حضرت او  
 نباشد بر کرمیاں کار مشکل  
 بختی سارکاں کوی اثبات  
 بختی سرور اولاد آدم  
 بآن سلطان تخت بادشاہی  
 بآن شاہنشہ ملک مؤبد  
 رسولی کو امام انبیاء بود  
 بصورت گرچہ حور رشک عین بود  
 خداوند ابایں محبوب حضرت  
 تراچوں در حقیقت او شفیع ست  
 چو دانستم کہ سایل بے وسیلہ  
 کتابی ساختم در سیرت او  
 اگر چندیں وسیلہ نیست قابل

که در پیش سلیمان تحفه مور  
 ترا میخوام اے سلطان داور  
 هر آنچه از بهر خود خواهم خدا یا  
 نمیگویم مرا تنها جدا کن  
 چو حاجات از سر اخلاص خواهم  
 مراد از بهر عالم خاص خواهم  
 هر آنکس کین دعا را گوید آمین  
 بخشش هم اجابت کن بتعیین

## (۲)

خدا یا در عدم آسوده بودم  
 از آن ضیق عدم آورد بیدن  
 نمیدانم که من معذور بودم  
 من ار با اختیار خویش بودم  
 ز نام اختیار از دست دادم  
 چو آوردی بدین دیرم با کراه  
 مرا از نیستی چون هست کردی  
 چنان دانم که ره واضح نماید  
 براه خدمت تقسیم فرما  
 در ایام حیاتم آن چنان دار  
 چنانم دار اندر حق شناسی  
 حجاب نفس من از پیش بردار  
 چو حکمت بر بدو نیک ست نافذ  
 چو من راضی بتقدیر تو گشتم  
 نه از لوث حدودت آلوده بودم  
 بصحرا تے وجودم صنع بیچون  
 چه حکمت داشتی اندر وجودم  
 از آن منزل تجاوز کے نمودم  
 کز آن بستان بدین زندان فنادم  
 هر آنچه آید ز من خود عذر من خواه  
 بزیر بار محنت پست کردی  
 وجودم با عدم راجع نماید  
 ز علم من لدن تعلیم فرما  
 که مورے را نباشد از من آزار  
 که ناید بر زبانه تا سپاسی  
 فریب عقل دور اندیش بردار  
 چه تدبیر آورد عقل معاجز  
 تو هم راضی بشو از تنگی که کشتم



اگر چه نیک و گد هر چه هستم  
 اگر چه تیرگی بسیار دارم  
 تنم هر چند از گل آفریدی  
 بر تیغ غیرتم بشکافتی جان  
 زدی صد در بسوی تن کشادی  
 زهر روزن فروغ نور عرفان  
 بدربای حقیقت آشنائی  
 مرا در پر تو نور تجبلی  
 ترا با خود چنان نزدیک دیدم  
 بهر وقتیکه در آئینه دل  
 جلای دل چو از نور تجلی ست  
 دعوش و فرس و بجزو بر چه جوتی  
 تواند چشمه دل سرفس و بر

بر بین در ذات خود نور تجبلی  
 که واقف گردی از سرتندی

(۳)

خدایا از سخن کارے نیاید  
 مرا از پیش خود یک بار بزار  
 مرا از هستی من ده ربانے  
 چو نور معرفت در دل نهادی  
 چه خلعت دادیم عریان نسازی  
 در توفیق کن بر روی من باز  
 بده حالی که از قلم رباید  
 که تا از پرده بیرون آید اسرار  
 بهستی خودم ده آشناتے  
 در عرفان بروی جان کشادی  
 بلیه جیل سرگردان نسازی  
 بیزم قرب خود دورم مینداز

در آن ساعت که جانم بر لب آید  
 خوشی و راحت دنیا گذشته  
 بدن رنجور و جان مجبور و دل خون  
 نه یار محرمی کاندر تو آید  
 گناهان هر یکی مانند کوهی  
 ز هر سو در تنگاپودزد شیطان  
 ز حیرانی بمانده دیده خمیره  
 ریاض عیش را نصرت نمانده  
 ره اندر پیش و مرکب مانده از کار  
 نهر اراں رختها از ضربت عنم  
 خدایا رحم کن بر جان زارم  
 بلطف خود ازاں دریائے خونخوار  
 دلم راده ز هر نور سعادت  
 که تا دل در جرم وصل پوید  
 چو از تن مرغ جان آید پرواز

فرست از روضه جنت ملائک

باستقبال روحم یا اراکم

